رحمۃ للعالمین سیدنا احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر
شیخ الاسلام محدّث شہیر (صاحب اعلاء السنن) کے قلم سے ایک منفرد تصنیف

ولادتِ محمدیہ کا راز

(علی صاحبها الصّلاة و التحیّة)

عالم دنیا کو نبی آخر الزمان کا انتظار، ولادت نبویہ کے زمانہ کے اہم ترین واقعات، صحابہ کرامؓ کے اسلام قبول کرنے کے عجیب واقعات، رسالتِ محمدیہ کے عقلی اور نقلی دلائل، حقانیت اسلام کا ثبوت، عقیدۂ توحید و تقدیر، عقیدۂ رسالت اور اعجاز قرآن جیسے اہم مضامین عقل اور تاریخ کی روشنی میں، سیرت نبویہ کے ذخیرہ میں ایک اہم کتاب کا اضافہ۔

تالیفِ لطیف: حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

عنوانات و تزیین: مولانا شفیع اللہ صاحب استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

ناشر

ادارہ اسلامیات کراچی — لاہور

نام کتاب: ولادت محمدیہ کا راز
باہتمام : اشرف برادران سلمہم الرحمان
ناشر : ادارہ اسلامیات
پہلی بار : ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ مارچ ۲۰۰۸ء

پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز

☆ادارہ اسلامیات موہن روڈ، چوک اردو بازار کراچی فون: ۲۷۲۲۴۰۱
☆ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ پاکستان فون: ۷۵۳۲۵۵
☆ادارہ اسلامیات دینا ناتھ منشن مال روڈ، لاہور فون: ۷۳۲۴۴۱۲

ملنے کے پتے:۔

ادارۃ المعارف: جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ معارف القرآن: جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ دارالعلوم: جامعہ دارالعلوم کراچی
دارالاشاعت: ایم اے جناح روڈ کراچی نمبر۱
بیت القرآن: اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت الکتب: نزد اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک نمبر۲ کراچی
بیت العلوم: ۲۶ نابھہ روڈ، لاہور
ادارہ تالیفات اشرفیہ: بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر
ادارہ تالیفات اشرفیہ: جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد، بہاولنگر

فہرستِ عنوانات

صفحہ نمبر

حصّہ دوم

ولادت محمدیہ کا راز اور عبادت کی تکمیل ۱۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

نحمد اللّٰہ تعالیٰ عزّوجل ونصلّی علی رسوله الکریم سیدنا محمد وآله وصحبه وازواجه وذریته ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین .امابعد!

احقر تہی دامن محمود اشرف عرض گذار ہے کہ اس ناچیز کو اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے جو بے شمار نعمتیں ملیں ان میں سے ایک عظیم نعمت اپنے اکابر کے قدموں سے وابستگی تھی جسے اپنے لئے نعمتِ عظمیٰ سمجھتا ہوں۔ چونکہ خود احقر علم وعمل سے تہی دامن تھا اور ہے اور خود تحقیق وتصنیف کا یارانہ تھا اسلئے اکابر کی تصنیفات وتالیفات کی خدمت ہی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا رہا۔ چنانچہ لاہور قیام کے زمانہ میں ادارہ اسلامیات لاہور کے ذریعہ حضرت گنگوہیؒ، حضرت میاں سید اصغر حسینؒ حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ اور دوسرے اکابر علماء ومشائخ کی تصنیفات کی اشاعت جدیدہ کی توفیق نصیب ہوئی، پھر طلبِ علم کے سلسلہ میں کراچی منتقلی ہوئی تو ادارہ اسلامیات کراچی کی تأسیس اور پھر اس کے ذریعہ اکابر کی نایاب تصانیف کی اشاعت جدیدہ کا کام بفضلہٖ تعالیٰ شروع کیا اور امام عبدالوہاب شعرانیؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور دوسرے اکابر رحمھم اللہ تعالیٰ کی کئی نایاب تصانیف منظر عام پر لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

زیر نظر کتاب ''ولادت محمدیہ کا راز'' بھی محدّث شہیر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو پہلی مرتبہ کتابی شکل میں آپ کے سامنے آرہی ہے۔ یہ تصنیف سلسلہ وار مضمون کی شکل میں ماہنامہ ''الرشاد'' سہارنپور میں شائع ہونا شروع ہوئی اور اس رسالہ کے بند ہونے کے بعد ماہنامہ ''النور'' تھانہ

بھون میں اس کی اشاعت ہوتی رہی لیکن باقاعدہ کتابی شکل میں یہ ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی تھی۔

اللہ تعالیٰ رفیقِ مکرّم مولوی شفیع اللہ صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے مختلف ذرائع سے بڑی کاوش کے بعد یہ رسالے حاصل کئے اور اس سلسلہ وار مضمون کو عنوانات سے مزیّن کرنے کے بعد تصحیح وغیرہ کے فرائض انجام دیئے جس کے نتیجہ میں تقریباً نوّے سال کے بعد بحمد اللہ اب یہ کتاب سیرۃ طیبہ کے موضوع پر ایک اہم تالیف کی شکل میں آپ کے سامنے آگئی ہے جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً من عندہ۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت وسیع النظر عالم تھے قرآن وحدیث کے علاوہ سیرت طیبہ، تاریخ پر گہری نظر تھی اور فلسفیانہ علوم میں بھی خوب مہارت تھی یہ سب علوم ان کی اس کتاب میں جلوہ گر ہیں اور سیرت طیبہ کے ایک قاری کیلئے ان کے مضامین فکر ونظر اور عقل ونقل کی روشنی میں بہترین روحانی غذا کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے انشاء اللہ اس کی فکر ونظر اور روح کو جلا ملے گی۔ ہمیں خوشی ہے کہ ایک بڑے عالم کی تصنیف کی حفاظت اور اس کی اشاعت کی ہمیں توفیق ملی۔

اللہ تعالیٰ اکابر کے علوم وتالیفات کی حفاظت اور ان کی اشاعت کی ان حقیر کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازیں اور اس کتاب کی اشاعت کو مفیدِ خواص وعوام بنائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

جمعۃ المبارک ۷ ؍صفر ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ ربیع الاول اور ولادتِ محمدیہ کا راز

لھذا الشھر فی الإسلام فضل
ومنقبة تفوق علی الشھور

اس مہینہ کے لئے اسلام میں ایک ایسی فضیلت ومنقبت ہے جس کی وجہ سے یہ بہت سے مہینوں پر فائق ہے۔

ربیع فی ربیع فی ربیع
ونور فوق نور فوق نور

وہ یہ کہ اس مہینہ میں تین ربیع (بہاریں) مجتمع ہیں۔ ربیع جمال محمدی، ماہ ربیع الاول میں، موسم ربیع میں اور نور کمالات محمدی جو تمام انوار سے زیادہ ہے۔

الحمدللہ کہ (ماہنامہ) الرشاد کا دوسرا سال پھر اسی مبارک مہینہ سے شروع ہوتا ہے جس سے اس کا پہلا سال شروع ہو کر خیر وخوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچ چکا ہے اور وہ ربیع الاول کا مہینہ ہے جسے زمانہ ولادت نبویہ ہونے کے سبب ایک بہت بڑا شرف دوسرے مہینوں پر حاصل ہے کیونکر نہ ہو کہ تمام اولین وآخرین کے سردار خاتم النبین رحمة للعالمین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری عالم ارواح سے عالم اجسام کی طرف اسی مبارک مہینہ میں ہوئی۔

جس زمانہ میں حضور ﷺ کی ولادت شریفہ واقع ہوئی ہو وہ زمانہ ایسا نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے اس میں شرف نہ آئے حضور ﷺ کی ذات

رفیع سے جس چیز کو بھی اتصال ہوگیا ہے شرف سے خالی نہیں رہ سکتی، چنانچہ ولادت شریفہ کا مکان آج تک اسی لئے معظم ومکرم ہے کہ جائے ولادت خاتم النبین ہے، لوگ عموماً اس کی زیارت اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

در منزلے کہ جاناں روزے رسیدہ

باخاک آستانش داریم مرحبائے

پس ماہ ربیع الاول بھی بوجہ زمانہ ولادت نبویہ مطہرہ ہونے کے اس شرف عظیم سے خالی نہیں رہ سکتا۔

ہم (ماہنامہ) الرشاد کو اس کے حسن ابتداء پر بار بار مبارک باد دیتے ہیں اور نیک فال سمجھ کر اس کی آئندہ حیات کے لئے امید کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کو بہار بے خزاں اور عمر جاوداں عطا فرمائے۔ آمین۔

خصوصیت وقت کے لحاظ سے جو مضمون اس وقت ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے وہ ایک مہتم بالشان مضمون ہے جس کی راہ کا دشوار گذار و نازک ہونا خود عنوان سے ظاہر ہے (یعنی ولادت محمدیہ کا راز) دقت مضمون کے لحاظ سے میں ہرگز اس پر قلم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتا اگر میرے مقدس اکابر کا سایہ لطف سر پر نہ ہوتا (متعنا اللہ بروحانیتھم) کیا میں اور کیا میری بساط، میرا دل خوب جانتا ہے کہ میں اس کوچہ سے بالکل ناواقف ہوں۔

سبب تالیف اور حبّ نبی کے تقاضے

مگر اس مضمون کے بیان کر دینے پر جس بات نے مجبور کیا وہ یہ ہے کہ آج کل اکثر بھائیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ زبان سے محبت نبویہ کا دم بھرتے ہیں اور اس میں شک بھی نہیں کہ ہر مسلمان کو اپنے پیارے نبی عربی ﷺ سے محبت ضرور ہے مگر قاعدہ کی بات ہے کہ درخت سے پھل اور زراعت سے غلہ مقصود ہوا کرتا ہے درخت بے پھل اور زراعت بدون غلہ بے سود ہے۔ برادران اسلام کو محبت نبویہ ضرور ہے، مگر جو طریقہ اس کیلئے اختیار کئے ہوئے ہیں مقصود تک نہیں پہنچاتا، ان کے نزدیک محبت نبویہ کی بہت

بڑی علامت یہ ہے کہ ولادت شریفہ نبویہ کے متعلق چند واقعات و حکایات بیان کر دیے جائیں اور ولادت شریفہ جو غایت ہے اس سے بالکل غافل اور جو اس کا اصلی راز ہے اس سے محض بے خبر ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محبوب کا ذکر بھی محبوب اور عاشق مہجور کے لئے اس کا خالی تذکرہ بھی مایۂ تسلی ہے۔

اعد ذکر اهل البیت لی ان ذکرهم
هو المسک ما کررته یتضوع

اہل بیت نبوت کا ذکر مجھ سے بار بار بیان کر، کہ ان کا ذکر تو مشک کی مانند ہے جتنی بار کرو گے مہکتا ہی رہے گا۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ کی ولادت و نبوت و بعثت و ہجرت کے صرف واقعات بھی اگر صحیح روایات و منکرات سے اجتناب کے ساتھ بیان کئے جائیں تو بہت بڑی طاعت اور موجب نزول رحمت ہے۔

مگر ذرا اہل نظر انصاف فرمائیں کہ اگر بادشاہ وقت کی طرف سے ہمارے پاس ایک شخص حاکم بنا کر بھیجا جائے اور ہم نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ اس کا استقبال کریں اور ہر سال ایک جلسہ منعقد کر کے اس کے احسانات و فضائل کا ذکر کر دیا کریں مگر اس کی آمد کی جو اصل غایت تھی (یعنی اصلاح مملکت) اس کو نظر انداز کر کے اس بارے میں اس کے احکام قبول نہ کریں تو کیا یہ زبانی تذکرہ بادشاہ یا حاکم کی خوشنودی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

اور کوئی بھی عاقل اس کو تسلیم کرلے گا کہ صرف چند واقعات و فضائل کے یاد کر لینے اور بیان کر دینے سے رعیت حاکم وقت کے فرائض سے سبکدوش ہو سکتی ہے۔ پس نہایت تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ ہم لوگ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے حقوق محبت سے صرف چند واقعات ولادت اور فضائل بیان کر کے کیونکر سبکدوش ہو جائیں گے۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

یہ تو وہ بار امانت ہے کہ آسمان وزمین اس کے اٹھانے سے عاجز ہیں ہم اسے اتنا سہل کب سے سمجھنے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات صرف ایک سرگزشت نہیں

حضرات! قرآن وحدیث میں ذرا غائر نظر ڈالی جائے تو بخوبی یہ بات واضح ہوجائے گی کہ کلام اللہ یا کلام رسول میں جہاں کہیں کوئی قصہ حکایت یا واقعہ کسی نبی یا رسول کا مذکور ہے اس سے صرف ایک سرگذشت اور سوانح کا بیان کردینا مقصود نہیں ہوا بلکہ ان تمام واقعات وحکایات سے ان کی غایت مطلوب ہوتی ہیں۔

بعینہ یہی طریقہ ہم کو واقعات ولادت نبویہ محمدیہ میں ملحوظ رکھنا چاہئے کہ نظر کو صرف واقعات وسوانح تک محدود نہ کیا جائے۔ بلکہ ولادت شریفہ کی جو اصل غایت ہے اس کو مطمح نظر بنا کر اس کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ اس زبانی ذکر ولادت کا نفع اس نقصان سے بہت کم ہوگا جو غایت کے فوت کردینے سے پہنچے گا۔

پس یہ دیکھ کر کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے واقعات ولادت وغیرہا تو ہمیشہ سے برادران اسلام سنتے چلے آتے ہیں۔ نیز ناظرین الرشاد ربیع الاول ۳۲ھ سے اس وقت تک سچی سوانح محمدیہ کا مسلسل مضمون، اس کے مختلف پرچوں میں ملاحظہ فرماتے رہے ہیں، مگر اصل راز ولادت سے اکثر لوگ ناواقف ہیں، جی چاہا ربیع الاول ۳۳ھ سے اس مہتم بالشان مضمون کی ابتداء کی جائے۔ جس کو راز ولادت محمدیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق والمعین وبہ استعین .

خلقتِ عالم کاراز

حضرات! راز ولادت نبویہ محمدیہ معلوم کرنے سے پہلے پیدائش عالم کی غرض

وغایت جان لینا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس مجموعہ عالم کو کس لئے پیدا کیا خلقت عالم کا راز معلوم ہو جانے کے بعد راز ولادت نبویہ بخوبی منکشف ہو جائیگا غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب وہی چیز ہوا کرتی ہے جو اپنے پاس نہ ہو پس خلقت عالم کی غرض بھی ایسی ہی چیز ہونی چاہئے جو ذات پاک حق تعالیٰ شانہ میں موجود نہ ہو صفات کمال سب ذات خداوندی میں مجتمع ہیں، معلوم ہوا کہ خلقت عالم سے مطلوب یہ ہے کہ تمام عالم خدا کے سامنے اپنی عاجزی اور احتیاج وذلت کا اظہار اور اس کی عظمت وکبریائی کا اقرار کریں۔ بعبارت دیگر یہ کہا جائے کہ مقصود خلقت عالم عبادت ہے۔ چنانچہ آیت ''وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون'' اس پر شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے کی عقلی دلیل

اس کے بعد ذرا نظر کو زیادہ وسیع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلاق عالم نے اوصاف کے پھیلاؤ کی یہ صورت قائم فرمائی ہے کہ ایک شے مصدر وصف ہوتی ہے جس میں یہ وصف بطریق اکمل موجود ہوتا ہے اور سوا اس کے سب اس وصف میں اس سے مستفید ہوتے ہیں مثلاً حرارت کے پھیلاؤ کی یہ صورت ہے کہ آگ مصدر حرارت ہے اور آب گرم وغیرہ اس سے مستفید۔ نور کے پھیلاؤ کی یہ صورت ہے کہ آفتاب مصدر نور ہے اور تمام اشیاء عالم نور میں اس سے مستفید۔ ضلالت وگمراہی کے پھیلاؤ کی یہ صورت ہے کہ شیطان مصدر ضلالت ہے اور گمراہان عالم اس وصف میں اس سے مستفید۔ جب اوصاف کے پھیلاؤ کی یہ صورت ہے تو عبادت بھی ایک وصف ہے اس کا پھیلاؤ بھی اسی صورت سے ہونا چاہئے کہ ایک مصدر عبادت ہو جس میں یہ وصف علی وجہ اتم موجود ہو اور تمام عالم اس وصف میں اس سے مستفید ہو اور جن اشیاء عالم پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ تمام چیزیں وصف عبادت میں یکساں نہیں ہیں کسی میں یہ وصف کم ہے کسی میں زائد۔ پس ضرور ہے کہ اس کی انتہا کسی ایسی ذات پر ہوگی جس میں یہ وصف سب سے کامل ہو۔

چنانچہ غیر عاقل کی عبادت سے عاقل کی عبادت کامل ہے کیونکہ اس کو اپنی حالت کا ادراک اور خلاق عالم کی معرفت غیر عاقل سے زیادہ ہے پھر عقلاء میں بھی وصف عبادت انسان میں جن وملائکہ سے زیادہ ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ محتاج اور مقید ہے اور ظاہر ہے کہ زیادت احتیاج سے عجز و نیاز و ذلت زیادہ پیدا ہوتی ہے (مگر انسان سے مراد وہ انسان ہے جس نے اپنی عقل کو قوت بہیمیہ پر غالب کر لیا ہو کیونکہ جس شخص نے اپنی جوہر عقل سے کام نہیں لیا وہ صورۃ انسان ہے حقیقت میں انسان نہیں ''اولئک کالانعام بل ھم اضل '' (یہ لوگ چوپاؤں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر) لہٰذا کفار و مشرکین اس مبحث سے خارج ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں عبادت کی تکمیل

پس معلوم ہوا کہ انسان مؤمنین کی عبادت تمام جماعت عقلاء میں کامل تر ہے۔ اور پتہ چل گیا کہ وہ ذات واحد جس میں یہ وصف علی وجہ اتم موجود ہو بنی نوع انسان میں سے ہونی چاہئے، چنانچہ جب افراد انسان پر نظر ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ عامۂ مومنین کی عبادت اولیاء کی عبادت سے ناقص ہے اور اولیاء کی عبادت انبیاء کی عبادت سے ناقص ہے پھر انبیاء میں بھی فرق مراتب پایا گیا بالآخر جس کے طریق عبادت نے تمام پہلے طریقوں کو منسوخ کر دیا یعنی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اس وصف میں تمام انبیاء سے کامل پائے گئے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو تمام مذاہب سابقہ کو منسوخ کر دے اور اس کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہے بجز اس شخص کے نہیں ہوسکتا جس میں غرض خلقت عالم یعنی عبادت سب سے زیادہ کامل ہو۔ پس معلوم ہو گیا کہ مصدر وصف عبادت سیدنا محمد رسول اللہ کی ذات ارفع ہے اور چونکہ آپ کے ہاتھوں وصف عبادت کی تکمیل ہو چکی اس لئے آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پس آپ بوجہ مکمل وصف عبادت ہونے کے بھی خاتم النبیین ہیں۔ اور نبی آخر الزمان ہونے کے سبب سے بھی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

بہر این خاتم شد است اوکہ بجود
مثل اونے بود خواہند بود
در کشاد ختمہا تو خاتمے
در جہاں روح بخشاں خاتمی

اس تمام تر تقریر سے میرا مقصود روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ خلقتِ عالم سے مقصود عبادت ہے اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریفہ کا راز تکمیل عبادت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں کیوں بھیجا گیا؟

اس تقریر سے یہ شبہ بھی مرتفع ہو گیا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ظہور جملہ انبیاء سے متاخر کیوں ہوا، اس لئے تا کہ تمام دنیا کو معلوم ہو جائے کہ حضور ﷺ کی ذات ارفع مصدر عبادت ہے اور مقام عبدیت کی آپ نے تکمیل فرمادی کیونکہ تمام ادیان سابقہ آپ کے دین کے آگے منسوخ ہیں اور آپ کی تشریف آوری کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں اگر حضور ﷺ کا ظہور جملہ انبیاء سے متقدم ہوتا تو یا تو آپ کے ظہور کے بعد دوسرے انبیاء بھی تشریف لاتے اس صورت میں تو حضور ﷺ کی صفت مکملیت ناقص ہو جاتی یا کسی نبی کی تشریف آوری نہ ہوتی اس صورت میں اگرچہ صفت مکملیت کا نقصان لازم نہ آتا مگر حضور ﷺ کی شان مصدریت و مکملیت کا اچھی طرح ظہور نہ ہوتا۔

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہٗ
ہر چند کہ آخر بظہور آمدہٗ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منشاء عالم کیوں کہا گیا؟

نیز یہ نکتہ بھی اس تقریر سے حل ہو گیا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو منشاء وجود دو عالم کس لئے کہا جاتا ہے اسی لئے کہ خلقت عالم سے جو مقصود تھا یعنی عبادت آپ کی ذات مقدس اس کی مصدر و منبع ہے اور اس کی تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مبارک

ہاتھوں سے ہوئی جس سے غرض خلقت عالم کی تکمیل ہو وہی منشا وجود عالم بھی ہوگا حدیث **لولاک لما خلقت الافلاک** کا مضمون اس کا مؤید ہے۔ان الفاظ کو اگرچہ محدثین نے اپنے قواعد کے موافق موضوع کہا ہے مگر مضمون صحیح مانا ہے۔مولاناؒ فرماتے ہیں ۔

ختمہائے کہ انبیاء بگذ اشتند
آں بدین احمدی برداشتند
قفلہائے ناکشودہ ماندہ بود
از کف انا فتحنا برکشود
او شفیع ایں جہاں و آں جہاں
ایں جہاں دردین وآنجا درجناں
ایں جہاں گوید کہ تورہ شان نما
وآں جہاں گوید کہ تومہ شان نما

تکمیل عبادت کے بعد وجود عالم کی ضرورت

البتہ اس موقع پر ایک سوال ہم سے کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ جب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے عبادت کی تکمیل فرمادی اور خلقت عالم سے جو غرض تھی وہ مکمل ہو چکی تو پھر یہ کارخانہ کس لئے قائم ہے کیونکہ قاعدہ کی بات ہے کہ غرض حاصل ہو جانے کے بعد کارخانہ درہم برہم کر دیا جاتا ہے۔اس سوال کا جواب دے دینا بھی میں اس جگہ ضروری سمجھتا ہوں۔

حضرات! سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ خود فرما گئے ہیں (**بعثت انا والساعة کھاتین**) **واشارا لی انفراج ما بین الاصبعین**) کہ میں اور قیامت اتنے قریب قریب ہیں جیسے ہاتھ کی دوانگلیاں۔واقعی حضور ﷺ کی تشریف آوری اس بات کی خبر دے رہی ہے کہ اس عالم کا عروج ہو چکا اور اس کی پیدائش سے جو مقصود تھا وہ مکمل

ہو چکا۔ اب اس کا زوال قریب ہے "اقتربت الساعۃ وانشق القمر" قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ چکا مگر انتظار ہے تو اس بات کا کہ ایک مرتبہ ہر فرد بشر دعوت محمدیہ کا حلقہ بگوش ہو جائے اور ایک وقت ایسا آئے کہ سید عربی کی اطاعت سے ایک متنفس بھی خارج نہ ہو جس وقت ایسا ہو جائے گا قیامت بہت جلد قائم ہو جائے گی۔

چوں جمال احمدی در ہردو کون
کے بدست اے نور یزد انیش عون
ناز ہائے ہردوکون اورا رسد
غیرت آں خورشید صدتو را رسد

حضرات! یہ ہے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا راز اور حضور ﷺ کی ولادت شریفہ کی اصلی غایت، جس نے اس راز کو سمجھ لیا اور آپ کے بتلائے ہوئے طریقہ عبادت کو اختیار کر لیا واقعی وہ بڑا صاحب دولت ہے، اور جس نے اس راز کو نہیں سمجھا اور صرف زبانی تذکرہ ولادت وغیرہ پر اکتفاء کیا وہ اصل فیضان محمدی سے بالکل محروم رہا۔ پس اے برادران اسلام! آیئے ہم سب مل کر اس سید عربی کا پورا پورا اتباع کریں کہ بدون اس کے فلاح متصور نہیں۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز برپے مصطفیٰ
خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا مکمل عبادت و مصدر وصف عبادت ہونے کی بڑی روشن دلیل قرآن و حدیث ہے جو حضور ﷺ کی عبادت کا مفصل کارنامہ ہے جن کو دیکھ کر عقل کو حیرت ہوتی ہے کہ واقعی اس سے بہتر طریقہ عبادت کا نہ ہوا، نہ ہو سکے، اس کے بعد وہ لوگ جو طریق سنت نبویہ کا پورا پورا اتباع کرتے ہیں مظہر کمالات محمدیہ ہیں جن

کے پاس بیٹھ کر خدا یاد آتا ہے یہ حضرات وہ کام کرتے ہیں جو کبھی کسی زمانہ میں انبیاء کا کام تھا یعنی ہدایت و اصلاح امت۔ ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' ایسے ہی حضرات کی شان میں وارد ہے یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے سچے خلفاء ہیں جو ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے جن کی سب سے بڑی عبدیت یہ ہے کہ سنت نبویہ کا اتباع ان کا شعار اور محبت اللہ و رسول ان کا وظیفہ ہوتا ہے شریعت کے سامنے دنیا کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اتباع سنت نبویہ کے طالب کو ان حضرات کا دامن پکڑنا چاہئے کہ پورا اتباع بدون شیخ کامل حاصل ہونا سخت دشوار ہے بالخصوص اس زمانہ میں جس کو زمانہ نبوت سے بہت ہی بعد ہو گیا۔ ؎

صد ہزار اں آفریں برجاں او
برقدم و دور فرزندان او

راز ولادت نبویہ بیان ہو چکا اور سب کو بخوبی واضح ہو گیا کہ مصدر عبادت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدس ہے اور تمام عالم اس میں حضور سے مستفید، اس لئے اگر عبادت خداوندی اور رضاء الٰہی حاصل ہو سکتی ہے تو اتباع سنت نبویہ سے ہی ہو سکتی ہے۔

اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے اور سب کو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے بہرہ یاب فرمادیں اور حشر میں اس حبیب محبوب کی محبت میں مبعوث فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

ظفر احمد عفی عنہ تھانوی

دین کی تکمیل

یہ بات عالم آشکارا ہو چکی کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ مصدر وصف عبادت اور خلقت عالم کی غرض کو مکمل فرمانے والے ہیں۔ جس سے ہر عقل سلیم یہ فیصلہ خود کر سکتی ہے کہ (۱) شریعت محمدیہ کے سامنے تمام ادیان سابقہ کو منسوخ ہو جانا چاہئے، کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ مکمل قانون کے سامنے تمام نامکمل قوانین خاموش ہو جایا کرتے ہیں پردہ دنیا پر کہیں ایسی نظیر نہ ملے گی کہ مکمل قانون کے ہوتے ہوئے کسی حکومت نے بھی غیر مکمل قانون کی پیروی جائز کی ہو۔ آفتاب کے سامنے چراغ جلانا کون نہیں جانتا کہ خلاف عقل اور علامت جنون ہے۔

پس سردار عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مکمل تعلیم کے ہوتے ہوئے جس میں کسی قسم کی بھی کوتاہی نہیں کوئی دوسرا طریقہ عبادت خداوندی کے لئے اختیار کرنا ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایک انصاف پسند طبیعت کیونکر گوارا کر سکتی ہے۔

اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. [مائدة: ۳]

اب تمام عالم کیلئے خدا نے نے دین کو مکمل کر دیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر اپنی نعمت کو سب پر تمام کر دیا اور سب کے لئے اسلام کو پسندیدہ دین بنا دیا۔

اب تو جو کوئی اپنے مالک حقیقی رب العالمین کی سچی عبادت اور اس کی رضامندی کا سیدھا راستہ معلوم کرنا چاہے وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم قل اطیعو اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین. [آل عمران: ۳۱، ۳۲]

فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو خدا تم کو اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے

والے رحم کرنے والے ہیں۔ بار بار فرمادیجئے کہ اللہ اوراس کے سچے رسول محمد ﷺ کی اطاعت کرو اگر یہ لوگ پھر بھی نہ مانیں تو وہ کافر ہیں اور خدا کافروں کو اپنا دوست نہیں بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سابقہ ادیان کا نسخ

[1] سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پیشتر ہی کتاب آسمانی توریت وانجیل کے ذریعہ سے سب لوگوں کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ نبی امی ﷺ دین کی تکمیل فرمائیں گے اور بہت سے احکام سابقہ ان کی شریعت سے منسوخ ہو جائیں گے اور ان کی بعثت کے بعد فلاح وکامیابی ان ہی کے اتباع میں منحصر ہوگی۔ جوان کی اطاعت سے اعراض کرے گا اس کا حصہ ابدالآباد کیلئے ناکامی اور خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

قال عذابی اصیب به من اشاء و رحمتی و سعت کل شئی، فساکتبها للذین یتقون ویوتون الزکوة والذین هم بایتنا یومنون. الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یا مرهم بالمعروف وینههم عن المنکر و یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم فالذین امنوا به و عزروه. و نصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون ، قل یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً الذی له ملک السموات والارض لا اله الا هو یحی و یمیت فامنوا بالله و رسوله النبی الامی الذی یومن بالله و کلماته واتبعوه لعلکم تهتدون.

[اعراف: ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸]

(حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ اپنے اور اپنی قوم کے لئے مغفرت ورحمت اور دنیا وآخرت کی بہبودی طلب کر رہے تھے) فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو جس کسی پر چاہوں نازل کرتا ہوں (اور وہ گنہگار لوگ ہیں) اور میری رحمت ہر ایک کو

---

(۱) حضور کے ناسخ ادیان ہونے کی خبر کتب سابقہ میں دی گئی تھی۔

عام ہے (گنہگاروں کو بھی اور مطیع کو بھی مگر گنہگاروں پر نزول رحمت لازمی نہیں) میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے لازم کردوں گا جو گناہوں سے بچیں گے اور زکوۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر (کامل یقین رکھیں گے اور اس رسول کا اتباع کریں گے جو کہ نبی امی ہے (کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے ان کو تعلیم حاصل نہ ہوگی) جس (کے اوصاف کو اصل کتاب) اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے وہ ان کو نیک کام کا حکم فرمائیں گے اور برے کاموں سے روکیں گے اور تمام طیبات کو ان کے لئے حلال کردیں گے (جن میں بعض چیزیں ان پر پہلے سے حرام ہونگی) اور تمام خبائث کو حرام کردیں گے۔ اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں دور کردیں گے۔ جو پہلے ان کے اوپر تھیں (غرض دین کو پوری طرح مکمل کردیں گے) پس جو لوگ ان کی تصدیق کریں (اور احکام سابقہ منسوخ کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ گستاخی سے پیش نہ آئیں، بلکہ) ان کی عظمت کریں اور ان کا ساتھ دیں، وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔ (ان کے سوا سب ناکام اور مستحق عذاب الٰہی ہوں گے۔)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ نبی امی صلی اللہ ﷺ کے ناسخ ادیان ہونے کی اطلاع سب اہل کتاب کو آپ کے ظہور سے پہلے ہی دیدی گئی تھی اور ان کو یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ نبی الزمان کے مبعوث ہو جانے کے بعد فلاح و کامیابی ان ہی کے اتباع و تصدیق و تعظیم و معیت میں منحصر ہوگی تو پھر اہل کتاب کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم دعوت محمد یہ سے مستثنیٰ ہیں اور وہ صرف ان لوگوں کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں جن کے پاس آسمانی کتاب اور دین پہلے سے نہیں) آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں جس کی تمام آسمانوں اور زمینوں میں حکومت ہے جس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے (پس سب سے بڑے شہنشاہ حقیقی کے بھیجے ہوئے رسول کی نافرمانی مت کرو) اور اللہ پر اور اس کے سچے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ جو کہ اللہ پر اور اس کے تمام احکام پر کامل یقین رکھتے ہیں (ان کی بدولت تم کو بھی معرفت الٰہی اور عبادت کا راستہ معلوم ہو جائے گا) اور ان کا

اتباع ضرور کرو (ان ہی کے اتباع سے) امید ہے کہ تم راہ پر آ جاؤ۔

دعوت محمدیہ عام ہے

آیات بینات قرآنیہ سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت عامہ سے کوئی فرد بشر مستثنیٰ اور خارج نہیں بلکہ آپ تمام عالم کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے ہیں وما ارسلناک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا ۔[سبا:۲۸] بیشک کہ ہم نے تمام بنی آدم کے لئے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ پس تمام عالم پر آپ کی پیروی فرض اور آپ کی اقتداء ضروری ہی نہیں بلکہ بدون اس کے ہرگز امید نجات وابستہ نہیں ہو سکتی۔

افسوس نہایت [1] نہایت افسوس ہے کہ ان آیات کے ہوتے ہوئے بھی بعض لوگوں کا مسلمانوں ہی میں سے یہ خیال ہے کہ اہل کتاب کو اپنے دین قدیم پر قائم رہ کر بھی نجات اخروی حاصل ہو سکتی ہے اگر چہ وہ شریعت محمدیہ کی تکذیب اور خاتم المرسلین کے دعوی نبوت کی تغلیط بھی کرتے رہیں۔

غفلت اور جہالت کی نیند سے بیدار ہو جانے والا مسلمان جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن و حدیث کی کچھ بھی فہم و عقل عطا فرمائی ہو آیات مذکورہ بالا سے بآسانی یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اس جماعت کا خیال کس درجہ غلط اور فاسد ہے کیا دعوت محمدیہ کے عام ہونے کیلئے مذکورہ بالا آیات کے الفاظ سے بھی زیادہ صریح الفاظ کی ضرورت ہے۔

فلیس یصح فی الاذھان شئی اذاحتاج النھار الی دلیل.

اگر دن کے ثبوت کے لئے بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے تو پھر ذہن میں کسی شے کا ثبوت صحیح طور پر نہ ہو سکے گا جب کلام الٰہی سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جو کوئی اسلام کے سوا دوسرا دین اختیار کرے وہ ہرگز مقبول نہ ہوگا اور وہ شخص نا کام ہونے والوں میں سے ہوگا۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاخرۃ من الخاسرین ۔تو پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایک سچے مسلمان کے نزدیک اس خیال میں

(۱) مسلمانوں میں ایک جماعت دعوت محمدیہ کو عام نہیں سمجھتی۔

صحت کی کہاں تک گنجائش ہوسکتی ہے۔خصوصاً جبکہ احادیث نبویہ نے اس کی بنیاد کو بالکل ہی اکھاڑ دیا ہو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں'' لو کان موسی و عیسی حیین لما وسعھما الا اتباعی ''(ترجمہ) اگر موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام (میرے وقت میں) موجود ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بدون چارہ نہ تھا۔اھ

کیونکہ جب عبادت کی تکمیل حضور ﷺ کے ہاتھوں ہو چکی تو نہ اس کو چھوڑ کرنا مکمل طریقہ اختیار کرنا ممکن ہے نہ اس سے زیادہ کامل طریقہ کی اقتداء متصور، بجز اتباع سید المرسلین خاتم النبین ﷺ کوئی چارہ نہ ہوسکتا۔علاوہ ازیں حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نزول کی خبر جو احادیث نبویہ میں دی گئی ہے اس سے یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ شریعت محمدیہ ہی کا اتباع فرمائیں گے۔پس با ایں ہمہ نہ معلوم کہ اسلام کے یہ نامہربان دوست اہل کتاب کے لئے اسی دین قدیم کے اتباع کو جائز اور شریعت محمدیہ کی اقتداء کو غیر ضروری کس بناء پر سمجھے ہوئے ہیں کیا ان کے نزدیک قرآن و حدیث حجت نہیں یا ان کے کوئی دوسرے معنی اپنے ذہن میں تجویز کئے ہیں جب رسول مقبول ﷺ انبیاء سابقین پر بھی اگر وہ حضور ﷺ کے زمانہ میں موجود ہوتے اپنی اتباع کا لازم ہونا ظاہر فرماتے ہیں تو ایک موٹی عقل والا عامی آدمی بھی اس سے سمجھ سکتا ہے کہ انبیاء سابقین کی امتیں کسی طرح بھی دعوت محمدیہ سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتیں۔

نسخ احکام پر شبہ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہود و انصاری کی طرح مسلمانوں میں بھی ایک جماعت اس خیال کے موجود ہے جو احکام خداوندی میں نسخ وتبدیل کو خلاف عقل سمجھتی ہے اور اسی بناء پر شریعت محمدیہ کو ناسخ ادیان مان لینے کے لئے یہ لوگ تیار نہیں ہوتے ہم اس اشکال کا جواب دیں گے اور ضرور دیں گے اور انشاء اللہ عقلی دلائل سے ثابت کردیں گے کہ خدا تعالیٰ شانہ کے احکام میں تغیر و نسخ ہونا عقل کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا مگر جواب سے پہلے تمام مسلمانان عالم کی خدمت میں نہایت ادب سے اتنی بات عرض

کر دینا ضروری جانتے ہیں کہ خدا کیلئے اپنے مقدس دین کی طرف سے اس قدر غفلت تو نہ کیجئے کہ رَہزن دولت ایمان آپ کی راہ مارنے کیلئے عمدہ موقع حاصل کرلے۔

حضرات! اس کی شکایت نہیں کی جاتی کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی کیوں پیدا ہوگئی جس کے دل میں اسلامی تعلیم کی بابت شکوک وشبہات وارد ہوتے ہیں، شکایت اور بڑی شکایت تو یہ ہے کہ یہ مہربان اپنے شبہات کے ازالہ کی کچھ فکر بھی تو نہیں کرتے، بیمار ہو جانا کوئی بڑا قصور نہیں، بیماری کے بعد علاج سے بے فکری بڑا جرم ہے ہم نے آج تک کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ معمولی بخار کی بیماری کا بھی علاج کوشش سے نہ کرتا ہو، مگر وائے حسرت! کہ ایسے افراد مسلمانوں میں آجکل بہت نظر آتے ہیں جو اپنے دل کی بیماری سے بالکل بے فکر اور غافل ہوئے بیٹھے ہیں۔

شبہات زائل کرنے کی تدبیر

صاحبو! اگر اسلامی تعلیم میں کوئی شک وشبہ پیدا ہو گیا تھا تو سب سے پہلی تدبیر یہ کرنی چاہئے تھی. کہ قرآن کریم سے اس کا جواب طلب کرتے اگر خدا نے قرآن کی کچھ فہم عطا کی ہے احادیث نبویہ سے اپنی مشکل حل کرتے، فقہاء ومتکلمین کے اقوال سے مدد لیتے اگر خود علم دین سے محروم تھے تو کسی معتبر دیندار عالم سے جس کو خدا نے علم دین کی لازوال نعمت سے ممتاز فرمایا ہے اس مہلک مرض کے لئے داروئے شفا طلب کرتے۔ "فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون". [نحل: ۴۳] اگر تم کو (کسی بات کا) علم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت کرو۔

شبہات زائل کرنے کی فکر کیوں نہیں ہے؟

مگر یہ سب کچھ تو وہ کرے جس کے دل میں دولت ایمان کی کچھ قدر بھی ہو جس کا دل دربار خداوند عالم کی حاضری کے خیال سے کانپتا بھی ہو، جس نے اچھی طرح یہ سمجھ لیا ہو کہ اس زندگی کے پیچھے آنے والے زمانہ کے لئے بھی مجھے کوئی سامان کرنا

چاہئے۔ افسوس اور نہایت افسوس اسی کا ہے کہ آج مسلمان وہ مسلمان نہیں رہے جو کبھی کسی زمانہ میں تھے ان کو تحصیل مال و دولت وعزت وجاہ سے اب اتنی فرصت کہاں جو ایک لحہ کے لئے بھی آخرت کی فکر وسوچ کے لئے فارغ ہوسکیں۔ جب آخرت ہی کی فکر نہ رہی تو دولت ایمان کی قدر کیونکر ہوتی کیونکہ یہ خزانہ تو وہیں کام آنے والا تھا دنیا میں اس کی منفعت کما حقہ معلوم نہیں ہوتی۔ روپیہ کی قدر وہ جانے جس نے کبھی مکہ معظمہ کا سفر کیا ہو جہاں تانبے کے پیسے پر کوئی تھوکتا بھی نہیں، ہندوستان کی چار دیواری میں مقید ہونے والا انسان روپیہ کی کیا قدر جان سکتا ہے جہاں ایک روپیہ اور چونسٹھ پیسے برابر ہیں مسلمانان عالم یاد رکھیں اور ہمیشہ کے لئے یاد رکھیں کہ اگر متاع ایمان میں خدانخواستہ کسی قسم کی بھی کمی رہی تو مرنے کے بعد یہ خوبصورت مکانات اور خوشنما سیرگاہیں اور تجارتی کوٹھیاں اور چاندی سونے کے بیش بہا انبار خدا کے عذاب سے نجات دینے میں رتی برابر بھی کام نہ آئیں گے۔

قل ان كان ابائكم وابناء كم واخوانكم و ازواجكم و عشيرتكم واموال ن اقترفتموها و تجارة تخشون كسادها و مساكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد فى سبيله فتربصوا حتى ياتى الله بامره .[توبه: ۲۴]

فرمادیجئے کہ اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی بیبیاں اور خاندان اور برادری اور کسب کردہ مال اور وہ تجارت جس کی نکاسی بند ہوجانے سے تم ڈرتے رہتے ہو اور عمدہ پسندیدہ مکانات خدا اور رسول سے اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے تم کو زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرتے رہو یہاں تک کہ حق تعالیٰ اپنا فرمان (عذاب) بھیج دیں۔

ایک غلط الزام کا جواب

مضمون آیت سے وہ اعتراض بھی مرتفع ہوگیا جو آجکل اکثر لوگ علماء پر کیا کرتے ہیں کہ مولوی تو یوں چاہتے ہیں کہ دنیا کے سارے کام چھوڑ کر تسبیح لے کر بیٹھ جاؤ

یہ الزام ایک غلط الزام ہے شریعت نے اس کی کہیں تعلیم نہیں دی اور نہ یہ علماء کا منشاء ہے، علماء کی مراد وہی ہے جو اس آیت میں مذکور ہے کہ دنیا کے ساز وسامان کے ساتھ خداتعالیٰ سے زیادہ محبت نہ ہونی چاہیئے۔ دین پر دنیا کو غالب نہ کیا جائے۔

خداوند عالم پر ایمان رکھنے والے مسلمان! ذرا کچھ تو غور کر کہ تیرے دل میں فاطر السموات والارض کی محبت زیادہ ہے یا بیوی بچوں کی؟ کیا بیوی بچوں کے پاس بیٹھ کر نماز میں تو دیر نہیں کر دیتا؟ کیا بستر راحت پر سوتے ہوئے صبح کی اذان سے تو غافل نہیں ہو جاتا؟

وحدہ لاشریک لہ کی عظمت کا اقرار کرنے والے مسلمان! ذرا انصاف سے کہہ کہ ترقی مال و دولت کی تجھ کو زیادہ فکر ہے یا ترقی آخرت کی؟ کیا تجارتی مشاغل میں منہمک ہو کر فریضۂ خداوندی کو تو مؤخر نہیں کر دیتا اور عصر کی نماز تو اکثر اس وقت نہیں پڑھتا ہے جبکہ آفتاب عالم تاب غروب ہونے کیلئے زرد چادر اوڑھ لیتا ہے۔

محمد عربی ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والے مسلمان! سچ سچ بتا کہ عادات و معاملات میں تو حضور ﷺ کا کس قدر اتباع کرتا ہے؟ کیا تو حرام مال رشوت وغیرہ سے پیٹ نہیں بھرتا؟ بیع وشرا اور لین دین میں کیا تو اکثر ایسی ناجائز صورتوں کا ارتکاب نہیں کرتا جسے شریعت محمدیہ ربو اور سود بتاتی ہے۔

علم و فضل وتقویٰ کے مدعی! ذرا کچھ تو شرما، کیا تیرے اندر اخلاق رذیلہ تکبر وشہوت ریا و کینہ حسد و بغض غضب و بخل وغیرہ کا وہ ناپاک خزانہ موجود نہیں جس کا ایک قطرہ بھی آئینہ دل کو مکدر کر دینے کے لئے کافی ہے۔[1] جب ہماری یہ حالت ہے تو اے شریعت محمدیہ میں شکوک واوہام رکھنے والی جماعت! ذرا انصاف سے کہنا کہ اس میں خطا کس کی ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اگر کسی نے اپنے دل کے نور بصیرت کو کھو دیا ہو اور اس لئے اس کو تعلیم محمدی کی عالم تاب روشنی نظر نہ آتی ہو تو اس میں صرف اسی کی آنکھ کا قصور ہوگا یا سیدنا محمد رسول

اللہ ﷺ کی تعلیم کا اس سے تعلیم محمدی پر ذرہ برابر بھی نقص لازم نہیں آسکتا۔

نسخ پر شبہ کا جواب قرآن کریم سے:

اب میں مذکورہ بالا اشکال کا جواب دینا چاہتا ہوں جو بعض کوتاہ بین نسخ احکام الٰہی پر کیا کرتے ہیں کہ اس کے تو معاذ اللہ یہ معنی ہوئے کہ خدا نے بے سوچے سمجھے آج کچھ کہہ دیا کل کو جب کوئی خرابی دیکھی دوسرا حکم بدل دیا جیسا کہ حکام دنیا آئے دن قوانین کو بدلا کرتے ہیں خدا کا حکم آدمیوں کے حکم کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا۔

سوال اپنی ظاہری صورت میں ایک باوقعت سوال معلوم ہوتا ہے جس سے درپردہ مجوزین نسخ احکام الٰہی کو یہ الزام دیا گیا ہے کہ وہ معاذ اللہ خداوند عالم کو حکیم مطلق اور علام الغیوب نہیں مانتے، کیونکہ حکم سابق کو بدل کر دوسرا حکم بھیجنا علم غیب اور حکمت کے منافی ہے اور جہل و عجز کی علامت ہے، آئے ہم آپ کو اس شبہ کا جواب اس مقدس اور بزرگ کلام سے دیں جو دل کو تمام کدورتوں سے پاک کر کے نور ایمان سے منور کرنے کے لئے خداوند عالم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں۔

مایود الذین کفروا من اهل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم والله یختص برحمته من یشاء ، والله ذوالفضل العظیم، ماننسخ من ایة او ننسهانات بخیر منها او مثلها، الم تعلم ان الله علی کل شئی قدیر، الم تعلم ان الله له ملک السموات والارض ومالکم من دون الله من ولی ولا نصیر، ام تریدون ان تسئلوا رسولکم کما سئل موسیٰ من قبل ، ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل. [بقرہ:۱۰۵-۱۰۸]

جو لوگ نسخ احکام الٰہی کو خلاف شان خداوندی بتلاتے ہیں ان کا یہ قول کسی علمی تحقیق کی بناء پر نہیں ہے بلکہ اس کا منشاء محض حسد ہے) جو لوگ اہل کتاب میں سے کافر

---

(۱) دین میں شک پیدا ہونے کا سبب تمرد قلب اور اس کا سبب کثرت معاصی ہے۔

ہیں وہ اور مشرکین نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر خدا کی طرف سے کوئی بہتر دین نازل کیا جائے (اسی وجہ سے وہ مختلف اعتراضات تمہارے دین پر کرتے ہیں منجملہ ان کے ایک نسخ کا اعتراض بھی ہے مگر ان کے حسد سے کیا ہوسکتا ہے) خدا تعالیٰ جس کو چاہیں اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص فرما دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل فرمانے والے ہیں (چنانچہ نسخ احکام بھی خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا فضل ہے کیونکہ) ہم جب کبھی کی آیت کو منسوخ کرتے یا (لوگوں کے حافظہ سے) بھلا دیتے ہیں (تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے) کہ ہم کوئی دوسرا حکم اس سے بہتر یا اس کے برابر (لانا چاہتے ہیں) اور اس میں عقل کے خلاف کوئی بات نہیں کیونکہ ایک حکم خداوندی آ جانے کے بعد کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ بس اس سے بہتر اور عمدہ حکم خدا تعالیٰ نہیں فرما سکتے) کیا تم کو خبر نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہیں (تو وہ اس پر بھی ضرور قادر ہیں کہ ایک حکم سے بہتر دوسرا حکم نازل فرما دیں اگر حق تعالیٰ ایک حکم بھیجنے کے بعد دوسرا حکم بھیجنے پر قادر نہ ہوں تو کون نہیں جانتا کہ یہ ایک بہت بڑا نقص ہے پس قدرت خداوندی کے کامل و اکمل ماننے کے لئے جواز نسخ کا قائل ہونا ضروری ہے جس کا عقل سلیم کبھی انکار نہیں کر سکتی۔

حکم کا بدلنا ہمیشہ نقصان علم کی نشانی نہیں

رہا مخالفین کا یہ شبہ کہ ایک حکم بھیجنے کے بعد دوسرا حکم پہلے کو بدلنے والا بھیجنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ معاذ اللہ پہلا حکم بدون سوچے سمجھے بھیجا گیا تھا اور وہ غلط تھا؟ سو یہ شبہ بالکل صحیح نہیں، کیونکہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ پھر ارادہ خداوندی میں بھی تغیر وتبدل نہ ہو سکے کیونکہ جیسا کہ حکم علم پر موقوف ہے ارادہ بھی علم پر موقوف ہے جیسے کہ حکم اسی وقت دیتے ہیں جب پہلے کچھ سوچ لیتے ہیں ویسے ہی ارادہ بھی کسی کام کا جب ہی کرتے ہیں جب اول اپنے دل میں کچھ سمجھ لیتے ہیں غرض ارادہ اور حکم دونوں علم پر موقوف ہیں اگر تغیر وتبدل حکم موجب نقصان علم ہے تو تغیر وتبدل کا ارادہ بھی ضرور موجب نقصان علم ہوگا حالانکہ ارادہ خداوندی میں تغیر وتبدل کا واقع ہونا بالکل یقینی اور مشاہد ہے)

کیا تم نے دیکھا کہ اللہ ہی کی حکومت ہے زمین اور آسمانوں میں (جن میں رات دن صدہا ہزار ہا تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بدون ارادہ خداوندی پتا بھی نہیں ہل سکتا کیونکہ) اس کے سوا تمہارا مالک و مددگار کوئی نہیں (تو عالم میں جو کچھ بھی ہوتا ہے سب خدا کے ارادہ اور توفیق اور اعانت سے ہوتا ہے تو کیا یہ معترضین ان تغیرات حوادث کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ موجب تغیر ارادہ الٰہی ہیں شان خداوندی کے خلاف سمجھتے ہیں اس کو تو کوئی بھی عاقل نہیں مان سکتا کیونکہ ہر موٹی عقل والا آدمی سمجھتا ہے کہ تغیرات عالم سے تو قدرت الٰہی کا پورا پورا ظہور ہوتا ہے۔

پس نسخ احکام میں بھی یہ حکمت کیوں نہیں سمجھی جاتی۔ حکم کا بدلنا ہمیشہ نقصان علم کی نشانی نہیں ہوسکتا طبیب کامل مریض کی پہلی حالت کے مناسب ایک نسخہ لکھتا ہے جب اس میں کسی قدر قوت دیکھتا ہے دوسرا نسخہ پہلے سے عمدہ اور بہتر تجویز کرتا ہے اور اس کو کوئی شخص باعث نقص علم طبیب نہیں سمجھتا، البتہ جب کبھی طبیب تشخیص مرض میں غلطی کرتا ہے تو اس وقت نسخہ کا بدلنا اس کی پہلی تشخیص کی غلطی پر دلالت کرے گا۔ مگر طبیب کو تو یہ دونوں صورتیں اور دونوں حالتیں اس لئے پیش آسکتی ہیں کہ وہ عاجز ہے اور اس کو علم کامل حاصل نہیں۔ اور نسخ احکام الٰہی کی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ مکلفین کی پہلی حالت کے مناسب حکم اول تھا اور دوسری حالت کے مناسب حکم ثانی۔ حق تعالیٰ شانہ کی بابت بوجہ اس کے قادر مطلق و علام الغیوب ہونے کے حکم اول کی غلطی کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ذرا غور وفکر سے کام لیا جائے تو سمجھ میں آجائے گا کہ احکام الٰہی کے منسوخ ہونے میں اہل عالم پر خدا کا بہت بڑا فضل واحسان ہے، بلکہ اگر احکام میں نسخ و تبدیل نہ ہوتی تو معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہ کی جناب میں تعدی وظلم کا شبہ ہوتا تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا.

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حکم کا کمال یہ ہے کہ محکومین کے موافق حال و مناسب مصلحت ہو جو حکم کہ محکومین کے مناسب حال نہ ہو گا وہ ہرگز کامل نہیں ہوسکتا۔ پس احکام الٰہی کا بھی کمال اسی میں ہے کہ محکومین کی حالت کے موافق ہو۔

جب حق تعالیٰ نے کسی مصلحت سے اشیاء عالم کو متغیر بنایا ہے کہ ہر چیز اپنی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی بدلتی رہتی ہے انسان ہی کو لے لیجئے کہ ابتداء زندگی سے مرنے تک کس قدر مختلف حالتیں اس پر گذرتی ہیں بچپن اور جوانی، بڑھاپا اور ضعف، تونگری اور فاقہ، راحت اور رنج، خوشی اور غم، غرض ایک دو ہوں تو شمار کیا جائے صدہا تغیرات ہر شخص کو پیش آتے رہتے ہیں۔

اب ہم تمام اہل عقل سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ذرا انصاف سے بتلا دیں کہ جو حکم جوانی کے مناسب حال ہے کیا وہ بڑھاپے کے مناسب ہوگا یا جو حکم کہ تونگری کے موافق ہے؟ وہ فقر و فاقہ کے مناسب ہوسکتا ہے؟ کیا جو غذا بیماری میں مریض کو دی جاتی ہے تندرستی اور صحت کی حالت میں بھی دی جائے گی۔ اگر کوئی طبیب ایسا کرے گا تو ظاہر ہے کہ ایک عالم اس کو بیوقوف بتلائے گا۔ ہر شخص خوب جانتا ہے کہ جب انسان کی حالت تغیر پذیر ہے تو قانون اور حکم کو بھی اس کی حالت کے تغیر کے ساتھ بدلتا رہنا چاہئے۔

اب ذرا نظر کو اور زیادہ وسیع کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جیسے ایک ایک شخص کی حالت تغیر پذیر ہے مجموعہ بنی آدم کی حالت بھی تغیر پذیر ہے ایک صدی گذرنے کے بعد مجموعہ عالم کی حالت میں بہت کچھ فرق معلوم ہونے لگتا ہے اور ایک ہزار سال گذرنے کے بعد تو وہ فرق بہت ہی نمایاں ہو جاتا ہے جب محکومین کی حالت یہ ہے تو اہل نظر انصاف فرمائیں کہ حکم خداوندی کا کمال کیا ہونا چاہئے، بجز اس کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ جب مجموعہ عالم کی حالت میں تغیر عظیم پیدا ہو جائے تو حکم بھی بدل دیا جائے۔

جب انسان خود ایک حال پر قائم نہیں تو قانون کس طرح ایک حال پر قائم رہ سکتا ہے، اگر حکم خداوندی ابتداء آفرینش سے اس وقت تک یکساں ہی رہتا تو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگ خود اس کو بدل دیتے، انسان ہر حالت میں ایک حکم کا پابند نہیں ہوسکتا۔ اور ظاہر ہے کہ حکم خداوندی کو خود اپنی رائے سے بدلنا کس قدر جرم عظیم ہے تو خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ نئے نئے احکام مقرر

فرمادئے، اسی کے بارے میں ارشاد ہے کہ تم جو نسخ احکام الٰہی سے شبہ میں پڑ گئے تو) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ایسی درخواست کرو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام سے زمانہ سابق میں کی گئی تھی (یعنی جیسے اسرائیل آئے دن احکام الٰہی کو تبدیل کرایا کرتے تھے ایسے ہی تم بھی چاہتے ہو کہ قرآن ایک دفعہ نازل ہو جائے اور اس میں کوئی حکم ناسخ و منسوخ نہ ہوتا کہ پھر تم خود اس کے تبدیل کرانے کی درخواست رسول سے کرو۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ تم ایک حکم کے ہر حال میں پابند نہیں ہو سکتے تو خدا کا بڑا افضل ہے کہ خود ہی بعض احکام ناسخ اور بعض منسوخ بنادئے تا کہ تم تبدیلی کی درخواست نہ کرو) اور جو کوئی ایمان کے بدلہ کفر کو اختیار کرے وہ سیدھے راستہ سے بہک گیا ہے (پس ہم لوگوں کو اس کا خدا کا شکر کرنا چاہئے جس نے توریت وانجیل کو منسوخ فرما کر ہمارے مناسب حال ایک نیا قانون قرآن مجید نازل فرمایا جو ایک کامل و مکمل قانون ہے جس میں کسی طرح کوتاہی نہیں۔

تمام عقلاء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ زمانہ ترقی انسانی اور تہذیب کا زمانہ ہے پس اس زمانہ کے مناسب ایک ایسے ہی قانون کی ضرورت ہے جو تمدن وتہذیب و سیاست وعادات ومعاملات وعبادات کی تکمیل کردے ورنہ وہی مثال صادق آئے گی کہ بیماری کی حالت میں جو غذا بیمار کو دی جاتی تھی صحت وتندرستی کے بعد بھی وہی تجویز کی جارہی ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے اور بالکل سچا دعویٰ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کامل وتہذیب انسان نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا اور یہ دعوی بلا دلیل نہیں آج سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ ایک عالم کے سامنے موجود ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ جس کی تعلیم اس پایہ کی ہے وہ خود کیا کچھ ہوگا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "**بعثت لاتمم مکارم الاخلاق**"(۱) کہ میں پسندیدہ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

---

(۱) مشکوۃ، ج:۲، ص:۴۳۲

آج جن اقوام کو تمدن و تہذیب کا دعوی ہے ذرا سچ سچ بتلائیں کہ یہ تہذیب انہوں نے کہاں سے حاصل کی۔ کیا اپنے قدیم مذہب پر رہ کر بھی وہ اس تمدن و تہذیب کے زینہ پر پہنچ سکتے تھے اگر انصاف کوئی چیز ہے تو ضرور اقرار کریں گے کہ یہ سبق انہوں نے اسلام سے حاصل کیا۔

اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تعلیم محمدی کی پوری پابندی کی جائے تو اس سے بھی زیادہ تہذیب و تمدن کا منظر سامنے ہو جائے جس کی نظیر آپ کو حضرت ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بقیہ خلفاء راشدین کے زمانہ ٔ حکومت میں ملے گی جس سے تمام دنیا کی آنکھیں کھل گئی تھیں کہ واقعی تہذیب و اخلاق و تمدن اس کا نام ہے زمانۂ نبوت و خلافت کے تفصیلی حالات پڑھنے کے بعد یہ بات عالم آشکارا ہو جائے گی کہ واقعی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ایک جامع اور کامل تعلیم ہے جس کی نظیر دنیا کی آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی مگر افسوس کہ آج ہمارے بعض بھولے بھالے برادران اسلام کی آنکھوں میں جدید فلسفہ ترقی و سائنس کی ظاہری چمک نے ایسی چکا چوند ڈال دی ہے کہ ان کو اسلام کی صحیح اور پختہ تعلیم میں کس قدر تذبذب ہونے لگا جس کی وجہ سے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کو تعلیم محمدی کے محاسن کی مطلق خبر نہیں اور وہ نہیں جانتے کہ ہمارے گھر میں ایسے بیش بہا جواہرات بھرے ہوئے ہیں جن کے سامنے فلسفہ جدید کی روشنی ماند اور اس کی برقی چمک پھیکی ہے۔

ناواقفیت کے ساتھ آزادی کے زہریلے اثر سے اس وقت کے مسلمانوں کا مذاق کچھ ایسا بگڑ گیا ہے کہ ہر شخص ایک نہ ایک نئی بات دین میں ایسی نکالنا چاہتا ہے جس کا کلام خدا و کلام رسول ﷺ اور ان مقدس حضرات کے کلام میں جو دین کے کما حقہ سمجھنے والے تھے کہیں بھی پتہ نہ ہو۔ کیا ان مسلمانوں کے نزدیک سیدنا محمد رسول ﷺ کی تعلیم ناقص ہے یا یہ لوگ حضور ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔

حضرات! عبادت خداوندی کی تکمیل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے ہو چکی۔ اب اس میں کسی قسم کے اضافات کی گنجائش نہیں اگر خدا کا خوف

دل میں ہے اور اس کو راضی رکھنا کوئی ضروری بات ہے تو نبی عربی ﷺ کے بتلائے ہوئے راستہ کے پیچھے ہو لیجئے کہ اس کے سوا تمام راستے غلط ہیں۔

شکوک وشبہات کو ختم کرنے کا بہترین علاج

اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اتباع سنت محمدیہ کی برکت سے جو نور دل میں پیدا ہوگا وہ ان شکوک وشبہات واوہام کو بھی جڑ سے اوکھاڑ پھینکے گا جو آئے دن آپ کے دل کو گھیرے رہتے ہیں اور اصل تسلی دل کی اسی وقت ہوگی جبکہ وہ تعلیم محمدی کی خوبی کا خود تجربہ کر لے گا۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم تو وہ عجیب تعلیم ہے کہ جس پر پوری طرح عمل کرنے سے ایک امتی انبیاء سابقین کا نمونہ بن جاتا ہے، حدیث ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کا نمونہ ہیں۔ اس پر شاہد ہے۔

امت محمدیہ کا شرف اور ہماری حالت

یہی وجہ ہے کہ انبیاء تک کو امت محمدیہ میں شامل ہونے کی تمنا تھی، کیونکہ مالک حقیقی کی کامل عبادت کرنے کا مزہ انہی حضرات کا دل اچھی طرح جانتا تھا جب ایک امتی طریقۂ عبادت محمدیہ اور فیضان نبوی کی برکت سے انبیاء کا نمونہ بن سکتا ہے تو اگر کوئی نبی اس طریقہ عبادت کو اختیار کرے تو اس کی ترقی مدارج کا کیا پوچھنا، حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ یا تو امت محمدیہ کو میری امت بنادیا جائے یا مجھے امت محمدیہ میں شامل فرمادیا جائے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ امت محمدیہ کو میں نے اپنے حبیب محبوب محمد کے لئے مخصوص کردیا ہے وہ آپ کی امت نہیں ہوسکتے اور نہ تم امت محمدیہ میں شامل ہوسکتے ہو غرض ان کی دونوں درخواستیں منظور نہ ہوئیں۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی امت محمدیہ میں شامل ہونے کی درخواست فرمائی تھی اور وہ قبول بھی ہوگئی، چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ قریب قیامت

ان کا نزول ہوگا اور اگر جیتے رہے تو قادیانیوں کو دکھلائیں گے کہ نبی ایسے ہوا کرتے ہیں نبوت کوئی ہنسی کھیل نہیں کہ ہمہ وشما نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مان لیا گیا۔ حلوا خوردن را روئے باید۔ غرض عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کے شریعت محمدیہ ہی کا اتباع کریں گے اور اس طریقہ سے امت محمدیہ میں داخل ہونے کا شرف ان کو حاصل ہو جائے گا وائے حسرت وافسو برحال ما! کہ آج وہ طریقہ عبث ہے جس کی تمنا کبھی انبیاء علیہم السلام کو تھی۔

سیدنا محمد رسول ﷺ کی میراث بن کر ہمارے ہاتھوں اس کسمپرسی کی حالت میں موجود ہے کہ عمل کرنا تو درکنار اس پر توجہ کرنے سے بھی ہم کو عار ہے، کوئی اس کو چھوڑ کر دیگر اقوام کی تہذیب کا گرویدہ ہو رہا ہے۔ کوئی اسی میں قطع و برید کر کے اس کو ایک بادشاہ کے اس باز کی مانند بنا دینا چاہتا ہے جو کسی غریب ناواقف بوڑھیا کے گھر جا گرا تھا اور اس نے اس کی ٹیڑھی چونچ کو باعث تکلیف سمجھ کر کاٹ دیا اور اس کے لمبے ناخنوں کو سبب اذیت خیال کر کے بزعم خود درست کر دیا تھا واقعی سچ ہے کہ نادان دوست کی دوستی سے دانا دشمن کی عداوت بہتر۔

تعلیم محمدی کے حسن و جمال کو ہم اور آپ کیا جانیں اس کی دلربائی و دلکشی و دلفریبی کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و ابوحنیفۃ النعمان و امام مالک و شافعی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھنا چاہئے جو اس کی ہر ہر ادا کو دیکھ کر جھومنے اور ذرا ذرا سی بات کو قدر کی نگاہ سے دیکھ کر زبان حال سے فرماتے تھے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اتباع کے لئے محبت ضروری ہے

حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے جب حجر اسود کو بوسہ دیا تو فرمانے لگے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک

پتھر ہے نہ کسی کو ضرر پہونچا سکے نہ فائدہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

حضرت معاویہؓ بن قرۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک جماعت کے ساتھ ملاقات حاصل کی اور بیعت بھی ہوئے اس وقت حضور ﷺ کے قمیص کی گھنڈی کھلی ہوئی تھی۔ عروۃ بن عبداللہ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہؓ اور ان کے بیٹے کو گرمی ہو یا جاڑہ ہر موسم میں گھنڈی کھولے ہوئے دیکھتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ایک مرتبہ گھنڈی کھولے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے زید بن اسلم نے وجہ دریافت کی تو یہی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر میں تھے تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ راستہ میں ایک جگہ سے بچ کر نکلے ہم نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ اس جگہ سے بچ کر نکلے تھے میں نے بھی ویسے ہی کیا۔ حضرات! اتباع اسے کہتے ہیں کہ جو بھی کام محبوب نے کیا اس کو صرف اس وجہ سے اختیار کر لیا کہ محبوب نے کیا تھا حکمت و علت معلوم کرنے کے کبھی منتظر نہیں ہوئے۔

حضرت ابن عمرؓ کا اتباعِ سنّت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ و مدینہ کے راستہ میں ایک درخت کے نیچے تشریف لا کر دوپہر کو لیٹا کرتے تھے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ ہی کا واقعہ ہے کہ سفر میں ایک جگہ اپنی سواری کو بٹھا کر آپ نے قضائے حاجت فرمائی اور وجہ یہی بتلائی کہ میں نے اپنے حضور ﷺ کو اس جگہ قضائے حاجت فرماتے دیکھا تھا۔ اللہ اکبر۔ واقعی جس کا نام اتباع ہے وہ ان حضرات صحابہ کا حصہ تھا۔ حد ہوگئی کہ یہ مقدس جماعت قضائے حاجت کے لئے بھی وہی جگہ اختیار کرتے تھے جس کو حضور ﷺ نے اس کام کے لئے تجویز فرمایا تھا کہ ایک ظاہر بین

شاید اس کو فضول بات سمجھے۔

مگر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظر نہایت دقیق تھی بات یہ ہے کہ کاملین زمین پر قضائے حاجت کرتے ہوئے اکثر اس خیال سے شرمایا کرتے ہیں کہ شاید یہ جگہ کوئی مشرف جگہ ہو جو اس کام کے لئے مناسب نہ ہو، جب صحابی نے دیکھ لیا حضور ﷺ نے اس جگہ کو اس کام کے لئے تجویز کیا ہے سمجھ گئے کہ اگر یہ کوئی مشرف جگہ ہوتی تو آپ کبھی ایسے کام کے لئے اس کو اختیار نہ فرماتے کیونکہ حضور ﷺ کی طبیعت میں جملہ عالم کی طبائع سے زیادہ عدل وانصاف تھا۔ آپ ہمیشہ ہر کام میں عدل ومساواۃ کی پوری رعایت فرماتے تھے۔ تعدی اور ظلم حضور ﷺ میں نام کو بھی نہ تھا آپ کا ہر قول وفعل حرکت وسکون سراپا عدل ومجسم انصاف تھا اسی لئے صحابہ وائمہ سلف ذرا ذرا سے کام میں بھی حضور ﷺ ہی کی اتباع پر جان دیتے تھے۔

حقیقی عظمت اتباع سنت محمدیہ میں ہے

یہ حضرات خوب سمجھتے تھے کہ عبادت اور رضاالٰہی کا سیدھا راستہ بدون حضور ﷺ کی اقتداء کے میسر ہونا ممکن نہیں۔ پس عبادات واعتقادات کی طرح عادات ومعاملات ونشست وبرخاست میں بھی حضور ﷺ ہی کی پیروی کرتے تھے۔ پھر کون نہیں جانتا کہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین وغیرہم کی عظمت اس زمانہ کے ہر مخالف وموافق کے دل میں کیسی تھی اور اب بھی انصاف پسند مورخین باوجود مذہبی اختلاف کے صحابہ کی تعریف وثنا کئے بغیر نہیں رہتے اور اس وقت بھی جو حضرات پوری طرح اتباع سنت کا حق ادا کرتے ہیں آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا جائے کہ خدا نے عام قلوب میں ان کی عظمت ومحبت کس درجہ پیدا کردی ہے جس سے بخوبی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شریعت محمدیہ دنیا وآخرت دونوں کی ترقی کے لئے کافی ہے۔ ترقی دنیوی صرف مال جمع کرنے کا نام نہیں عزت وعظمت اس کا جزو اعظم ہے اور حقیقی عظمت اتباع سنت محمدیہ ہی سے حاصل ہوتی ہے کفار وفساق کی ہیبت تو دلوں میں ہوتی ہے محبت وعظمت نہیں ہوتی۔

بدعت، دین محمدیہ پر الزام ہے

آج جو لوگ دین میں اپنی عقل سے اصلاح دینا چاہتے ہیں۔ شاید ان کو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم پر اعتماد نہیں یہ لوگ گویا درپردہ دین کو ناقص سمجھتے ہیں اگر کامل و مکمل سمجھتے تو اپنی طرف سے اضافہ یا کمی کرنے کی جرأت کیوں ہوتی۔

جب رسول ﷺ پر اعتماد نہ ہوا اور دین کو ناقص سمجھا گیا تو اندازہ کیجئے کہ ان لوگوں کے ایمان کی کیسے خیر ہوگی؟ اس لئے احادیث نبویہ میں نہایت شد و مد کے ساتھ بدعت (یعنی دین میں ایسی نئی بات داخل کرنے) سے (جس کا قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین کے کلام میں کسی طرح بھی پتہ نہ چلتا ہو) سخت ممانعت فرمائی گئی ہے کیونکہ اس میں درپردہ خدا اور رسول کو یہ الزام دینا ہے کہ دین میں ابھی نقص باقی ہے تکمیل نہیں ہوئی میرے اس اضافہ کی بھی ضرورت تھی اور ظاہر ہے کہ یہ کتنی بڑی گستاخی ہے جس کے خیال سے بھی دل دھڑکتا ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ گویا صاحب بدعت کے نزدیک اس آیت کا نزول قبل از وقت ہوگیا۔ "**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا**.[مائدہ:۳]

طبرانی عمدہ سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ہر صاحب بدعت سے توبہ کی توفیق کو روک دیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑے۔ بیہقی اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص میری سنت کا اتباع فساد امت کے وقت (یعنی جبکہ امت میں بدعات کا رواج ہو جائے) کرتا رہے اس کو (۱۰۰) سو شہیدوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔

حاکم سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سنت میں میانہ روی بدعت کے ساتھ مبالغہ آمیز عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتباع سنت کے ساتھ تھوڑی عبادت کرنے والا اس شخص سے بدرجہا بہتر ہے جو کوشش کے ساتھ عبادت کرے مگر بدعات میں مبتلا ہو کیونکہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو حق تعالیٰ

شانہ نے مخلوق کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے کہ عبادت ایسی ہونی چاہئے جیسی کہ محمد ﷺ کی ہے۔ صورت ایسی بنانی چاہئے جیسی ان کی صورت ہے۔ ما اتکم الرسول فخذوہ و ما نھٰکم عنہ فانتھوا.[حشر:۷] جو کچھ تم کو رسول تعلیم دیں اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جس سے منع فرمادیں اس سے باز رہو۔ پس طالب رضائے خدا کو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے دربار رسالت پر حاضر ہو کر زبان حال وقال سے یوں عرض کرنا چاہئے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بردست و بربازروئے تو

کیونکہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہو جانے کے بعد فلاح دنیوی و اخروی آپ ہی کی اقتداء میں منحصر ہے۔قد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔[احزاب:۲۱] تمہارے واسطے رسول اللہ ہی کی ذات میں عمدہ اقتداء ہے۔

تعلیم محمدی کے بعد کسی تعلیم کی ضرورت نہیں

غالباً اس ناچیز تحریر سے انصاف پسند ناظرین کی راہ راست پر چلنے والی طبائع کو بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ احکام الٰہی میں نسخ وتبدیل کا واقع ہونا عقل کے خلاف ہر گز نہیں بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضروری ہے، پس اگر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ناسخ ادیان سابقہ ہوں تو عقل سلیم اس کا انکار نہیں کر سکتی۔ لیکن کسی دین کو ناسخ کہنا اس پر موقوف ہے کہ وہ ادیان منسوخہ سے افضل واکمل بھی ہو اجمالاً تو اس کا ثبوت اگر چہ ہماری تقریر سے ہو چکا۔

مگر اس کا تفصیلاً ثابت کرنا بھی ہمارا فرض منصبی ہے جس کے لئے کسی قدر تفصیل وبسط کے ساتھ شریعت محمدیہ کو عقلی پیرایہ سے بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے ہر موافق ومخالف کو روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ واقعی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی

تعلیم کے بعد کسی تعلیم کی ضرورت نہیں اور یہ بات عالم آشکارا ہو جائے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے دین کو مکمل اور طریقہ عبادت کو پورا اور تمام عیبوں سے پاک کر کے اس دارِ فانی سے رفیق اعلیٰ کی طرف وصال فرمایا ہے۔

شریعت محمدیہ کا عام ہونا

شریعت محمدیہ میں نظر کرتے ہوئے عقل کو سخت حیرت ہوتی ہے جبکہ وہ دیکھتی ہے کہ اس کی تعلیم تمام عالم کے لئے یکساں مفید ہے، کوئی فرد بشر گرم ملک کا باشندہ ہو یا سرد ملک کا مشرقی ہو یا مغربی یہ نہیں کہہ سکتا کہ شریعت محمدیہ کا یہ حکم میرے حال کے مناسب نہیں۔ اور یہ حیرت اس وقت بہت زیادہ ہو جاتی ہے جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ تعلیم محمدی ایسی جامع تعلیم ہے کہ تمام عالم کے جن وانس غبی و ذکی جمع ہو کر بھی کوئی ایسی صورت ممکن و ناممکن نہیں نکال سکتے جس کے بارے میں شریعت محمدیہ کا کوئی حکم جواز و عدم جواز یا حرمت وحلت کا موجود نہ ہو۔ پس ایسی جامع تعلیم کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دینا کوئی آسان کام نہیں اور نہ ''الرشاد'' کے اوراق اس کے لئے کافی۔

اس وقت جو حصہ تعلیم محمدی کا آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اس میں خصوصیت کے ساتھ نہایت ضروری اور اہم مباحث کو انتخاب کیا گیا ہے تاکہ شریعت محمدیہ کے باقی حصہ کو اس پر قیاس کر کے سمجھ لیا جائے کہ شریعت اسلامیہ زبان حال سے یوں کہہ رہی ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ (۱)

اعتقادات کی ضرورت

شریعت محمدیہ اسلامیہ اپنی وسعت کے ساتھ چند حصوں پر منقسم ہے اعتقادات عبادات۔ عادات۔ معاملات۔ سب سے پہلے ہم اعتقادات کے حصہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اعتقاد مذہب کی بنیاد ہے اور بدوں سچے اعتقاد کے کوئی عبادت دربار

(۱) میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کر۔

خداوندی میں قابل قبول نہیں ہوسکتی اور نہایت افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمان اعتقادات کی طرف سے بہت غافل ہو رہے ہیں۔ اعتقاد کی ضرورت نہ صرف رضا الٰہی کے لئے بلکہ آپ نظائر سے آئندہ معلوم کریں گے کہ اپنے کسی ہم جنس کو راضی کرنا بھی اعتقاد ہی پر موقوف ہے ظاہری جمع پر خرچ بدوں اعتقاد کے دنیوی معاملات میں بھی قابل قبول نہیں ہوتا۔ کیونکہ انسان ویسے انسان ہے ظاہری اعضاء میں تو وہ اور دیگر حیوانات برابر ہیں۔

نظیر: ایک شخص بادشاہ وقت کے لئے زبان سے وفاداری اور اطاعت کا اظہار نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ کرتا ہے، مگر اس کے دل میں بادشاہ کی عظمت وجلالت نام کو نہیں، بلکہ خیالات باغیانہ ہیں تو اندازہ کیجئے کہ اصلی حالت معلوم ہو جانے کے بعد کیا وہ زبانی اظہار وفاداری عتاب شاہی سے اس کو بچا سکتا ہے، نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ اس کی تمام ظاہری اطاعت نفاق اور ملمع سازی اور دھوکہ دہی پر محمول کیجائے گی۔

نظیر: آپ کا ایک بیٹا ہے ظاہری تعظیم میں وہ کبھی کوتاہی نہیں کرتا آپ کی خدمت ہمیشہ بجالاتا ہے، مگر آپ کو کسی طریقہ سے معلوم ہوگا کہ اس کے دل میں میری عظمت بالکل نہیں بلکہ میری نسبت بدگمانیاں کرتا ہے انصاف سے فرمادیجئے کہ آپ اس کی قدر کریں گے یا اس لڑکے کی جو ظاہری خدمت بہت کم کرتا ہے مگر ویسے آپ کو اپنا مربی اور قبلہ و کعبہ سمجھتا ہے۔

نظیر: ایک شخص آپ سے دوستی و محبت کا دعوی کرتا ہے مگر قرائن سے آپ جانتے ہیں کہ یہ دعوی محض زبانی ہے ویسے یہ میرا دوست نہیں، بلکہ بدخواہ ہے تو کیا اس زبانی دعوی محبت کی کوئی بھی قدر آپ کے نزدیک ہوگی۔

جب بدون قلبی اعتقاد کے ہمارے آپس میں کوئی کام قبول نہیں ہوتا تو اندازہ کر لیجئے کہ ظاہری عبادت واطاعت دربار خداوندی میں اس وقت تک کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہے جب تک کہ ہمارے دل میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اچھا خیال اور صحیح اعتقاد جو اس کی عظمت وجلالت وشان قدوسیت کے مناسب ہے نہ ہو۔ اسی بناء پر

شریعت نے کافر کو جس نے اپنا اعتقاد درست کر کے دولت ایمان سے حصہ نہیں لیا ابدالآباد کے لئے خدا کی رحمت سے دور بتایا ہے اور مومن کو جس نے اپنا اعتقاد درست کر کے ایمان سے حصہ لے لیا مستحق نجات قرار دیا ہے اگر چہ کیسا ہی گناہ گار ہو۔

علاوہ ازیں مذہب حق کی پہچان بھی عقلاء کے نزدیک یہی ہے کہ اس میں خلاق عالم کی ذات وصفات کے متعلق ایسے صحیح علوم واعتقادات کی تعلیم دی گئی ہو جو اس کی بے عیب ذات کے شایان شان ہے، اس لئے ہم سب سے پہلے حصہ اعتقادات ہی بیان کر دینا چاہتے ہیں اور دنیا بھر کے مختلف مذاہب سے بآواز بلند کہتے ہیں کہ اگر تمہارے پاس شریعت محمدیہ کے اعتقادات کی نظیر صداقت و پختگی میں موجود ہو تو دکھاؤ اور سب کے سامنے دکھاؤ۔ انصاف کی طرف جھکنے والی طبیعتیں خود فیصلہ کر لیں گی اور اگر اس کی نظیر نہ لاسکو اور یقیناً نہ لاسکو گے تو گواہ رہو کہ'' **هـذا هـوا الـحـق وما ذا بعد الـحق الا الضـلال** '' یہی حق ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ مذہب کی بنیاد اعتقاد پر ہوتی ہے جب شریعت محمدیہ کی نظیر اعتقادات میں نہ مل سکی تو سمجھ لینا چاہئے کہ عبادات ومعاملات وعادات میں بھی اس کی نظیر نہ مل سکے گی۔

(اعتقادات شریعت اسلامیہ محمدیہ)

(عقیدہ) تمام عالم پہلے ناپید تھا پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا۔

دلیل

تقریباً تمام اہل ادیان وملل وجود صانع عالم کے اقرار میں ہم زبان ہیں۔ بجز ایک مادہ پرست جماعت کے خدا تعالیٰ کے وجود سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ لڑکے سے لے کر بڑے تک ہندو مسلمان یہود ونصاری بت پرست آتش پرست سب کے سب اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارا کوئی خالق ضرور ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے اور ہم اس کی مخلوق ہیں۔

مادہ پرستی کا بطلان

کسی عقلی دلیل بیان کرنے سے پہلے ہم اس مادہ پرست جماعت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب کسی کمیٹی اور کونسل کی دو جماعتوں میں اختلاف رائے ہو تو کسی ایک رائے کے صحیح اور راجح ہونے کا فیصلہ کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ قاعدہ مسلمہ ہے کہ اختلاف رائے کے وقت سب سے پہلے یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ عقلاء اور اہل فہم کس طرف ہیں اگر عقلاء ایک طرف ہوں اور کم فہم ایک طرف تو ہمیشہ عقلاء کی رائے کو صحیح اور راجح کہا جائے گا اور اگر دونوں طرف عقلاء ہوں تو اس وقت یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ زیادہ جماعت کس طرف ہے۔ آخر کار کثرت رائے پر فیصلہ ہو جایا کرتا ہے۔

اب ہم بھی دیکھیں کہ مادہ پرست جماعت اپنے سوا تمام اہل مذاہب کو کم فہم اور بیوقوف بتاتی ہے یا کیا؟ ظاہر ہے کہ اتنی کثیر التعداد مخلوق کو جس میں مادہ پرست جماعت ایسی ہے جیسے سفید کھال میں ایک سیہ بال کم فہم سمجھنا خود اپنی کم فہمی کی دلیل ہوگی اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ مادہ کو اپنے معتقدین سے بہت محبت تھی کہ ان کے سوا کسی کو بھی عقل سے حصہ نہ دیا اگر مادہ کوئی ذی شعور چیز ہوتی جسے معتقد وغیر معتقد میں امتیاز ہوسکتا

تو شاید یہ بات بھی چل سکتی مگر اب تو اسے کوئی بھی تسلیم نہیں کرسکتا چار و ناچار یہی کہا جائے گا کہ اہل فہم دونوں طرف ہیں۔

اب نہایت حیرت و تعجب ہے کہ اپنی کونسلوں اور کمیٹیوں میں تو ہمیشہ کثرت رائے پر فیصلہ کیا جائے اور یہاں آ کر باجودیکہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ان سے ہزار گنی مخلوق صانع عالم خداتعالیٰ کی وجود کی مقر ہے جس میں وہ دو جماعتیں بھی شامل ہیں جن کو علم تہذیب و تمدن کا استاد مانا جاتا ہے یعنی حکما عرب و حکماء یونان صرف اس سبب سے وجود خداوندی کا انکار کیا جائے کہ وہ نظر نہیں آتا۔ اگر انصاف کوئی چیز ہے تو کثرت رائے پر فیصلہ کر کے صانع عالم کے وجود کا بدوں دیکھے ہی اقرار کر لینا چاہئے۔ اگر کسی چیز کے وجود کا اقرار کرنے کیلئے دیکھنا بھی ضرور ہے تو دیوار کے پیچھے سے دھواں دیکھ کر آگ کا کیوں یقین کر لیا جاتا ہے اور گھر کے اندر بیٹھے ہوئے صحن میں دھوپ کو دیکھ کر آفتاب کا آسمان پر نکلنا کیونکر سمجھ لیا جاتا ہے۔

ان مثالوں میں شاید آپ یہ وجہ بیان کر دیں گے آفتاب اور آگ کو ہم نے کبھی تو دیکھا ہے اس لئے دھویں اور روشنی سے بھی ان کو معلوم کر لیا اگرچہ تاویل غلط ہے کیونکہ جب دھواں اور روشنی زمین پر ہر وقت موجود نہیں رہتے کبھی ہیں کبھی نہیں اس سے خود بخود عقل سلیم بدوں آفتاب و آتش کے دیکھے بتلا دیتی ہے کہ دھواں اور روشنی زمین کا اثر نہیں، بلکہ کسی دوسری چیز کا اثر ہے جس کے ساتھ ساتھ یہ رہتا ہے اور اس کے غائب ہو جانے کے بعد یہ بھی زائل ہو جاتا ہے، مگر ہم حجت تمام کرنے کے لئے ایک ایسی چیز کا پتہ دیتے ہیں جس کے وجود کا سب کو اقرار اور پختہ یقین ہے اور ایسا یقین ہے کہ اس سے زیادہ شاید کسی شئی کا بھی یقین نہ ہو حالانکہ اس کا مشاہدہ آج تک کسی نے بھی نہیں کیا صرف آثار سے اس کا پتہ لگایا گیا ہے۔

اور وہ روح (اور جان ہے) جو ہر شخص کے بدن میں موجود ہے اسی پر آپ کی حیات کا مدار ہے جب تک روح بدن میں ہے آپ زندہ ہیں اور جس دن وہ نکل جاتی ہے اس کالبد خاکی (جسد خاکی) کو بیکار سمجھ کر آپ خود مٹی میں دفن کر دیتے ہیں۔

میں تمام عقلاء سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج تک کسی نے بھی روح کو دیکھا ہے اور نہیں دیکھا تو پھر بدون مشاہدہ کے اس کا یقین کیسے آ گیا؟

ہر شخص جانتا ہے کہ اگرچہ روح کو ہم نے نہیں دیکھا مگر چونکہ اس کے آثار بکثرت دیکھے ہیں اس لئے اس کا یقین کرلیا گیا اور ایسا یقین کرلیا گیا جس میں شبہ کی بھی گنجائش نہیں۔

پس اگر ایسے ہی بدون دیکھے صانع عالم حق تعالیٰ شانہ کے وجود کا بھی کثرت رائے پر فیصلہ کر کے یقین کرلیا جائے تو اس میں کونسی بات عقل کے خلاف ہے۔

خصوصاً جبکہ یہ دیکھا جائے کہ روح کی تاثیر صرف اسی ایک دن میں نمایاں ہوتی ہے جس کے ساتھ اس کو تعلق ہے اور صانع عالم کی تاثیر ذرہ ذرہ اور عالم کے پتہ پتہ میں عیاں ہے اگر آثار کے ذریعہ روح کا علم ہوسکتا ہے تو خدائے برتر کا علم تو سب سے پہلے بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے کیونکہ اس کے غیر متناہی آثار سے روح کے آثار کو کچھ بھی نسبت نہیں۔

مگر اس ترقی وتمدن کے زمانہ میں لوگوں کو حواس ظاہرہ کی ترقی میں تو انہاک بہت ہے اور قوائے باطنیہ کی ترقی پر کچھ بھی التفات نہیں۔ نگاہ کو وسعت دینے کے لئے دوربین اور زبان کے ذائقہ کے لئے لذیذ کھانے، بدن کو راحت پہونچانے کے لئے فرنیچر سامان اور بہت کچھ ایجادیں ہوگئی ہیں۔ مگر ترقی روحانی اور صحت باطنی کے لئے کوئی بھی فکر نہیں کی گئی۔ اے انسان! تو صانع عالم کو دوربین اور عینک سے اس طرح دیکھنا چاہتا ہے جیسا کہ روز وشب چاند سورج زمین آسمان کو دیکھتا ہے اور جیسا وہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا تو اس کے وجود کا انکار کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ ارے ظالم! اپنے مالک کا اس قدر جلد انکار نہ کر ذرا تھوڑی دیر کی لئے تنہائی میں بیٹھ کر اپنے دل سے بھی مشورہ کر کے دیکھ تو وہ کیا کہتا ہے۔

کر دل میں نظر اپنے کچھ جلوہ گری ہوگی — یہ شیشہ نہیں خالی دیکھ اس میں پری ہوگی

انسان کے دل میں فطرتی طور پر حق تعالیٰ کی طرف ایک تعلق اور میلان اور

کشش رکھی ہوئی ہے جو اس کو خدا کے ماننے پر مجبور کرتی ہے اور مصیبت کے وقت تو کم وبیش ہر دل میں خدا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور یہ سب کفر وانکار راحت وآسائش کا فساد ہے اگر مادہ پرست جماعت نے صداقت وانصاف سے کچھ بھی حصہ پایا ہے تو وہ ضرور ہمارے اس قول کی تائید کرے گی کہ صانع عالم کے انکار میں ان کا دل زبان کا ساتھ نہیں دیتا۔ زبان خدا کا انکار کرتی رہے مگر دل اس کے وجود کو تسلیم کیے ہوئے ہے۔

افسوس! انسان اپنے اس دلی جذبہ کو ایک معمولی خیال سمجھ کر بے پروائی کے ساتھ ٹال دیتا ہے اور غور کر کے دل کی بات کو نہیں سنتا۔ اگر آدمی ہر کام میں اطمینان کے ساتھ اپنے دل سے مشورہ کر لیا کرے تو ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تو اس کا دل حق بات بتلا ہی دے گا، پھر چاہے خواہش ولذت کے غلبہ میں آ کر کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔

آئینہ دل میں حق تعالیٰ شانہ کی ایک خاص تجلی (اور جھلک) موجود ہے مگر رونا اس کا ہے کہ ہم اس سے بے خبر اور غافل ہیں۔ انسان خدا کو ادھر ادھر تلاش کرنا چاہتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ آنکھیں جب روح کے دیکھنے کو نا کافی ہیں جو صانع عالم کی ایک تجلی (اور جھلک) ہے تو اس ذات بیچون وچگون کو کیونکر دیکھ سکتی ہیں۔

پس جس کو خدا کے دیدار کی ہوس ہو وہ اپنے دل کی آنکھیں کھول کر دیکھے اور پھر بتلائے کہ آنکھوں سے نظر آنے والی چیزوں میں کوئی بھی ایسی دلربا ودلکش ہے حالانکہ دل سے بھی صرف انوار وتجلیات ہی کا علم ہوگا۔ ذات باری تعالیٰ اس سے مبرا ومنزہ ہے، مگر اس ایک جھلک کا دیکھنے والا بھی بیقرار ہو کر یوں کہے گا ؎

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند　　فرزند وعیال وخانماں راچہ کند

ممکن ہے کہ کوئی ان باتوں کو فرضی قصہ کہانی پر محمول کرے اور عجب نہیں کہ بعض برادران اسلام کو بھی یہ بات نئی معلوم ہو کیونکہ زمانہ کی آب وہوا نے جہاں دوسری چیزوں میں اثر کیا مسلمانوں کو بھی بہت کچھ بدل دیا۔ کبھی وہ زمانہ تھا کہ ہر فرد مسلمان اس باطنی دولت سے مالا مال تھا اور اس کا آئینہ دل تجلیات الٰہی کا مورد تھا، مگر آج مسلمان اس سے ایسے غافل ہوئے ہیں کہ بہت تھوڑے لوگ اس کے جوہری نظر آتے ہیں، خیر کسی کو تعجب

ہوتو ہو، حیرت ہوتو ہوا کرے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جو خدا کی محبت میں مجنونانہ وار جنگلوں چڑھ جاتے تھے اور بہتوں کی جانیں بھی اسی میں جاتی رہیں۔ فرضی عشق کے یہ آثار نہیں ہوا کرتے۔ اگر تاریخی شہادت سے بھی اطمینان نہ ہوتو آنکھیں کھول کر ذاکر شاغل جماعت کو جو قدرے اب بھی موجود ہے دیکھ لیا جائے کہ خدا کی محبت میں وہ کس طرح لذائذ وشہوات کو چھوڑ کر یادالٰہی میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ حضرت عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

اے فروغ ماہ حسن از روی رخشا شما — آبروی خوبی از چاہ زنخدان شما
کے دہد دست ایں غرض یارب کہ ہمدستان شوند — خاطر مجموع ما زلف پریشان شما
عزم دیدار تو دارد جان برلب آمدہ — باز گردد یا برآمد چیست فرمان شما

یہ حیرت وتعجب صرف اسی وقت تک ہے جب تک کہ آپ اس نعمت عظمیٰ کی لذت سے واقف نہیں۔

جیسا کہ نابالغ لڑکا بلوغ کی لذت کو بالغ ہونے سے پہلے نہیں سمجھ سکتا اور جس دن آپ کو اس تجلی الٰہی کی جو آپ کے دل میں رکھی ہوئی ہے ایک جھلک بھی نظر آ جائے گی تو آپ خوش ہوکر خود ہی فرمائیں گے ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است — افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را — کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، یہ تو کوئی ایسی بات نہیں جس کا حاصل ہونا بہت زیادہ دشوار ہو۔ آپ کا دل آپ کے پاس ہے کسی طبیب روحانی سے صفائی قلب کا نسخہ دریافت کر کے چند روز اس کے موافق عمل کر کے دیکھئے آپ خود اقرار کرلیں گے کہ اس چھوٹے سے خزانہ دل میں کیسا انمول موتی رکھا ہوا ہے جس کی قیمت میں تمام عالم بھی تھوڑا ہے ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو دسمن درآ — تو زغنچہ کم ندمیدہ دردل کشا بچمن درآ

مسلمان کے دل میں اللہ کی تجلی

اور اہل اسلام کیلئے تو یہ دولت ان کے پیارے نبی عربی ﷺ کی جوتیوں کے طفیل سے ایسی سہل ہوگئی ہے جیسے پھونس پر آگ رکھی ہوئی ہو کہ صرف پھونک مارنے کی دیر ہے۔ مسلمان کا دل تو لا الـہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی روشن مشعل سے بہت کچھ منور ہو جاتا ہے۔ ہاں اس کی ضرورت ہے کہ ذرا اس کی قوت کو بڑھا لیا جائے۔ اگر پہلے شمع کی مانند تھا تو اب برقی روشنی کے مشابہ کر لینا چاہئے کیونکہ وہ امانت الہیٰ جس کا انسان کے سوا کوئی بھی متحمل نہ ہو سکا یہی تجلی ہے جو اس کے باطن قلب میں رکھی ہوئی ہے، معرفت الہی کا ذریعہ یہی ایک چیز ہے جو اس بند کوٹھری میں محفوظ ہے۔ حق تعالیٰ کی پوری جلالت وعظمت اسی کی سیر کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ اسی دولت عظمیٰ کو ساتھ لے کر عالم میں تشریف لائے تھے اور آپ کا قلب اطہر سب سے زیادہ نورانی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے اتباع سے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ آپ کامل طبیب روحانی تھے آپ کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جو قلب کی نورانیت کے لئے مضر ہوتا، بلکہ آپ کی ہر حرکت وسکون روحانیت کی بڑھانے والی تھی۔ مسلمانوں میں جو کوئی جس قدر آپ کا اتباع کرتا ہے اسی قدر اس کا دل منور ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو اولیاء امت آپ کا پورا اتباع کرتے ہیں ان کی صورت پر بھی انوار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور ان کے پاس بیٹھنے سے خدا تعالیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اب اس سے اندازہ کر لیجئے کہ جب آپ کی امت میں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ولی کی یہ نورانیت ہے، تو خود حضور ﷺ کی ذات اقدس کیا کچھ ہوگی (فداہ ابی وامی)۔

ساقی تیرا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب آہ یہ مے تو نے شیشہ میں بھری ہوگی

پس وہ مسلمان جن کے دل میں (لا الـہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی برکت سے شمع ایمانی روشن ہو چکی تھی مگر غفلت و بے پروائی کی بدولت اب چراغ سحری بنی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے ان کو خطرات وشبہات دین کی تعلیم میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

بہت جلد اس کی طرف توجہ کریں کہیں خدانخواستہ یہ جلی جلائی شمع گل نہ ہو جائے۔ کہ پھر اس سے زیادہ کوئی بھی حسرت نہ ہوگی۔

حسرت پہ اس مسافر بیکس کی روئیے جو رہ گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

مادہ پرست جماعت کو نصیحت

اور ہم مادہ پرست جماعت اور ان سب لوگوں کو بھی جو خدا تعالیٰ کی عظمت ذات وجلالت صفات میں کسی قدر متردد ہوں۔ خیر خواہی کے ساتھ یہی نصیحت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اپنے آئینہ دل کی صفائی کی فکر کریں کیونکہ جب تک دل پر تکبر وعناد اور تعصب کا تاریک پردہ پڑا ہوا ہے سچی دلیل اور حق بات بھی ناحق ہی معلوم ہوگی۔ صرف زبانی دلائل جب تک کہ دل میں انصاف اور حقانیت کی روشنی نہ ہو کافی نہ ہوتے۔ تاہم ہم بھی اس کی کوشش کریں گے کہ عقلی دلائل ایسے سلیس پیرایہ میں بیان کریں جس کو ہر شخص بخوبی سمجھ سکے۔ اور اگر دل کجی کی طرف مائل نہیں تو ان شاء اللہ اچھی طرح تسلی ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی عقلی دلائل

اگر اطراف عالم میں نظر کو وسعت دی جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ تمام اوصاف کے پھیلاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وصف کے لئے جہاں چند موصوف بالعرض نظر آتے ہیں ایک موصوف بالذات بھی ضرور ہوتا ہے سہولت کے لئے اول ان دونوں لفظوں کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔

موصوف بالذات وہ ہے کہ جس کا وصف اس کے لئے اصلی اور خانہ زاد ہو کبھی اس سے جدا نہ ہو اور یہ وصف کامل طور پر اس میں پایا جائے۔ موصوف بالعرض وہ ہے جس کا وصف اس کے لئے اصلی اور خانہ زاد نہ ہو۔ ہمیشہ اس کے ساتھ نہ رہے اور نقصان کے ساتھ اس میں پایا جائے موصوف بالعرض ہمیشہ موصوف بالذات سے مستفید اور اس کا محتاج ہوتا ہے۔

اب اشیاءِ عالم پر نظر دوڑائیے تو معلوم ہوگا کہ آفتاب سے روشنی کبھی جدا نہیں ہوتی اور جس درجہ کامل اس کی روشنی ہے کسی کی بھی نہیں۔ معلوم ہوا کہ آفتاب حرارت کے ساتھ موصوف بالذات ہے اور چاند کبھی بدر کامل ہے کبھی ہلال ہے کبھی بالکل تاریک۔ اس سے روشنی جدا ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ چاند روشنی سے موصوف بالعرض اور اس کی روشنی آفتاب سے مستفید ہے۔ زمین بھی دن بھر تو دھوپ کی تیز شعاعوں سے بقعۂ نور بنی رہتی ہے مگر غروب آفتاب کے ساتھ ہی اس کی تمام روشنی سلب ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ روشنی زمین کے لئے بھی خانہ زاد وصف نہیں۔ اور وہ بھی روشنی سے موصوف بالعرض ہے حرارت آگ سے کبھی جدا نہیں ہوتی اور پانی کبھی سرد ہے کبھی گرم۔ معلوم ہوا کہ آگ حرارت سے بالذات موصوف ہے اور پانی بالعرض۔

اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حرارت آفتاب سے بھی تو جدا نہیں ہوتی۔ پس لازم آئے گا کہ آفتاب اور آتش دونون حرارت سے موصوف بالذات ہوں حالانکہ ہر وصف کے لئے موصوف بالذات ایک ہی ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ آفتاب و آتش دونوں کا مادہ ایک ہی ہے فقط صفائی کا فرق ہے کہ آفتاب منور ہے اور آگ ایسی نہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے شمع اور برقی لیمپ، مادہ آتشین دونوں میں مشترک ہے۔ مگر صفائی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ غرض جس چیز سے کوئی وصف جدا ہوتا نظر آئے عقل اس وقت یہ ضرور کہتی ہے کہ یہ وصف کسی دوسرے شے کا عطیہ ہے اس کا خانہ زاد اور اصلی نہیں اور جس سے کبھی جدا نہ ہو اس کے لئے وہ وصف خانہ زاد اور اصلی ہوگا۔ اور اس کے سوا تمام چیزوں میں یہ وصف اسی کا عطا کردہ ہوتا ہے۔

اس صحیح معیار کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ منجملہ اوصاف کے وجود بھی ایک وصف ہے جو تمام عالم کی چیزوں میں جلوہ دکھا رہا ہے قاعدہ مذکور کے موافق ہر عاقل تسلیم کرے گا کہ اس کے لئے بھی کوئی موصوف بالذات ہونا چاہئے جس کو مصدر وجود کہا جائے جس کا وجود سب کے وجود سے کامل ہو اور کبھی اس سے جدا نہ ہو۔ البتہ اس میں کسی اختلاف رائے کا ہونا ممکن ہے کہ یہ کامل الوجود ذات کون ہے اور وہ ہم کو

نظر بھی آتی ہے یا نہیں؟

مگر اس کا فیصلہ بھی انشاء اللہ عنقریب ہو جائے گا پہلے آپ یہ سمجھ لیجئے کہ کسی وصف میں کامل ہونے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شجاع کامل (پورا بہادر) وہی کہلائے گا۔ جس میں بزدلی کا شائبہ بھی نہ ہو کامل سخی وہی کہلائے گا جس میں بخل نام کو بھی نہ ہو۔ کامل حسین وہی ہو سکتا ہے جس میں رتی برابر بھی برائی کا نام نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ کسی وصف میں کامل ہونا اس کی ضد سے بالکل بری اور پاک ہونے کا نام ہے۔ پس کامل الوجود کون کہلائے گا جس میں عدم کا شائبہ بھی نہ ہو یعنی نہ اس کی ذات کسی وقت معدوم ہو سکے نہ اس کی صفات کیونکہ اگر اس کی ذات تو ہمیشہ موجود رہی اور کبھی معدوم نہ ہوئی، مگر اس کے حالات اور صفات میں تفاوت اور تغیر و تبدل ہوتا رہا کہ ایک صفت جو آج تھی کل نہ رہی اور جو کل تھی وہ بھی جاتی رہی تو اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ عدم سے بالکل پاک ہے اس میں یقیناً عدم کا شائبہ ہوگا۔ اور جس چیز میں عدم کا شائبہ بھی ہو وہ کامل الوجود نہیں ہو سکتی۔ پس کامل الوجود وہی ذات ہو سکتی ہے جس کی ذات وصفات ہمیشہ ایک ہی حال پر رہیں اور کسی وقت میں نہ بدل سکیں۔

اب آیئے ہم اور آپ تفصیل کے ساتھ اشیاء عالم کا نظارہ کریں کہ ان میں اس شان کی کوئی بھی چیز آنکھوں میں گذرتی ہے۔ انتہائی غور کے ساتھ مشاہدہ کرنے سے آپ کو دو طرح کی چیزیں نظر آئیں گی ایک وہ جو ایک زمانہ تک معدوم رہ کر موجود ہوتی ہیں اور وجود کے بعد پھر معدوم ہو جاتی ہیں۔ اور اسی قسم کی چیزیں عالم میں کثرت سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی ذات کے لئے وجود دائمی اور لازمی نہیں اس لئے ان میں سے کوئی بھی کامل الوجود نہیں کہا جا سکتا۔

دوسری وہ چیزیں ہیں جن کے عدم کا زمانہ ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا (اگرچہ ہمارے نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ وہ ہمیشہ ہی سے ہوں) مگر بظاہر ان کا وجود ہمیشہ سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آسمان زمین چاند سورج ستارے آگ ہوا پانی وغیرہ اور اسی وجہ سے بعض ظاہر بین ان کو کامل الوجود سمجھ کر کوئی آگ کی کوئی پتھر کی کوئی

آفتاب وکواکب کی پرستش میں مشغول ہو گیا۔

مگر کون نہیں جانتا ہے کہ انسان کو جو ہر عقل ہی سے شرف حاصل ہوا ہے، اور عقل سے کام نہ لے کر صرف ظاہری حالت پر حکم لگا دینا بہت ہی بڑا ظلم ہے، یہ مسلم ہے کہ ان اشیاء کا زمانہ عدم ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ (مگر اول تو ہمارا نہ دیکھنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ ہمیشہ ہی سے موجود ہوں اور کسی وقت میں بھی معدوم نہ ہوئی) دوسرے ان اشیاء کے تفاوت احوال وتغیر کیفیات وتبدل صفات سے صاف یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ چیزیں اگر مرتبہ ذات میں عدم سے خالی بھی ہوں تو صفات کے درجہ میں ہرگز عدم سے بری نہیں۔ آسمان کو کبھی عروج ہے کبھی نزول، آفتاب میں کبھی روشنی ہے کبھی گہن، کبھی طلوع ہے کبھی غروب، چاند کبھی بدر کامل ہے کبھی ہلال کبھی بالکل تاریک۔

کرۂ ہوا کو کبھی حرکت ہے کبھی سکون اور حرکت بھی کبھی شمال کو ہے کبھی جنوب کو، پانی کبھی سرد ہے کبھی گرم پھر کبھی ہوا پانی کی صورت اختیار کر لیتی ہے کبھی پانی ہوا بن جاتا ہے۔ ایسے ہی آگ کبھی ہوا بن جاتی ہے کبھی ہوا آگ بن جاتی ہے۔ زمین بھی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی سمندر کی موجوں سے اس میں صدہا تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ آج جہاں خشکی نظر آتی ہے سو برس پہلے وہاں پانی ہی پانی تھا۔ علاوہ تغیرات احوال کے زمین کو لاچاری اس قدر ہے کہ کوئی اس کو ناپاک کرتا ہے، کوئی صاف کوئی کھودتا ہے، کوئی بھرتا ہے اور جس قدر تغیرات آپ ان محسوسات میں دیکھ رہے ہیں وہ سب مادہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ مادہ ان سب چیزوں کی اصل مانا گیا ہے۔

پس زمین کی لاچاری اور آگ کی بیقراری اور ان کے تمام مختلف احوال مادہ کو بھی پیش آتے ہیں۔ نباتات کو دیکھئے تو کبھی سرسبز ہیں کبھی خشک کبھی چھوٹے ہیں کبھی بڑے کوئی خار ہے کوئی گل اور یہ سب صورتیں مادہ ہی کی وجہ سے مانی جاتی ہیں۔ حیوانات پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی ایک حال پر نہیں رہتے۔ اول نطفہ کی صورت میں ہوتے ہیں پھر گوشت کی صورت میں آتے ہیں پھر اعضاء کی تصویر بن جاتی ہے۔ پھر (۹) نو مہینے کے بعد ماں کے پیٹ سے باہر آ کر نشو ونما مختلف حالت سے ہوتا ہے۔ یہی

حال انسان کا ہے کہ آج بچہ ہے کل جوان پھر بوڑھا ہے پھر مردہ انسان میں علاوہ تفاوت احوال وتغیرات صفات کے احتیاج بھی ان سب سے زیادہ ہے، دوسرے حیوانات تو کھانے پینے ہی کے محتاج نظر آتے ہیں۔

اور انسان کو علاوہ اس کے مکان کپڑے اور لذیذ غذائیں تیار کرنے کے لئے بہت سی ضرورتیں پیش آتی ہیں، جن کے بغیر اس کا گذر ممکن نہیں۔ جب اشرف المخلوقات کا یہ حال ہے کہ ایک حال پر اس کو قیام نہیں اور ہزار ہا ضروریات اس کے پیچھے لگی ہوئی ہیں اور بقیہ چیزوں کا مفصل حال پہلے معلوم ہو چکا تو اس سے ہر عاقل کو روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی ہوگی۔ کہ عالم میں جتنی چیزیں نظر آتی ہیں کسی کا وجود کامل نہیں کیونکہ اکثر کی تو ذات ہی کے لئے فنا بقا درپیش ہے اور جن کی ذات فنا اور معدوم ہوتی ہوئی محسوس نہیں ہوتی ان کی صفات کے لئے فنا اور بقا کا مرحلہ سامنے ہے۔

کسی کو دعویٰ ہو تو کوئی ایک ہی چیز ایسی بتلا دے جس کی کسی حالت وصورت وصف میں تغیر وتبدل نہ ہوتا ہو۔ مگر ہم یقین دلاتے ہیں کہ قیامت تک ایک نظیر بھی ایسی کوئی پیش نہیں کرسکتا جب ان آنکھوں سے نظر آنے والی چیزوں میں کامل الوجود ہونے کے ایک بھی قابل نہیں۔

پس یا تو یہ کہا جائے کہ کامل الوجود کوئی بھی نہیں مگر عقل اس بات کی شاہد ہے اور ہم مفصلاً بیان بھی کر چکے کہ ہر وصف کی انتہا ایک موصوف بالذات پر ہونی ضرور ہے اس لئے یہ بات تو غلط ثابت ہوئی۔ اب بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اس کا اقرار کیا جائے کہ کامل الوجود ذات ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور یہ جتنی کچھ چیزیں موجود ہیں ان کا وجود اسی کامل الوجود ذات کا عطیہ ہے، کیونکہ عالم کے تغیر سے ہم کو معلوم ہوگیا کہ ان چیزوں کا وجود اصلی اور خانہ زاد نہیں۔ بلکہ ضرور کسی کا عطا کردہ ہے اسی کامل الوجود ذات کو مسلمان اللہ جل جلالہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے اور مبارک نام سے یاد کرتے ہیں۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

مادہ پرست جماعت ذرا آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ جس مادۂ کے بھروسے وہ

صانع عالم سے انکاری ہے اس کے وجود کا کیا حال ہے مادہ رنگ برنگ کی صورتیں بدلتا ہے اور اس کی کوئی صورت ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔ آخر ہم بھی تو سمجھیں کہ مادہ کی ایک صورت بدلی جانے کے بعد دوسری صورت اس میں کہاں سے آ جاتی ہے۔ اگر مادہ کوئی ذی شعور چیز ہوتی تو یہی سمجھتے کہ جیسے ہم کبھی اپنا لباس تبدیل کرلیا کرتے ہیں ایسے ہی مادہ بھی اپنی صورت بدل لیتا ہے مگر افسوس کہ مادہ پرست جماعت بھی جانتی ہے کہ وہ کوئی ذی شعور چیز نہیں اس سے تو اگر یہ لوگ انسان ہی کو سب کی اصل مان لیتے تو اس قدر عیب ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر مصنوعات عالم کی خوبی اور اس کے منافع اور حکمتوں کو جب دیکھا جاتا ہے کہ وہ انسان اشرف المخلوقات کی عقل کو بھی حیران بنائے دیتی ہیں تو مادہ لایعقل کی کیا مجال کہ ایسی چیزیں بنا سکے۔ بھلا اگر ایک شخص یوں کہنے لگے کہ میرے باغ کا سارا انتظام ایک پتی سے چل رہا ہے یا انجن کی رفتار ایک کل نے خود بخود بدون ڈرائیور کے ہلائی پیدا کردی ہے تو کوئی بھی عاقل اس کو تسلیم کرلے گا؟ اور جب یہ نہیں تو مادہ کو خود بخود ہم کیسے کارساز عالم مان لیں۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ ایک بے شعور چیز ہے اور اس کا وجود بھی کمزور ہے اس سے بدرجہا ہم خود ہی افضل ہیں۔ ہاں اگر یوں کہئے کہ صانع عالم کوئی زبردست قوت والی ذات ہے جو اپنے وجود میں کامل ہے اور مادہ کو اس نے رفتار عالم کے لئے انجن کی کل کی طرح سبب اور ذریعہ بنا رکھا ہے، تو یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر شخص کے جی کو لگتی ہے اور اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم نے خدا کا وجود تین دلیلوں سے معلوم کیا (۱) کثرت رائے سے کہ تمام اہل مذاہب اس کے وجود کو تسلیم کئے ہوئے ہیں (۲) فطرت سے کہ ہم طبعی طور پر اپنے دل کو کسی پوشیدہ ذات کی طرف کھینچتا ہوا دیکھتے ہیں۔ (۳) عالم کے تغیر و تبدل سے کہ کسی چیز کو اپنے ایک حال پر قرار نہیں جس کی وجہ سے اس کا وجود ناقص اور خود دوسری قوت کا محتاج ہے معلوم ہوا کہ ذات کامل الوجود جو کارساز عالم ہے ہماری آنکھوں سے نظر آنے والی چیزوں میں کوئی نہیں بلکہ وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔

مسئلہ توحید

عقیدہ (۲)۔ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

دلیل۔ا

عقیدۂ توحید اساس اعظم اسلام ہے جس کے اندر تمام مذاہب کے قدم لغزش کھاتے ہیں اور اسی مقام پر مذہب حق وملل باطلہ کی آزمائش ہوتی ہے اور عنقریب تمام عالم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جیسی کامل تعلیم توحید الٰہی کے بارے میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اس کی نظیر قیامت تک کوئی نہیں پیش کر سکتا۔

شریعت اسلامیہ نے ہم کو توحید اعتقادی کے ساتھ توحید حالی بھی سکھلائی ہے جس کا کسی دوسرے مذہب میں پتہ بھی نہیں۔ اور توحید اعتقادی کا اگر چہ دیگر مذاہب میں کسی قدر نام ونشان ملتا ہے مگر موازنہ کرنے سے ہر انصاف پسند طبیعت خود فیصلہ کرلے گی کہ شریعت اسلامیہ نے جس طرح اس کے بیش بہا انمول موتیوں کو صاف و ستھرا کر کے ظاہر کیا ہے۔ دوسرے مذاہب اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتے۔

چونکہ عقیدۂ توحید مذہب اسلام کی بنیاد ہے اس لئے ہم اس مبحث کو کسی قدر بسط وتفصیل کے ساتھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ شاید کوئی اللہ کا بندہ جس نے ہنوز نظر تعصب سے محاسن اسلام کو دیکھا ہے تھوڑی دیر کے لئے انصاف کے ساتھ اس ناچیز تحریر میں غور کرلے تو آفتاب شریعت محمدیہ کی ایک جھلک اس کے دل پر پڑ جائے اور اس کو بخوبی واضح ہو جائے کہ مسئلہ توحید کی تعلیم صرف شریعت اسلامیہ محمدیہ ہی کا حصہ ہے۔

نیز وہ بھولے بھالے برادران اسلام جن کی دیدۂ بصیرت پر زمانۂ حال کے مادہ پرستوں کی بدولت سائنس جدید کی دلفریب وحیران کن تحقیقات نے پردہ ڈال دیا ہے۔ اور اس لئے ان کو بوجہ اعتقاد قدامت مادہ توحید الٰہی میں قدرے تذبذب ہونے لگا ہے۔ اس تقریر کو ملاحظہ فرما کر صحیح اور سچے مذہب اسلام کی خوبیاں کھلی آنکھوں دیکھ

لیں اور پھر کبھی کسی مصنوعی اور ملمع ساز تحقیق پر جو اسلامی تعلیم کے خلاف ہو کان نہ دھریں
''وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب''

پیش ازیں کہ اسلامی توحید کا موازنہ دیگر مذاہب کی توحید سے کیا جائے۔ ہم توحید مطلق کی ضرورت پر عقلی دلائل قائم کر دینا چاہتے ہیں تا کہ منکران توحید سمجھ لیں کہ خلاق عالم کی عظمت و جلالت بدون یکتائی اور وحدت کے بالکل ناقص اور کالعدم ہو جاتی ہے۔ اگر صانع عالم کی ذات تمام مخلوق سے زیادہ عظمت والی ہے تو اس کے لئے واحدہ لاشریک لہ ہونا بہت ضروری ہے، کیونکہ ہم ابھی اثبات وجود صانع کی بحث میں بیان کر چکے ہیں کہ خدا کے لئے کامل الوجود ہونا ضروری ہے اور کامل الوجود ہونا عدم سے بالکل پاک ہونے پر موقوف، تو یوں کہئے کہ خدا وہ ہے جو تمام صفات کمال کا جامع اور تمام صفات نقصان وعیب سے پاک ہو اس لئے کہ تمام کمالات کا منشاء وجود ہے اور تمام عیوب کی جڑ عدم ہے جو شے جس قدر عدم سے حصہ لئے ہوئے ہوگی اسی قدر ناقص اور باعیب ہوگی اور جس قدر زیادہ وجود سے حصہ لئے ہوئے ہوگی اسی قدر صاحب کمال اور بے عیب ہوگی اور چونکہ خدا کے لئے کامل الوجود ہونا تمام عقلاء کے نزدیک ضروری ہے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تمام صفات کمال سے اس طرح متصف ہو کہ کوئی کمال اس سے رہ نہ جائے اور تمام صفات عیب ونقصان سے اس طرح پاک ہو کہ کسی برائی کو اس سے ذرا بھی لگاؤ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر نہیں

اب ہم نہایت زور کے ساتھ دعوی کرتے ہیں کہ شرکت اور مساوات ایک بہت بڑا عیب ہے اس سے بھی ذات خداوندی کو منزہ ومبرا ہونا چاہئے اور بے نظیری اور یکتائی ایک اعلیٰ صفت کمال ہے اس کے ساتھ خداوند عالم کو ضرور متصف ہونا چاہئے کامل بادشاہ وہی کہلاتا ہے جس کا ہمسر اور ہم پلہ کوئی دوسرا نہ ہو جس بادشاہ کے مساوی دوسرا بادشاہ بھی موجود ہو وہ ہرگز سلطان کامل کہلانے کا مستحق نہیں۔ عالم کامل وہی ہے

جس کے برابر کوئی دوسرا عالم موجود نہ ہو۔ کامل شجاع و بہادر وہ ہے جس کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ ہو۔ غرض یکتائی اور بے نظیری ایک بہت بڑی صفت کمال ہے جس کے برابر کوئی بھی صفت نہیں، جب کسی کی مبالغہ آمیز تعریف وثنا کرتے ہیں تو یہی کہا کرتے ہیں کہ یہ اپنے آپ ہی نظیر ہے اس کی نظیر نہیں مل سکتی فلاں شخص بینظیر فاضل ہے۔ بیمثل سخی ہے شاعر عرب ابوالطیب متنبی سیف الدولہ کی تعریف میں کہتا ہے۔

مضت الدهور وما اتين بمثله ولقد اتى فعجزن عن نظر ائه

زمانہ دراز گذر گیا اور ممدوح کی نظیر پیدا نہ ہوسکی اور جب وہ آیا تو زمانہ آئندہ کے لئے اس کی نظیر پیدا کرنے سے عاجز ہوگیا۔

تفتیش اور تلاش کرنے کے بعد معلوم ہوسکتا ہے کہ عموماً تمام عقلاء انسان یکتا اور بے نظیر ہونے کو غایت درجہ کی تعریف اور صفت کمال سمجھتے ہیں اور شرکت ومساوات کو کمال کے منافی اور عیب خیال کرتے ہیں چنانچہ جب کوئی ماہر کاریگر کوئی نئی ایجاد کر کے کمال کا دعوی کرتا ہے تو دوسرا کاریگر یہ کہہ کر اس کے کمال کو عیب لگا دیتا ہے کہ ایسی صنعت میں بھی کرسکتا ہوں اگر اس نے سچ مچ اس کا مقابلہ کر دکھایا تو پہلے مدعی کو نیچا دیکھنا پڑے گا اور اگر اس کا مقابلہ کوئی بھی نہ کرسکا تو اس وقت پہلا کاریگر بوجہ یکتا اور بے نظیر ہونے کے ضرور کامل فن اور استاد کہلانے کا مستحق ہو جائے گا۔

چنانچہ جب قرآن مجید نازل ہوا اور اس کے کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو اس کی صداقت کے لئے اس کی بے نظیری ہی دلیل قرار دی گئی کہ اس کے مثل کوئی کلام نہیں ہوسکتا اور جس کسی کو دعوی ہو مقابلہ کر کے آزمائے، اس دعوی کے بعد کسی کو یہ کہنے کی جراءت نہیں ہوئی کہ یکتا اور بے نظیر ہونا کوئی کمال نہیں بلکہ عام طور پر سب نے اس بات کو تسلیم کیا کہ اگر اس کلام کا مثل موجود نہ ہوسکا تو یقیناً اس کو کلام الٰہی مانا جائے گا اگر کسی نے اعتراض کیا تو یہ کیا کہ کلام معجز اور بینظیر نہیں ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں۔ **قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنامثل هذا** [انفال: ۳۱] اگر فی الواقع کوئی یہی قرآن کے برابر دوسرا کلام پیش کر دیتا تو یہ ایک بہت بڑا عیب قرآن کے لئے قرار پاتا

مگر چونکہ قرآن سچ مچ کلام الٰہی ہے اس لئے زبان سے تو کفار نے یہ کہدیا کہ ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں مگر جب عار دلا دلا کر اس کے مثل کلام پیش کرنے کے لئے ان کی حمیت و غیرت کو جوش میں لایا گیا تو سب نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لئے اور بجز زبانی دعوے کے مقابلہ کر کے ایک نے بھی نہ دکھایا جس سے انصاف پسند عقلاء نے سمجھ لیا کہ قرآن واقعی کلام الٰہی ہے کیونکہ وہ یکتا اور بے نظیر کلام ہے۔

پس اس تمثیل سے مقصود یہ ہے کہ جب کلام الٰہی کے لئے یکتا اور بے نظیر ہونا صفت کمال اور مدار صداقت ہونا مسلم ہے تو خود ذات خداوندی کے لئے وحدت و یکتائی کیونکر صفت کمال نہ ہوگی، بلکہ کلام الٰہی کی علامت یکتائی اور بینظیری اسی واسطے قرار پائی ہے کہ اس کا متکلم خود یکتا اور بے نظیر ہے۔ پس نہایت ظلم ہے کہ جس صانع عالم کو کامل الوجود مانا جاتا ہے اور اس کے لئے یکتائی اور وحدت جس کا اعلیٰ صفت کمال ہونا تمام عقلاء کے پاس مسلم ہے ثابت نہیں کی جاتی اور شرکت و مساوات جو یقیناً صفت عیب و نقصان ہے اسکے لئے نامزد کی جاتی ہے، حالانکہ صانع عالم کے لئے بوجہ کامل الوجود ہونے کے جملہ عیوب سے پاک اور منزہ ہونا ضروری ہے۔

تمام صفات کمال اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں

اس دلیل سے جس طرح کہ وحدت و یکتائی کا ثبوت عقلی طور پر حق تعالیٰ کے لئے ہو گیا اسی طرح تمام صفات کمال کا اس رب اعلیٰ کے لئے ثابت ہونا معلوم ہو گیا اور جیسا کہ شرکت و مساوات سے ذات خداوندی کی براءت معلوم ہو گئی اسی طرح جملہ صفات عیب سے اس کی پاکی سمجھ میں آ گئی ہو گی کیونکہ اس دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ منشاء کمال وجود ہے اور سبب نقصان عدم۔ جس چیز سے عدم کا کچھ بھی لگاؤ ہو وہ تو کسی قدر صفات نقصان سے حصہ لے سکتی ہے۔ مگر جو ذات عدم سے بالکل مبرا و منزہ ہو اور اس کے لئے وجود کامل مانا گیا ہو اس میں ہرگز کوئی بھی عیب نہیں ہو سکتا کیونکہ جب سبب نہیں تو مسبب کیسے ہو سکتا ہے جب عدم نہیں تو کوئی عیب کہاں سے آ جائے گا؟

اور صانع عالم عقلاً ونقلاً و بداہتہً ایسی ہی ذات ہے جس میں عدم کا شائبہ بھی نہیں اور اس کا وجود ہر طرح کامل واکمل ہے۔ پس وہ تمام صفات کمال حیات وعلم غیب وحلم وحکمت و عفو وقدرت ومغفرت وجود وتکلم وارادہ رحمت وغضب وغیرہ سے اسی طرح موصوف ہوگا جیسا کہ وحدت و یکتائی سے متصف ہے۔ اور ظلم وتعدی وفقر واحتیاج وعجز وبخل وجہل وغیرہ تمام صفات نقصان وعیب سے اسی طرح پاک ہوگا جس طرح کہ شرکت ومساوات سے مبرا ومنزہ ہے۔

حضور ﷺ کے عالم الغیب نہ ہونے کی دلیل

اس جگہ ایک بات قابل فہم ہے وہ یہ کہ جب معلوم ہوگیا کہ تمام صفات کمال کا منشا اور سبب وجود ہے، اور یہ پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ تمام عالم کا وجود عطیہ خداوندی ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مخلوقات میں جو قدر قلیل صفات کمال وعلم وحکمت وقدرت وسخاوت وغیرہ کا ظہور ہے یہ سب مثل وجود کے عطیہ رب العالمین ہیں۔ پس جو نسبت مخلوقات کے وجود کو خالق کے وجود سے ہے وہی نسبت ان کی صفات کمال کو خالق کی صفات سے ہوگی اور ظاہر ہے کہ صانع عالم کے وجود کامل کے سامنے ہمارا تمہارا وجود کچھ بھی نہیں تو ہمارے یہ صفات کمال بھی اس کی صفات کمال کے آگے بالکل کالعدم ہیں۔

پس یہاں سے ان نادانوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ کی طرح عالم الغیب کہتے ہیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھم ان یقولون الا کذبا۔ [کہف:۵] یہ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ کچھ نہیں یہ تو صریح جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تمام اولاد آدم کے سردار اور تمام اولین وآخرین سے علم وحکمت اور تمام صفات کمال میں ضرور زیادہ ہیں کیونکہ آپ کا وجود مبارک سب سے

مقدم ہے، مگر ظاہر ہے کہ آپ کے وجود کی بھی خدا کے وجود کے سامنے کوئی حقیقت نہیں آپ بھی خدا کی ایک عاجز مخلوق اور مطیع و تابعدار بندے ہیں جیسا خدا کے وجود کے سامنے آپ کا وجود کچھ بھی نہیں تو اس کے علم کے مقابلہ میں آپ کا علم یہی کچھ نہ ہونا چاہئے کیونکہ ہم ثابت کر چکے کہ جس قدر وجود کامل ہوگا اسی قدر صفات کمال سے بھی حصہ زیادہ ہوگا جس قدر ظرف وسیع ہوگا اسی قدر مظروف بھی وسیع ہوسکتا ہے جب حضور ﷺ کی ہستی اور آپ کا وجود ایک محدود مقدار میں ہے تو آپ کا علم بھی محدود ہوگا اور چونکہ وجود باری تعالیٰ غیر محدود ولم یزل ولا یزال اور غیر متناہی ہے اس کے صفات کمال بھی غیر محدود اور غیر متناہی ہوں گے۔ پس سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے علم کو علم الٰہی سے کیا نسبت ہے اگر چہ آپ کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے۔

یہ نادان باوجود مسلمان ہونے کے اتنا نہیں سمجھتے کہ سیدنا محمد رسول ﷺ کو عالم الغیب کہنا خدا تعالیٰ کے لئے ایک شریک فی الصفۃ ٹھہرانا اور اس کی وحدت و یکتائی کو بٹہ لگانا ہے۔ اور اگر حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے سے یہ مراد نہیں کہ آپ خدا کے برابر ہیں، بلکہ یہ مراد ہے کہ آپ کو کچھ علم غیب حق تعالیٰ کے بتلانے سے حاصل ہے تو اگر چہ اس مراد میں کچھ خرابی نہیں مگر عالم الغیب کہنا جب بھی حرام ہوگا کیونکہ عالم الغیب خدا کی خاص صفت ہے جیسے کہ رحمٰن مالک الملک ذوالجلال والاکرام کسی کو کہنا جائز نہیں ایسے ہی عالم الغیب بھی کسی کو خدا کے سوا کہنا جائز نہیں ہوسکتا۔

اگر کسی قدر علم غیب حاصل ہو جانے سے آپ کو عالم الغیب کہنا جائز ہوسکتا ہے تو حضور ﷺ کو رحمٰن بھی کہنا چاہئے کیونکہ آخر کسی قدر رحمت تو آپ کے اندر بھی تھی آپ کو ذوالجلال والاکرام بھی کہنا چاہئے کیونکہ کسی قدر جلال وہیبت تو حق تعالیٰ نے آپ کو بھی عطا کی تھی آپ کو مالک الملک بھی کہنا چاہئے کیونکہ کسی قدر ملک کے تو آپ بھی مالک تھے اور اگر ان الفاظ کا اطلاق حضور ﷺ پر جائز نہیں تو یاد رکھو! کہ عالم الغیب کہنا بھی حضور ﷺ کو جائز نہیں ہوسکتا مثل رحمٰن و مالک الملک وغیرہ کے عالم الغیب بھی حق تعالیٰ کی خاص صفت ہے قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب

الا اللہ ۔[النمل:۶۵] (فرما دیجئے کہ علم غیب بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں) صاف ارشاد خداوندی موجود ہے۔

دلیل (۲): کامل الوجود ایک ہی ذات ہے

اے صاحبان! ذرا غور کیجئے اور فہم سے کام لیجئے کہ صانع عالم کا وحدہ لا شریک لہ ہونا کس قدر ظاہر و بدیہی ہے کہ اس سے زیادہ روشن دوسری کوئی بات نہیں معلوم ہوتی۔

تقریر گذشتہ سے یہ تو اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہوگا کہ صانع عالم وہ ذات ہے جس کا وجود کامل ہو اس میں کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔ اب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ کامل الوجود ایک ہی ذات ہو سکتی ہے دو یا اس سے زیادہ ہونا غیر ممکن ہے۔ اس لئے کہ تمام اوصاف اور ہر مفہوم پر نظر کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وجود کا احاطہ اور اس کی وسعت سب سے زیادہ ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ ہم اور آپ زید و عمرو انسانیت میں شریک ہیں اور انسان ہونے میں سب برابر ہیں اور گائے بیل گھوڑے گدھے اس صفت میں ہمارے شریک نہیں مگر جاندار ہونے میں وہ اور ہم سب برابر ہیں تو معلوم ہوا کہ جاندار کا احاطہ انسانیت کے احاطہ سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو انسان نہیں اور جاندار ہیں، مگر انسان کوئی ایسا نہیں جو جاندار نہ ہو پھر ذرا آگے بڑھئے تو معلوم ہوگا کہ درخت اور پھل اور تمام نباتات جاندار نہیں اس لئے وہ ایک نئی قسم پیدا ہو گئی، مگر ایک بات میں وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں نشو و نمو میں کہ جس طرح انسان اور جملہ حیوانات پہلے نطفہ کی صورت میں ہوتے ہیں پھر گوشت پیدا ہوتا ہے پھر ہڈیاں اور رگ پٹھے لگتے ہیں پھر آہستہ آہستہ نشو و نمو حاصل کرتے ہوئے اپنی طبعی قوت پر پہنچ جاتے ہیں یہی حال تمام نباتات کا ہے تو نشو و نمو یہ ایک ایسی صفت ہے کہ اس کا احاطہ جاندار ہونے کی صفت سے بھی وسیع تر ہے کیونکہ جاندار تو صرف انسان اور حیوانات ہی ہیں اور نشو و نمو پانے والے انسان و حیوانات کے سوا نباتات ہزارہا درخت اور لاکھوں گھاس بیل

جڑی بوٹیاں ہیں۔

اس سے آگے نظر دوڑائیے کہ اینٹ پتھر پانی، آگ ہوا، مٹی آسمان، چاند سورج ستارے وغیرہ نہ جاندار ہیں نہ ان کے لئے نشو ونمو ہے اس لئے یہ ایک نئی قسم کی مخلوق معلوم ہوئی مگر ایک صفت میں یہ بھی ہمارے شریک ہیں یعنی جسمیت میں کہ جس طرح ہمارے لئے جسم ہے مٹی اور پانی بلکہ تمام افلاک وعناصر کے لئے بھی جسم ہے معلوم ہوا کہ جسمیت کی حکومت نشو ونمو کے احاطہ سے بھی زیادہ وسیع ہے کیونکہ بہت سی چیزوں میں نشو ونمو نہیں اور جسم ہے اور نشو ونمو پانے والی کوئی چیز ایسی نہیں جو جسمیت سے خالی ہو۔

اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو نہ جسم ہیں نہ نشو ونمو پانے والی ہیں نہ حیوان ہیں نہ انسان جیسے سیاہی، سفیدی، سردی، گرمی، خشکی، تری، ظلمت، وروشنی، اوران کے سواوہ تمام صفات جو جسم کے ساتھ مل کر پائی جاتی ہیں نہ وہ جاندار ہیں نہ ان کے واسطے نشو ونمو ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بات میں یہ بھی ہمارے شریک ہیں یعنی وجود میں، جیسے انسان اور حیوانات و نباتات و جمادات اور چاند سورج ستارے آسمان موجود ہیں ویسے ہی سیاہی سفیدی اور روشنی تاریکی اور خشکی وتری یہ صفات بھی موجود ہیں۔

اب ذرا نظر کو اچھی طرح وسیع کیا جائے تو کوئی چیز وجود کے احاطہ سے باہر نہیں معلوم ہوگی کیونکہ اس عالم میں کوئی چیز کسی قسم اور کسی نوع کی ہو موجود ضرور کہلائے گی۔

پس ثابت ہوگیا کہ وجود کا احاطہ سب سے زیادہ وسیع ہے، بلکہ فہم وانصاف ہو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وجود ہر طرح سے غیر محدود اور غیر متناہی ہے اس کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں کیونکہ محدود اور متناہی ہونے کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ کوئی چیز کسی ایک ایسی حد پر ختم ہو جائے کہ اس سے آگے اس کا بڑھنا ممکن نہ ہو اور کسی شے کے لئے حد اور نہایت اسی وقت متصور ہوسکتی ہے جبکہ اس کے آگے کوئی ایسی شے مانی جائے جس میں یہ حد نہ ہو اس کے اوپر کوئی ایسی وسیع چیز مانی جائے جس میں یہ قید نہ ہو۔

مگر ہم ثابت کر چکے ہیں اور عقل سلیم تسلیم کر چکی کہ وجود کہ اوپر کوئی صف ایسی نہیں جس کا احاطہ وجود سے زیادہ وسیع ہو، کیونکہ جس چیز میں وجود نہیں وہ تو معدوم ہے وہ کوئی چیز ہی نہیں پس ثابت ہو گیا کہ وجود کا احاطہ غیر محدود اور غیر متناہی ہے، اور خدا کامل الوجود ذات کا نام ہے تو خدا کا احاطہ اور اس کی حکومت بھی غیر متناہی ہونی چاہئے ورنہ وہ کامل الوجود نہ ہوگا بلکہ ناقص الوجود ہوگا اور ناقص الوجود خدائی کے قابل نہیں ہوسکتا۔

ناقص الوجود تو ہم اور آپ بھی ہیں خدا کے لئے کونسا کمال رہا۔ غرض کامل الوجود ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ اس کا احاطہ قدرت اور دائرہ حکومت غیر محدود اور غیر متناہی ہو۔ اب آپ ہی سوچئے کہ جب ایک خدا کا احاطہ غیر متناہی اور غیر محدود ٹھہرا تو دوسرے خدا کے آگے گنجائش کہاں رہی، دوسرے کی گنجائش تو جب ہو جبکہ پہلے کا احاطہ محدود مان لیا جائے اور اس کے احاطہ کو محدود ماننا اس کے وجود کو ناقص کرنا ہے اور وجود کو ناقص کرنے سے اس کی خدائی کا ابطال لازم آئے گا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا، پس ثابت ہو گیا کہ کامل الوجود خدا دو ہرگز نہیں ہو سکتے، یہی اسلام کی تعلیم ہے اللہ لا الہ الا ھو، اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

دلیل (۳): اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل

حضرات من! اگر خدا دو یا کئی مانے جائیں گے تو لازم آئے گا کہ یہ کارخانہ عالم بالکل درہم برہم اور نیست و نابود ہو جائے، کیونکہ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس عالم کو جس قدر وجود کی ضرورت ہے اس کے عطا کرنے پر ان کئی خداؤں میں سے ہر ایک قادر ہے یا نہیں؟ اگر الگ الگ اس عالم کے موجود کرنے پر کوئی قادر نہیں تو سمجھئے کہ ان میں خدائی کے قابل ایک بھی نہیں کیونکہ خدا کے لئے کامل الوجود ہونا پہلی شرط ہے اور کامل الوجود وہ ہے جس کی قدرت کے احاطہ سے کوئی چیز بھی باہر نہ ہو لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ ہر ایک اس عالم کو اس کے بقدر ضرورت وجود عطا کرنے پر قادر ہے تو

اس صورت میں اول تو یہ سوال در پیش ہوگا کہ جب ہر ایک قادر ہے تو خواہ مخواہ چند خداؤں کے ماننے کی کیا ضرورت ہوئی ایک ہی کا مان لینا کافی تھا۔ یہ بھی ایک خانہ پری کرنا ہوئی کہ بلاضرورت بہت سے خدا کھڑے کر لئے۔

دوسرے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تمہاری خاطر سے چند مان لئے جائیں تو یہ بتلاؤ کہ اس عالم کو ایک نے پیدا کیا یا سب نے مل کر، اگر ایک ہی نے پیدا کیا ہے تو دوسرے خدا زائد اور بالکل فضول ہوئے۔ عقل ہرگز ان کے وجود کی ضرورت کو تسلیم نہ کرے گی۔ اور اگر سب نے مل کر اس عالم کو وجود عطا کیا ہے تو لازم آئے گا کہ یہ عالم پارہ پارہ ہو جائے کیونکہ اس کے وجود کے لئے تو ایک ہی تاثیر کافی تھی دوسرے کی تاثیر اس سے زائد اور ظاہر ہے کہ ایک سانچہ میں دو چیزیں اور ایک سیر کے برتن میں دو سیر اور ایک آدمی کی جگہ میں ایک ساتھ دو شخص نہیں سما سکتے اور اگر زبردستی کر کے بھرا جائے گا تو برتن ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ سارے خدا آخر حکیم بھی تو ہوں گے وہ اس قدر وجود ہی کیوں عطا کریں گے جو برتن کو توڑ دے بلکہ تقسیم کر کے کچھ ایک دے گا کچھ دوسرا تو سمجھ لیجئے کہ وجود قابل تقسیم نہیں وجود تمام چیزوں کا ایک ہی ہے اور یہ جو فرق نظر آ رہا ہے کہ وجود آسمان زمین کا مستحکم اور دیرپا ہے اور وجود ہمارا تمہارا ضعیف ہے یہ تفاوت وجود کا نہیں، بلکہ موجودات کی قابلیت کا تفادت ہے اس کی بعینہ ایسی مثال ہے کہ ایک وسیع میدان میں دھوپ ہو اور ایک تنگ صحن میں دھوپ ہو ظاہر ہے کہ دھوپ ہر جگہ ایک ہی ہے مگر دیرپا ہونے اور نہ ہونے کا فرق مکان کی وسعت و تنگی کی وجہ سے ہے یہی حال وجود کا ہے کہ وجود سب کا یکساں اور تفادت بوجہ موجودات کی قابلیت کے اختلاف کے ہے۔ ورنہ اگر وجود خدانخواستہ قابل تقسیم ہوا تو لازم آئے گا کہ خدا مرکب ہو اور ہر مرکب کو اجزاء کی طرف احتیاج لازم تو پھر کیا خدا کو بھی محتاج اجزاء کا مانا جائے گا۔

اس کو تو کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ محتاج ہونا شان خدائی

کے بالکل منافی ہے یاد رکھئے کہ حق تعالیٰ جو مخلوق کو وجود عطا فرماتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنے وجود میں سے کوئی حصہ جدا کر کے ہم کو اور آپ کو دے دیا ہے اس صورت میں تو معاذ اللہ یہ لازم آئے گا کہ خدا کا وجود ناقص ہو جائے اور یہ شان خداوندی کے بالکل خلاف ہے۔

بلکہ اعطاء وجود کی مثال ایسی ہے جیسا کہ آفتاب عالم کو روشنی عطا کرتا ہے، روشنی آفتاب کے سوا کسی چیز میں نہیں البتہ اس کی شعائیں ہر چیز پر پڑتی ہیں جن سے حسب قابلیت ہر چیز منور ہو جاتی ہے نور آفتاب سب کو یکساں پہنچتا ہے۔ اسی طرح وجود اصل میں خدا ہی کا ہے اور مخلوقات کے لئے وجود بالکل نہیں بلکہ وجود کی شعائیں اور اس کا پرتو ان پر پڑتا ہے جس سے نادان شخص ان چیزوں کے لئے بھی وجود سمجھ لیتا ہے بات یہ ہے کہ اس شخص کی عقل موجود حقیقی تک نہیں پہنچی اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ کوئی شخص گھر کے اندر بیٹھا ہو اور در و دیوار پر دھوپ کو دیکھ کر سمجھنے لگے کہ یہ نور اسی کا ہے لیکن جو شخص میدان میں کھڑا ہوا آفتاب عالم تاب کی نور افشانی کا مشاہدہ کر رہا ہے وہ سمجھتا ہے کہ تمام عالم اصل میں تاریک اور نورانی صرف ایک آفتاب ہے اور تمام چیزوں پر اس کی شعائیں جھلکتی ہیں ایسی ہی عارف جو کہ دل کی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کے وجود کامل کا مشاہدہ کرتا ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ تمام عالم ناپید اور معدوم ہے اور جو کچھ یہ ہستی نظر آ رہی ہے یہ اس موجود اصلی کے وجود کا پرتو اور اس کی ایک جھلک ہے۔

غرض میں یہ کہہ رہا تھا کہ وجود قابل تقسیم نہیں اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سب خداؤں کی طرف سے جب وجود تقسیم ہو کر آئے گا تو ضرورت سے زیادہ نہ ہو گا نہ عالم درہم برہم ہو گا ہم دلیل واضح سے اس خیال کی غلطی ظاہر کر چکے جس سے یہ بات انصاف پسند طبیعت اچھی طرح سمجھ گئی ہو گی کہ وجود منقسم ہو کر ہرگز نہیں آ سکتا بلکہ سب کی طرف سے برابر درجہ میں پہونچے گا جس سے اشیا عالم حسب قابلیت حصہ لیں گی۔ اب اگر کئی خدا مانے جائیں تو خیال کیجئے کہ یہ عالم سب کی تاثیر کو کس طرح قبول کرے گا جبکہ اس کے لئے ایک ہی کی تاثیر کافی تھی۔ حضرات! دوسری تاثیر اس وقت مفید ہوا

کرتی ہے جبکہ پہلی تاثیر ناقص ہو ایک شے کے لئے دو مؤثر کامل بھی نہیں ہو سکتے۔

پس کارخانہ عالم کے لئے دو صانع اور دو خدا بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان دونوں کی تاثیر کامل ہوگی اور بقاء عالم کے لئے جب ایک ہی کی کامل تاثیر کافی ہے تو دوسری تاثیر کی اس میں گنجائش ہی کیا ہوگی اسی کو عقلاء کہتے ہیں کہ ایک معلول کے لئے دو علۃ تامہ کا ہونا محال ہے اسی مضمون کو قرآن شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔لو کان فیھما آلھة الا اللہ لفسدتا. [انبیاء: ۲۲] اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا چند خدا اور ہوتے تو زمین وآسمان درہم برہم ہو جاتے۔

دلیل (۴) صانع عالم یکتا ہے

صانع عالم واحد و یکتا کیوں نہ ہو جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر کارخانہ کے لئے ایک ہی اصل پر قرار ہے ہر کثرت کا منتہیٰ وحدت ہی نظر آتی ہے تمام بیشمار چیزیں ایک ہی اصل کی طرف سمٹی ہوئی معلوم ہوتی ہیں: ا۔نورآفتاب کو دیکھئے تو ہزاروں مکانوں اور ہزاروں روشندانوں میں جدا جدا جلوہ دکھلا رہا ہے پر سب کو آفتاب کے ساتھ تعلق ہے۔۲۔عدد کے سلسلہ پر نظر کیجئے تو ایک سے لے کر الی غیر نہایۃ پھیلا ہوا ہے کہیں دو ہیں کہیں تین کہیں چار کہیں دس کہیں بیس کہیں سو کہیں ہزار کہیں لاکھ علی ہذا القیاس پر سب کی اصل وہی ایک ہے یہاں آ کر تمام سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔۳۔موجوں اور بلبلوں کو دیکھئے تو سب کی اصل وہی ایک پانی ہے۔۴۔پتوں اور شاخوں کو دیکھئے تو سب کی اصل وہی ایک جڑ ہے۔۵۔اپنے ہاتھ پیروں کو دیکھئے تو سب کی جڑ وہی ایک نطفہ ہے۔ ۶۔اور تمام اجسام کو دیکھا جائے تو سب کی انتہا ایک جزءلایتجزی یا ایک جسم بسیط پر ہوتی ہے۔جسم انسانی وحیوانی ونباتی وفلکی وعنصری سب کی اصل جزلایتجزی یا ایک جسم بسیط ہی نکلے گی۔۷۔سلسلہ صفات کو دیکھئے تو انسانیت وحیوانیت وجسمیت غرض تمام اوصاف کی انتہا ایک ہی صف پر ہے یعنی وجود پر جس کے اوپر کوئی صفت نہیں غرض جب کارخانہ عالم کی چیزوں کو الگ الگ دیکھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی انتہاء ایک اصل پر ہوتی

ہے تو اس قاعدہ کے موافق اس تمام مجموعہ عالم کی انتہاء بھی ایک ہی ذات پر ہونی چاہئے اسی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ والی اللہ ترجع الامور . [فاطر:۴] کہ سب چیزوں کی انتہا خدا تعالیٰ کی طرف ہے۔

دلیل (۵) اللہ کی وحدانیت اصلی ہے

وحدت بھی منجملہ صفات موجودہ کے ہے اور ہم مکرر عرض کر چکے ہیں کہ اوصاف کے پھیلاؤ اور وسعت کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہر وصف کے لئے ایک ہی مبدا اور اصل منشاء ہوتا ہے جس میں وہ وصف کامل طور پر موجود ہوتا ہے اس کو مصدر وصف اور موصوف بالذات کہتے ہیں باقی تمام چیزیں اس وصف میں مصدر وصف سے مستفید ہوتی ہیں ان کو موصوف بالعرض کہتے ہیں، چنانچہ اس کی نظیریں ہم پہلے بیان کر چکے۔ اس قاعدہ کی بناء پر جب وحدت کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی ایک صفت موجودہ ہے تو اس کے لئے بھی ایک مصدر وصف اور موصوف بالذات کا ہونا ضرور معلوم ہوتا ہے، جس کی وحدت اصلی اور کامل ہو۔ دنیا کی تمام چیزوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان کا وجود عارضی اور ناقص ہے وحدت بھی عارضی اور ناقص ہے جس طرح ادنی وجود جدا ہو جاتا ہے وحدت بھی کبھی جدا ہو جاتی ہے، چنانچہ درختوں کی انتہا جڑ کے اوپر ہے اور ہاتھ پیروں کا اصل نطفہ ہے۔ موجوں کا منتہا پانی ہے۔ یہ سب چیزیں اپنی فروع کے لحاظ سے واحد معلوم ہوتی ہیں مگر فی نفسہ ہر ایک قابل تقسیم ہے اور تمام اجسام کی انتہا جزء لایتجزی یا ایک جسم بسیط پر ہے اگر چہ بظاہر قابل تقسیم نہیں، مگر وحدت اس کی بھی اصلی نہیں کیونکہ اول تو جزء لایتجزی عالم میں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں ہیں دوسرے ہر جز لایتجزی کو الگ الگ بھی دیکھا جائے تو اس کے لئے ایک صورت وشکل اور وضع وہیئت ضرور ہوتی ہے تو وحدت کہاں رہی یہ تو پھر کثرت آ گئی لاچار ہو کر یہی کہنا پڑے گا کہ جس ذات کا وجود اصلی ہے وحدت بھی اس کی اصلی ہے واحد اصلی اس کے سوا کوئی نہیں، اس کے سوا سب کی وحدت ناقص ہے اور موجود اصلی ثابت ہو چکا کہ حق تعالیٰ

شانہ کی ذات ہے پس واحد اصلی بھی وہی ہے ورنہ کسی کو ہمت ہو تو خدا کے سوا کوئی ایسی چیز بتلا دے جس کی وحدت اصلی ہو اور اس میں نام کو بھی کثرت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر شبہ کا جواب

اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ خدا تعالیٰ کے تو صفات کثیرہ علم وحکمت وعفو وقدرت وغیرہ ثابت کی جاتی ہیں اس صورت میں وحدت اصلی کس طرح باقی رہ سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تمام صفات کمالیہ وجود کے تابع ہیں اور غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اصل صفت کمال صرف ایک یعنی وجود کامل ہے اور علم وحکمت وقدرت وغیرہ تمام صفات اسی وجود کامل کے مختلف آثار کے اعتبار سے متعدد نام اور مختلف تعبیریں ہیں۔

عباراتنا شتی و حسنک واحد وکل الی ذاک الجمال یشیر.

یہ بھی شبہ نہ کیا جائے کہ مثل وحدت کے کثرت بھی ایک صفت ہے اس کے اصل منشاء اور موصوف بالذات کون ہوگا؟ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کثرت صفت موجودہ نہیں وہ درحقیقت وجود کے اقسام میں سے نہیں ایک غلطی کی وجہ سے اس کو موجودات میں شمار کر لیتے ہیں اور دراصل جیسے وحدت کا منشاء وجود ہے کثرت کا مبنی عدم پر ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نور آفتاب ایک شے واحد ہے لیکن اگر ایک مکان کی دیوار میں دو روشندان ہوں تو بیچ کے اندھیرے کی وجہ سے ہر روشندان کا نور جدا معلوم ہوگا تو یہ کثرت بیچ کے اندھیرے کے سبب سے معلوم ہوتی ہے اگر بیچ میں اندھیرا نہ ہو مثلاً دیوار اٹھادی جائے تو سب ایک ہی نور ہو جائے اور یہ فرق و امتیاز و تعدد جس کا نام کثرت ہے باقی نہ رہے اور ظاہر ہے کہ یہ تعدد اور کثرت اندھیرے کے سبب سے تھا اور اندھیرا نور نہ ہونے کا نام ہے اور یہی عدم ہے تو معلوم ہوا کہ یہ کثرت عدم کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے وجود کے اقسام میں سے نہیں تاکہ اس کے لئے کسی سے منشاء اور مصدر وصف کو تلاش کیا جائے۔ علی ہذا القیاس وجود بھی اصل میں واحد ہی ہے کیونکہ کثیر کا تو وجود ہی نہیں کثیر تو معدوم کی قسم سے ہے اور یہ کثرت جو وجود کی نظر آ رہی ہے اس کا

منشاء وہی عدم ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جتنی مخلوقات ہیں یہ سب دراصل معدوم ہیں حق تعالیٰ کے وجود کی شعاع ان پر پڑ گئی تو یہ نیست سے ہست معلوم ہونے لگیں پس دراصل وجود تو حق تعالیٰ شانہ ہی کا ہے اور وہ ایک وجود ہے اس میں کثرت کہاں مگر کثرت اس وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اس وجود کی شعاع ممکنات پر پڑ رہی ہے اور ظاہر ہے کہ ممکنات کی اصل عدم ہے چنانچہ محاورہ میں جب بولتے ہیں کہ فلاں شے کا ہونا ممکن ہے اس کے بھی معنی سمجھے جاتے ہیں کہ وہ ابھی معدوم ہے بالفعل موجود نہیں، جب یہ سمجھ میں آ گیا کہ جملہ ممکنات کی اصل عدم ہے تو اب نہایت آسانی سے اس بات کا پتہ چل گیا کہ وجود کی کثرت ایک معدوم چیز کو موجود سمجھنے سے لازم آ گئی ورنہ وجود ایک ہی ہے اور موجود حقیقی بھی اصل میں ایک ہی ہے مگر اس موجود اصلی کی ایک جھلک ممکن معدوم پر جو پڑ گئی تو ظاہر میں اس کو بھی موجود سمجھنے لگے۔

اس کی بعینہ وہی مثال ہے جو پہلے گذر چکی کہ ایک شخص گھر کے اندر بیٹھا ہوا در و دیوار پر دھوپ دیکھ کر ان کو نورانی سمجھنے لگے کون نہیں جانتا کہ یہ اس شخص کی کوتاہ نظری ہے جو زمین تاریک کو نورانی سمجھتا ہے مگر جو شخص کھلے میدان میں آفتاب کی نورافشانی کا مشاہدہ کر رہا ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ جسم نورانی صرف ایک ہے یعنی آفتاب اور اس کے سوا جتنے اشیاء ہیں سب تاریک ہیں مگر اس کی شعاعوں نے ان کو چمکا رکھا ہے۔

پس ان کو نورانی سمجھنا سخت غلطی ہے اور چنانچہ جس وقت کسی سے سوال کیا جاتا ہے کہ نورانی چیزیں کتنی ہیں تو ہر شخص آفتاب و ماہتاب و کواکب ہی کا نام لیتا ہے زمین و آسمان کو ہرگز نورانی اشیاء میں شمار نہ کیا جائے گا معلوم ہوا کہ دراصل ان اشیاء میں نور ہی نہیں برائے نام نور کی ایک جھلک ان پر پڑ رہی ہے جس کی وجہ سے ان کو بھی نورانی سمجھ لیا جاتا ہے اسی طرح موجود صرف ایک ذات ہے جس سے وجود کبھی جدا نہیں ہوتا اس کے سوا تمام چیزیں معدوم ہیں مگر اس موجود واحد کے وجود کا پرتو اور اس کی ایک

شعاع اشیاءِ عالم میں جھلک رہی ہے جس سے دھوکہ کھا کر بعض نادان ان سب اشیاء کو حقیقۃً موجود سمجھنے لگے۔ اگر اصلی موجود پر نظر پڑ جائے تو جیسے آسمان کو آفتاب کے سامنے نورانی نہیں سمجھا جاتا اسی طرح کسی چیز کو موجود اصلی کے سامنے موجود نہ مانا جاتا۔

اور عقل سے بھی یہی بات دل کو لگتی ہے کہ معدوم کا حقیقۃً موجود ہونا ممکن نہیں کیونکہ معدوم تو موجود کی نقیض ہے تو جس طرح عموماً پتھر اور زمین میں نورانیت کی قابلیت نہیں اسی طرح تمام ممکنات میں وجود اصلی کی قابلیت نہیں اور یہ جو وجود نظر آرہا ہے یہ اصلی وجود کی شعاع اور اس کا پرتو ہے اصلی وجود اور حقیقی وجود وہ ہے جس پر عدم طاری نہ ہو سکے۔ پس جس شے کے وجود پر عدم طاری ہو چکا ہو یا آئندہ طاری ہو سکے اور اس کو ہرگز وجود اصلی کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ممکنات بتمامہا سب کے سب دراصل معدوم ہیں ان میں حقیقی وجود کی قابلیت نہیں صرف شعاع وجود کی قابلیت ہے جس سے برائے نام ایک مجازی اور اعتباری وجود ان کو حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ در دیوار کو شعاع آفتابی سے ایک اعتباری نورانیت حاصل ہو جاتی ہے جو بعد چندے زائل ہو جاتی ہے مگر نور اصلی کی اس میں صلاحیت نہیں۔ وہ صرف آفتاب ہی کے لئے ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ اصلی وجود وحدت ہی کا ہے اور کثرت کا وجود اعتباری اور محض نام کا وجود ہے جو در حقیقت وجود نہیں بلکہ وجود کا عکس اور اس کا پرتو ہے۔

وحدۃ الوجود کا مطلب

اس ناچیز تقریر سے امید ہے کہ ناظرین کی فہم سلیم نے مسئلہ وحدۃ الوجود کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا ہوگا۔ اور معلوم ہو گیا ہوگا کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کتنا سہل اور آسان مسئلہ ہے مگر جہال صوفیہ نے اس کو کچھ سے کچھ بنا لیا ہے، وحدۃ الوجود کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کا اور ہمارا وجود ایک ہے اور زید و عمرو۔ اور بیل و گھوڑے سب میں خدا ہی کا وجود ہے یہاں تک کہ صورت سے قطع نظر کر لی جائے تو سب خدا ہی

خدا ہے یہ معنی بالکل غلط ہیں مخلوقات کے وجود کو خدا کے وجود سے کیا نسبت؟ بلکہ وحدۃ الوجود کے معنی جیسا کہ ہم مفصلاً بیان کر چکے ہیں صرف اس قدر ہیں کہ وجود جس کو کہنا چاہئے وہ صرف ایک ہے اور ممکنات کا دراصل وجود ہی نہیں اور جس کو ہم ممکنات کا وجود سمجھ رہے ہیں یہ حق تعالیٰ کے وجود کا عکس اور اس کا پرتو ہے خدا کے وجود سے اس کو کیا نسبت؟

وحدۃ الوجود کی مثال

توضیح کے لئے اس کی ایک اور مثال سنئے، سب جانتے ہیں کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس، کہ چاند کی روشنی آفتاب عالم تاب کے شعاعوں سے حاصل ہوتی ہے ایسے ہی تمام ستارے آفتاب کی شعاعوں سے نور حاصل کرتے ہیں مگر آپ دیکھتے ہیں کہ وہ کس قدر ضعیف نور ہے اس کو نور آفتاب سے کیا نسبت اس کا نور اصلی ہے اور چاند ستاروں کا نور اس اصلی نور کی شعاع اور جھلک ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو شخص آفتاب کو دیکھتا ہے وہ چاند اور ستاروں کو اس وقت ہرگز نہیں دیکھ سکتا البتہ رات کے وقت جب نور آفتاب آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اس وقت ماہتاب وستارے بھی چمکتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یہی حال وجود کا ہے جس شخص کی نظر اصلی وجود پر ہے وہ ان تمام مخلوقات کو معدوم سمجھے گا اس کو بجز ایک وجود کے کچھ نظر نہ آئے گا۔ البتہ جس کی نظر وجود اصلی تک نہیں پہنچی وہ ان مخلوقات کو بھی موجود خیال کرتا ہے اور یہ وہ شخص نہیں سمجھتا ہے کہ بھلا ممکن معدوم کہیں سچ مچ موجود ہوسکتا ہے۔ جو وجود کہ عدم کو قبول کرے وہ وجود ہی نہیں جیسا کہ محققین لکھتے ہیں کہ ایمان وہ یقین ہے جو کبھی زائل نہ ہو سکے اور جو ایمان کہ کفر سے بدل جائے وہ دراصل پہلے ہی سے ایمان نہ تھا بلکہ ایمان کی صورت تھی ویسے ہی جو وجود کہ زائل ہو جائے وہ بھی وجود نہیں، بلکہ صورت وجود ہے نام کا وجود ہے اعتباری وجود ہے۔

پس وجود ایک ہی ہے اور ممکنات جن سے کہ وجود کا تعداد اور اس کی کثرت

ظاہر ہوئی ہے سب کے سب دراصل معدوم ہیں، مگر جس طرح کہ تاریک زمین پر شعاع آفتاب پڑ جانے سے وہ بھی کسی قدر چمک اٹھتی ہے اور اس سے آفتاب کا طلوع ہونا معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح معدوم ممکن پر جب وجود اصلی کی شعائیں پڑتی ہیں تو وہ بھی کسی قدر چمک اٹھتا ہے اور اس سے حق تعالیٰ شانہ کے وجود کی خبر ملتی ہے پس تمام عالم اس موجود واحد کے پرتو وجود سے جگمگا رہا ہے اور اس کے وجود با جود پر شہادت دے رہا ہے اور خود تمام عالم نیست و نابود ہے ۔

ہر گیا ہے کہ از زمین روید وحدہ لاشریک لہ گوید

جب تک کہ حق تعالیٰ شانہ مخلوقات و ممکنات پر اپنا پرتو وجود ڈالتے رہیں گے یہ کارخانہ عالم قائم رہے گا اور جس وقت اس شعاع وجود اور پرتو وجود کو بند کر دیں گے یہ عالم کچھ بھی نہ رہے گا جیسا کہ معدوم اصل میں ہے ویسے ہی ہو جائے گا اور سب ظہور اسی ایک شعاع وجود کا ہے جو خدا کی طرف سے اس کارخانہ عالم پر فائض ہو رہی ہے۔

جب موحد اس حقیقت پر غور کر لیتا ہے یہ عالم دراصل معدوم ہے اور جو کچھ ظہور ہے وہ سب ایک پرتو وجود الٰہی ہے تو اس کی نظر میں واقعی طور پر یہ عالم نیست و نابود معلوم ہونے لگتا ہے اب اسے نہ کسی سے امید ہوتی ہے نہ خوف نہ کسی کی ہیبت ہوتی ہے نہ رعب۔ اس پر جو کچھ خوشی و رنج پہنچتا ہے سب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ یہی وہ توحید حالی ہے جس کا کسی دوسرے مذہب میں پتہ بھی نہیں ۔

موحد چہ بر پائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشد ز کس ہمین ست بنیاد توحید بس

وحدۃ الوجود پر شبہات کے جوابات

یہاں پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب ممکنات اصل میں سب معدوم ہیں اور یہ وجود جو نظر آ رہا ہے پرتو وجود اصلی ہے تو پھر تمام افعال نیک و بد جو بندوں سے صادر ہوتے ہیں یہ بھی اسی وجود اصلی کی طرف منسوب ہونے چاہئیں کیونکہ جس کو ہم فاعل

سمجھتے ہیں وہ تو دراصل معدوم نکلا موجود تو صرف ایک ذات ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمام صفات کمالیہ کا منشاء اور مدار اور موقوف علیہ وجود ہے جتنی صفات ہیں وہ سب وجود کے تابع ہیں جب یہ مقدمہ سمجھ میں آ گیا تو کوئی اشکال باقی نہیں رہا کیونکہ جب مخلوقات اور ممکنات میں ایک شعاع اور جھلک اور پرتو وجودا مان لیا گیا تو ماننا پڑے گا کہ دیگر صفات کمالیہ کا بھی ممکنات میں کچھ پرتو ضرور ہوگا کیونکہ وہ تو وجود کے تابع ہیں جہاں وجود اصلی ہے وہاں تمام صفات کمالیہ اصلی ہوکر پائی جائیں گی اور جہاں اس کا پرتو اور عکس پڑ رہا ہے وہاں باقی صفات کا بھی عکس اور پرتو ضرور پایا جائے گا اور صفات کمالیہ خداوندی میں سے ارادہ اور اختیار بھی ایک صفت ہے تو ممکنات میں بھی کسی قدر اختیار اور ارادہ ضرور مانا جائے گا اگر چہ اس اختیار کو اختیار الٰہی سے کچھ بھی نسبت نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کا اختیار اصلی اور حقیقی ہے اور یہ اختیار اس کا عکس اور ظل اور برائے نام اختیار ہے۔

پس جیسا کہ اسی صفت اختیار کی وجہ سے بہت سے افعال کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بندے کے افعال کو بھی بوجہ اس کے کہ اس میں قوت اختیار کی کچھ جھلک موجود ہے اس کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے اگر چہ ان دونوں نسبتوں میں آسمان زمین کا فرق ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف افعال کی نسبت اصلی ہے کہ وہ افعال کا خالق ہے اور بندے کی طرف یہ نسبت برائے نام ہے وہ اپنے افعال کا خالق نہیں، مگر کسی قدر نسبت سے تو چارہ نہیں۔

کیونکہ جب بندے کے لئے کسی قدر اختیار کی قوت بوجہ کسی قدر وجود کے مان لی گئی تو اختیار کے لئے یہ لازم ہے کہ فاعل مختار کے فعل کو اس کی طرف منسوب کیا جائے اگر چہ یہ بات ضروری ہے کہ جیسا فاعل مختار ہوگا ویسی ہی نسبت بھی ہوگی۔ پس بندے کے افعال کا خالق تو حق تعالیٰ شانہ ہی ہے مگر کسی قدر نسبت بوجہ اختیار ضعیف کے بندے کی طرف ہی ضرور ہوگی اور بندے کو اپنے فعل کا کاسب اور مرتکب اور اس سے متصف مانا جائے گا، اگر بندے کے افعال کی نسبت اس کی طرف بالکل نہ کی جائے

تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ مجبور محض ہے اس میں اختیار کی بو بھی نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ جب ہم نے ممکنات کو کسی درجہ میں برائے نام موجود مان لیا تو برائے نام مختار بھی ماننا پڑے گا۔ اور یہی قوت اختیار جو برائے نام ہم کو اس کمزور وجود کے ساتھ ساتھ حاصل ہوئی ہے مدار ہے تمام جزاء و سزاء اور ثواب و عقاب کا۔

یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ جب حق تعالیٰ شانہ کو بندوں کے افعال کا خالق مان لیا گیا تو خرابی تو پھر بھی باقی رہی کیونکہ افعال عباد دو طرح کے ہیں اچھے بھی اور برے بھی اگر خدا تعالیٰ کو دونوں طرح کے افعال کا خالق مانا جائے تو معاذ اللہ خدا کی طرف برائی کی نسبت لازم آئے گی اور اگر خالق افعال شر کوئی دوسرا ہے تو توحید ہاتھ سے جاتی ہے۔ اور وہی بات ہو جائے گی جو آتش پرستان فارس کہتے تھے کہ خالق خیر یزدان اور خالق شر اہرمن یعنی شیطان ہے۔

شبہ اپنی ظاہری صورت میں ایک باوقعت شبہ معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ بہت سے عقلاء بوجہ قلت تدبر کے غلطی میں پڑ گئے، مگر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ شبہ ایک بہت ہی بڑی نادانی پر مبنی ہے بھلا کسی بری چیز کے پیدا کرنے سے برائی کی نسبت خالق کی طرف عائد ہو اس کے کیا معنی۔ اے صاحب! برائی کی نسبت صرف اس شے کی طرف ہوا کرتی ہے جس میں وہ برائی موجود ہو اور جو اس کا موقع و محل ہو اور بنانے والے کی طرف برائی کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ دیکھو اگر کوئی ماہر خوشنویس جان بوجھ کر کوئی لفظ خراب اور بدخط لکھ دے تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ برا ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ لکھنے والا برا ہے بلکہ جس طرح ایک بچہ نادان سے عمدہ اور خوش خط لفظ کا ظاہر ہو جانا موجب تعریف ہوتا ہے اسی طرح ماہر خوش نویس سے بدخط لکھا جانا باعث مدح ہے کیونکہ جس طرح بچہ نادان عمدہ لکھنا نہیں جانتا تھا اس لئے اس کے ہاتھ سے خوش خط لفظ موجب حیرت ہو گیا اسی طرح ماہر خوش نویس اکثر بدخط لکھنے سے عاجز ہوتے ہیں اس لئے وہ شخص صاحب کمال سمجھا جاتا ہے جو اچھا برا دونوں طرح کا خط لکھنے پر قادر ہو۔ اسی طرح اگر کوئی ہوشیار کوزہ گر دیدہ و دانستہ کوئی کوزہ خراب اور بدصورت بنا دے تو اس کوزہ

ہی کو صرف برا کہا جاسکتا ہے کوزہ گر کو کوئی برا نہ کہے گا، بلکہ اس کے حق میں تو یہ خراب صورت بنانا بھی داخل کمال ہے کیونکہ اس سے اس کی پوری قدرت معلوم ہوتی ہے۔

الغرض برائی کی نسبت اسی شے کی طرف کی جاسکتی ہے جس میں وہ برائی موجود ہے اور جو اس کا موقع ومحل ہے جس نے اس کو بنایا ہے اس کی طرف برائی کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ پس معلوم ہوا کہ بری شے کا پیدا کرنا برا نہیں وہ تو کمال ہنر ہے البتہ بری چیز کا موقع ومحل بننا برا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر بندہ کوئی برا فعل کرتا ہے تو اس کا موقع محل اور جائے ظہور تو صرف بندہ ہی ہے خالق اور اس کا ظاہر کرنے والا خدا ہے تو برائی کے ساتھ متصف ہم ہوں گے اور بھلائی برائی سب کا خالق وہی ایک رب العالمین ہے۔

فوائد

ہماری تقریر مذکورہ بالا سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں جن پر ہم مستقل طور سے تنبیہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱) جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ تمام صفات وجود کے تابع ہیں، بلکہ در حقیقت صفت کمال صرف ایک وجود ہی ہے باقی تمام صفات مختلف آثار کے اعتبار سے اس کی چند تعبیرات ہیں تو اس سے نباتات وحیوانات اور جمادات بلکہ تمام مخلوقات میں علم وشعور کا ہونا عقلاً ثابت ہوگیا کیونکہ ظاہر ہے کہ وجود تو ان میں بھی ہے اور تمام صفات وجود کے تابع ہیں تو باقی صفات بھی ان میں ضرور ہوں گی البتہ جس قدر وجود میں کسی کے زیادہ قوت ہوگی اور اسی قدر علم وشعور بھی اس میں زیادہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ تمام مخلوقات میں قوی وجود انسان کا ہے، مگر اس وجود سے مراد وجود جسمانی نہیں کیونکہ اس میں تو دیگر حیوانات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے، بلکہ وجود روحانی مراد ہے یعنی انسان کا وجود روحانی تمام عالم کے وجود روحانی سے قوی ہے اور ذرا غور سے کام لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ روح کا وجود جسم کے وجود سے بدر جہا قوی ہے کیونکہ روح ایک لطیف شے ہے اور اسی لئے وہ نظر نہیں آسکتی اور جسم کثیف شے ہے اور

وجود باری تعالیٰ کا پرتو اور عکس حاصل کرنے کی زیادہ قابلیت لطیف شے کو ہوسکتی ہے نہ کثیف کو جیسا کہ آئینہ آفتاب سے منور ہوکر دوسری چیزوں کو بھی اپنے عکس سے منور کردیتا ہے۔

اسی طرح روح اولاً خود وجود سے مشرف ہوتی ہے پھر بدن کے اندر حلول کرکے اس میں نشو ونمو خوبی وحسن جمال وجلال وغیرہ ہزار ہا وہ کرشمے ظاہر کرتی ہے جو بدن کو بدون روح کے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ یہ بدن خاکی روح نکل جانے کے بعد بالکل بیکار معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ روح کا وجود بدن کے وجود سے بہت زیادہ قوی ہے مگر انسانی روح کی قوت تمام ارواح عالم سے بھی زیادہ ہے جس کو آپ طور پر اس طرح معلوم کرسکتے ہیں کہ روح انسانی کا تصرف قریب قریب تمام عالم پر ہے انسان جس چیز کو مسخر کرنا چاہے تدبیر وعقل سے مسخر کرسکتا ہے۔

آسمان وچاند وسورج بظاہر قبضہ انسانی سے باہر معلوم ہوتے ہیں مگر بعض قدسی صفات ایسی بھی ہوئے ہیں جن کے حکم فرمانے سے غروب ہونے کے بعد آفتاب واپس ہوکر چمکنے لگا چاند ان کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہوگیا اور یہ واقعات تاریخی ہیں جن سے ہر شخص اطلاع حاصل کرسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ روح انسانی کا تصرف تمام اشیاء عالم پر ہے اس سے ایک فہم سلیم یہ نتیجہ نکال سکتی ہے کہ روح انسانی تمام ارواح سے زیادہ وجود میں قوی ہے۔

اور اگر ذرا نظر وفکر کے میدان کو اور وسعت دی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محبت ومعرفت الٰہی ایک بہت بڑی عظیم الشان امانت ہے اس کا متحمل صرف انسان ہی ہوسکا ہے معلوم ہوا کہ روح انسانی میں قوت وجود سب سے زیادہ ہے۔ ''**انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان**'' [احزاب: ۷۲] ہم نے اپنی امانت کو تمام آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا سب نے اس کے تحمل سے انکار کردیا البتہ انسان نے اس

کو برداشت کرلیا۔اس سے بہت کچھ انسانی روح کی قوت وعظمت معلوم ہوتی ہے ۔

قربان مقدر کہ دیا غم مجھے اپنا ہر ایک کو یہ درد یہ سودا نہیں ہوتا
افلاک سے بھی بارِ غم عشق نہ اٹھتا ہر ایک کا یہ دل یہ کلیجا نہیں ہوتا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

جب روح انسانی سب ارواح سے زیادہ قوی ہے تو اس کی باقی صفات بھی دیگر اشیاء سے زیادہ قوی ہوں گی پس یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ تمام اشیاء کا علم وشعور و ادراک انسان کے برابر ہے، مگر اس کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ قدرے علم وادراک و شعور تمام اشیاء میں موجود ہے کیونکہ تمام صفات وجود کے تابع ہیں۔ پس یہ اسلامی مسئلہ کہ جمادات ونباتات وحیوانات میں شعور وادراک ہے، مگر ہم کو اس کی خبر نہیں عقلی دلیل سے ثابت ہوگیا اس کو یاد رکھا جائے آئندہ اس سے بہت سی مشکلیں حل ہو جائے گی۔ قرآن میں اسی مسئلہ کی بابت ارشاد فرمایا گیا ہے۔ **وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم** . [بنی اسرائیل: ۴۴] کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو خداوند عالم کی پاکی نہ بیان کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔

فائدہ

(۲) اس تقریر سے ناظرین کی نکتہ اس طبیعت نے یہ بھی سمجھ لیا ہوگا کہ فلک اور زمانہ کو جو واقعات عالم کا فاعل مشہور کیا جاتا ہے یا انسان حیوان جو کہ بظاہر اپنے افعال کے خالق معلوم ہوتے ہیں یا دوا وغیرہ جو بظاہر مؤثر سمجھی جاتی ہیں ان میں سے کوئی چیز حقیقی فاعل اور حقیقی خالق اور حقیقی مؤثر کبھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ دوسرے کو تو وجود وہ عطا کرے جس کا وجود اپنے گھر کا ہو اور جس کا وجود خود عطیہ غیر ہے، اور اصل میں وہ بالکل معدوم ہو تو وہ کیا کسی کو وجود عطا کرے گا، پس اس تقریر کے بعد ہم بانگ دہل یہ جتلا دینا چاہتے ہیں کہ ماسوا خالق بزرگ کے جو چیزیں کہ ظاہر میں خالق یا کسی قدر مؤثر معلوم ہوتی ہیں وہ سب اس احکم الحکمین کے سامنے ایسی ہیں جیسے کہ کاریگر کے سامنے

آلات اور اوزار ہوتے ہیں ظاہر میں ان چیزوں سے کام ہوتا ہے اور حقیقت میں سب کا خالق خدا تعالیٰ شانہ ہے۔ کوئی نبی ہو یا ولی ہو دیو ہو یا پری ہو اور تار یا فلک دوار ہو، دوا ہو یا دعا ہو، پتھر ہو یا کوئی جاندار، زمانہ ہو یا مکان ہو، چاند ہو یا سورج ستارے ہوں یا اور کچھ سب کے سب خداوند کریم کے فرمانبردار اور اس کے مطیع ہیں کہ بے ہلائے ہل نہیں سکتے اور بے مرضی اس کے کچھ کام نہیں کر سکتے۔

مردمان ظاہر بین تو انسان وحیوان کے ہاتھ پیروں کو کام کرتے دیکھ کر کہنے لگے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے، مگر کوئی ان عقل کے پتلوں سے پوچھے کہ کیا انسان اپنے ہاتھ پیروں سے خود بخود سارے کام کر لیتا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ انسان اپنے آپ یہ کام نہیں کر سکتا بلکہ قوت و طاقت اس سے یہ سب کام کراتی ہے اگر انسان بیمار ہو جائے اور اس کے بدن میں ذرہ برابر بھی طاقت نہ رہے تو جب دیکھیں وہ کیسے سب کام کرتا ہے۔ اگر انسان خالق افعال ہے تو کیا طاقت کو خالق کا خالق کہا جائے گا۔ اسی طرح اگر یہ معلوم ہو جائے کہ طاقت بھی ارادہ اور قصد کی محکوم ہے کتنا ہی زور بل کیوں نہ ہو اگر ارادہ نہ ہو تو خاک بھی کام نہ ہو سکے، پھر ارادہ بھی مستقل حاکم نہیں وہ بھی رغبت کے اشاروں پر چلتا ہے اگر کسی کام کی طرف رغبت و خواہش نہ ہو تو کتنا ہی صاحب ارادہ کیوں نہ اس طرف کو ارادہ ہرگز بھی نہیں ہونے کا، پھر کسی کام کی رغبت بھی خود بخود نہیں ہوا کرتی جب تک کہ اس کی خوبی اور نفع نہ معلوم ہو۔ غرض رغبت کی باگ علم کے ہاتھ میں ہے، تو کیا ان سب کو بھی انسان کی طرح خالق کہا جائے گا۔

پس سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نادانوں نے انسان کو کس طرح خالق سمجھ لیا اگر خالق کسی کو خدا کے سوا کہنا ہی تھا تو علم کو کہنا چاہئے تھا، مگر کون نہیں جانتا کہ علم ایک صفت ہے اور تمام صفات وجود کے تابع ہیں تو علم بھی دوسرے کا تابع نکلا اور وجود اصلی دلائل عقل سے معلوم ہو چکا کہ صرف خدا تعالیٰ شانہ کے لئے ہے تو معلوم ہو گیا کہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جیسے انجن کی کلیں ہوتی ہیں کہ ایک کے پیچھے ایک لگی ہوتی ہے اور جب تک کوئی ان کو چلانے والا اور ان سے کام لینے والا نہ ہو تو وہ خود کچھ نہیں کر سکتیں یہی

حالت ان قوتوں کی ہے جو انسان کے اندر رکھی ہوئی ہیں اتنا فرق ہے کہ ریل کی کلیں علم ومعرفت واختیار سے بے بہرہ ہیں اور انسان کو کسی قدر شعور اور برائے نام اختیار بھی ہے اور وہ بھی اس کا اپنے گھر کا نہیں خدا ہی کا عطیہ ہے۔

پس جیسے ریل کا چلانے والا وہ شخص کہلاتا ہے جو ان کلوں اور پرزوں کو حرکت دیتا ہے کلوں کو نہیں کہا جاتا کہ یہ ریل کی چلانے والی ہیں ہاں مجازاً کہدیا جائے تو مضائقہ نہیں اسی طرح فاعل حقیقی اس کو کہا جائے گا جس نے انسان کی ان کلوں اور پرزوں کو بنایا اور ان کو حرکت دی اور ان کلوں اور پرزوں یا انسان کو مجازاً فاعل کہیں گے کہ بظاہر اس سے کام ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

این جہان آئینہ سیمائے ہست　　　جلوہ مفت است اگر دیدہ بینائے ہست

یہی وجہ ہے کہ جب کسی سچے مسلماان پر مصیبت آتی ہے اس کی اولاد مر جاتی ہے یا مال چوری ہو جاتا ہے تو ایک طبعی ملال کے سوا اس کو بہت زیادہ پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ طبیب نے غفلت کر کے میری اولاد کو مار ڈالا اور روپیہ پیسہ فلاں جگہ رکھا تھا اسی لئے چوری ہوا وہاں نہ ہوتا تو چوری نہ ہو سکتا، مسلمان کا دل یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ سب اسباب خدائے برتر کے سامنے آلات اور اوزار سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے جو کچھ ہوا یا ہونا ہے یا ہوگا سب اسی کی مشیت سے وابستہ ہے، نیز جس مسلمان کے دل میں یہ عقیدہ ایسا راسخ ہو جائے کہ اس کا حال بن جائے تو اس میں تکبر وغضب وریا وطمع وحرص وغیرہ اخلاق رذیلہ راہ نہیں پا سکتے وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میرے اندر کمال یا طاعات کا ذخیرہ نظر آ رہا ہے میں خود بخود یہ کام کبھی نہیں کر سکتا تھا یہ سب لطف وکرم خداوندی سے ہوا جو کچھ کہ ہوا تو پھر بڑائی اور تکبر کس منہ سے کروں۔ میں نے خود کیا ہی کیا ہے جو کسی کو دکھلاؤں تمام مخلوق خدا کے حکم کے تابع ہے جو کچھ ہوتا ہے سب اس طرف سے ہوتا ہے کسی پر غصہ وغضب بے جا کیوں کروں مخلوق جب ہی خود ہی عاجز ہے تو اس سے امید کیا رکھوں اور زبان حال سے یوں کہتا ہے۔

کیا فائدہ فکر بیش وکم سے ہوگا　　ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا کرم سے تیرے　　جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

تقدیر توحید کا تتمہ ہے

اس وقت ہم تقدیر کے مسئلہ پر بھی روشنی ڈال دینا چاہتے ہیں کیونکہ مسئلہ تقدیر دراصل مسئلہ توحید کا تکمیل کرنے والا ہے اور اس میں مخالفین تو مخالفین بعض مسلمانوں کو بھی شک وشبہ واقع ہو جاتا ہے حالانکہ فی نفسہ وہ مسئلہ بہت صاف ہے مگر کچھ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی بدیہی مسئلہ میں بہت کدو کاوش کی جاتی ہے تو وہ نظری ہو جاتا اور اس کا سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے مسئلہ تقدیر کا یہی حال ہے کہ دراصل وہ پیچیدہ نہیں مگر کدو کاوش کرنے سے وہ دشوار ہو گیا اور بال کی کھال نکالنے کی وجہ سے اس کا سمجھنا مشکل ہو گیا۔
ہمارا تو دعوی یہ ہے کہ تقدیر ایک فطری مسئلہ ہے جس کو فطرت سلیمہ بدون کسی دلیل کے مانے ہوئے ہے فی الواقع اس کے لئے دلائل قائم کرنے کی کوئی حاجت نہیں صرف واقعات کا مشاہدہ ہی اس کو تسلیم کرا دیتا ہے لیکن سب سے پہلے ہم تقدیر کے معنی بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ عوام اس کے معنی میں بہت کچھ غلطی کئے ہوئے ہیں۔

تقدیر کے متعلق عام خیال

عام لوگ تقدیر کے مسئلہ کا حاصل یہ سمجھتے ہیں کہ انسان بالکل مجبور محض ہے اس میں کچھ بھی اختیار نہیں۔ مگر یہ ایسی بات ہے جس کو بیوقوف سے بیوقوف بھی اگر ذرا غور سے کام لے تسلیم نہیں کر سکتا کیا ایک بے جان ڈھیلا جو نہ خود ہل سکے نہ چل سکے کسی نے ہلا دیا تو ہل گیا کسی نے چلا دیا تو چل پڑا اور ایک وہ انسان جو اپنے جی چاہنے پر چلتا بھی ہے اور پھرتا بھی ہے بیٹھتا بھی ہے اٹھتا بھی ہے کھاتا ہے اور پیتا ہے برابر ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ برابر نہیں پھر ان دونوں کی حرکت وسکون میں فرق ہے تو کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کے سوا کچھ فرق نہیں کہ انسان میں ارادہ واختیار ہے پتھر میں ارادہ واختیار نہیں پس یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انسان میں ارادہ واختیار بالکل نہیں البتہ یہ کہنا صحیح ہے کہ اس

میں ارادہ واختیار برائے نام ہے اگر پتھر کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ بااختیار معلوم ہوتا ہے مگر موجود اصلی کے سامنے اس کے وجود اور اختیار کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔

مسئلہ تقدیر

اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حکیم الامۃ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کی ایک بیش بہا تقریر کسی قدر اضافہ کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کردوں جو سہل اور مختصر اور صدہا اشکالات قطع کردینے والی ہے، حضرت ممدوح اپنی لاجواب کتاب انتباہات میں تحریر فرماتے ہیں۔

کہ اس مسئلہ تقدیر کا مرجع اور اس کی بناء علم الٰہی وتصرف ارادہ خداوندی پر ہے جو شخص خدا کا اور اس کی صفات کمال کا قائل ہوگا اس کو اس کا قائل ہونا واجب ہوگا، مگر اس وقت عامۂ مسلمین اس مسئلہ میں چند غلطیاں کرتے ہیں۔ بعض تو سرے سے اس کا انکار ہی کرتے ہیں، اور انکار کی بناء محض ان کا یہ خیال ہے کہ اس مسئلہ کے اعتقاد سے تدبیر کا بالکل ابطال ہوا جاتا ہے اور تدبیر کا معطل ہونا اصل بنیاد ہے تمام کم ہمتی وپست خیالی کی۔ مگر واقع میں ان لوگوں کا یہ خیال خود ہی غلط ہے کوئی شخص اپنی کج فہمی کے سبب مسئلہ تقدیر سے تدبیر کو باطل ومعطل سمجھ جائے تو یہ مسئلہ اس کا ذمہ دار نہیں البتہ کسی نص قرآنی یا حدیث سے یہ دکھلانا چاہئے کہ ان میں کہیں یہی تدبیر کے معطل کرنے کی تعلیم دی گئی ہو، ہم تو دیکھتے ہیں کہ کوشش اور سعی وکسب معشیت اور تزودللسفر (سفر کے لئے توشہ ساتھ لینے) اور دشمن کے مفاسد دفع کرنے کے لئے تدبیر کا حکم بیشمار نصوص میں مصرحاً واضح طور پر موجود ہے۔

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں ''وتزودوا فان خیرا الزاد التقویٰ''. [بقرۃ:۱۹۷] اور سفر کے لئے توشہ لے لیا کرو کیونکہ بہتر توشہ تقوی ہے اور وہ بدون خرچ ساتھ لئے باقی نہیں رہ سکتا دوسری جگہ ارشاد ہے''واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ وعدوکم'' .[انفال: ۶۰] یعنی تیار کرلو ان

کفار کے (مقابلہ) کے لئے جو کچھ تم سے ہو سکے طاقت وقوت (کی چیزیں) اور لڑائی کے گھوڑے جن سے یہ خدا کے اور تمہارے دشمن مرعوب ہو جائیں ایک اور جگہ ارشاد ہے "ولتقم طائفة منهم معک وليا خذو احذرهم واسلحتهم" (نساء: ۱۰۲] کہ (نماز خوف میں) ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہونی چاہئے اوران کو چاہئے کہ (نماز میں) اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان ساتھ لئے رہیں۔اس سے زیادہ بھی تدبیر کی کیا کوئی تعلیم دے گا جو قرآن میں دی گئی ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے بھی ہتھیار باندھے رکھو مبادا دشمن اس وقت خالی دیکھ کر حملہ نہ کردے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے یا ایها الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل الخ[بقرة: ۲۸۲] یہ ایک بہت طویل آیت ہے جو آیت مداینہ کہلاتی ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کو قرض کے لین دین کی بابت مناسب تدابیر تعلیم فرمائی ہیں اس سے دو باتوں کا اندازہ بخوبی ہو جائے گا ایک تو حق تعالیٰ شانہ کی رحمت وشفقت کہ ہم نالائقوں اور خاکساروں کے حال پر کس درجہ ہے کہ ذرا ذرا سی باتوں کا جن میں کچھ بھی اندیشہ مضرت ہوتا ہے کہ کس قدر اہتمام فرماتے ہیں اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ یہ چاہتے ہیں کہ میرے بندے پریشان نہ رہا کریں معاملات ایسے صاف رکھیں کہ کبھی پریشانی کا سامنا نہ ہو۔ دوسرے اس سے تدبیر کی بابت اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن میں کہاں تک تدبیر کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانو! جب تم ایک مدت معین کے لئے قرض کا لین دین کیا کرو تو اس کو آپس میں لکھ لیا کرو اور چاہئے کہ لکھنے والا انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک لکھے، (کمی وبیشی نہ کردے) اور جس کو لکھنا آتا ہو چاہئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے، جیسا کہ خدا نے اس پر احسان کیا کہ اس کو کتابت سکھلا دی (تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور تکبر نہ کرنا چاہئے) اور لکھ دینا چاہئے اور چاہئے کہ مدیون بھی اس کو اپنی یادداشت کے لئے) لکھ لے اور خدا سے ڈرتا رہے اور قرض میں سے کچھ کمی کر کے نہ

لکھے اور اگر مدیون بیوقوف ہو یا ضعیف ہو یا اس کو لکھنا نہیں آتا ہو تو چاہئے کہ اس کا ولی ٹھیک ٹھیک لکھ دے (اس کے بعد) دو گواہ اپنے مردوں میں سے بنا دو اگر دو مرد نہ ملیں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہی کو معتبر آدمیوں میں گواہ بنا دو (عورتیں دو اس لئے کہ ان میں بھول چوک زیادہ ہوتی ہے) پس اگر ایک بھول جائے گی تو دوسری اس کو یاد دلا دیگی۔

اور گواہوں کو چاہئے کہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں (اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں) کہ قرض چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اس کو مدت معینہ تک کے لئے لکھنے سے نہ اکتاؤ، لکھ لینا خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی ٹھیک ہے اور گواہی بھی اس سے پختہ ہوتی ہے اور لکھ لینے کے بعد غالب یہ ہے کہ تم کو شک نہ پڑا کرے گا۔

البتہ اگر تجارت آمنے سامنے ہاتھ دو ہاتھ ہو رہی ہو (یعنی قرض کا معاملہ نہ ہو) تو اس کو نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں (مگر) گواہ خرید و فروخت کے وقت بھی بنا لیا کرو۔

اور چاہئے کہ لکھنے والے کو اور گواہوں کو کسی قسم کا ضرر نہ پہونچایا جائے۔ اور اگر ایسا کرو گے تو یہ فسق و فجور کی بات ہے اور خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور خدا تم کو تعلیم فرماتے ہیں اور خدا کو ہر چیز کا بخوبی علم ہے۔ اور اگر تم سفر میں ہو (اور قرض لینے کی ضرورت پیش آئے) اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو کوئی چیز رہن رکھ دو۔ پھر اگر کوئی کسی کو امین بنائے تو چاہئے کہ امین امانت کو ادا کر دے اور خدا سے ڈرے (اور خیانت نہ کرے) اور گواہی کو چھپایا نہ کرو۔ جو کوئی گواہی کو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے۔ اور خدا تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب جانتے ہیں۔

یہ ہے آیت مداینہ کا مضمون۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ شریعت نے تقدیر کے مسئلہ کی تعلیم کر کے تدبیر کو معطل کر دیا اس آیت کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

اے خدا قربان احسانت شوم — و چہ احسانت قربانت شوم

تقدیر سے تدبیر کا ابطال لازم نہیں آتا

احادیث نبویہ مطہرہ کی طرف رجوع کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے بعض غزوات میں دو دو زرہیں زیب تن فرمائی ہیں۔ یہ تدبیر نہیں تھی تو کیا تھی جس وقت کفار نے مجتمعہ قوت سے مدینہ پر چڑھائی کرنی چاہی تو حضور ﷺ نے مدینہ کے گرد خندقیں کھدوائی تھیں۔ اسی وجہ سے غزوہ خندق کے نام سے وہ معرکہ مشہور ہے۔

حدیث میں ایک قصہ صراحۃً مذکور ہے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے اجلاس میں مقدمہ ہار گیا تھا۔ ہار کر اس نے کہا حسبی اللہ و نعم الوکیل (مجھے خدا کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے) تو آپ نے ارشاد فرمایا ان اللہ یلوم علی العجز فاذا غلبک امر فقل حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ (یعنی حق تعالیٰ عاجزی اور پست ہمتی کو برا سمجھتے ہیں۔ اول ہمت کر کے تدبیر کرنی چاہئے اس کے بعد بھی کوئی مصیبت غالب آئے تو حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل کہنا چاہئے) کہاں ہیں وہ لوگ جو تقدیر کو تدبیر کی معطل کرنے والی سمجھتے ہیں۔ کیا اب بھی اس بات کیلئے کسی کا منہ ہے۔ اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ تقدیر سے تدبیر کا ابطال اور اس کا تعطل نصوص سے نہیں معلوم ہو سکتا۔ یہ صرف ان لوگوں کا خیال ہی خیال ہے۔

بعض لوگوں کی کاہلی سے تقدیر کا بطلان ثابت نہیں ہوتا

رہا یہ شبہ کہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ تقدیر کے قائل ہونے والے بے دست و پا ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی کاہلی کا اثر ہے۔ اس مسئلہ کا اثر نہیں اگر اس مسئلہ کا یہ اثر ہوتا ہے تو صحابہ سب سے زیادہ کاہل اور کم ہمت ہوتے، کیونکہ وہ سب سے زیادہ پکے مسلمان اور تقدیر پر ایمان لانے والے تھے۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو مسئلہ تقدیر کا اثر الوالعزمی اور جرأت ہے کیونکہ جو لوگ تدبیر محض کو کارگر سمجھتے ہیں وہ کسی کام پر اس وقت تک پیش قدمی نہیں کر سکتے جب تک کہ تدبیر کامل و مکمل نہ کر لیں۔ اور تقدیر کا قائل ہونے والا چونکہ تدبیر کو مؤثر حقیقی نہیں سمجھتا،

بلکہ قدرت خداوندی پر اس کی نظر ہوتی ہے ضعیف تدبیر کے بعد بھی کام شروع کرسکتا ہے۔ چنانچہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظر جب حق تعالیٰ پر تھی تو باوجود بے سروسامانی کے محض توکل کی بناء پر کیسے جان توڑ کر خطرات میں جا گھستے تھے یہی مضمون ہے اس آیۃ کا کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ [بقرہ:۲۴۹] کہ بارہا تھوڑی سی جماعت بہت سے جمعیت پر اللہ کے حکم کے غالب ہوگئی ہے۔

پس تقدیر کا قائل ہونے والا نہ پست ہمت ہوسکتا ہے اور نہ تدبیر کو معطل و بیکار سمجھ سکتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ تدبیر کو موثر حقیقی ہرگز نہ سمجھے گا بلکہ مؤثر حقیقی حق تعالیٰ کو اور تدبیر کو اس کے سامنے محض آلہ اور سبب سمجھے گا جیسا کہ کاریگر کے اوزار خود کچھ نہیں کر سکتے بلکہ جب وہ ان سے کام لیتا ہے تب کچھ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح تقدیر کا قائل ہونے والا تدبیر کو سمجھتا ہے کہ یہ خود کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ جب حق تعالیٰ اس سے کام لینا چاہیں گے تو اس کے ذریعہ سے کام ہو جائے گا ورنہ کچھ بھی نہ ہوگا۔

اس عقیدہ میں بتلائے کیا خرابی ہے۔ یہ تو خود دلیل عقلی کا مقتضی ہے جو کہ مفصلاً اوپر مذکور ہو چکی اس پر کوئی کیا ملامت کر سکتا ہے۔ بلکہ اگر اس کے خلاف کا اعتقاد ہو تو وہ عقلاء کے نزدیک قابل ملامت ہوگا عقلاء یونان باوجودیکہ اسباب پرستی میں منہمک تھے جب انہوں نے دیکھا کہ بہت سی مرتبہ بدون ظاہری سبب کے بھی کوئی کام ہو جاتا ہے۔ مجبور ہو کر بخت و اتفاق کے قائل ہوئے کہ کبھی اتفاقی طور پر بدون کسی سبب کے بھی کام ہوسکتا ہے۔ الفاظ جو کچھ چاہیں بدلیں۔ مگر مسئلہ بخت و اتفاق کا حاصل تقدیر ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

تدبیر موثر حقیقی نہیں

دلیل عقلی کے علاوہ مشاہدہ بھی اسی کی شہادت دیتا ہے کہ تدبیر اور اسباب مؤثر حقیقی نہیں۔

تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض بیوقوف اور حبشی غلام تخت سلطنت پر متمکن ہوئے ہیں۔ فرمائیے یہ تقدیر نہیں تھی تو کیا تھی۔ کیا بظاہر اسباب ایسے شخص کے لئے سلطنت کا وہم بھی ہوسکتا تھا؟

اسی کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر روزی بدانش برفزودے زناداں تنگ روزی تر نبودے

ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

کم عاقل عاقل اعیت مذاهبه کم جاهل جاهل تلقاه مرز وقا

بہت سے عاقل کامل طریقہ معاش میں عاجز ہو گئے

اور بہت سے پورے جاہل روزی دار اور امیر نظر آتے ہیں

هذا الذی ترك الاوهام حائرة وصير العالم النحرير زند يقا

اسی بات نے عقول کو حیران اور بڑے بڑے عقلاء کو زندیق بددین بنادیا۔

اور یہ تو رات دن کا مشاہدہ ہے کہ ایک جماعت کسی عہدہ کے لئے امتحان دینا چاہتی ہے تو بعض دفعہ محنتی ہوشیار لڑکے فیل۔ اور نکمے پاس ہو جاتے ہیں۔ یہاں تدبیر کو کیا ہو جاتا ہے۔

گاہ باشد کہ کودکے ناداں از غلط برہدف زند تیرے

بعض غریب لوگ جن کے گھر فاقے رہتے ہیں صاحب اولاد اور بعض والیان ملک جو نفیس سے نفیس غذا اور مقوی سے مقوی دوا کھاتے ہیں لاولد رہ جاتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ بیوی میں نقصان تھا۔ کیونکہ ان کے یہاں ایک چھوڑ پانچ سوتک بیویاں ہوتی ہیں مگر پھر بھی اولاد نہیں ہوتی۔ کیا ساری عورتیں ناقص تھیں۔ کچھ نہیں مجبور ہو کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ تدبیر بھی اس وقت کارگر ہوتی ہے جب مؤثر حقیقی اس سے کام لینا چاہے۔

جب آدمی بیمار ہوتا ہے تو کیا کچھ کوشش علاج معالجہ میں نہیں کرتا۔ اگر دوا میں تاثیر حقیقی ہے تو کیا وجہ کہ ہزاروں کو اس سے نفع نہیں ہوتا۔

یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ حکیم وڈاکٹر نے تشخیص میں غلطی کی ہوگی کیونکہ بعض دفعہ دوا دینے سے مریض کو فائدہ ہو جاتا ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ تشخیص صحیح تھی۔ مگر پھر دفعۃً طبیعت خود بخود بگڑ جاتی ہے اسی وقت معلوم ہو جاتا ہے کہ تدبیر بھی کوئی چیز ہے پس تقدیر کا قائل ہونے والا تدبیر کو مؤثر حقیقی ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ اور سمجھے کیونکر جبکہ مشاہدہ اور عقل دونوں اس کے خلاف پر شاہد ہیں۔

تدبیر ایک علامت ہے

لیکن وہ تدبیر کو محض بیکار بھی نہیں سمجھتا بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر خدا کو منظور ہوگا تب تو یہ تدبیر کارگر ہوگی ورنہ نہیں اور جب اس کا کام پورا ہو جاتا ہے تو وہ اس کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے کہ خدا نے میرا یہ کام کر دیا تدبیر کی طرف منسوب نہیں کرسکتا۔

اس کے نزدیک اسباب اور تدبیر کو صرف اتنا دخل ہوتا ہے جتنا کہ ریل گاڑی کے ٹھہرانے میں سرخ جھنڈی کو۔ ظاہر ہے کہ ریل کو جھنڈی نہیں ٹھہراتی ٹھہرانے والا گارڈ یا ڈرائیور ہے۔ مگر جھنڈی بیکار بھی نہیں بلکہ ایک علامت کا کام دیتی ہے۔

اسی طرح تدبیر بھی ایک علامت ہے کہ جب کوئی شخص کسی تدبیر کو اختیار کرتا ہے تو امید ہو جاتی ہے کہ مطلوب حاصل ہو جائے گا۔ مگر یقین نہیں ہوسکتا جیسا کہ یہ ممکن ہے کہ سرخ جھنڈی دیکھنے کے بعد بھی ڈرائیور گاڑی کو نہ ٹھہراوے کیونکہ جھنڈی نے اس کو مجبور تو کر ہی نہیں دیا۔ ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ تدبیر کے بعد حق تعالیٰ کسی کو مطلوب تک رسائی نہ بخشیں۔ مگر ایسا ہوتا کم ہے۔ اس لئے تدبیر کی ضرورت ہے وہ بیکار محض نہیں اس عالم اسباب میں عادۃ اللہ بھی جاری ہے جب کسی کام کے لئے تدبیر کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ مطلوب تک پہنچا دیتے ہیں۔ مگر کبھی اظہار قدرت کے لئے اس کے خلاف بھی کر دیتے ہیں۔ جاہل شخص یہ دیکھ کر لال جھنڈی ہلنے کے بعد ریل ٹھہر گئی یہ سمجھتا ہے کہ جھنڈی نے ریل کو ٹھہرا دیا۔ مگر عاقل خوب سمجھتا ہے کہ یہ تو علامت تھی۔ ٹھہرانے والا کوئی دوسرا ہے ایسے ہی تقدیر کا قائل ہونے والا تدبیر تو کرتا ہے مگر زبان حال سے یوں

کہتا ہے ۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہو چیں بستہ اند

کہ جو کچھ بھی ہو خدا تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مشیت سے ہوا۔

تدبیر میں خاص مصلحت

مگر کسی مصلحت کی بناء پر ان تدابیر اور اسباب کو بیچ میں واسطہ اور ذریعہ مقرر کر دیا گیا۔

اور وہ مصلحت بظاہر دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔۱: تو اسباب اور تدابیر کے ذریعہ سے اکثر امور کے حاصل ہونے میں مخلوق کا امتحان اور ان کی آزمائش ہے کہ ان میں سے کون اپنی تدبیر اور ان ظاہری اسباب کو حاجت روا سمجھتا ہے۔ اور کون خدا تعالیٰ پر نظر رکھ کر اس کو کارکن کارساز اور اپنا حاجت روا سمجھتا ہے۔۲: دوسرے یہ کہ مخلوق کو اپنی جان کے ساتھ محبت طبعی ہے اور خداوند تعالیٰ شانہ کے ساتھ محبت عقلی ہے۔ اگر تمام راحتیں اور مصیبتیں بلا واسطہ کھلم کھلا حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچا کرتیں تو خدا تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو علاقہ محبت کم ہو جاتا۔ اب چونکہ اسباب و تدبیر کا پردہ پڑا ہوا ہے یہ خرابی لازم نہیں آسکتی ۔ اور جن لوگوں کی نظر خدا تعالیٰ پر ہر کام میں رہتی ہے چونکہ ان کے قلوب میں خدا تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو گئی ہے اس لئے ان کو اس خیال سے کہ یہ مصیبت خدا کی طرف سے ہے معاذ اللہ خدا سے محبت کم نہیں ہوتی۔ بلکہ اور زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ محبت کے بعد دل کی کچھ اور ہی حالت ہو جاتی ہے عاشق کو محبوب کی مار میں وہ لطف آتا ہے جو دوسروں کو اس کے انعام میں بھی نہیں آسکتا وہ تو زبان حال سے ہر دم یوں کہتا رہتا ہے ۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یوں کہتا ہے ۔

بدم گفتی و خرسندم جزاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

تدبیر انعام و آزمائش

اور اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اگر ان تدابیر واسباب کو بیچ میں واسطہ نہ ٹھہرایا جاتا بلکہ کھانا پینا کپڑا اولاد غرض ہر چیز بلا واسطہ کھلم کھلا حق تعالیٰ کی طرف سے پہونچا کرتی تو اس کی بجز اس کے کیا صورت تھی کہ ہم خود دیکھ لیں کہ یہ چیز ہم کو خدا نے دی ہے یا ہمارے دل میں یہ بات یقین کے ساتھ واقع ہو جایا کرتی کہ یہ چیز خدا تعالیٰ نے ہم کو دی ہے۔ پہلی صورت بالکل محال تھی۔ کیونکہ ہماری یہ آنکھیں اس جمال بے مثال کے دیدار کی تاب نہیں لاسکتیں نہ ہمارا یہ بدن تجلی الٰہی کے سامنے ٹھہر سکتا ہے۔ تھوڑی سی تجلی نے کوہ طور کے پرخچے اڑا دیئے تو ہمارے ضعیف و نحیف جسم کی تو کیا حیثیت ہے۔

دوسرے اگر اس عالم میں ہم کو دیدار الٰہی کی لازوال دولت نصیب ہو جاتی تو پھر سب کے سب ولی کامل اور عارف اکمل ہو جاتے پھر ہماری آزمائش کیا خاک ہوتی۔ کیونکہ دیدار الٰہی کے بعد کسی کی کیا مجال جو ذرا بھی مخالفت کر سکے سب کے سب مطیع و تابعدار ہوتے جیسا کہ فرشتے ہیں تو یوں کہیے کہ ہم تو اس وقت فرشتے ہو جاتے انسان کیوں رہتے۔ یہی خرابی اس صورت میں لازم آتی ہے جبکہ دیدار تو نہ ہوتا، مگر سب کے دل میں یہ یقین واقع ہو جایا کرتا کہ یہ تمام چیزیں خدا کی طرف سے بھیجی گئی ہیں۔ کیونکہ یہ یقین ہر وقت بجز عارف کامل کے کسی کو نہیں ہوسکتا۔

اس سے بھی یہی خرابی لازم آتی ہے کہ تمام عالم عارف خدا بن جاتا اور امتحان و آزمائش جو اس عالم میں بھیجنے سے مقصود ہے وہ حاصل نہ ہوسکتا آگے اپنے کاموں کی حکمت و اسرار خدا ہی جانے **فهو العليم بحقيقة الحال وهو الكبير المتعال.**

تقدیر کی غلط تشریح کا ازالہ

الغرض مسئلہ تقدیر کا حاصل اس قدر ہے کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے یا ہوا ہے یا ہوگا، سب کا خدا کو علم پہلے سے تھا اور یہ سب کچھ اس کے ارادہ اور مشیت سے ہوتا ہے

اس کے ارادہ کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا اس پر اکثر لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ جب سارے کام حق تعالیٰ کے ارادہ سے ہوئے تو ہمارا کیا اختیار رہا ہم تو مجبور محض ٹھہرے اور اسی شبہ سے بچنے کے لئے بعض عقلمندوں نے تقدیر کی تفسیر میں سے ارادہ و مشیت کے الفاظ کو حذف کر دیا اور یہ کہا کہ تقدیر صرف اس کا نام ہے کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے خدا اس کو پہلے سے جانتا ہے اور کسی کام کا اگر پہلے سے کسی کو علم ہو جائے تو وہ کرنے والے کے اختیار سے نہیں نکل جاتا اور اس کی مثال نجومی کی پیشن گوئی سے دی ہے کہ اگر وہ خبر دیدے کہ فلاں دن فلاں شخص کنوئیں میں گر کر مر جائے گا تو کوئی یہ نہ کہے گا کہ اس نے اس کو مار ڈالا بلکہ یہی سمجھا جائے گا کہ وہ خود اپنے اختیار سے مر گیا۔

مگر یہ تو ایسی بات ہے جو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے عقل کے خلاف تو اس لئے کہ اگر ہمارے یہ کام خدا تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف نہیں تو پھر انکو وجود کون عطا کرتا ہے کیا یہ کہا جائے گا کہ ہم تم اپنے افعال کو خود ہی موجود کرتے ہیں یہ تو ایسی کھلی جہالت ہے کہ جس کے باطل کرنے کے لئے دلیل کی بھی حاجت نہیں اول تو ہم پہلے ثابت کر چکے کہ ہم اور تم بدون طاقت و رغبت و ارادہ و علم کوئی کام نہیں کر سکتے تو پہلے ان سب کو خالق افعال ماننا چاہئے پیچھے ہی اپنے آپ کو خالق افعال کہئے۔ دوسرے ہم اور آپ کو کسی شئی کو جب وجود عطا کریں جب وجود ہمارے قبضہ میں ہو ہمارا اپنا ہی وجود ہمارے قبضہ میں نہیں کسی فعل کو ہم کیا موجود کریں گے اور نقل کے خلاف ہونا تو بالکل ظاہر ہے قرآن میں بہت جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بدون ارادہ خداوندی کے کچھ نہیں ہوسکتا وما تشاؤن الا ان یشاء الله [تکویر: ۲۹] تم کوئی ارادہ نہیں کر سکتے جب تک کہ حق تعالیٰ ارادہ نہ کریں۔

تو تقدیر کے معنی میں سے ارادہ الٰہی کے لفظ کو حذف کر دینے سے کہیں کام چل سکتا ہے، اشکال اس طرح رفع نہیں ہوسکتا۔ اس شبہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ مقدمہ بالکل غلط ہے کہ جس کام کے ساتھ ارادہ خداوندی متعلق ہو وہ کرنے والے کے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تو جب لازم آتا جبکہ ارادہ خداوندی صرف افعال

عباد کے وقوع ہی کے ساتھ متعلق ہوتا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ارادہ خداوندی کا تعلق افعال عباد کے ساتھ اس طرح ہوتا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے فلاں کام کرے گا جب حق تعالیٰ کا ارادہ ہمارے افعال کے ساتھ اس طرح متعلق ہوا کہ ہم اپنے اختیار سے اس کو کریں اور خدائے تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ہونا محال ہے تو ہمارا اپنے افعال میں مجبور اور بے اختیار ہونا بھی محال ہے پس اس قاعدہ سے کہ ہر کام خداتعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے ہمارا اختیار باطل نہیں ہوسکتا بلکہ تقریر بالا کے بموجب بے اختیار ہونا محال ثابت ہوا، پس یہ اشکال بالکل جاتا رہا کہ مسئلہ تقدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بالکل مجبور ہے اس کا کچھ اختیار نہیں۔

تقدیر کے مسئلہ میں کاوش کی ممانعت کی وجہ

اہل فہم بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ درحقیقت مسئلہ تقدیر کچھ پیچیدہ مسئلہ نہیں، مگر بعض مسائل کے سمجھنے کے لئے فہم سلیم کی ضرورت ہوتی ہے اور دنیا میں فہم سلیم والے کم ہیں اس لئے شریعت نے اس مسئلہ میں زیادہ کاوش کرنے سے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ جب فہم سلیم نہیں ہوگی تو اس سے طرح طرح کے شبہات پیدا ہو کر انسان کو پریشان اور اس کی آخرت کو برباد کر دیں گے اور جس کو خدا نے فہم سلیم عطا کی اس کے لئے شریعت اسلامیہ محمدیہ میں کوئی مسئلہ اور کوئی بات پیچیدہ نہیں۔

عقیدۂ تقدیر کا فائدہ

اگر بنظر غور دیکھا جائے تو مسئلہ تقدیر کی تمدن عالم کے لئے بھی بہت سخت ضرورت ہے مصیبت اور غم کے وقت مسئلہ تقدیر کے قائل نہ ہونے والے کو اس خیال سے بہت کچھ تسلی ہو جاتی ہے کہ تقدیر میں یہی تھا۔ مشیت الٰہی اسی طرح تھی پھر رنج کرنے سے کیا نفع لیکن جو شخص مسئلہ تقدیر کا قائل نہیں جب اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے، مثلاً مقدمہ ہار گیا یا کسی کا بیٹا مر گیا تو اس کا غم ہلکا کرنے والا کوئی بھی خیال اس کے پاس نہیں وہ ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ وکیل نے فلاں طرز سے گفتگو نہ کی

مخالف کے گواہوں پر فلاں جرح نہ کی اس لئے میں مقدمہ ہار گیا یا حکیم صاحب نے تشخیص میں بڑی غلطی کی اور کچھ سے کچھ دوا دے کر میرے بیٹے کو مار ڈالا۔ غرض اس قسم کے خیالات اس کے دل کو ہر وقت پریشان کرتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ کو منقطع کرنے والا کوئی قوی عقیدہ اس کے پاس نہیں جس کا انجام بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ اس اسباب پرست کو مصیبت میں اختلاج قلب ہو جاتا ہے اور ایسا اکثر ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ موت تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

پس ہم تمام عقلاء زمانہ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جب دنیا میں انسان کے ساتھ راحت اور مصیبت خوشی اور غم سب ہی کچھ واقعات لگے ہوئے ہیں تو کوئی ایسی چیز بھی تو ہونی چاہئے جو مصیبت میں اس کی حیات اور صحت کو برقرار رکھے مصیبت اور غم کی دوا ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر ہی ہے پس یہ اسلامی معرکۃ الآراء مسئلہ عقلی بھی ہے اور تمدنی بھی طبیعت خود اس کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لئے اس کے ثبوت میں زیادہ دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں لہٰذا اس مضمون کو اسی جگہ ختم کیا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرماویں۔

والسلام
ظفر احمد عثمانی

ولادت محمدیہ کا راز

حصہ دوم

مسئلہ رسالت

اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے

برادران من! یہ بات پہلے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات تمام صفات کمال سے متصف اور جملہ عیوب سے پاک ہے اور یہ ایسی کھلی ہوئی بات ہے جس کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کیونکہ اگر خدا میں بھی عیب ہوا تو پھر وہ خدا کیسا اور اس کو خدا ماننے ہی کیا ضرورت ہے ایسے تو ہم اور آپ بھی ہیں کہ ہمارے اندر بہت سی خوبیاں ہیں اور کوئی کوئی عیب بھی ہے اور سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ ہماری کوئی خوبی اور کوئی کمال اپنے گھر کا نہیں ہے، بلکہ سب کی باگ کسی دوسرے کے قبضہ میں معلوم ہوتی ہے جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ خود ہمارا وجود اپنے گھر کا نہیں اور تمام

نوٹ: طوبی فقد انجز الاقبال ما وعدا + وکوکب المجد من افق العلے صعداء الحمد للہ علی احسانہ کہ آج میں دوبارہ اس مضمون کے لئے قلم اٹھاتا ہوں جو کہ نامکمل حالت میں بعض وجوہ سے رہ گیا تھا اس کا پہلا حصہ یہاں الرشاد سہارنپور سے شائع ہو چکا ہے جس میں سردار عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا عجیب راز بیان کر کے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ شریعت اسلامیہ ایک ایسی سہل اور جامع شریعت ہے جس کے سامنے تمام شرائع سابقہ کا منسوخ ہو جانا ضروری اور عقلی طور پر لابدی امر ہے۔

اسی سلسلہ میں نسخ احکام پر جو شبہات وارد ہوئے تھے ان کو بخوبی حل کیا گیا تھا، اس کے بعد توحید اور تقدیر کے معرکۃ الآراء مباحث کو نہایت سہل اور سلیس عنوان سے طے کیا گیا تھا اور آج مسئلہ رسالت پر عقلی طریقہ سے کلام شروع ہوتا ہے امید ہے کہ یہ مضمون بھی گذشتہ سلسلہ کی طرح مقبول خاص و عام ہو کر اس ناچیز کیلئے ذخیرۂ آخرت ہونے کا شرف حاصل کریگا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز. ان ربنا لغفور شکور ۱۲-۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

صفات کمال اور سب خوبیاں وجود ہی کے تابع ہیں جب وجود ہمارا دوسرے کے قبضہ میں ہے تو ہمارے تمام کمالات بھی اسی کے قبضہ میں ہونگے لیکن وہ خدا جس کا وجود اس کی ذات سے جدا نہیں ہوسکتا اور وہ کبھی فنا اور نیست نہیں ہوسکتا اگر اس کی ذات بھی عیب سے پاک نہ ہوئی تو پھر وہ کون ہے جو عیب سے پاک ہوگا اور وہ عیب دار ہو کر تمام مخلوقات کا خدا کیونکر ہو سکے گا اس لئے کہ پہلے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عیب وہی ہے جس کو عدم، فنا، نیستی سے کچھ لگاؤ ہے اور کمال وہی ہے جس کو وجود اور بقاء اور ہستی سے تعلق ہے یہاں تک کہ فناء اور عدم جملہ عیوب کی جڑ ہے اور وجود ہر کمال کا منشا ہے اور چونکہ خدا وہی ہے جس کا وجود سب سے زیادہ کامل ہو کہ فنا اور عدم اس کے پاس بھی نہ پھٹک سکے تو اب اس میں کیا کلام ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات تمام صفات کمال کے ساتھ متصف اور جملہ عیوب سے پاک ہے کیونکہ اس کا وجود نہایت قوی اور کامل ہے اور اس کے ساتھ عدم اور فنا کو جو کہ عیبوں کی جڑ ہے کچھ بھی لگاؤ نہیں، پھر اس میں کوئی عیب کہاں سے آ جائیگا۔

غرض کہ قدرت قوت، متانت، کارسازی، کاریگری، باریک بینی، علم وحلم وکرم اور نفع وضرر، غضب وقہر، رحمت ورافت اور تمام کمالات اور خوبیاں خدا تعالیٰ میں اس طرح موجود ہیں کہ کسی وقت وہ اس کی ذات سے جدا نہیں ہوسکتیں اور تمام کائنات اپنے وجود اور کمالات میں اسی کی محتاج ہے، اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ خداوند عالم کی اطاعت اور فرمانبرداری تمام عالم کے ذمہ واجب ولازم ہو۔

اسباب اطاعت

کیونکہ فرمانبرداری کے اسباب بظاہر کل تین ہیں اور حقیقت میں صرف دو ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کسی دوسرے کی تابعداری یا تو نفع کی امید پر کیا کرتا ہے (جیسے نوکر اپنے آقا کی اطاعت تنخواہ کی امید پر کرتا ہے) یا نقصان کے اندیشہ سے فرمانبرداری کرتا ہے (جیسے رعیت حکام کی اور کمزور آدمی زبردست کی اطاعت اسی وجہ سے کرتا ہے کہ سرکشی کی صورت میں اس کو سزا وقید وغیرہ کا خوف ہوتا ہے)۔ یا محبت کی

وجہ سے کوئی کسی کی تابعداری کیا کرتا ہے جیسے عشاق اپنے معشوقوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

پس بظاہر اطاعت کے اسباب تین معلوم ہوتے ہیں۔ نفع کی امید، نقصان کا خوف، اور محبت، مگر امید اور خوف میں غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان دونوں کا منشا یہ ہے کہ جس شخص سے امید یا خوف ہے اس کے ہاتھ میں نفع اور نقصان کا اختیار ہے اور نفع ونقصان کا اختیار مالک کو ہوتا ہے۔

پس ان دونوں کی اصل مالکیت نکلتی ہے کہ اصلی مالک کو اوصاف اور کمالات کے عطا کرنے اور چھین لینے کا پورا اختیار ہوتا ہے اور لینے والوں کو رد یا انکار کا اختیار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آفتاب مشرق سے طلوع ہونے کے وقت زمین کو روشنی عطا کرتا ہے اور زمین اس کو رد نہیں کرسکتی اور غروب کے وقت وہ اپنی روشنی کو زمین سے چھین لیتا ہے اور زمین اس سے انکار نہیں کرسکتی اور اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہے کہ آفتاب روشنی کا مالک ہے اور زمین اس کی مالک نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ خوف اور امید کا منشاء نفع ونقصان کا اختیار ہے اور نفع ونقصان کا اختیار مالک کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ ہم کو اس شخص سے کچھ بھی امید یا اندیشہ نہیں ہوتا جو ہم کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پس اب اطاعت کے صرف دو سبب رہ گئے مالک ہونا یا محبت اور اگر زیادہ غور سے کام لیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت اور تابعداری کا صرف ایک ہی سبب ہے یعنی محبت چنانچہ جتنی مثالیں اطاعت کی اوپر بیان کی گئی ہیں ان سب میں محبت ہی تابعداری یا فرمانبرداری کا سبب نکلتی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ بعض دفعہ دوسرے کی محبت اطاعت کا سبب ہوتی ہے اور کہیں اپنی جان و مال کی محبت سبب ہوتی ہے چنانچہ عشاق اپنے معشوق کی اطاعت اس لئے کرتے ہیں کہ ان کو معشوق سے محبت ہے اور نوکر اور رعایا اس لئے اطاعت کرتے ہیں کہ ان کو اپنے جان و مال سے محبت ہے نوکر کو آقا کی اطاعت میں تنخواہ ملنے کی توقع ہوتی ہے اور مال اسکا محبوب ہے۔ رعایا کو حاکم کی سرکشی سے قید اور سزا کا اندیشہ ہے اور ان کو اپنی جان محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت سب پر لازم ہے

غرض کہ اطاعت کا سبب خواہ ایک ہو یا دو یا تین جو کچھ بھی ہو وہ اول خدا تعالیٰ میں ہے اس کے بعد دوسروں میں۔ کیونکہ مالک ہونا اور نفع ونقصان کا اختیار ہونا وجود او ہستی پر موقوف ہے اسی طرح جمال اور حسن اور محبوبیت وغیرہ کا مدار بھی وجود اور ہستی ہی پر ہے وجود کے بغیر نہ کوئی مالک ہوسکتا ہے نہ حسین جمیل۔ نہ نفع ونقصان کا اختیار ہوسکتا ہے نہ اوصاف وکمالات سے متصف ہونا جب ان سب کا مدار وجود پر ہے اور وجود کی اصل خدا تعالیٰ کے پاس ہے تو جو چیزیں اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہیں ان کی اصل بھی خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہوگی، پس اصلی مالک اور نفع ونقصان کا پورا اختیار رکھنے والا اور حقیقی محبوب خدا کے سوا کوئی نہیں اور یہ اوصاف جس کسی میں تھوڑے بہت نظر آتے ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ ہی کا فیض ہے اور جب مخلوق میں ان اوصاف میں سے کسی ایک کا پایا جانا بھی اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہوجاتا ہے تو خداوند عالم جس میں یہ کمالات سب مجتمع ہیں اور یہ اوصاف اس میں کامل طور موجود ہیں اس کی اطاعت وتابعداری کیوں نہ ضروری ہوگی، پس یہ بات واضح ہوگئی کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت تمام مخلوق کے ذمہ فرض اور لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا طریقہ

مگر اطاعت اور تابعداری اس کا نام ہے کہ دوسرے کی مرضی کے موافق کام کیا جائے۔ کیونکہ خلاف مرضی کرنے پر بھی اگر اطاعت اور بندگی باقی رہ سکتی ہے تو پھر گناہ اور خطا اطاعت اور بندگی میں کیا فرق رہیگا۔ پس اطاعت وہی ہے جو مرضی کے موافق ہو۔ لیکن کسی کی رضا اور ناراضی کا حال دریافت کرنا اس وقت تک آسان نہیں جب تک کہ وہ خود ہی نہ بتلادے کہ یہ کام میری مرضی کے موافق ہے اور فلاں کام سے میں ناراض ہوں۔ دور کیوں جایئے۔ ہم لوگ باوجودیکہ سراپا ظاہر ہیں ہر شخص کی نگاہیں ہم پر پڑتی ہیں لیکن ہماری رضا اور ناراضی ایسی چھپی ہوئی ہے کہ بدون ہمارے ظاہر

کئے ظاہر نہیں ہوسکتی بغیر ہمارے بتلائے کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوسکتی۔ بدون صاف صاف کہے یا اشارہ کنایہ کئے کسی کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی سینہ سے سینہ ملا دیں اور دل کو چیر کر دکھلا دیں تب بھی ہمارے دل کی بات دوسرے کو معلوم نہیں ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں اس خداوند عالم کی رضا اور ناراضی کی اطلاع بغیر اس کے بتلائے ہوئے کسی کو کیونکر ہوسکتی ہے جو کہ سب سے زیادہ لطیف ہے اسی وجہ سے کسی کو آج تک دکھلائی نہیں دیا پھر اس کے دل کی بات بے اس کے بتلائے کیونکر معلوم ہوسکتی ہے اور اگر ایک دو بات کے متعلق عقل سے معلوم بھی ہو جائے کہ یہ اس قابل ہے کہ خدا تعالیٰ اس کا حکم فرمائیں اور یہ اس قابل ہے کہ اس سے منع فرمائیں تو یہ کیا ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ اس قابلیت کی پابندی بھی کریں کیا عجب ہے کہ وہ اپنی خودمختاری اور بے نیازی کی بناپر عقل کی تجویز کے خلاف حکم دیدیں پھر اس قسم کے اجمالی علم سے کیا کام چل سکتا ہے جب تک تمام کاموں کی تفصیل اول سے آخر تک معلوم نہ ہو اس وقت تک حکم کی تعمیل نہیں ہوسکتی نہ اس کی رضا اور ناراضی کا حال پوری طرح کھل سکتا ہے۔

اطلاع احکام کا طریقہ

لیکن بادشاہان دنیا اور محبوبان مجازی کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس نام کی بادشاہت اور محبوبیت اور ذرا سے سامان نخوت پر ہر شخص کے مکان یا دکان پر کہتے نہیں پھرتے کہ یہ بات ہماری مرضی کے موافق ہے اس کی تعمیل کرنی چاہئے اور یہ بات مرضی کے خلاف ہے اس سے بچنا چاہئے بلکہ وہ پہلے مقربان درگاہ کو اپنے احکام سے مطلع کرتے ہیں پھر وہ دوسروں کو اطلاع دیتے ہیں اور حسب ضرورت اشتہار اور منادی کرادیتے ہیں اس صورت میں خداوند عالم کو ایسا کیا کم سمجھ لیا ہے کہ وہ ہر کسی سے کہتا پھرے کہ اس کام کو کرنا چاہئے اور اس کام کو نہ کرنا چاہئے باوجودیکہ وہ ایسا بے نیاز ہے کہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سوا تمام عالم اس کا محتاج ہے پس یقیناً وہ بھی اپنی رضا اور ناراضی کی اطلاع تمام عالم کو مقربان خاص ہی کے ذریعہ سے دے گا

ہم انھیں مقربان الٰہی کو جو خدا تعالیٰ کے احکامات کی اطلاع دوسروں کو کرتے ہیں پیغمبر اور نبی اور رسول کہتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا

لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی کسی کا مقرب جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ وہ ہر طرح اس کی مرضی کے موافق ہو اگر اس میں ایک بات بھی دوسرے کے مزاج کے خلاف ہوگی تو اس کی ساری خوبیاں ہوئی نہ ہوئی برابر ہو جائیں گی چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص نہایت حسین جمیل ہے مگر اس کی ایک آنکھ بھینگی یا کانی ہے تو اس ایک نقصان سے تمام چہرہ بدنما ہو جاتا ہے غرض کہ جس میں ایک بات بھی خلاف مرضی ہوتی ہے وہ محبوبیت اور تقرب کے لائق نہیں ہوتا اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انبیاء علیہ السلام سراپا اطاعت ہوں اور ان میں ایک بات بھی خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اسی وجہ سے ہم انبیاء علیہم السلام کو معصوم کہتے ہیں۔

عصمت کے معنی

عصمت کے معنی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم کی نافرمانی اور گناہ کا ان میں مادہ ہی نہیں کیونکہ جب ان میں کوئی صفت بری ہی نہیں بلکہ ان کے تمام اوصاف خدا کی مرضی کے موافق ہیں تو پھر ان سے گناہ کا صادر ہونا بھی عادۃً ممکن نہیں اس لئے کہ افعال اختیاریہ صفات کے تابع ہوتے ہیں جس شخص میں جیسی صفت ہوتی ہے اس سے ویسے ہی کام ظاہر ہوتے ہیں اگر سخاوت ہے تو عطا اور بخشش کی نوبت آتی ہے اور اگر بخل ہے تو کوڑی کوڑی جمع کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ بہادری سے اولوالعزمی اور استقلال اور معرکہ آرائی کا ظہور ہوتا ہے اور بزدلی سے بھاگنا اور پسپا ہونا دنیا میں رسوا کرتا ہے پھر جو شخص سراپا اطاعت ہو جس میں کوئی بری صفت موجود نہ ہو اس سے نافرمانی اور سرکشی اور ناشائستہ افعال کیونکر صادر ہو سکتے ہیں ہاں یہ بات ممکن ہے کیا انبیاء علیہم السلام سہو ونسیان یا غلط فہمی سے (جو کہ بتقاضائے بشریت بڑے سے بڑے

عاقلوں کو ہی پیش آجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کے سوا اس سے کوئی پاک نہیں) کسی خلاف مرضی کام کو مرضی کے موافق اور مرضی موافق کام کو خلاف مرضی سمجھ جائیں اور اس وجہ سے بظاہر کوئی کام خلاف مرضی ان سے ہو جائے تو ہو جائے مگر اس کو گناہ اور نافرمانی نہیں کہتے گناہ وہی ہے جو عمداً وقصداً مخالفت کی نیت سے کیا جائے بھول چوک کو لغزش کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عذر کے موقع میں یہ کہا کرتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا یا میں سمجھا نہ تھا اگر بھول چوک بھی گناہ ہوا کرتا تو یہ عذر الٹا خطا کا اقرار ہوتا عذر نہ ہوتا۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنے منصب سے معزول نہیں ہو سکتے

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ مقرب اور خاص بننے کے لئے سراپا اطاعت ہونا ضروری ہے اور اپنے مخالفوں کو بارگاہ میں کوئی جگہ نہیں دے سکتا اس لئے یہ لازم ہے کہ وہ مقرب رسول جن پر حق تعالیٰ اپنے احکام اور اسرار ظاہر و باطن میں اس کی مطیع ہوں تو اب یہ بھی سمجھو کہ جس کو خداوند علیم وخبیر ظاہر و باطن میں اپنا مطیع وفرمانبردار سمجھے گا اس میں غلطی ممکن نہیں یہ کبھی نہ ہوگا کہ خدا کسی کو اپنا تابعدار سمجھے اور وہ کسی وقت نافرمان نکل آئے، البتہ بادشاہان دنیا اپنے موافق اور مخالف اور مطیع و نافرمان اور مخلص و مکار کے سمجھنے میں بسا اوقات غلطی کھا جاتے ہیں اس لئے ان کے یہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جس کو مخلص و تابعدار سمجھا تھا وہ اس کے خلاف نکلے یا بادشاہ کو غلطی کی وجہ سے اس کی طرف مخالف و مکار ہونے کا گمان پیدا ہو جائے اس لئے وہ دربار سے نکالا جائے مگر خدا تعالیٰ کے علم میں غلطی اور غلط فہمی وغیرہ کا احتمال ممکن نہیں۔ اس لئے جو اس کے مقربان بارگاہ ہیں وہ ہمیشہ مطیع و مقرب ہی رہیں گے وہ کبھی اپنے منصب سے معزول نہیں ہو سکتے۔ ہاں اس کا مضائقہ نہیں کہ خدمت نبوت میں تخفیف ہو جائے۔

تقرب کے معنی

مگر جس طرح بادشاہوں کے مقرب اور خواص سلطانی فرمانبردار اور مقرب ہوتے ہیں اور سلطنت میں شریک اور حصہ دار نہیں ہوتے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی

خدا کے خاص بندے ہیں مگر خدائی میں شریک نہیں اس لئے ان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جس کسی کو چاہیں بطور خود جنت یا دوزخ میں داخل کر دیں۔ ہاں مقرب ہونے کی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ وہ نہایت ادب کے ساتھ کسی کی سفارش یا کسی کی شکایت کریں پس اپنے دوستوں کی ترقی درجات یا گناہوں کی مغفرت کے لئے جو انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کریں گے اس کو اہل اسلام شفاعت کہتے ہیں اور وہ بھی حق تعالیٰ کی اجازت کے بعد ہوگی اور ان ہی لوگوں کے واسطے ہوگی جن کو حق تعالیٰ خود ہی رہا کرنا اور بخشنا چاہیں گے چنانچہ کافروں کے لئے استغفار و دعا کی بھی ممانعت ہے شفاعت کیا ہوتی۔ بس انبیاء علیہم السلام گنہگار مسلمانوں لئے شفاعت کرینگے جن کو حق تعالیٰ خود ہی بخشنا چاہیں گے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی عزت و حرمت اور قربت ظاہر کرنے کے لئے ان کو شفاعت کی اجازت دیدیں گے۔ پس تقرب اور شفاعت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام خدائی کے حصہ دار یا جنت دوزخ میں بھیجنے کیلئے خود مختار ہیں۔

ابطال کفارہ مسیح

غرض انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا اور گنہگاروں کی شفاعت کرنا تو قرین قیاس ہے اور عقل اس کو تسلیم کر سکتی ہے لیکن ان کا گنہگار ہونا یا جنت و دوزخ میں پہنچانے کے لئے خود مختار ہونا ہرگز قرین عقل نہیں اور نہ یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ کسی کے عوض کوئی جنت میں چلا جاوے اور کسی کے بدلے کوئی دوزخ میں رہ جاوے کیونکہ جنت محبوبان الٰہی کی آرام گاہ ہے اور دوزخ دشمنان خدا کا جیل خانہ ہے پس جنت میں وہی پہنچے گا جو محبوب ہو اور دوزخ میں وہی بھیجا جائیگا جو نافرمان یا دشمن ہو اور ظاہر ہے کہ محبت اور دشمنی کے لئے کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس انعام اور سزا کے لئے بھی کوئی سبب ہوتا ہے جہاں محبت کے اسباب موجود ہوں گے وہاں محبت اور عنایت و مہربانی ہوگی اور جہاں دشمنی کے اسباب ہونگے وہاں عداوت اور کشیدگی بھی ضرور ہوگی یہ نہیں ہوسکتا کہ حسن جمال اور حسن خصال اور قرابت اور کمال اور خوبی اور سخاوت وغیرہ تو کسی

میں ہو اور محبت ان سے ہو جائے جن کی صورت اچھی نہ سیرت بھلی۔ قرابت ہے نہ کمال سخاوت ہے نہ احسان۔ بلکہ اجنبی در اجنبی احسان کے بدلے نقصان پہنچاتے ہیں راحت کے بدلے ایذا رسانی اور بھلائی کے عوض برائی کرتے ہیں یہ بات تو بنی آدم میں بھی نہیں باوجودیکہ وہ بہت سی ناانصافیاں کرتے رہتے ہیں پھر خدا میں یہ بات کیوں کر ہو سکتی ہے جو سب سے زیادہ انصاف و عدل والا ہے اس لئے یہ ممکن نہیں کہ اطاعت کوئی کرے اور ثواب کا مستحق کوئی ہو جائے، گناہ کوئی کرے اور سزا کسی کو دی جائے۔ تابعداری و فرمانبرداری تو عیسیٰ علیہ السلام کریں اور رحمت گنہگار لوگوں پر ہو جائے۔ گناہ اور تقصیر تو امتی کریں اور (نعوذ باللہ) ملعون عیسیٰ علیہ السلام ہو جائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء بدستور ویسے ہی بارگاہ الٰہی میں مقرب اور اپنی عظمت و شان کے ساتھ موجود ہیں نہ کبھی وہ عذاب میں گرفتار ہوئے اور نہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پس یہ گستاخی ہے جو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تجویز کرتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ امت کے گناہوں کو اپنے سر پر رکھ کر ملعون ہو گئے اور اس طرح اپنی امت کے لئے عذاب کا کفارہ ہو گئے۔ سبحان اللہ جس اولوالعزم رسول نے اپنی ساری عمر خدا کی اطاعت و بندگی اور خوف و خشیت اور بندگان خدا کی راحت رسانی اور خدا کی یاد اور محبت میں گذاری وہ تو ملعون ہو اور جہنمی۔ اور ان کی امت کے وہ لوگ جن کو نہ عبادت سے واسطہ نہ اطاعت سے نہ خدا کی محبت سے آشنا نہ معرفت سے بلکہ برعکس حالت یہ ہے کہ عبادت کے بجائے نافرمانی کریں، بے حیائی اور بے شرمی اختیار کریں شراب خوری اور زناکاری میں تمام عالم سے بڑھ جائیں تعدی اور ظلم اور ہوس ملک گیری میں ضعیف اور کمزور لوگوں کا کچھ بھی خیال نہ کریں وہ رحمت الٰہی کے مستحق اور جنت کے وارث ہوں۔

ایں خیال است و محال ست و جنوں

نبوت کا مدار تین کمالوں پر ہے

اس تقریر سے ناظرین کو یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ نبوت کے لئے سب سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ نبی ظاہر و باطن میں مرضی خداوندی کے موافق ہو اور ظاہر و باطن سے خدا کی اطاعت کے لئے تیار ہو اس لئے کہ جو شخص خدا کی مرضی موافق ہوتا ہے وہی مقرب ربانی ہوسکتا ہے اور جو ظاہر و باطن دونوں طرح مطیع و فرمانبردار ہو وہی شخص خدا کا نائب ہوسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ بدون تقرب کے بادشاہ سے گفتگو اور کلام گوئی نہیں کرسکتا اور نہ بے تقرب کے شاہی سفیر کسی کے پاس بادشاہ کا سلام و پیام لے جاسکتا ہے اسی طرح بغیر تقرب کے خدا تعالیٰ کی ہم کلامی کا شرف میسر نہیں آسکتا اور نہ بدون تقرب کے ملائکہ علیہم السلام کسی کے پاس خدا کا سلام و پیام لے جاسکتے ہیں اور جب تقرب کا مدار مرضی موافق ہونے پر ہے تو بالضرور نبی میں تین باتیں یقیناً ہوں گی۔

محبت خداوندی

اول یہ کہ حق تعالیٰ سے محبت اس قدر ہو کہ گناہ اور معصیت کے ارادہ کی گنجائش ہے نہ ہو۔

اخلاق حمیدہ

دوسرے یہ کہ اس کے اخلاق حمیدہ اور پسندیدہ ہوں کیونکہ ہر شخص اپنے اخلاق کے موافق کام کیا کرتا ہے۔ سخی دیا کرتے ہیں بخیل جمع کیا کرتے ہیں خوش اخلاق آدمی اخلاق سے پیش آتے اور راحت پہنچاتے ہیں اور بداخلاق بدی سے پیش آتے اور ایذا دیا کرتے ہیں غرض ہر کام کا تعلق ایک خصلت سے ہوتا ہے اور افعال کا بھلا برا ہونا اخلاق کی بھلائی برائی پر موقوف ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل میں بھلی اور بری اخلاق و صفات ہی ہوتی ہیں اور اخلاق کا اچھا اور برا ہونا اس پر منحصر ہے کہ خدائے تعالیٰ کے اخلاق کے موافق یا مخالف ہو جو خلق و عادت خدا کے اخلاق سے موافق ہوگا وہ

اچھا سمجھا جائیگا جو مخالف ہوگا اس کو برا کہا جائیگا پس جو باتیں اخلاق خداوندی کے موافق ہوں ان کو برا کہنا بجز کم فہموں کے اور کسی کا کام نہیں ۔ مثلاً خداوند عالم بالاتفاق سب کے نزدیک اچھوں سے خوش ہوتا ہے اور بروں سے ناخوش ان کو انعام دیتا ہے اور ان کو سزا۔

پھر جو شخص ہو بہو بالکل ایسا ہی ہو اس کو دوسروں سے کامل اور دل و جان سے محبوب رکھنا چاہیئے نہ کہ الٹا بجائے محبت کے عداوت اور بجائے تعریف کے اس میں عیب نکالنے لگیں پس نصاریٰ جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاد اور تعلیم جہاد کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں یہ سراسر ناانصافی ہے کیونکہ تعلیم جہاد کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول کے منکر اور ان کے دشمن ہیں اور زمین میں کفر و شرک کا فساد پھیلاتے ہیں ان کو سزا دی جاتی ہے تو یہ تعلیم سراسر اخلاق خداوندی کے موافق ہے کیونکہ خدا بھی بروں سے ناخوش ہوتا اور ان کو سزا دیتا ہے مگر یہ جو ہم نے کہا ہے کہ جو عادت اخلاق خداوندی کے موافق ہو وہ اچھی ہے اور جو مخالف ہو وہ بری ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کی صفت تکبر و عظمت ہے تو انسان بھی تکبر کرنے لگے کیونکہ بعض صفات خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں اور وہ اسی کی ذات کے لائق ہیں بندہ کو ان کا اختیار کرنا جائز نہیں پس کبریا و عظمت انہی خاص صفات میں سے ہیں جو خدا کی ذات کے لئے مخصوص ہیں اور بندہ کو اس سے منع کر دیا گیا ہے۔

کمال عقل وفہم

تیسری شرط نبوت کے لئے خوبی عقل فہم ہے کیونکہ اول تو بدفہمی خود ایک ایسا عیب ہے جس سے زیادہ کوئی عیب نہیں دوسری خدا تعالیٰ کے کلام اور اسکے اسرار کا سمجھنا کوئی آسان بات نہیں اور حق تعالیٰ نے انبیاء کو مقرب اسی غرض سے بنایا ہے کہ جو بات ان سے کہی جائے اس کو سمجھیں اور سمجھ کر خود بھی اس کی تعمیل کریں اور دوسروں سے بھی کرائیں اس لئے نبی کے لئے لازم ہے کہ وہ کمال عقل وفہم میں سب سے بڑا ہوا

ہو۔تیسری بات یہ ہے کہ عقل وفہم کے بغیر برے افعال سے بچنا دشوار ہوتا ہے کیونکہ ہر چند کہ افعال واعمال صفات واخلاق کے تابع ہوتے ہیں مگر اخلاق وعادات کے لئے موقع اور بے موقع کا دریافت کرنا بھی ضروری ہوتا ہے دیکھئے سخاوت اچھی چیز ہے لیکن موقع میں صرف ہونا شرط ہے اگر مساکین اور محتاجوں کو دیا جائے تو اچھا ہے ورنہ رنڈیوں اور بھڑووں کو دینا شراب خوروں کو عطا کرنا کون نہیں جانتا کہ ہزار برائیوں کا سامان ہے اور اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہے کہ سخاوت کا استعمال بے موقع ہوا غرض کہ اخلاق حمیدہ کے استعمال کرنے میں موقع اور بے موقع کا پہچاننا بجز عقل کامل اور فہم سلیم کے ہرگز نہیں ہوسکتا اس لئے یہ ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہوں۔اور ظاہر ہے کہ جب ان کے اخلاق حمیدہ ہوں گے تو خدا سے محبت بھی ضرور ہوگی کیونکہ اپنے محسن اور پالنے والے کے ساتھ محبت ہونا بہت بڑی خصلت حمیدہ ہے اور جب ان کو موقع اور محل کا لحاظ ہے اور عقل کامل بھی موجود ہے تو پھر ان کے نزدیک خدا سے بڑھ کر اور کونسا موقع محبت کے لائق ہوگا کوئی بھی نہیں اور جب خدا کے ساتھ پوری محبت ہوگی تو پھر اطاعت وفرمانبرداری کا ارادہ بھی ضرور ہوگا جس کا انجام یہی نکلے گا کہ ان میں نافرمانی کے ارادہ کی گنجائش ہی نہ ہوگی۔

نبوت معجزہ پر موقوف نہیں بلکہ معجزہ نبوت پر موقوف ہے

اب گذارش یہ ہے کہ نبوت کا مدار عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہی رہے معجزات وہ خود نبوت پر موقوف ہیں۔نبوت ان پر موقوف نہیں یعنی یہ نہیں ہوتا کہ جس میں معجزات نظر ائیں اس کو نبوت عطا کریں اور جس میں معجزات ظاہر نہ ہوں اس کو نبوت نہ عطا کریں بلکہ جس میں نبوت ہوتی ہے اس کو اس لئے معجزات عنایت کر دیتے ہیں تا کہ عوام کو بھی اس کی نبوت کا یقین آجائے اور نبی کے برحق ہونے میں اس کے معجزے بمنزلہ سند اور دستاویز کے ہوجاویں پس عقلاء کے نزدیک اول عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہی کا تجسس کرنا چاہئے جو شخص نبوت کا دعوی کرے اول اس کی عقل واخلاق کو جانچیں

پھر بولیں کہ کون نبی ہے اور کون نہیں۔

خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اجمالی ثبوت

اہل اسلام تو سب ہی انبیاء علیہم السلام کے غلام ہیں خاص کر ان اولو العزم پیغمبروں کے جن کی تاثیر واولوالعزمی اور علو ہمت سے دین خداوندی نے بہت کچھ فروغ حاصل کیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کیونکہ انبیاء کا اعتقاد اور ان کی محبت اہل اسلام کے نزدیک جزو ایمان ہے مگر ان سے اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر حضرت خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو سمجھتے ہیں اور ان کو سب میں افضل اور سب کا سردار جانتے ہیں اہل انصاف فہم سلیم سے کام لے کر جس وقت حضور ﷺ کے احوال اور دیگر انبیاء کے احوال کا موازنہ کریں گے تو انشاء اللہ وہ اس حقیقت کو خود ہی تسلیم کرینگے۔

ہم اس بحث پر آئندہ چل کر مفصل کلام کریں گے مگر اس وقت اجمالاً اتنا کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ نبوت کا مدار عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہے پس ہر صاحب انصاف کو چاہئے کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک سیرت اور پاکیزہ حالات کو اپنے سامنے رکھ کر اس ترازو میں تولتا جائے اور اس سچی کسوٹی پر ان کو پرکھتا جائے تو بالآخر وہ اس نتیجہ پر ضرور پہنچ جائیگا کہ عقل واخلاق میں حضرت سیدنا محمد ﷺ سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ عقل وفہم میں آپ کی افضلیت کے لئے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذات خود امی ان پڑھ تھے جس ملک میں پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گذاری وہ علوم سے یک لخت خالی تھی نہ وہاں علوم دینی کا پتہ تھا نہ علوم دنیوی کا نشان، نہ کوئی آسمانی کتاب تھی نہ زمینی کتاب۔ جہل کی وجہ سے وہاں کیا کیا کچھ خرابیاں نہ تھیں ملک عرب کی جہالت اور سخت مزاجی اور گردن کشی کون نہیں جانتا۔ جہالت کا حال تو ابھی آپ نے سنا کہ وہ سرزمین علوم سے بالکل خالی تھی اس پر اخلاق کا یہ حال تھا کہ کسی کو قتل کر دینا۔ لڑکیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دینا ان کے نزدیک ایک

آسان بات تھی۔ فہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھا لائے اور پوجنے لگے۔ گردن کشی کی یہ صورت کہ کبھی کسی بادشاہ کے مطیع نہ ہوئے پھر آپ ہی فرمائیں کہ ایسے ملک میں جہاں علوم کا نام ونشان نہ ہو ایک امی شخص اول سے آخر تک اپنی عمر گذاری پھر ایسا دین اور ایسا آئین ایسی لاجواب کتاب ایسی ہدایت لائے کہ جس نے ملک عرب کے جاہلوں کو الٰہیات یعنی علوم ذات وصفات خداوندی میں جو کہ تمام علوم سے مشکل ہے اور علم عبادات وعلم اخلاق وعلم سیاست اور علم معاش ومعاد میں رشک ارسطو وافلاطون بنادیا جس کی وجہ سے عرب کی تہذیب حکماء عالم کی تہذیب پر فوقیت لے گئی اعتبار نہ ہو تو اہل اسلام کی کتابیں اوران کی کتابیں ہاتھ میں لیکر موازنہ کر کے دیکھیں۔ فریقین کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ ان علوم میں اہل اسلام تمام عالم کے علماء پر سبقت لے گئے۔ نہ یہ تدقیقات کہیں ہیں اور نہ یہ تحقیقات کہیں ہیں۔ ایسے علوم کوئی بتلائے تو سہی کس فریق اور کس قوم میں ہیں جن کے فیض یافتہ شاگردوں کے علوم کا یہ حال ہے تو خود استاد اور معلم اول یعنی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے علوم کا کیا حال ہوگا۔

اخلاق کی یہ کیفیت آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے بادشاہ زادے نہ تھے امیر نہ تھے امیر زادہ نہ تھے نہ تجارت کا سامان تھا نہ کھیتی کا بڑا اسباب تھا۔ نہ میراث میں کوئی بڑی چیز ہاتھ آئی نہ اپنے آپ کوئی دولت کمائی ایسے افلاس کی حالت میں عرب کے گردن کشوں جفاکشوں برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر اور تابع کرلیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دوروز کا ولولہ تھا آیا اور نکل گیا بلکہ ساری عمر اسی محبت اور جاں نثاری میں گذاردی یہاں تک کہ گھر چھوڑا باہر چھوڑا بیوی بچے چھوڑے مال ودولت چھوڑا آپ کی محبت میں سب پر خاک ڈال کر اپنے عزیزوں سے آمادہ جنگ وپیکار ہوئے کسی کو خود مارا کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے یہ اخلاق کی تسخیر نہ تھی تو کیا تھی یہ زور اور قوت آپ نے کس تنخواہ یا کس مال ودولت سے حاصل کی تھی ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی کس میں تھے۔

پھراس پر زہد کی یہ کیفیت کہ جو آیا وہی لٹایا نہ کھایا نہ پہنا نہ کوئی خوبصورت مکان بنایا۔ ساری عمر زمین اور بوریئے پر لیٹ کر بسر کی کبھی دو دن پے در پے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ مہینوں گھر میں چراغ بھی نہ جلتا تھا کبھی کھانے کو کچھ نہ ملا تو سوکھی روٹی اور سرکہ ہی سے بھوک پیاس بجھالی۔ جب آپ کی عقل واخلاق اور زہد کی یہ کیفیت ہو تو پھر کون عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام وغیرہ تو نبی ہوں اور سیدنا محمد ﷺ کی نبی نہ ہوں ان کی نبوت میں کسی کو تامل ہو یا نہ ہو پر سیدنا محمد ﷺ کی نبوت میں تو عقل وانصاف والوں کو تامل کی ذرا گنجائش نہیں۔ بلکہ آپ کے علمی کمالات پر نظر کرتے ہوئے جو کہ آپ کی ذات میں ہر خاص وعام کو اس طرح نظر آتے ہیں جیسے آفتاب میں نور یہ بات واجب التسلیم ہے کہ آپ تمام انبیاء کے قافلۂ سالار اور سب رسولوں کے سردار اور سب سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔

ختم نبوت کی دلیل

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے خواہ انبیاء کے کمالات ہوں یا اولیاء کے سب خدا تعالیٰ کی عطا ہیں۔ چنانچہ توحید پر کلام کرتے ہوئے اس کو اچھی طرح ثابت کر دیا گیا ہے مگر عالم میں خصوصاً بنی آدم میں مختلف کمالات موجود ہیں کسی میں حسن وجمال ہے تو کسی میں فضل وکمال۔ کسی میں زور وطاقت ہے تو کسی میں عقل وفراست۔ اس لئے اس صورت میں خدا تعالیٰ اور بندوں کی ایسی مثال ہوگی جیسے فرض کیجئے کسی جامع کمالات استاد کے پاس مختلف فنون حاصل کرنے والے طالب علم آئیں اور ہر شخص جدا جدا علم فیض یاب ہو کر اپنے اپنے کمالات دکھلائے تو ظاہر ہے کہ ان شاگردوں کے آثار واحوال سے یہ بات خود بخود ظاہر ہو جائیگی کہ یہ شخص کون سے فن میں اپنے استاد کا شاگرد ہے اور استاد کے کون سے کمال کا اس میں ظہور ہو رہا ہے اگر اس شاگرد سے علوم نقلیہ کا فیض جاری ہے تو معلوم ہو جائیگا کہ فن منقول میں یہ اپنے استاد کا شاگرد ہے اور اگر علوم عقلیہ کا فیض جاری ہے تو معلوم ہوگا کہ فن معقول میں اس

سے مستفید ہوا ہے اور بیماروں کا علاج کرتا ہے تو علم طب حاصل کرنے کا پتہ چلے گا۔ اور شاعروں میں غزلخوانی کرتا پھرتا ہے تو کمال شاعری میں اس سے مستفید ہونے کا سراغ ملے گا۔ غرض شاگردوں کی حالتیں خود بتلائیں گی کہ استاد کا کونسا کمال اس شاگرد میں ظاہر ہو رہا ہے تو جب بنی آدم میں اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام میں مختلف قسم کے حالات موجود ہوں پھر سب کے سب خدا ہی کی عطا اور فیض ہوں تو اب نبی کے آثار اور اذکار کے بارے میں یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ یہ نبی خدا تعالیٰ کی کونسی صفت سے مستفید ہے اور دوسری اس میں کونسی صفت نے ظہور کیا ہے اگر چہ تھوڑا بہت ظہور تو تمام صفات کا ہر نبی میں ہوتا ہے لیکن اصل منبع اور فیض کا سر چشمہ کوئی ایک ہی صفت ہوتی ہے کہ اسی کا رنگ غالب ہوتا اور بات بات میں اس کا جلوہ ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

پس انبیاء علیہ السلام کے معجزات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام میں کسی اور صفت کا ظہور ہو رہا ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں کو اچھا کر دینے سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ان میں جان بخشی کی صفت نے ظہور کیا ہے اور عصائے موسوی کے عجائبات سے کہ کبھی لاٹھی ہے کبھی اژدھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تقلیب و تبدیل کی صفت نے ظہور کیا ہے اور حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اعجاز قرآنی اور کمالات علمیہ کی دلالت سے صفت علم سے مستفید معلوم ہوتے ہیں اور اسی صفت کا آپ میں زیادہ ظہور ہو رہا ہے **قل رب زدنی علماً. او تیت علم الاولین والاخرین. علمنی ربی فاحسن تعلیمی و ادبنی ربی فاحسن تادیبی** (الاحادیث) یہی وجہ ہے کہ دیگر انبیاء نے اعمال میں اپنی قوم سے تحدی کی (یعنی اپنے افعال کی نظیر کا مطالبہ کیا اور حضرت سیدنا محمد ﷺ نے علوم میں تحدی کی یعنی اپنے علوم کی نظیر کا مطالبہ کیا۔

خلاصہ یہ کہ دیگر انبیاء نے تو ابتک یہ کہا کہ اگر کسی کو شک ہو تو ہمارے جیسے کام کر دکھائے اور حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ جس کو میری حقانیت میں کلام ہو وہ ایسے علوم

لائے جیسے میں لایا ہوں ایسا کلام بنالائے جیسا مجھ کو خدا نے عطا کیا ہے۔ پس دیگر انبیاء کے معجزات عملی تھے اور حضور ﷺ کے معجزات علمی تھے اس سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ حضور سیدنا محمد ﷺ میں حق تعالیٰ کی صفت علم نے ظہور کیا ہے اور دوسرے انبیاء میں صفت عمل نے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ دوسرے انبیاء میں علم نہ تھا یا حضور ﷺ کے پاس عملی معجزات نہ تھے کیونکہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ تمام مخلوق سے کامل تر ہیں اور خدا تعالیٰ سے بلا واسطہ ان کو فیض پہنچتا ہے اس لئے تھوڑا بہت ظہور تو ہر صفت کا ہر نبی میں ضرور ہوگا مگر اصل منبع اور سرچشمہ کوئی ایک صفت ہوگی جس کا تمام صفات پر غلبہ ہوگا۔

چنانچہ عام لوگوں میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض آدمیوں میں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں مگر سب برابر درجہ میں نہیں ہوتی کسی میں سخاوت کا غلبہ ہے کسی میں تواضع کا کسی میں شجاعت کا اور قاعدہ یہ ہے کہ جس میں جس صفت کا غلبہ ہوتا ہے اس کو اسی کے نام سے پکارا جاتا ہے پس جن میں سخاوت کا غلبہ ہے اس کو سخی کہہ کر مشہور کیا جاتا ہے اور جس میں تواضع کا غلبہ ہے اس کو متواضع کے نام سے مشہور کرتے ہیں مگر ہر شخص جانتا ہے کہ کسی کو سخی کہکر پکارنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس میں اس کے سوا اور کوئی صفت نہیں یا جس کو بہادر کہا جاتا ہے اس میں سخاوت نام کو بھی نہیں بلکہ اس سے صرف یہ بتلانا ہوتا ہے کہ اس شخص میں اس صفت کا زیادہ غلبہ اور اس کا ظہور دوسری صفات سے زیادہ ہے۔

اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ جن انبیاء نے عملی معجزات ظاہر کئے ہیں ان کے ان آثار سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں خدا تعالیٰ کی عملی قوت نے ظہور کیا ہے مگر اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ صفت علم سے خالی ہیں علی ہذا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور علمی کمالات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ حق تعالیٰ کی بارگاہ علم سے فیض یاب ہیں اور اس صفت نے آپ میں زیادہ ظہور کیا ہے پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ میں خدا تعالیٰ کی عملی قوت نے ظہور نہیں کیا۔

اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ سیدنا محمد ﷺ میں صفت علم کے ظہور ہونے اور آپ کے صفت علم سے مستفید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ میں حق تعالیٰ کی دوسری صفات کا جتنا ظہور ہے صفت علم کا ظہور ان سے زیادہ ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری صفات کا ظہور دیگر انبیاء میں آپ سے زیادہ ہو اور آپ میں کم ہو کیونکہ ہم دلائل کے ساتھ یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ جیسا کہ علمی معجزات [1] میں یکتا اور تنہا ہیں عملی معجزات میں بھی دیگر انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفات عملیہ کا ظہور بھی آپ ہی میں زیادہ ہے مگر ان سے بڑھ کر چونکہ علم کا ظہور ہو رہا ہے اس لئے یہ کہا جاتا ہے کہ آپ صفت علم سے مستفید ہیں اور ظاہر ہے کہ معجزات علمیہ عملی معجزات سے افضل ہیں سب جانتے ہیں کہ علم کو عمل پر شرف ہے یہی وجہ ہے کہ ہر فن میں اس فن کے استادوں کی تعظیم کی جاتی ہے ہر محکمہ میں افسروں کو تنخواہ زیادہ دیجاتی ہے باوجودیکہ ان کے کام میں بمقابلہ ان کے ماتحت لوگوں کے محنت کم ہوتی ہے یہ علم کا شرف نہیں تو اور کیا ہے۔ خود انبیاء ہی کو دیکھو کہ امتی آدمی بسا اوقات مجاہدہ و ریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے اور اس کی وجہ علم اور تعلیم کی شرافت کے سوا اور کیا ہے۔ الغرض انبیاء علیہم السلام امتیوں سے علم ہی کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں عبادت و ریاضت کی وجہ سے ممتاز نہیں ہوتے اور جب یہ ہے تو علم عمل سے بالضرور افضل ہوگا اس لئے علمی معجزات عملی معجزات سے کہیں زیادہ ہوں گے۔

---

(۱) چنانچہ حضرت قاسم العلوم اور دیگر حضرات علماء نے اس بحث کو خوب واضح کر دیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے عملی معجزات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی معجزات کا موازنہ کر کے دکھا دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات عملیہ بھی دوسروں سے بڑے ہوئے ہیں مگر چونکہ یہ پر خطر ہے جس کے لئے غایت ادب کی ضرورت ہے جس سے احقر قاصر ہے اسلئے تفصیل سے قلم روکتا ہے۔۱۲

قرآن شریف کا اعجاز

چنانچہ قرآن شریف جس کو تمام علمی معجزات میں افضل و اعلیٰ کہنا چاہئے ایسا برہان قاطع ہے کہ کسی سے کسی بات میں اس کا مقابلہ نہ ہو سکا علوم ذات وصفات و تجلیات، بدء خلائق، وعلم برزخ وعلم اخلاق، علم احوال علم افعال وعلم تاریخ وغیرہ اس قدر ہیں کہ کسی کتاب میں اس قدر نہیں۔ کسی کو دعویٰ ہو تو لا وے اور دکھا وے۔ پھر قرآن شریف کے معانی ومطالب سمجھنے اور سمجھانے کیلئے جس قدر علوم ایجاد کئے گئے ہیں ان کی شمار کے لئے ایک بڑی فہرست چاہئے نمونہ کے طور پر کچھ علوم کے نام گنواتا ہوں۔

قرآن شریف کی لفظی خدمت کے لئے مسلمانوں نے علم صرف، علم اشتقاق۔ علم تجوید، علم نحو، علم لغت وغیرہ ایجاد کئے اور معنوی خدمت کے لئے علم بلاغت، علم ادب، علم حدیث، اصول حدیث، اسماء رجال، علم فقہ، اصول فقہ، علم تفسیر وغیرہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کے اسرار معلوم کرنے کے لئے علم اسرار، علم تصوف، وغیرہ ظاہر ہوئے۔

پھر ان علوم میں سے ہر ایک علم پوری قوت صرف کی گئی ہے کہ اس وقت تاریخ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہر ہر علم میں مسلمانوں نے بے شمار کتابیں تصنیف کیں اور جدا جدا ہر علم کے ہزاروں مصنفین اسلام میں گذر چکے ہیں ذرا کوئی دکھائے تو سہی کہ دنیا میں قرآن کے سوا کوئی دوسری کتاب بھی ہے جس کی خدمت کے لئے اس قدر علوم ایجاد کئے گئے ہوں اور ہر علم میں اس قدر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہوں۔

پھر حیرت یہ ہے کہ اس پر بھی قرآن شریف کے عجائبات اور اسرار پوری طرح بیان نہیں ہو سکے چنانچہ ہر مفسر کی تفسیر میں دوسری تفاسیر سے زیادہ بہت سی باتیں ملتی ہیں مگر یہ کوئی دعوی نہیں کرسکتا کہ اس تفسیر کے بعد اس سے زیادہ اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ بیشک سچ ہے **لا تنقضی عجائبہ.**

صاحبو! یہ قرآن کا ایسا کھلا ہوا اعجاز ہے جس کو ہر عاقل اور جاہل پہچان سکتا ہے کہ جس کتاب کی خدمت کے لئے بے شمار علوم اور بے شمار کتابیں مدون کی گئی ہوں اور

پھر بھی اس کی تہہ تک کوئی نہ پہنچا ہو وہ کتاب یقیناً خدائے برتر کی نازل کی ہوئی ہے انسان کی تصنیف نہیں ہوسکتی۔

فصاحت و بلاغت کا اعجاز

اس پر فصاحت و بلاغت کا یہ حال کہ آج تک کسی سے اس صفت میں قرآن کا مقابلہ نہ ہو سکا باوجودیکہ اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز اور سحر البیانی اور قادرالکلامی کا دعویٰ تھا۔ مگر ہاں جس طرح محسوس چیزوں کا اچھا یا برا ہونا ایک نگاہ اور ایک توجہ میں بھی معلوم ہوسکتا ہے اور روح کے کمالات کا ادراک ایک بار میں نہیں ہوسکتا ایسے ہی ان علمی معجزات کی خوبی جو کہ عجیب عجیب علوم کو متضمن ہوں ایک بار میں معلوم نہیں ہوسکتی مگر ظاہر ہے کہ یہ بات نقصان پر دلالت نہیں کرتی بلکہ کمال لطافت کی دلیل ہے پس اگر کسی جاہل کم فہم کو قرآن کی فصاحت و بلاغت کے وجوہات نہ معلوم ہوں تو اس سے قرآن کا نقص لازم نہیں آتا کمال ہی ثابت ہوتا ہے مگر اس پر بھی قرآن کی عبارت ہر کس و ناکس زید بازاری جاہل اور بے وقوف کے نزدیک بھی اور عبارتوں سے اس طرح ممتاز ہوتی ہے جیسے کسی خوشنویس کا خط بدنویس کے خط سے ممتاز ہوتا ہے پھر جیسے معشوقوں کے خط و خال کا تناسب اور خوشنویسوں کے حروف کی خوبی ہر شخص کو معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی حقیقت اس سے زیادہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ دیکھ لو یہ موجود ہے ایسے ہی قرآن کی عبارت کا تناسب ہر کسی کو معلوم ہو جاتا ہے پر اس کی حقیقت اس سے زیادہ کوئی نہیں بتلا سکتا کہ دیکھ لو یہ موجود ہے۔

الغرض اعجاز قرآنی اور حضور کے کمالات علمی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صفت علم سے مستفید ہیں اور سب جانتے ہیں کہ علم وہ صفت ہے کہ تمام صفات اپنی کارگذاری میں اس کے محتاج ہیں اور علم اپنے کام میں کسی صفت کا محتاج نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ارادہ اور قدرت وغیرہ تمام صفات بغیر علم اور ادراک کے کسی کام کے نہیں روٹی کھانے کا ارادہ کرتے ہیں یا پانی پیتے ہیں تو پہلے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ پانی ہے شراب

نہیں یہ روٹی ہے کباب نہیں۔ پھر یہ علم نہیں تو اور کیا ہے۔ مگر روٹی کو روٹی سمجھنا اور پانی کو پانی جاننا ارادہ اور قدرت پر موقوف نہیں۔ اگر روٹی سامنے آ جائے یا پانی آگے سے گزر جائے تو بے ارادہ و بے اختیار وہ روٹی اور یہ پانی معلوم ہوگا۔

پس ثابت ہوگیا کہ علم کو اپنے معلومات کے تعلق میں کسی صفت کی ضرورت نہیں اور باقی تمام صفات کو اپنے تعلقات میں علم کی حاجت ہے تو جو صفات غیر سے متعلق ہوتی ہیں ان میں علم سب سے اول اور سب کا افسر ہے علم سے پہلے کوئی صفت نہیں بلکہ علم ہی پر ان تمام صفات کے مراتب ختم ہو جاتے ہیں جن کا تعلق غیر سے ہوتا ہے اسی طرح وہ نبی جو صفت علم سے مستفید ہو تمام انبیاء علیہم السلام سے مراتب میں زیادہ اور رتبہ میں سب سے اول اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم و مطاع ہوگا۔ اس پر تمام کمالات کے مراتب ختم ہو جاویں گے اس لئے وہ خاتم الانبیاء بھی ضرور ہوگا۔ کیونکہ انبیاء علیہ السلام احکام پہنچانے میں گورنر اور وائسرائے کی طرح خدا تعالیٰ کے نائب ہوتے ہیں اس لئے ان کا حاکم ہونا ضروری ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ حاکم کا نائب حاکم ہی ہوتا ہے تو احکم الحاکمین کا نائب کیونکر حاکم نہ ہوگا پھر جیسے ماتحت عہدوں میں سب سے اوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اس کے سوا سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں دوسروں کے احکام کو وائسرائے یا وزیر توڑ سکتا ہے اس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور اس کی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ اس پر تمام عہدوں کے مراتب ختم ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی خاتم نبوت کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہوتا سب عہدے اور مراتب اسی کے ماتحت ہوتے ہیں اس لئے اس کے احکام دوسروں کے احکام کے لئے ناسخ ہوں گے مگر دوسروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ خاتم النبیین کا زمانہ سب انبیاء کے بعد ہو۔

کیونکہ حاکم بالا تک نوبت سب ماتحت حکام کے بعد میں آتی ہے اس لئے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ پارلیمنٹ تک مرافعہ مقدمات کی نوبت سب ہی کے بعد میں آتی ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے خاتمیت کا دعویٰ نہ کیا

بس کیا تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا چنانچہ قرآن و حدیث مین یہ مضمون صراحۃً موجود ہے آپ سے پہلے اگر دعویٰ خاتمیت کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو در کنار انہوں نے تو یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنے والا ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی خاتمیت کا انکار کیا اور اپنے بعد خاتم کے آنے کی بشارت دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہے اور اس کے احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں۔

توراۃ وانجیل میں تحریف

اس کے بعد اب یہ گذارش ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اسلام کے سوا اور تمام مذاہب بنی آدم کے ساختہ پرداختہ اور انسانوں کے گھڑے ہوئے ہیں کہ جعلسازی کے طور پر ایک دین بنا کر خدا کے نام لگا دیا۔نہیں، دو مذہبوں کو تو ہم یقیناً آسمانی دین سمجھتے ہیں ایک دین موسوی دوسرے دین عیسوی ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ بنی آدم کی تعریف کی وجہ سے انسانی رائے کی آمیزش بھی ان دونوں دینوں میں بہت کچھ ہوگئی ہے چنانچہ یہودی اور عیسائی اپنی کتابوں میں تحریف لفظی کے خود قائل ہیں منشی چراغ علی صاحب نے پرچہ تہذیب الاخلاق مورخہ یکم ذیقعدہ ۱۲۹۲ھ میں ایک مبسوط مضمون تورات و انجیل کی تحریف کے متعلق لکھا ہے جس میں خود پادریوں کے اقوال نقل کر کے ان کے اقرار سے ان کتابوں میں تحریف کا ہونا ثابت کیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ہماری اگلی کتب مقدسہ کی یہ کیفیت تھی کہ جوں جوں ان کے نسخے زیادہ منتشر اور مشہور ہوتے تھے اختلاف عبارات بھی اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی تھی اور رفتہ رفتہ یہ اختلاف عبارات ایک بحر ذخار اور دریائے ناپیدا کنار ہوگئے۔علماء بنی اسرائیل اور مشائخ مسیحی ہمیشہ اس کے شاکی رہے اور نسخوں کے دو قبیلے مشرقی اور مغربی قائم ہوگئے۔تورات کے باب میں عبرانی۔سامری۔یونانی نسخوں کا اختلاف۔فیلو اور لوسیفس۔علماء کے زمانہ کی عبارتیں پھر کتب یہود مسل رپوٹ رینی الیعاذر اور

قصری کی دوسری طرز کی عبارتیں اور ربی سعد یاس اور جی کی قرأتیں اوران کے زمانہ کے بعد ابن عزراء۔ یرجی۔ ربی نیود بن موشی رمیام اور محی یہ سب لوگ اختلافوں کے شاکی رہے۔

اور آخر میں میٹر ہیلوی (بابت ۱۲۴۴ء) عبرانی نسخوں کے اختلافات پر بہت ہی نوحہ زن رہا۔ (دیکھو ان سائیکلو پیڈیا ابراہام برلس ج ۴ ۱۸۱۹ء) اس زمانہ کے بعد ربانین یہود نے متن کی اصلاح پر کمر باندھی ربی یوٹیزا نے نے اس غرض سے سیاحت اختیار کی اور شلومر منورزی نے کتاب مسخات شائی میں خطی نسخوں سے دو ہزار اختلاف عبارات جمع کئے یہ کیفیت یہود کے مجاہدات کی اس وقت کی تھی جبکہ عیسائیوں میں توریت کی بالکل صحت پر پورا بھروسا تھا اسی انسائیکلو پیڈیا میں اس مضمون کے بعد لکھا ہے کہ جس زمانہ میں کہ عموماً عیسائی کو متن توریت کی صحت پر اصرار تھا اس وقت یہود اس کی اصلاح میں مشقت کر رہے تھے اور ان الفاظ میں اس کی بڑی نقص پر نوحہ سرائی کرتے تھے الخ۔

پھر ۱۷۔۱۸ اصدی میں مسیحیوں کو بھی اصلاح اختلاف عبارات پر توجہ ہوئی اور یہود سے زیادہ کوشش کی اور ڈاکٹر کنیکاٹ اور ڈی اوسی اپنا نام کر گئے مطبوعہ نسخوں میں سے جو پہلے ۱۴۸۸ء میں چھپا تھا روسی وانڈر ہوف کو دوسرے نسخہ میں جو ۱۷۰۵ء میں چھپا بارہ ہزار جگہ اختلاف کرنا پڑا۔ عہد جدید کے نسخوں کے اختلافات بھی جانچے گئے اور بہت سے جرمنی محققوں نے اس میں محنت کی۔ ڈاکٹر میل نے عہد جدید کے چند نسخے جمع کر کے تیس ہزار اختلاف عبارات پر نشان دیئے (دیکھو انسائیکلر پیڈیا برطینکا ج ۱۷ لفظ اسکر پچرس دفعہ ۱۳۳) پھر جان جیمس ولطظین نے مختلف ملکوں میں پھر کے اپنے متقدمین کی نسبت بہت زیادہ نسخے بچشم خود دیکھے اور اس کی تعداد اختلاف عبارات کی دس لاکھ سے زیادہ ہوئی (ایضاً دفعہ ۱۳۵) اھ از برہان ج ۱ ص ۲۷۔

ریورنڈ مسٹر ہارن مختلف عبارتوں کا ذکر لکھتے وقت کہتے ہیں کہ دو یا زیادہ مختلف عبارتوں میں صرف ایک عبارت صحیح ہو سکتی ہے باقی خواہ تو دیدہ و دانستہ تبدیل کی گئی

ہوں گی یا نقل کرنے والوں کی غلطیاں ہوں گی پھر وہ (یعنی مسٹر ہارن) یہودی اور عیسائی کتب مقدسہ میں اختلاف عبارت کے چار سبب لکھتے ہیں اول لکھنے والوں کی غفلت یا غلطی۔ دوم، جن نسخوں سے نقل کی گئی ہو ان کا غلط یا ناقص ہونا۔ سوم، نقل کرنے والے کا بلا معتبر اور کافی سند کے اصل عبارت میں اصلاح دینا۔ چہارم، دیدہ و دانستہ کسی خاص فریق کی تائید کے لئے عبارت کا بگاڑ دینا (از برہان ص ۳۴ منقول از تفسیر سرسید)

مذکورہ بالا بیانات سے ناظرین کو یہ بات واضح ہوگئی کہ انجیل اور تورات میں یہودیوں اور عیسائیوں نے لفظی تحریف بھی بہت کچھ کی ہے اور سب لوگ جانتے ہیں کہ اگر کسی دستاویز یا کسی وثیقہ میں ایک جگہ بھی مخدوش ہو تو پوری دستاویز اور وثیقہ جعلی قرار پاتا ہے اس کو کوئی عاقل بھی اعتماد کے قابل نہیں سمجھ سکتا پھر تماشا ہے کہ دنیوی مقدمات میں تو ایسی دستاویزیں قابل اعتبار نہ رہیں حالانکہ عقلاء کے نزدیک متاع دنیا چنداں قابل اہتمام نہیں اور دینی مقدمات میں ایسی مخدوش دستاویز اعتبار کے لائق ہو جائے جس میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں کی شمار میں اختلاف عبارات موجود ہے کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ تورات و انجیل کو باوجود ہزاروں لاکھوں اقراری تحریفات و اختلافات کے معتبر و مستند قرار دیتے ہیں وہی لوگ عدالت میں جس وقت منصف یا جج بنکر بیٹھتے ہیں اور ان کے سامنے کوئی مدعی جعلی دستاویز ثبوت میں پیش کرتا ہے جس میں صرف ایک ہی مقام پر جعل کیا گیا ہو اور اس کا جعلی ہونا خود مدعی کے اقرار یا اور کسی طریقہ سے معلوم ہو گیا ہو تو اس وقت وہ نہایت جاہ و جلال کے ساتھ یہ فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ دعویٰ ڈسمس دستاویز مسترد۔

مدعی اور گواہوں کو چودہ چودہ برس کی قید بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ اتنی بڑی دستاویز میں صرف ایک جگہ کے مخدوش ہونے سے ساری دستاویز کیوں مسترد ہوگئی اس کا جواب بجز اس کے کچھ نہیں کہ ایک جگہ جعل ثابت ہو جانے سے پوری دستاویز کی طرف سے یقین و اعتماد زائل ہو گیا اس لئے ساری دستاویز مسترد ہوگئی۔ پس اسی دلیل سے ہم تورات و انجیل کو نا معتبر اور غیر مستند قرار دیتے ہیں کیونکہ ان میں تو بے شمار

تحریفات و اختلافات کا موجود ہونا خود یہود و نصاریٰ کے اقرار سے ثابت ہے اس حالت میں وہ ہرگز خدا کا راستہ نہیں بتلا سکتیں اور ان کے کسی مضمون پر یقین اور وثوق نہیں کیا جاسکتا کہ یہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔

اتباع محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بغیر نجات ممکن نہیں

غرض ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اور ادیان اور مذاہب اصل سے غلط ہیں آسمانی دین نہیں بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اس زمانہ میں سوائے سیدنا محمد ﷺ کی اتباع کے اور کسی طرح نجات نہیں ہوسکتی، اس زمانہ میں اس دین کا اتباع سب کے حق میں واجب ہے، کیونکہ سیدنا محمد ﷺ تمام انبیاء کے سردار اور سب سے افضل ہیں چنانچہ ابھی عنقریب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور ظاہر ہے کہ حاکم بالا کے ہوتے ہوئے ماتحت حکام کی اطاعت اپنی ذمہ نہیں رہتی دین موسوی اور دین عیسوی اپنے اپنے زمانہ میں مناسب تھے اور اس زمانہ میں یہی مناسب ہے کہ دین محمدی کا اتباع کیا جائے کیونکہ اور ادیان کی میعادیں ختم ہوگئیں اب اسی دین محمد ﷺ کا وقت ہے اس وقت عذاب آخرت اور غضب خداوندی سے نجات سیدنا محمد ﷺ کے اتباع میں منحصر ہے۔

جیسے اس زمانہ میں سابق وائسرائے کے احکام کی تعمیل کافی نہیں بلکہ وائسرائے حال کے احکام کی تعمیل ضروری ہے ایسے ہی اس زمانہ میں ادیان سابقہ کا اتباع کافی نہیں بلکہ دین محمدی کا اتباع ضروری ہے سرکاری سزا سے نجات جب ہی ہو سکتی ہے جب کہ زمانہ حال کے وائسرائے کا اتباع کیا جائے اگر کوئی نادان یوں کہے کہ پہلا وائسرائے بھی تو جارج پنجم ہی کا نائب تھا تو اس عذر کو کوئی نہیں سنتا بلکہ ہر شخص اس کا جواب یہی دیتا ہے کہ بے شک سابق وائسرائے بھی اسی بادشاہ کا نائب تھا جس کا نائب موجودہ وائسرائے ہے مگر دونوں میں اتنا فرق ہے کہ اس کی نیابت کی میعاد ختم ہوگئی اور اس کی نیابت ختم نہیں ہوئی، اسی طرح یہ عذر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو خدا کے رسول تھے اس وقت نہیں سنا جائیگا اور اس کے جواب میں یہی کہا

جائے گا کہ ان کی رسالت و نبوت کی میعاد ختم ہو گئی اور اب خاتم النبیین کی نبوت کا دور دورہ ہے۔ بلکہ جیسے اس وقت اگر سابق وائسرائے بھی ہندوستان کی سیر و سیاحت کیلئے یہاں آ جائے تو وہ اسی وائسرائے کے احکام کی اتباع کریگا جو کہ آج کل وائسرائے ہے ایسے ہی اس زمانہ میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو ان کو چار و نا چار رسول عربی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع کرنا پڑتا۔

رسالت محمدیہ کا تفصیلی ثبوت

رسالت محمدیہ پر تفصیل کے ساتھ کلام کرنے کے لئے ہم کو چند پہلوؤں پر نظر کرنا ضروری ہے (۱) علماء اہل کتاب کی شہادتیں۔ تورات و انجیل کی پیش گوئیاں (۲) واقعات سے حضور ﷺ کے اخلاق حمیدہ کا ثبوت (۳) قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی پاکیزہ زندگی دکھلا کر حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیم اور تاثیر کا ثبوت (۴) واقعات سے اعجاز قرآنی کا ثبوت (۵) حضور ﷺ کے دیگر عظیم الشان معجزات کا بیان۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کی ضرورت نہیں اور مشک وہی ہے جو اپنی خوشبو سے اپنا پتہ خود ظاہر کرے اس لئے آپ کی مبارک زندگی کے واقعات ہر موافق و مخالف کے سامنے ظاہر کرنے میں اہل اسلام کو بالکل تامل نہیں ہے ایک کھلا مضمون ہے جو دنیا بھر کے سامنے پیش کیا گیا ہے جس کا جی چاہے دیکھے اور عقل و تجربہ اور تاریخی واقفیت کی کسوٹی پر جس پہلو سے دل چاہے پرکھے اور خوب پرکھے دعویٰ کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ انشاء اللہ کوئی مخالف بھی اپنے ہادی و مقتدا کی سوانح مقابلۃً پیش کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا اور نہ قیامت تک کریگا اسی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے سرتاج سیدنا محمد ﷺ کو بہترین خلائق اور سردار اولین و آخرین کہنے کا حق حاصل ہے۔

اس وقت ہم جس قدر واقعات لکھیں گے وہ کتب احادیث اور سیرۃ بن ہشام و مواہب و سیرۃ حلبیہ و سیرۃ نبویہ و تاریخ ابن اثیر کامل وغیرہا سے ماخوذ ہوں گے جو کہ فن تاریخ میں مشہور و مستند کتابیں ہیں اور بعض معجزات کا ثبوت قرآن سے دیا جائیگا جن

کا ثبوت ایسا یقینی ہے کہ کوئی تاریخی بات اس کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی کیونکہ کوئی کتاب سوائے قرآن شریف کے عالم میں ایسی نہیں کہ اس کا لفظ لفظ متواتر ہو اور لاکھوں آدمی اس کے حافظ ہوں بلکہ کسی کتاب کا ایک دو حافظ بھی دنیا میں شاید نہ ہو۔

رہی احادیث اور اسلامی تاریخ کی کتابیں سو وہ قرآن کے برابر اگرچہ نہیں مگر ثبوت میں تورات وانجیل کے مضامین سے کسی طرح کم بھی نہیں کیونکہ اہل اسلام کے پاس احادیث کی سند من اولہ الی آخرہ موجود ہے اس زمانہ سے لے کر اوپر تک تمام راویوں کا سلسلہ بتلا سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات کس قدر موجب اعتبار ہے اور یہی حال اسلامی مورخین کا ہے کہ وہ ہر واقعہ سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور فن اسماء الرجال میں راویوں کے نام اور نسب اور سکونت اور سن ولادت و وفات تقویٰ و دیانت معتبر وغیرہ معتبر ہونا پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے ہر روایت کا صحت و سقم اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے بخلاف تورات وانجیل کے کہ ان کی آج کسی کے پاس کوئی سند موجود نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کس زمانہ میں یہ کتابیں لکھی گئیں اور کون کون اور کس قدر ان کتابوں کے راوی ہیں پھر جہاں کہیں دیکھو تورات وانجیل کے ترجمے ہی نظر پڑتے ہیں اصل کتاب کسی کے پاس نظر نہیں آتی اور تراجم میں جس قدر بے شمار تحریفات و اختلافات ہیں ان کا اندازہ ناظرین کو گذشتہ تحریر سے ہوگیا ہوگا۔ پھر تماشہ ہے کہ تورات و انجیل تو معتبر ہو جائیں اور قرآن وحدیث واسلامی تاریخ کا اعتبار نہ ہو اس سے بڑھ کر اور کیا ستم اور کونسی ناانصافی ہوگی اگر تورات وانجیل کے بھروسہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کے معجزات وحالات بیان کرنے کی کوئی جرات کرسکتا ہے تو اہل اسلام کو سب سے زیادہ حق ہے کہ وہ قرآن وکتب واحادیث واسلامی مستند تواریخ سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کے ثبوت میں واقعات ومعجزات پیش کریں۔

علماء اہل کتاب کی شہادتیں

پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام تبع تھا تبع بڑا بہادر اور جفاکش عالی

حوصلہ شخص تھا۔ مغربی ممالک فتح کرنے کے بعد مشرقی ملک پر قبضہ کرنے کے خیال سے حجاز کی جانب متوجہ ہوا اور مدینہ منورہ میں ہو کر گذرا تو یہاں اپنے بیٹے کو جانشین بنایا اور خود ملک شام وعراق کی جانب بڑھ گیا مگر افسوس کہ یہاں باشندگان مدینہ نے بدعہدی کی اور تبع کے بیٹے کو جان سے مار ڈالا۔ تبع یہ جانکاہ حادثہ اور بدعہدی کا خونخوار قصہ سن کر غصہ میں لرز اٹھا اور فوراً مدینہ پر حملہ آور ہوا۔

اس نے اپنے مقتول بیٹے کا انتقام لینے میں کسر نہیں رکھی اور قتل عام کا حکم دیدیا۔ اس لڑائی میں تبع کا گھوڑا بھی مارا گیا اور یہ سمند ناز پر ایک اور تازیانہ ہوا۔ تبع نے قسم کھائی کہ جب تک اس شہر کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادوں گا اس وقت تک آگے قدم نہ بڑھاؤں گا۔ کشت وخون کا یہ عالم دیکھ کر چند یہودی علماء تبع کے سامنے آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس آسمانی کتاب موجود ہے اس میں حق تعالیٰ کی دی ہوئی خبر لکھی ہے کہ اس مقدس شہر کا نام طیبہ ہے اور یہ پاک جگہ نبی آخرالزماں کا مسکن اور مدینۃ الرسول ہے اس کا محافظ اور حامی خود حق تعالیٰ ہے تم اس کے ویران کرنے کے خیال خام سے درگزر اور مخلوق خدا پر رحم کرو۔

تبع نے یہ آسمانی بشارت سن کر گردن جھکالی اور خون ریزی بند کر کے چند علماء یہود کو ساتھ لے کر یمن کی طرف واپس ہو گیا وہ علماء یہود وقتاً فوقتاً پیغمبر آخرالزمان ﷺ کے اوصاف تبع کو سناتے رہتے تھے یہاں تک کہ تبع کو سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ غائبانہ محبت پیدا ہوگئی آخرکار چارسو علماء جنہوں نے حضرت کی زیارت کے شوق میں تبع کی رفاقت چھوڑ کر مدینہ میں رہنا اختیار کیا، ان سب کے لئے تبع نے اپنے اہتمام سے گھر بنوادیئے اور ہر ایک کو ایک ایک لونڈی اور بہت کچھ مال دیدیا تاکہ اطمینان سے زندگی گزاریں اور آرزو پوری کر سکیں یہ بھی منقول ہے کہ تبع نے ایک مکان خاص اہتمام سے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اس نیت سے تیار کرایا کہ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائیں تو اس میں قیام فرمائیں اور ایک خط بھی لکھا جس میں اپنے اسلام لانے اور آپ کی زیارت کا شوق ظاہر کیا ہے اس کے دو شعر یہ بھی ہیں:

شهدت علی احمد انه رسول من الله باری النسم

فلو مد عمری الی عمره لکنت وزیر اله وابن عم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد ﷺ خالق خلائق کے پیغمبر ہیں پس اگر ان کے وقت تک میری عمر دراز ہوگئی تو میں ان کا چچازاد بھائی اور وزیر بنوں گا

تبع نے خط پر مہر لگائی اور جانیوالی جماعت میں جو شخص بڑا اور سردار تھا اس کے حوالہ کیا اور یہ وصیت کی کہ اگر نبی آخر الزماں ﷺ کا زمانہ تم کو نصیب ہو تو میرا یہ عریضہ ان کی خدمت میں پہنچا دینا ورنہ اس کو اپنی اولاد کے حوالہ کرنا اور ان کو یہی وصیت کر دینا جو میں تم کو کر رہا ہوں اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ نسلا بعد نسل یہ خط امانت رہے اور جس کو بھی وہ مبارک وقت دیکھنا نصیب ہو اس عریضہ کو حضور رسالت میں پیش کر دے۔ تبع نے ایک متدین و متقی عالم کو اس مکان کا متولی بنایا جو سید البشر ﷺ کیلئے تیار کرایا تھا۔ چنانچہ انھیں کی اولاد میں حضرت ابوایوب انصاریؓ ہیں جنہوں نے یہ شرف حاصل کیا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنی سواری کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی منجانب اللہ مامور ہے جس جگہ یہ جا کر ٹھہرے گی میں اسی جگہ قیام کروں گا۔ صدہا آدمی اس امر کے متمنی تھے کہ اللہ کے پیارے رسول کے مبارک قدموں سے ہمارا گھر منور ہو مگر آپ ہر ایک سے یہی فرماتے جاتے تھے کہ میں خود کہیں قیام نہ کروں گا۔ یہ میری اونٹنی مامور ہے جہاں یہ ٹھہر یگی میں وہیں قیام کروں گا بالآخر اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے اس مکان کے سامنے بیٹھ گئی جو زمانہ گزرا کہ تبع نے اسی نیت سے تیار کرایا تھا کہ سید البشر کا قیام اس میں ہو۔

کہتے ہیں شاہ تبع کا عریضہ اس وقت تک ان کے پاس موجود تھا اور انھوں نے اپنی جدی وصیت کے موافق اس خط کو حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچایا واللہ اعلم بالصواب۔ اور اکثر روایتوں سے اتنا پتہ اور چلتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں جن لوگوں نے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی نصرت وحمایت کی ہے وہ سب انھیں علماء کی اولاد میں ہیں جو زیارت نبوی کے شوق میں دنیا کے مال ومتاع پر خاک ڈال کر اور تبع کی رفاقت چھوڑ کر اس مبارک وقت کے

انتظار میں سرزمین مدینہ پر آبسے تھے۔ (سیرۃ حلبیہ وسیرۃ ابن دحلان)

سیف بن ذی یزن حمیری کی شہادت

ابونعیم اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ جب سیف بن ذی یزن حمیری نے حبشہ والوں پر غلبہ پا کر تخت یمن پر قبضہ کرلیا اور اپنی آبائی سلطنت کو غاصب حکومت کے پنجہ سے نکال لیا (اور یہ واقعہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے دو سال بعد ہوا ہے) تو اہل عرب کے وفد اور شرفاء اور شعراء عرب مبارکباد دینے کے لئے ہر سمت سے اس کے پاس آنے شروع ہوئے کیونکہ سلطنت یمن اصل میں قبیلہ حمیر کے ہاتھ میں تھی پھر حبشہ والوں نے ان سے چھین کر اپنا غاصبانہ قبضہ جمالیا تھا اور ستر سال تک وہ اس پر قابض رہے ستر سال کے بعد سیف بن ذی یزن حمیری نے سلطنت یمن کو اہل حبش کے قبضہ سے نکالا اور اپنے آبائی دستور کے موافق اس پر متمکن ہوگیا اس کی مبارکباد دینے کے لئے عرب کے جو وفد ہر جانب سے آرہے تھے ان میں ایک وفد قریش کا بھی تھا جس میں عبدالمطلب ۔ امیہ بن عبدشمس اور اکثر شرفاء ورؤسا مکہ موجود تھے۔ سیف بن ذی یزن کو اس وفد کی اطلاع دی گئی اس نے ان کو اندر آنے کی اجازت دی اس وقت بادشاہ سونے کے تخت پر جلوہ افروز تھا اور یمن کے شرفاء اور حمیر کے شاہزادے اس کے گرد سونے کی کرسیوں پر بیٹھے تھے اس وفد کے لئے بھی سونے کی کرسیاں پیش کی گئیں جن پر بجز عبدالمطلب کے اور سب لوگ بیٹھ گئے۔ عبدالمطلب نے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر گفتگو کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم سلاطین کے سامنے گفتگو کرنے کی قابلیت رکھتے ہو تو ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے۔ عبدالمطلب نے فی البدیہہ اس طرح گفتگو شروع کی۔

سیف کے سامنے عبدالمطلب کی گفتگو

ان اللـه عزوجل احلک ایها الملک محلا رفیعا . شاباذخا منیعا وانبتک نباتا،طالت ارومته. عظمت جرثومته ـ وثبت اصله

وبسق فرعه ۔ فی اطیب موضع واکرم معدن وانت ابیت اللعن ۔ ملك العرب الذی له تنقاد ۔ وعمود بالذی علیه العماد ۔ و کهفها الذی تلجا الیه العباد سلفك خیر بسلف وانت لنا فیهم خیر خلف،فلن یهلك ذکر من انت خلفه ولن یخمل ذکر من انت سلفه۔ نحن اهل حرم الله وسدنة بیته اشخصنا الیك الذی ابحنا من کشف الکرب الذی قدحنا فنحن وفدالهنئة لا وفد الترضیة ۔

اے بادشاہ خدائے عزوجل نے حضور کو بہت بلند اور عالی اور مستحکم مرتبہ عنایت کیا ہے اور ایسے خاندان میں پیدا کیا ہے جس کی اصل دراز اور عظیم الشان ہے۔ جڑ مضبوط اور شاخیں لمبی ہیں آپ پاکیزہ جگہ اور عمدہ معدن میں پیدا ہوئے ہیں ۔اور خدا آپ کو ہر عیب سے بچائے آپ ہی عرب کے ایسے بادشاہ ہیں جس کی وہ اطاعت کر سکتے ہیں اور ایسے ہی عرب کے لئے وہ مستحکم ستون ہیں جس پر وہ اعتماد کرتے ہیں ۔اور آپ ایسی جائے پناہ ہیں جہاں بندے پناہ لیتے ہیں آپ کے سلف بہترین سلف ہیں اور آپ ہمارے اندران کے بہترین خلف ہیں ۔ پس جن کے خلف آپ ہوں ان کا نام ہلاک نہیں ہو سکتا اور جن کے بزرگ آپ ہوں وہ کبھی گمنام نہیں ہو سکتے ۔ ہم حرم خداوندی کے رہنے والے اور اس کے گھر کے خادم ہیں ہم کو آپ کے پاس وہ خوشی کھینچ کر لائی ہے جس نے گرانبار مصیبت کے زائل ہونے کے بعد ہم کو مسرور کیا ہے پس ہمارا وفد مبارکباد کا وفد ہے تعزیت کا وفد نہیں ہے۔

سیف بن ذی یزن :۔اے بولنے والے شخص تو کون ہے؟

عبدالمطلب :۔ میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔

سیف بن ذی یزن آہا! تم تو ہمارے بھانجے ہو(یہ بات سیف بن ذی یزن نے اس لئے کہی کہ عبدالمطلب کی ماں قبیلہ خزرج سے ہیں اور قبیلہ خزرج اصل میں یمن کا باشندہ اور سیف بن ذی یزن کا قرابت دار ہے۔

عبدالمطلب ...بے شک میں حضور کا بھانجا ہوں

سیف بن ذی یزن.....اچھاتم ذرااور نزدیک آجاؤ۔ پھر عبدالمطلب اوران کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا مرحبا واہلاً۔ تمہارے لئے سواری اور منزل اور ٹھہرنے کے لئے عمدہ جگہ موجود ہےاور تمہارا بادشاہ بہت دینے والا بڑا سخی ہے۔ ہم نے تمہاری گفتگو بغور سنی اور تمہاری قرابت اور رشتہ داری ہم کو معلوم ہو گئی اور تمہارے وسیلہ کو ہم نے قبول کیا تم لوگ رات دن ہمارے ساتھی ہو تم جب تک یہاں رہو تمہارا خوب اعزاز کیا جائے گا اور جب چلنے لگو گے تم کو بہت کچھ دیا جائیگا پھر ان سب کو دارالضیافت میں بھیجدیا اور مہمانداری کے سامان جاری کر دیئے۔

چنانچہ یہ وفد ایک مہینہ تک دارالضیافت میں رہا اس عرصہ میں نہ تو وہ بادشاہ تک پہنچ سکا اور نہ اس کو واپس چلے جانے کی اجازت دی گئی مہینہ بھر کے بعد سیف بن ذی یزن کو ان لوگوں کا پھر کچھ خیال آیا تو عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور ان کو اپنے پاس بٹھلا کر اس طرح گفتگو شروع کی۔

سیف بن ذی یزن ۔ اے عبدالمطلب ! میں تم کو اپنے علم کا ایک راز بتلانا چاہتا ہوں بخدا اگر تمہارے سوا کوئی دوسرا ہوتا تو میں ہرگز اس راز کو اس پر ظاہر نہ کرتا مگر میں تم کو معدن اسرار سمجھتا ہوں ، اس لئے اس راز سے تم کو کسی قدر مطلع کر دینا چاہتا ہوں تم کو چاہئے کہ جب تک حق تعالیٰ خود اس کو ظاہر نہ کر دیں تم اس کو چھپائے رکھو۔

اے عبدالمطلب ! میں ایک خاص پوشیدہ کتاب میں جس کو ہم نے اپنے لئے مخصوص بنا کر چھپا رکھا ہے ایک بڑی عظیم الشان خبر پاتا ہوں جس میں حیات اور موت کی دونوں حالتوں کے لئے شرف اور فضیلت ہے سب لوگوں کے لئے عام طور پر اور تمہارے خاندان اور تمہاری ذات خاص کے لئے مخصوص طور پر۔

عبدالمطلب جہاں پناہ! خوش کرنا اور احسان کرنا آپ ہی جیسے بادشاہ کا کام ہے۔ آپ پر سب لوگوں کی جانیں قربان ہو جائیں وہ راز کیا ہے۔

سیف بن ذی یزن .... جب سرزمین تہامہ میں ایک لڑکا پیدا ہو جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشان ہو گا تو اس کے لئے امامت ہو گی اور اس کی وجہ

سے تم لوگوں کو قیامت تک سرداری نصیب ہوگی۔

عبدالمطلب...... جہاں پناہ! میں ایک ایسی خیر و برکت لیکر آپ سے رخصت ہو رہا ہوں کہ کوئی وفد ایسی خیر و برکت لے کر واپس نہ ہوا ہوگا اور اگر جہاں پناہ کی ہیبت اور عظمت و جلال مانع نہ ہوتا تو میں یہ درخواست کرنے کی ضرور جرات کرتا کہ اس راز کو کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا جائے تا کہ مجھ کو زیادہ خوشی حاصل ہو۔

سیف بن ذی یزن۔عبدالمطلب! اس مبارک مولود کی پیدائش کا وقت یہی ہے یا ممکن ہے کہ وہ پیدا بھی ہو چکا ہو اس کا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم علی سیدی وروحی) ان کے باپ ماں (بچپن ہی میں) انتقال کر جائیں گے اور ان کے دادا اور چچا ان کو پرورش کریں گے وہ نسلاً بعد نسل ہمارے اندر پیدا ہوتے آرہے ہیں (یعنی ان کا نور ہمارے آباؤ اجداد میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا چلا آرہا ہے) اور اب حق تعالیٰ ان کو کھلم کھلا مبعوث فرمانے والے ہیں اور ہمارے بعض افراد ان کے مددگار ہوں گے جن کی وجہ سے ان کے دوستوں کو عزت اور دشمنوں کو ذلت نصیب ہوگی وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمام لوگوں پر غلبہ پائیں گے اور ان کے ہاتھوں قیمتی اور عمدہ زمینیں مفتوح ہونگی۔ وہ رحمٰن کی عبادت کریں گے اور شیطان کو دور کرینگے اور آتش پرستوں کی آگ بجھا دیں گے اور بتوں کو توڑ ڈالیں گے ان کا قول فیصلہ کن ہوگا اور حکومت عدل و انصاف کے ساتھ ہوگی نیک کاموں کا دوسروں کو بھی حکم کریں گے اور خود بھی بجالائیں گے اور برے کاموں سے لوگوں کو روکیں گے اور معاصی کو مٹائیں گے۔

عبدالمطلب..... جہاں پناہ کا بخت نیک اور سلطنت دائم اور درجہ بلند رہے کیا اس سے بھی زیادہ کچھ وضاحت ممکن ہے میں کچھ تو سمجھ گیا ہوں

سیف بن ذی یزن..... مجھ کو پردوں اور غلافوں والے بیت اللہ کی قسم اور راستہ کے علامات کی قسم اے عبدالمطلب! تم اس مبارک مولود کے دادا ہو۔اس میں کچھ شک نہیں۔

عبدالمطلب یہ سن کر فوراً سجدہ میں گر پڑے۔

سیف بن ذی یزن نے کہا کہ عبدالمطلب سر اٹھاؤ خدا تمہارا دل ٹھنڈا اور درجہ

بلند کرے کیا جو بات میں تم سے کہہ رہا ہوں اس کے کچھ آثار تم کو محسوس ہوتے ہیں۔

عبدالمطلب ۔ جہاں پناہ! بے شک میں اس کے آثار دیکھ رہا ہوں کیوں کہ میرے ایک بیٹا تھا جو مجھ کو بہت محبوب تھا میں نے اس کی شادی اپنی قوم کے ایک معزز خاندانی لڑکی سے کر دی تھی جس کا نام آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ ہے اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے محمد رکھا ہے اس کے باپ ماں مر چکے ہیں[1] اور میں اور اس کا ایک چچا[2] ہم دونوں اس کی پرورش کرتے ہیں۔

سیف بن ذی یزن ..... عبدالمطلب! میں نے جو بات کہی ہے وہ بعینہٖ اسی طرح ہے اب تم اپنے اس بیٹے کی پوری نگرانی رکھیو اور یہود کی طرف سے ہوشیار رہنا کیونکہ وہ اس کے سخت دشمن ہیں مگر حق تعالیٰ ہرگز ان پر کسی کا قابو چلنے نہ دیگا (باقی احتیاطاً ہوشیار رہنا بہتر ہے) اور یہ راز جو میں نے تم سے بیان کیا ہے اپنے ساتھ والوں سے بھی چھپائے رکھنا کیونکہ مجھے ان پر بھی اطمینان نہیں ممکن ہے کہ اس بچہ کی سرداری کا حال معلوم کر کے ان کے دل میں حسد پیدا ہو پھر اس کے لئے تدبیریں اور ہلاک کرنے کے طریقے سوچنے لگیں۔ اور یہ لوگ یا ان کی اولاد ایک وقت ایسا ضرور کرینگے۔ اور اگر اس مولود مسعود کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے موت نے مجھ کو ہلاک نہ کیا تو میں اپنے سوار اور پیادے لیکر ضرور یثرب پہنچ جاؤں گا جو ان کا پایہ تخت ہوگا کیونکہ میں پہلی کتابوں میں یہی لکھا ہوا پاتا ہوں کہ یثرب نبی آخرالزماں کا پایہ تخت اور ان کی سلطنت کے استحکام کی جگہ اور نصرت کا موقع ہے اور وہیں ان کی قبر بھی ہوگی۔

---

(۱) عبدالمطلب غالباً سیف بن یزن کی تخت نشینی کے وقت فوراً مبارک باد دینے نہیں گئے، بلکہ کچھ دیر کر کے پہنچے ہوں گے، کیونکہ سیف بن ذی یزن کے تخت نشینی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دو سال تھی اور اس وقت آپ کی والدہ معظمہ حیات تھیں۔

(۲) غالباً عبدالمطلب کے سامنے بھی ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی وغیرہ کسی قدر کرتے ہوں گے، بعد میں تو تنہا وہی ذمہ دار تھے۔

اور اگر مجھے اس بچہ پر آفات پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس کمسنی کی حالت میں اس کی آئندہ ہونے والی حالت کو ظاہر کر دیتا اور تمام اہل عرب پر اس کا درجہ بلند کر دیتا لیکن اب میں بجائے اس کے تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہتا ہوں اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ بھی کمی نہ کروں گا۔ پھر سب لوگوں کو بلایا اور ان میں ہر شخص کے لئے دس حبشی غلام اور دس حبشی باندیاں اور لباس یمنی کے دو قیمتی جوڑے اور دس رطل سونا اور دس رطل چاندی اور سو اونٹ اور عنبر سے بھری ہوئی ایک کھال دیئے جانے کا حکم دیا اور عبدالمطلب کے لئے اس کا دس گنا دینے کا حکم دیا۔ اور ان سے یہ کہا کہ جب یہ سال گذر جائے تو میرے پاس اپنے پوتے کی خبر لے کر آنا اور جو نئی بات ظاہر ہو بتلانا۔

مگر افسوس کہ سیف بن ذی یزن سال پورا ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔ اور عبدالمطلب اپنے ساتھیوں سے اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ یمن کی اس بے شمار عطا کی وجہ سے مجھ پر کوئی رشک نہ کرے بلکہ رشک کے قابل وہ چیز ہے جس کا فخر مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ رہیگا۔ اس پر اگر کوئی پوچھتا کہ وہ کیا بات ہے تو اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں کسی وقت عنقریب ہی معلوم ہو جائیگا۔ (سیرۃ حلبیہ)

نبی آخر الزماں کی ولادت اور ایوان کسریٰ میں زلزلہ

فخر عالم سردار بنی آدم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ بارہویں ربیع الاول ۴۲ھ کسروی مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو دوشنبہ کے دن بوقت صبح پیدا ہوئے۔ اس وقت ملک فارس میں نوشیرواں عادل کی سلطنت تھی جس کا لقب کسریٰ تھا اس رات یکا یک اس کا وہ عالیشان اور مضبوط محل جو سو گز اونچا تھا اور تیشہ و تیر سے اس کی ایک اینٹ بھی نہ اکھڑ سکتی تھی سخت زلزلہ سے لرز اٹھا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اسی رات کسریٰ کے قاضی القضاۃ موبزان نے خواب میں دیکھا کہ چند عربی گھوڑے وحشی زبردست اونٹوں کو کھینچے لئے جاتے ہیں اور نہر دجلہ ٹوٹ کر تمام بلاد میں پھیل گئی ہے۔ نوشیروں کے دل میں محل کے لرزنے اور چودہ کنگرے گر پڑنے سے ایک قدرتی ہیبت سما گئی۔ کسری صبح کو نہایت

پریشان اٹھا لیکن شاہی ہمت و شجاعت کے خلاف سمجھ کر اس قلبی ہیبت کو لوگوں پر ظاہر کرتا ہوا شرمایا جو رات سے اس کے دل میں پیدا تھی لیکن یہ سمجھ کر کہ کہیں اس واقعہ کا کوئی اثر ظاہر نہ ہونے لگے اس نے دربار عام میں اراکین سلطنت کو رات کا واقعہ کہہ سنایا۔

دربار ہی میں خبر پہنچی کہ اہل فارس کے بڑے آتشکدہ وہ آگ جو ہزار برس سے جل رہی تھی اور جس کی پرستش تمام پارسی کرتے ہیں آج رات دفعۃً ٹھنڈی ہوگئی نہ معلوم کیا سبب ہے؟

اسی وقت حاکم ایلیا کی عرضداشت موصول ہوئی کہ آج کی رات دریائے ساوہ یک لخت خشک ہوگیا اور فوراً ہی دوسری اطلاع طبریہ کے حاکم کی آئی کہ آج رات طبریہ کے دریا کی روانی بالکل بند ہوگئی اور دربار ہی میں موبزان نے اپنا خواب بھی سنایا۔ یکے بعد دیگرے ان وحشتناک خبروں نے نوشیرواں کو رہا سہا اور مضمحل بنا دیا اور فوراً علماء و معبرین کو تعبیر خواب کے لئے بلایا گیا انہوں نے عرض کیا کہ حضور معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں کوئی بڑا ذیشان شخص پیدا ہوا ہے جس سے نواح عرب میں کسی بڑے حادثہ کے ظاہر ہونے کی توقع ہے۔ نوشیرواں کی اتنے بیان سے تسلی نہ ہوئی اور اس نے نعمان بن المنذر کے نام فرمان جاری کیا کہ کسی مشہور اور زبردست عالم کو فوراً ہمارے پاس بھیجدو چنانچہ ایک جہاں دیدہ ڈیڑھ سو برس کی عمر کا زبردست کاہن عبدالمسیح نام نعمان کی طرف سے آیا اور اس نے بھی وہی تعبیر بیان کی جو دوسرے لوگ پہلے بیان کر چکے اور نوشیرواں سن چکا تھا۔

عبدالمسیح نے دیکھا کہ بادشاہ وقت کی تسلی نہیں ہوئی اس لئے عرض کیا کہ جہاں پناہ اگر اجازت ہو تو اس کی تعبیر میں اپنے ماموں سطیح سے دریافت کروں جو آج کل ملک شام میں مقیم ہے یقین ہے کہ وہ اس کی تعبیر قابل تسکین دے گا کیونکہ اس سے بہتر عالم دارالسلطنت میں نہیں ہے غرض شاہی اجازت سے عبدالمسیح سطیح کے پاس پہنچا لیکن افسوس کہ اس وقت پہنچا جب کہ وہ نزع کی حالت میں گرفتار اور آخرت کے لمبے سفر کی تیاری کر رہا تھا۔ غنیمت تھا کہ سطیح پر ابھی بے ہوشی طاری نہیں

ہوئی تھی اس لئے عبدالمسیح کو شاہی خواب بیان کرنے اور اپنی سفارت کا کام انجام دینے ہمت ہوگئی۔ سطیح اپنے بھانجے عبدالمسیح کا کلام سن کر ہمت باندھ کر اٹھ بیٹھا اور اس طرح گویا ہوا۔

عبدالمسیح علی جمل شیح جاء الی سطیح وقدوا فی علی الضریح بعثك ملك ساسان لا رتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبزان رای ابلا صعابا تقود خیلا عرابا وقد قطعت دجلة وانتشرت فی بلادها یا عبد المسیح اذا کثرت التلاوة ۔ وظهر صاحب الهرادة۔ وغاضت بحیرة ساوہ وخمدت نار فارس فلیست بابل للفرس مقاما ولاالشام یطح شاما ۔ یملك منهم ملوك وملكات علی عدد الشرفات وكل ماهوآت آت ۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے عبدالمسیح اس رات عرب میں اللہ کا ایک پیارا ذیشان بندہ پیدا ہوا ہے جب تک شاہی محل کے کنگروں کے شمار کے موافق یعنی چودہ بادشاہ اس تخت پر نہ بیٹھ لیں گے اس وقت تک تو یہ سلطنت شاہان فارس کی طرف منسوب ہوتی رہے گی لیکن اس کے بعد ایسی کایا پلٹ جائیگی کہ گویا کبھی بابل پر کوئی آتش پرست قابض ہی نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد سطیح کا انتقال ہو گیا اور عبدالمسیح نے نوشیرواں کے پاس آکر تمام ماجرا کہہ سنایا نوشیرواں یہ سمجھ کر کہ چودہ نسل کی سلطنت ختم ہونے کے لئے مدت مدیداور زمانہ دراز کی ضرورت ہے مطمئن ہو گیا۔

لیکن یہ کسے خبر تھی کہ زمانہ گذرتے کچھ دیر نہیں لگتی اور یہ باقی ماندہ سلطنتیں بہت جلد جلد گذرینگی چنانچہ نصف صدی کے اندر یہ سلطنت تمام ہوگئی اور نوشیرواں کی اولاد میں اس پایہ تخت کی چودھویں حاکم یزدجرد نے اپنی وسیع سلطنت ۳۱ھ میں تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیکر اپنی جان ملک الموت کے حوالہ کی (ہشام وسیرۃ حلبیہ)

سابور شاہ فارس

ملوک ساسان اور شاہان فارس میں ایک بادشاہ سابور گذرا ہے جس کو اہل عرب سابورذ والا کتاف کہتے ہیں اور اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ سابور جب کسی عربی النسل آدمی پر قابو پالیتا تھا تو اس کے دونوں شانے اکھاڑ ڈالتا تھا ایک بار وہ بنی تمیم کی آبادی پر گزرا تو بنو تمیم اس کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور عمیر بن تمیم کو چھوڑ گئے جو کہ تین سو سال کی عمر کا بڈھا آدمی تھا اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے ایک ٹوکرے میں لٹکا ہوا تھا اس کو سابور کے لشکر نے گرفتار کر کے سابور کے سامنے حاضر کیا۔ جب بادشاہ نے اس سے بات چیت کی تو اس کے پاس علم ادب کا خزانہ موجود پایا۔ عمیر بن تمیم نے سابور سے کہا کہ جہاں پناہ آپ اہل عرب کے ساتھ ایسا سخت برتاؤ کیوں کرتے ہیں آخر اس کی کچھ وجہ بھی ہے۔ سابور نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب یوں کہتے ہیں کہ فارس کی سلطنت اخیر زمانہ میں ایک نبی کی برکت سے اہل عرب کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ عمیر بن تمیم نے کہا کہ اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو جہاں پناہ کو شاہانہ علم عقل سے کام لینا چاہئے دو حال سے خالی نہیں یا تو اہل عرب کا یہ خیال غلط ہے یا صحیح۔ اگر غلط ہے تب تو آپ کو ان سے کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچ سکتا اور اگر صحیح ہے تو آپ کے اس جابرانہ برتاؤ سے ہونے والی بات ٹل نہیں سکتی ہاں اس سے ایک ضرر آپکو یہ پہنچے گا کہ اہل عرب آپ کے اوپر ایسی حالت میں تسلط حاصل کرینگے کہ ان پر آپ کا کوئی خاص احسان نہ ہوگا جس کی مکافات میں وہ بھی آپ کے ساتھ احسان کریں اور اپنی حکومت کے زمانہ میں آپکو عزت وعظمت کے ساتھ رکھیں۔ یہ عاقلانہ جواب سن کر سابور اپنے ملک کی طرف واپس ہو گیا اور اہل عرب سے تعرض کرنا چھوڑ دیا (سیرۃ نبویہ ابن دحلان)

قس بن ساعدہ کی شہادت

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جارود بن عبداللہ جو کہ اپنی قوم کے

سردار تھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں آپ کی تعریف انجیل میں پاتا ہوں اور ابن بتول یعنی عیسیٰ بن مریم علیہم السلام نے آپ کی بشارت دی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ پھر ان کی قوم کے سب سردار ایمان لے آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کے ایمان سے بہت مسرت ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے جارود! کیا جماعت وفد عبدالقیس میں سے کوئی شخص قس بن ساعدہ کو پہچانتا ہے۔ جارود نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص ان کو پہچانتا ہے اور اپنی قوم میں سب سے زیادہ میں ان کا اتباع کیا کرتا تھا اس نے سات سو برس کی عمر پائی اور بعض نے کہا کہ نو سو برس زندہ رہے اہل عرب میں سب سے پہلے بتوں کی پرستش اس نے چھوڑی اور سب سے پہلے لفظ اما بعد اس نے زبان سے نکالا اور خط و کتابت میں من فلان لی فلان کا استعمال سب سے پہلے اسی نے کیا۔

پھر جارود نے کچھ اشعار قس بن ساعدہ کی تصنیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے آپ نے فرمایا اے جارود ذرا بس کرو مجھ کو قس بن ساعدہ کا بازار عکاظ میں خاکی رنگ والے اونٹ پر کھڑے ہو کر گفتگو کرنا نہیں بھولتا وہ ایسی گفتگو کر رہے تھے جس میں خاص حلاوت تھی۔ مگر وہ اب مجھے یاد نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ باتیں یاد ہیں کیونکہ اس دن بازار عکاظ میں بھی حاضر تھا وہ اپنے خطبہ میں فرمارہے تھے اے لوگو! سنو اور یاد رکھو پھر اس کلام سے نفع حاصل کرو جو کوئی زندہ ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے اور جو مرتا ہے وہ سب کچھ چھوڑ جاتا ہے اور جو آئندہ پیش آنے والا ہے وہ جلدی ہی آنے والا ہے بارش اور نباتات اور روزی اور خوراک اور باپ اور ماں اور زندہ اور مردے اور اجتماع و تفرق یہ سب قدرت کی نشانیاں ہیں اور ان نشانیوں کے بعد دوسری نشانیاں ہیں۔ بے شک آسمان میں ایک خبر ہے اور زمین میں بہت سی عبرتیں ہیں۔ سیاہ رات اور بڑے بڑے ستاروں والا آسمان اور وسیع میدانوں والی

زمین اور موجوں والا سمندر وغیرہ وغیرہ۔ یہ کیا بات ہے کہ میں لوگوں کو جاتا ہوا دیکھتا ہوں لیکن لوٹتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھتا کیا ان کو وہاں کا قیام پسند آ گیا اس لئے وہیں مقیم ہو گئے یا وہ زمین ہی میں چھوڑ دیئے گئے اور یہیں سو رہے۔ میں ایک سچی قسم کھاتا ہوں جس میں نہ حانث ہوں نہ گنہگار۔ بے شک خدا تعالیٰ کا ایک دین ہے جو تمھارے اس دین سے بہتر ہے جس پر تم چل رہے ہو اور خدا کا ایک پیغمبر ہے جس کا وقت قریب آ گیا ہے اور اس کا زمانہ تم پر سایہ فگن ہو رہا ہے۔ مبارکباد ہے اس شخص کو جو ان پر ایمان لائے اور ان کی ہدایت کو قبول کرے۔ اور ہلاکت ہے اس کو جو ان کی مخالفت اور نافرمانی کرے .....الخ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ قس بن ساعدہ نے مکہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تمہارے پاس اس جانب سے حق پہنچے گا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی ذرا تفصیل کر دیجئے کہا کہ ایک شخص روشن چہرہ والا لوی بن غالب کی اولاد میں سے تم کو کلمہ اخلاص کی طرف بلائے گا اور ایسی عیش و راحت کی طرف راستہ بتلائے گا جو کبھی فنا نہ ہونگی۔ پس جب وہ تم کو دعوت دے تم قبول کرو اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اس کی نبوت کے وقت تک زندہ رہونگا تو سب سے پہلے میں اس کی طرف دوڑتا۔ اھ

حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ قس بن ساعدہ کا یہ قصہ متعدد طریقوں سے منقول ہے جن میں بعض طرق سے بعض کی تقویت ہوتی ہے (سیرۃ نبویہ ابن دحلان)

ایک یہودی کی شہادت

سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے جو کہ اصحاب بدر میں سے ہیں روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یہود بنی عبد الاشہل میں سے ہمارا ہمسایہ تھا ایک دن اس نے مدینہ کے بت پرستوں کے سامنے قیامت اور حساب کتاب اور میزان اور جنت و دوزخ کا ذکر کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تو یہ کیا کہہ رہا ہے کیا واقعی مرنے کے بعد دوبارہ

زندہ کئے جائیں گے اور ایسی جگہ پہنچائے جائیں گے جہاں جنت و دوزخ ہے۔ اور وہاں ان کو اپنے اپنے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ اس نے کہا بے شک مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے نام کی قسم کھائی جاتی ہے ضرور ایسا ہوگا اور بخدا ہر شخص یہ چاہے گا کہ اس دوزخ کے بدلے اس کو ایک بڑے تنور میں جو کہ آگ سے دہک رہا ہو ڈال دیا جائے اور اوپر سے اس کو بند کر دیا جائے مگر دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔

لوگوں نے کہا کیا قیامت کی کوئی علامت بھی ہے۔ کہا ہاں ایک نبی اس سر زمین سے مبعوث ہوگا اور مکہ کی طرف اشارہ کر کے بتلایا لوگوں نے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی اس کو دیکھ بھی سکے گا۔ سلمہ بن سلامہ فرماتے ہیں کہ میں اس جماعت میں سب سے کمسن تھا۔ یہودی نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ اگر یہ لڑکا اپنی عمر طبعی کو پہنچ گیا تو یہ اس نبی کو پالے گا۔ سلمہ فرماتے ہیں کہ بخدا زیادہ لیل و نہار نہ گزرنے پائے تھے کہ حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ یہودی بھی ہمارے درمیان زندہ موجود تھا۔ پس ہم تو حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور اس کمبخت نے حسد اور دشمنی کی وجہ سے کفر کیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ ارے کمبخت تو وہی نہیں ہے جو ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس اس طرح باتیں کیا کرتا تھا۔ کہا ہاں میں وہی ہوں مگر یہ محمد وہ نہیں ہیں جن کا میں تذکرہ کیا کرتا تھا۔ (سیرۃ حلبیہ و ابن ہشام)

عمرو بن عَبَسہ سلمی رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قصہ

عمر بن عَبَسہؓ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت ہی میں اپنی قوم کے بتوں سے نفرت رکھتا اور ان کی عبادت سے بچتا تھا۔ ایک بار میں ایک شخص سے ملا جو اہل کتاب میں سے تھا اور تیماء کا رہنے والا تھا جو کہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک بستی ہے میں نے اس سے کہا کہ میں ایسی قوم کا ایک فرد ہوں جو پتھروں کی عبادت کرتی ہے۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک قبیلہ کسی سرزمین پر قیام کرتا ہے اور اس کے ساتھ کوئی معبود نہیں ہوتا تو ان میں سے ایک آدمی باہر نکلتا ہے اور چار پتھر اٹھا لیتا ہے جن میں سے تین کو وہ

اپنے استنجا کے کام میں لاتا ہے اور چوتھے کو جوان سب میں خوبصورت ہوتا ہے اپنا معبود لیتا ہے پھر اگر کوچ کرنے سے پہلے کوئی پتھر اس سے زیادہ خوبصورت مل گیا تو پہلے کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرنے لگتا ہے پھر دوسری منزل میں اگر اس سے بھی زیادہ خوبصورت کوئی پتھر مل گیا تو اس کو چھوڑ کر اس سے زیادہ خوبصورت کو لے لیتا اور اس کی عبادت کرنے لگتا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ سب جھوٹے معبود ہیں۔ نہ یہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ پس تم مجھ کو کوئی راستہ ایسا بتلاؤ جو اس سے بہتر اور افضل ہو۔

عالم کتاب آسمانی کی شہادت

اس نے کہا کہ عنقریب ایک شخص مکہ سے نکلنے والا ہے جو اپنی قوم کے معبودوں سے نفرت کرے گا اور ایک معبود کی طرف بلائے گا۔ جب تم اس کو دیکھو فوراً اس کا اتباع کرو کیونکہ وہ سب سے بہتر اور افضل دین لے کر آئے گا۔ عمرو بن عنبسہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے اس شخص کی یہ بات سنی تھی اس وقت سے مکہ کے سوا اور مجھے کسی چیز کی فکر نہ تھی۔ میں بار بار مکہ آتا اور لوگوں سے یہ پوچھتا تھا کہ کوئی نئی بات تو پیدا نہیں ہوئی ہر دفعہ لوگ یہی کہہ دیتے تھے کہ نہیں نئی بات کچھ نہیں۔

ایک بار میں پھر مکہ میں آیا اور وہی سوال کیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہاں ایک بات نئی یہ پیدا ہوئی ہے کہ مکہ میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو اپنی قوم کے معبودوں سے نفرت کرتا اور ایک معبود کی طرف بلاتا ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنی اونٹنی کو باندھا اور اس منزل میں آیا جہاں پر قیام مکہ کے زمانہ میں اترا کرتا تھا۔ پھر میں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور قریش کے لوگ آپ کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں۔ میں عمدہ تدبیر کر کے آپ کے پاس پہنچا اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کو کس نے نبی بنایا۔ فرمایا اللہ نے میں نے کہا کہ آپ کو کیا کیا احکام دیکر بھیجا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اور خون کی حفاظت اور بتوں

کوتوڑنے اور صلہ رحمی کرنے اور راستوں کو مامون بنانے کا حکم کیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ واقعی آپ کو بہت عمدہ احکام کے ساتھ بھیجا گیا ہے ۔میں آپ پر ایمان لاتا اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ اب آپ مجھ کو اپنے پاس قیام کرنے کا حکم دیتے ہیں یا گھر لوٹ جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ لوگ میری تعلیم سے کیسی نفرت کر رہے ہیں۔ پس تم میرے پاس قیام نہیں کر سکتے (کیونکہ لوگ میرے ساتھ والوں کو بہت سخت ایذائیں دیں گے) تم اپنے گھر جا کر رہو جب میرے ظاہر ہونے کی خبر سنو اس وقت میرے پاس چلے آنا ۔عمرو بن عنبسہ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں ہی رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے ۔اس وقت میں آپ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ مجھے پہچانتے ہیں فرمایا کہ ہاں تم قبیلہ اسلم کے وہی شخص ہو جو مکہ میں مجھ سے ملے تھے (سیرۃ حلبیہ)

انصار مدینہ کا اسلام

حضرت عاصمؓ بن عمرو بن قتادہ اپنی قوم (انصار) کے لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام لانے کا سبب خدائے تعالیٰ کی رحمت وفضل کے علاوہ ایک یہ بھی تھا کہ ہم علماء یہود سے حضور ﷺ کی خبریں سنتے رہتے تھے۔ ہم لوگ بت پرست مشرک تھے۔ اور وہ اہل کتاب تھے اور ان کے پاس ایک ایسا علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا اور ہمارے اور ان کے درمیان ہمیشہ جدال وقتال رہتا تھا پس جب کبھی ہم لوگ ان پر غلبہ حاصل کرتے تو وہ ہم سے یہ کہا کرتے کہ ایک نبی کا زمانہ قریب آ گیا ہے جو ابھی مبعوث ہونے والے ہیں وہ تم کو عاد و ارم کی طرح قتل کرینگے۔ پس جب حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ نے ہم کو اللہ عزوجل کی طرف بلایا تو ہم نے فوراً آپ کی دعوت قبول کیا اور ہم سمجھ گئے کہ یہی وہ نبی ہیں جن سے یہود ہم کو ڈرایا کرتے تھے۔ پس ہم نے یہود سے پہلے آپ کی طرف سبقت کی اور ایمان قبول کیا اور یہود نے کفر اختیار کیا۔ چنانچہ اسی کے بارے میں سورۂ بقرہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ولما جاء هم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاء هم ماعرفوا كفروابه فلعنة الله على الكفرين۔[(۱)] [بقرة:۸۹] (ابن هشام)

یہودیوں میں ہلچل

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا میں سات یا آٹھ برس کا تھا سنی ہوئی بات کو خوب سمجھتا تھا کہ ایک دن اچانک ایک یہودی کو میں نے دیکھا کہ مدینہ کے ایک ٹیلہ پر چڑھا ہوا بہت زور سے چیخ رہا ہے اور جماعت یہود کو پکار رہا ہے۔ جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ کمبختی مارے تجھے ہوا کیا؟ جو اس طرح چیخ رہا ہے۔ کہا کہ آج کی رات احمد ﷺ کا ستارہ طلوع ہو گیا۔ جس کے طلوع ہونے پر ان کی پیدائش کا وقت مقرر ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابتؓ سے پوچھا کہ جس وقت رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے اس وقت حسان بن ثابت کی کیا عمر تھی انہوں نے کہا کہ ساٹھ برس کی عمر تھی رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت آپ کی عمر مبارک ترپین سال کی عمر تھی اس حساب سے حسان بن ثابتؓ نے سات برس کی عمر میں یہودی کی یہ بات سنی ہوگی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں سے جو کہ حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت موجود تھے فرماتی ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں رہتا تھا۔ جس رات رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی اس رات اس نے قریش کی ایک مجلس میں لوگوں سے یہ پوچھا کہ آج رات تمہارے یہاں کسی کے کوئی بچہ پیدا ہوا ہے لوگوں نے کہا بخدا ہم کو معلوم نہیں کہنے

---

(۱) اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس کتاب پہنچی، جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے، اور پہلے (ان کے ذریعہ) سے کافروں پر فتح مانگتے تھے، پھر جس کو پہچان رکھا تھا وہ ان کے پاس آیا تو اس کے انکار کرنے والے ہوئے۔ سو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے انکار کرنے والے والوں پر۔ [بقرہ:۸۹]

لگا کہ میری یہ بات یاد رکھو آج کی رات اس اخیر امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اور اے جماعت قریش وہ تم ہی میں سے ہوگا۔ اس کے شانہ پر ایک نشان خاص ہے جس میں چند بال مجتمع ہیں اور یہ نشان مہر نبوت ہے۔ یہودی کی یہ بات سن کر سب لوگ مجلس سے اٹھ کر چل دیئے اور اس بات سے سب کو بہت تعجب تھا۔ جب یہ لوگ اپنے اپنے گھر پہنچے تو ہر ایک اپنے گھر والوں سے یہودی کی اس بات کا تذکرہ کیا۔ معلوم ہوا کہ آج رات عبداللہ بن عبدالمطلب کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام محمد رکھا گیا ہے۔
(صلی اللہ علیٰ سیدی وروحی)

تو یہ لوگ مجتمع ہو کر یہودی کے پاس پہنچے اور اس کو اطلاع دی کہ ہمارے خاندان میں آج رات ایک بچہ پیدا ہوا ہے اس نے کہا کہ مجھے ساتھ لے چلو تا کہ میں بھی اس کو دیکھوں سب لوگ اس کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ ذرا اپنے صاحب زادہ کو ہمارے پاس بھیجنا ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں انہوں نے بھیجد یا تو سب نے آپ کی پشت مبارک کھول کر دیکھی یہودی نے جس وقت شانہ مبارک پر مہر نبوت کو نگاہ بھر کر دیکھا فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب ہوش میں آیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ ارے کمبخت! تجھے ہوا کیا تو بے ہوش کیوں ہو گیا تھا کہنے لگا بخدا بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوگئی اور قریش میں آگئی مگر اے جماعت! قریش کیا تم اس سے خوش ہوئے سنو بخدا یہ لڑکا تم پر ایسا سخت حملہ کرے گا جس کی خبر مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی (سیرۃ نبویہ ابن دحلان)

عیص راہب کی شہادت

مرالظہر ان میں ایک راہب شام کا باشندہ مقیم تھا جس کا نا عیص تھا خدا تعالیٰ نے اس کو بہت کچھ علم دیا تھا اور وہ اکثر اپنے گرجا ہی میں رہتا تھا کبھی کبھی وہ مکہ معظمہ میں بھی آتا اور لوگوں سے یہ بات کہا کرتا تھا کہ اے مکہ والو عنقریب تمہارے اندر ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا کہ تمام اہل عرب اس کی اطاعت کریں گے اور فارس وعجم کے بلاد واراضی پر بھی وہ

قبضہ پالیگا اس کی پیدائش کا یہی زمانہ ہے۔ پس جو کوئی اس کی نبوت کا وقت پائے اور ان کا اتباع کرے وہ اپنے مقصود کو پالے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ مقصود سے چوک جائے گا اس بات کی وجہ سے مکہ والوں کا معمول تھا کہ جب کوئی بچہ مکہ میں پیدا ہوتا اس کی اطلاع راہب کو کرتے اور دریافت کرتے کہ یہ وہی تو نہیں وہ ہر ایک کی نسبت یہ کہہ دیتا تھا کہ نہیں یہ وہ نہیں ابھی تک وہ بچہ نہیں پیدا ہوا حتی کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ پیدا ہوئے اس کی صبح کو عبدالمطلب عیص راہب کے پاس گئے اور گرجا کے نیچے کھڑے ہو کر اس کو پکارا اس نے دریافت کیا کہ تم کون ہو کہا میں عبدلمطلب بن ہاشم ہوں۔

عیص نے کہا تم اس پیغمبر کے باپ ہو اور آج کی رات وہ بچہ پیدا ہو گیا جس کا میں تذکرہ کیا کرتا تھا کیونکہ ان کا ستارہ اسی رات میں طلوع ہوا ہے اور ایک نشانی اس بچہ کی یہ بھی ہے کہ وہ پیدائش کے بعد سے تین روز تک بیمار رہے گا دودھ نہ پئے گا پھر تندرست ہو جائے گا پس تم اپنی زبان بند رکھنا کسی سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا کیونکہ جتنا ان کے ساتھ حسد کیا جائے گا اتنا کسی سے نہیں کیا گیا اور جتنی ان پر لوگ زیادتی کرینگے اتنی کسی پر نہ کی ہوگی۔ عبدالمطلب نے دریافت کیا کہ اس بچہ کی عمر کیا ہوگی کہا اگر بہت لمبی عمر ہوئی تو ستر سال سے کم ہی رہے گی۔ ساٹھ اور ستر ہی کے درمیان انتقال ہو جائیگا اور ان کی امت کی عمر زیادہ تر یہی ہوگی۔

حبشہ کے نصاریٰ کی شہادت

سیرۃ شامیہ میں ہے کہ نصاریٰ حبشہ کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلیمہ سعدیہ کے ساتھ جب کہ وہ دودھ چھڑا کر آپ کو مکہ معظمہ پہنچانے جا رہی تھیں دیکھا اور خوب غور سے دیکھا اور آپ کو بوسہ دیا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت اور آپ کی آنکھوں میں سرخی بھی دیکھی اور حلیمہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی آنکھیں دکھنے آ رہی ہیں کہا نہیں بلکہ یہ سرخی پیدائشی ہے کسی وقت آنکھوں سے دور نہیں ہوتی اس پر وہ نصاریٰ کہنے لگے کہ ہم اس لڑکے کو اپنے بادشاہ کے پاس اور اپنے ملک

میں لے جائیں گے کیونکہ اس بڑی شان ظاہر ہونے والی ہے جس کو ہم پہچانتے ہیں حلیمہ سعدیہ نے اس بات سے انکار کیا اور بدقت تمام آپ کو ان سے بچا کر مکہ معظمہ میں آپ کی والدہ معظمہ کے پاس پہنچا دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام وابن دحلان)

ہجرت سے پہلے سفر مدینہ اور یہود کا پہچاننا

زہری رحمہ اللہ عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ معظمہ آپ کو عبدالمطلب کی ننھیال بنو عدی بن النجار سے ملانے کے لئے مدینہ منورہ لے گئیں آپ کے ساتھ میں ام ایمن حبشیہ بھی تھیں جو آپ کے والد کی باندی ہیں اور ترکہ پدری میں حضور ﷺ کو ملی تھیں مدینہ منورہ پہنچ کر آپ کی والدہ نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ حضور ﷺ ہجرت کے بعد بھی اس وقت کی بعض باتیں یاد کر کے بیان فرمایا کرتے تھے آپ نے اس گھر کو جہاں آپ کی والدہ نے قیام فرمایا تھا دیکھ کر فرمایا کہ میری والدہ مجھ کو یہاں لے کر اتری تھیں اور میں بنو عدی بن النجار کے کنویں میں اچھی طرح تیرتا تھا اور یہودیوں کی جماعت یکے بعد دیگرے مجھے دیکھنے کو آتی تھی۔ ام ایمن فرماتی ہیں کہ میں نے ایک یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی مدینہ ان کی ہجرت گاہ ہے۔

اور ابو نعیم کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ایک یہودی نے دیکھا اور وہ بار بار مجھے دیکھنے آتا تھا پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ صاحبزادے تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا احمد پھر اس نے میری پشت کو دیکھا تو میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ شخص اس امت کا نبی ہے۔ پھر وہ اپنے دوستوں اور بھائیوں کے پاس گیا اور ان کو میری خبر دی پھر ان سب یہودیوں نے میری والدہ معظمہ کو اس بات کی اطلاع دی کہ تمہارا لڑکا اس امت کا نبی ہے۔ میری والدہ کو کچھ اندیشہ پیدا ہوا تو ہم مدینہ سے چل پڑے جب موضع ابواء میں پہنچے تو وہاں آپ کی والدہ معظمہ کا انتقال ہو گیا اور وہیں مدفون ہوئیں۔

ابونعیم نے دلائل نبوت میں زہری کے واسطہ سے اسماء بنت رہم سے روایت کی ہے کہ وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کی والدہ مکرمہ حضرت آمنہ کے پاس اس بیماری میں موجود تھی جس میں ان کا انتقال ہوا ہے اس وقت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچھے خاصے مضبوط ہونہار تھے آپ کی عمر تقریباً پانچ سال کی تھی اور آپ اپنی والدہ کے سرہانے تشریف رکھتے تھے کہ دفعتہً انہوں نے حسرت کے ساتھ آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالی پھر یہ اشعار پڑھے:

بارك فيك الله من غلام　　يا ابن الذى من حوته الحمام

تحابعون الملك العلام　　فودى غداة الضرب بالسهام

صاحبزادے! خدا تجھ کو مبارک بنادے برکت عطا کرے اے اس شخص کی نشانی جو کہ خدائے عالم الغیب کی مدد سے موت کے میدان [1] سے ایک بار بچ گیا تھا

(۱) مراد خواجہ عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں اور ان اشعار میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ عبدالمطلب نے بیر زمزم کھودنے کے بعد نذر مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو دس لڑکے دے اور وہ سب کے سب جوان ہوں میرے ساتھ کام کاج کرنے کے لائق ہوں تو میں ایک کو اللہ کے نام پر ذبح کروں گا، چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے اپنی نذر پوری کرنے کے لئے سب بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا تو خواجہ عبداللہ کا نام نکلا وہ ان کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے لے چلے تو قریش مانع ہوئے کہ ہم ہرگز ان کو ذبح نہ ہونے دیں گے۔

پھر ایک کاہنہ کے پاس سب کے سب گئے اور عبدالمطلب کی نذر کا حال بیان کیا اس نے کہا تمہارے یہاں ایک آدمی کی دیت کیا ہوتی ہے لوگوں نے کہا دس اونٹ، کہنے لگے کہ تم ان کو لیجاؤ اور ان میں اور دس اونٹوں میں قرعہ ڈالو اور جب تک اونٹوں کے نام ظاہر نہ ہو دیں دس اونٹ ہر دفعہ میں بڑھاتے رہو جب اونٹوں کے نام قرعہ نکل آوے سمجھ جاؤ کہ خدا عبداللہ کے بدلہ میں ان کے ذبح کرنے راضی ہے چنانچہ سو اونٹوں پر قرعہ نکلا عبدالمطلب نے شبہ دور کرنے کے لئے تین بار قرعہ ڈلوایا جب ہر دفعہ میں اونٹوں ہی کا نام نکلا تب سو اونٹ ذبح کئے اور عبداللہ بچ گئے۔ ۱۲ منہ

پھر جب تیروں سے قرعہ ڈالا گیا۔

بمائة من اهل سوام ان صح ما ابصرت فی المنام

فانت مبعوث الی الانام تبعث فی الحل وفی الحرام

تبعث بالتحقیق والاسلام دین ابیك البرا برهام

فالیه انهاك عن الاصنام ان لا تو الیها مع الا قوام

ثم قالت کل حی میت و کل جدید بال و کل کبیر یفنی وانا میتة وذکری باق وولدت طهرا۔اھ

تو ان کی جان کے بدلے سو اونٹ دیت میں دیئے گئے اگر جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے وہ صحیح ہے تو تم تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہو گے حل وحرام میں مبعوث ہو گے۔

تحقیق و اسلام کے ساتھ مبعوث ہو گے جو کہ تمھارے بزرگ دادا ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ خدا نے تم کو بتوں سے روکا ہے کہ عام لوگوں کے ساتھ مل کر تم ان کے پاس بھی نہ جانا۔

پھر فرمایا کہ ہر زندہ مرنے والا ہے اور ہر نئی چیز پرانی ہونے والی ہے اور ہر بڑی چیز فنا ہونے والی ہے بس میں اب مرتی ہوں مگر میرا ذکر باقی رہے گا کیونکہ میں نے ایک پاکیزہ شخص کو جنا ہے۔

علامہ زرقانیؒ شرح مواہب میں ان اشعار کو ذکر کر کے شیخ جلال الدین سیوطیؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ یہ اشعار صاف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی والدہ معظمہ موحدہ تھیں کیونکہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے دین کا اور خدا کی طرف سے اسلام کے ساتھ حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور حضور ﷺ کو بتوں کی پرستش اور ان کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے اور توحید اس کے سوا اور کس کا نام ہے اھ (سیرۃ ابن دحلان)

عبدالمطلب اور نجران کا پادری

ایک مرتبہ عبدالمطلب حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس نجران کا پادری بھی موجود تھا وہ عبدالمطلب سے کہنے لگا کہ ہم بنو اسمٰعیل میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی خبر اور اس کی صفت اپنی کتاب میں پاتے ہیں یہ مکہ ان کی جائے پیدائش ہے اور ان کی شان اس طرح ہوگی اس کے سامنے سیدنا محمد ﷺ کو لایا گیا تو اس نے حضور ﷺ کے سراپا اور آنکھوں اور پشت اور قدم وغیرہ کو غور سے دیکھا۔ پھر کہنے لگا کہ وہ نبی یہی ہیں اے عبدالمطلب یہ تمہارے کیا لگتے ہیں؟ کہا یہ میرے بیٹے ہیں پادری نے کہا کہ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں ان کے باپ اس وقت زندہ نہ ہونے چاہئیں۔عبدالمطلب نے کہا کہ ہاں یہ میرے پوتے ہیں ان کے باپ اسی زمانہ میں انتقال کر گئے تھے جبکہ یہ اپنی ماں کے شکم مبارک میں تھے۔ پادری بولا کہ بے شک تم سچ کہتے ہو۔اس کے بعد عبدالمطلب نے اپنی اولاد سے کہا کہ اپنے بھتیجے کی پوری حفاظت کرنا۔کیا جو باتیں ان کے بارے میں کہی جاتی ہیں تم نے نہیں سنی۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش اور نگرانی کیا کرتی تھی ایک دن میں کچھ غافل ہوگئی تو اچانک عبدالمطلب کو میں نے اپنے سر پر کھڑا ہوا دیکھا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے برکت! میں نے عرض کیا حضور۔ کیا کچھ خبر بھی ہے کہ اس وقت میں نے اپنے بیٹے کو کہاں پایا۔ میں بولی کہ مجھے تو خبر نہیں کہا میں نے چند لڑکوں کے ساتھ ان کو فلاں بیری کے پاس پایا ہے۔تم میرے بیٹے سے اس قدر غافل نہ ہوا کرو اور تنہا کہیں مت جانے دیا کرو۔ کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور مجھے اہل کتاب کی طرف سے اطمینان نہیں۔ان کے بارے میں مجھے ان سے اندیشہ رہتا ہے (سیرۃ ابن دحلان)

عبدالمطلب اور ایک راہب

ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ ساتویں سال حضور ﷺ کی مبارک آنکھیں کچھ

جوش کر آئیں اور عبدالمطلب دوائی علاج سے افاقہ نہ دیکھ کر آپ کو ایک راہب کے پاس لائے جو اپنے گرجا میں دروازہ بند کئے ہوئے رہتا تھا۔ عبدالمطلب نے دستک دے کر اس کو پکارا لیکن راہب نے جو خلوت میں بیٹھا اپنی مذہبی عبادت میں مشغول تھا جواب تک نہ دیا چند ہی منٹ گذرے تھے کہ کلیسہ کو سخت زلزلہ آیا اور راہب گھبرا کر بدحواسی کے عالم میں فوراً دروازہ کھول کر باہر آ کھڑا ہوا۔ عبدالمطلب نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے کیا اور آنکھوں کا علاج چاہا۔

راہب سمجھ چکا تھا کہ کلیسہ کا لرز اٹھنا میرے ایک ذی مرتبہ شخص کے بلانے پر بھی باہر نہ آنے کی وجہ سے تھا اس لئے فوراً ہی راہب نے غسل کیا اور اندر سے ایک پاک صحیفہ نکالا اس کو کھول کر پڑھنا شروع کیا اور سیدنا محمد ﷺ کی قدیم پیشین گوئیاں آپ کے چہرہ مہرہ سے مطابق کر کے عبدالمطلب سے کہنے لگا کہ اے عبدالمطلب یہ صاحبزادے پیغمبر آخرالزماں ہونے والے ہیں۔ اگر میں گرجا سے ذرا دیر اور نہ نکلتا تو یقیناً کلیسہ مجھ پر گر جاتا۔ میں اللہ کے رسول کا کیا علاج کر سکتا ہوں۔ جاؤ اور انہی کا لعاب دہن ان کی آنکھوں کو لگا دو اور ہمیشہ اس ہونہار کی خبر گیری کو عزت کا سبب سمجھو۔

عبدالمطلب آئے اور لعاب دہن مبارک دکھتی آنکھوں میں لگایا شفا ہوگئی۔ اور پھر آپ کو آنکھیں دکھنے کی تکلیف نہ ہوئی۔ (ابن ہشام وسیرۃ حلبیہ وسیرۃ ابن دحلان)

شام کا پہلا سفر اور بحیرا کی شہادت

سیدنا محمد ﷺ کا سن مبارک نو برس کا تھا کہ ابو طالب نے ملک شام کے سفر کا قصد کیا اور مصائب سفر کے خیال سے سیدنا محمد ﷺ کو اپنے لڑکوں کے ساتھ مکہ میں چھوڑ جانا چاہا۔ جب ابو طالب اونٹ پر سوار ہونے لگے تو حضرت ان کے زانو سے لپٹ کر رونے لگے اور کہا کہ چچا مجھے یہاں کس پر چھوڑے جاتے ہو۔ میرے تو نہ باپ ہے، نہ ماں یہ سنکر ابو طالب کا دل بھر آیا اور آپ کو اس سفر تجارت میں اپنے ساتھ لے لیا۔

اور دونوں چچا بھتیجوں نے ملک شام کی طرف باگ اٹھا دی۔ راستہ میں ایک راہب پر گزر ہوا اور قافلہ نے گرجا کے قریب قیام کیا۔ وہ راہب ابو طالب کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ کو بغور دیکھ کر کہنے لگا کہ اے ابو طالب یہ صاحبزادے تمہارے کیا لگتے ہیں۔

ابو طالب! یہ میرے بیٹے ہیں۔

راہب! یہ تمہارے بیٹے نہیں ہو سکتے اور نہ اس وقت تک ان کا باپ زندہ ہونا چاہئے کیونکہ جو بات میں ان کے اندر دیکھ رہا ہوں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ہوں گے اور جس نبی کا یہ زمانہ ہے اس کی علامت کتب سابقہ میں یہ لکھی ہے کہ ان باپ زمانہ حمل ہی میں انتقال کر جائیں گے اور ان کی ماں بھی بچپن ہی میں فوت ہو جائیں گی۔

ابو طالب! نبی کسے کہتے ہیں؟

راہب! نبی وہ ہے جس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں جن سے وہ زمین والوں کو مطلع کرتا ہے۔

ابو طالب! خدا تعالیٰ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہے۔

راہب! دیکھو یہودیوں سے ان کو بچاتے رہنا۔

ابو طالب یہ باتیں سن کر راہب سے رخصت ہوئے اور راستہ میں ایک اور راہب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی ابو طالب سے یہی سوال کیا کہ یہ صاحبزادے تمہارے کیا لگتے ہیں اور جب ابو طالب نے کہا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اس نے بھی پہلے راہب کی طرح یہی کہا کہ یہ تمہارے بیٹے نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے باپ اس وقت تک زندہ ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کا چہرہ نبی کا چہرہ ہے ان کی آنکھیں نبی کی آنکھیں ہیں اور نبی آخر الزماں کی علامت کتب قدسیہ میں یہ ہے کہ ان کے باپ کا انتقال اس وقت ہو جائیگا جب کہ وہ ماں کے پیٹ میں ہوں گے۔ ابو طالب نے کہا سبحان اللہ خدا تعالیٰ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہے۔

پھر ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میرے بھتیجے تم سن رہے ہو یہ لوگ

کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اے چچا خدا کی قدرت کا انکار نہ کرنا چاہئے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے اس کے بعد سرحد شام پر شہر بصری کے قریب قافلہ ٹھہرا اور اس جگہ بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی جو ابو طالب کا دوست اور اپنے مذہب نصرانیت کا بڑا زبردست عالم تھا۔ بحیرا گرجا میں بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا کہ آپ پر ابر سایہ کئے ہوئے ہے اور درختوں کی ٹہنیاں آپ پر جھکی پڑتی ہیں اس سے قبل یہ خلوت گزین راہب کسی مسافر سے بات بھی نہ کرتا تھا مگر اب کی بار بحیرا نے تمام قافلہ کی دعوت کی اور کہلا بھیجا کہ اے جماعت قریش مناسب ہے، کہ بچے اور بوڑھے آزاد اور غلام تم سب ہی آؤ اور میری دعوت میں شریک ہو۔ چنانچہ سب گئے اور سیدنا محمد ﷺ کو بچہ ہونے سبب قافلہ میں درخت کے نیچے بٹھا گئے۔

جس وقت بحیرا نے دیکھا کہ قریش آ گئے مگر وہ نور اور برکت نہیں ہے جس کی توقع میں دعوت ہوئی تھی تو دریافت کیا کہ کس کو چھوڑ آئے ہو۔ یہ کیسی نامناسب بات ہے کہ تم سب کھانا کھاؤ اور ایک آدمی پیچھے چھوڑ دیا جائے۔ حالانکہ مجھے وہ سب میں زیادہ شریف معلوم ہوتا ہے لوگوں نے کہا بے شک وہ نسب کے اعتبار سے ہم سب میں افضل ہیں وہ ابو طالب کے بھتیجے اور عبدالمطلب کے پوتے ہیں یہ کہہ کر آپ کے چچا حارث بن عبدالمطلب گئے اور آپ کو گود میں اٹھا لائے آپ کو بحیرا نے نہایت شوق و عظمت کے ساتھ اپنی گود میں بٹھا لیا آپ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی اور ابو طالب سے آپ کا نام اور بچپن کے کل حالات بھی دریافت کئے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لات وعزیٰ [1] کی قسم دے کر کہا کہ میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ ضرور جواب دینگے۔ آپ نے فرمایا کہ لات وعزیٰ کا نام تم میرے سامنے مت لو بخدا ان سے زیادہ نفرت مجھے کسی چیز سے نہیں بحیرا نے کہا اچھا میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں اب جو

(۱) قریش لات وعزیٰ کی قسم کھاتے تھے اس لئے بحیرا نے بھی آزمائش کے طور پر آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دی۔ ۱۲ منہ

چاہو پوچھو اس کے بعد بحیرا نے آپ سے بیداری اور خواب کی حالت اور کیفیت دریافت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صحیح صحیح حالت اس سے بیان فرمادی۔

غرض سب باتیں انجیل شریف کی بشارتوں کے بالکل موافق پاکر آپ کے نبی آخر الزمان ہونے سے ابو طالب کو مطلع کیا اور بڑے زور سے نصیحت کی کہ خبردار ابوطالب ان کو ملک شام میں نہ لے جانا۔ یہودی دیکھ پائینگے تو بری طرح پیش آئینگے اور آئندہ ہر جگہ اور ہر وقت ان صاحبزادے کی حفاظت کرتے رہنا۔ کیونکہ یہ اپنے ملک کے آزاد کرنے والے اور اپنے زمانہ میں نبی ہوں گے چنانچہ ابو طالب نے اپنا سفر جلد ختم کیا اور سیدنا محمد ﷺ کو لے کر بعافیت مکہ واپس آئے (سیرۃ ابن ہشام وسیرۃ ابن دحلان)

شام کا دوسرا سفر اور نسطورا راہب کی شہادت

عبدالمطلب کا تمام خاندان متمول اور شریف مکہ سمجھا جاتا تھا لیکن عزت وآبرو کے مصارف اور آمدنی سے زیادہ امیرانہ خرچ نے اس خاندان کی حالت عرصہ ہوا کمزور کردی تھی خصوصاً ابو طالب کثرت عیال کے سبب اور بھی زیادہ فکر معاش میں مغموم و پریشان رہتے تھے ایک بار سیدنا محمد ﷺ کو بلا کر کہنے لگے کہ میرے بھتیجے اگر تم بھی خدیجہ سے مال تجارت لے کر ملک شام کی طرف جاؤ اور میرے بار فکر کو ہلکا کرو تو بہتر ہے کیونکہ میرا حال اس وقت ایک انار صد بیمار کا مصداق ہے اور میری نظر تمہاری ہی جانب جاتی ہے کیونکہ تم سچائی اور صفائی معاملات میں مشہور اور برکت وکرامت کے مظہر ہو۔ ایسی حالت میں خدیجہ کا تم کو مال دیدینا بھی کوئی مشکل بات نہیں اور امید ہے کہ تمہارے معاملہ میں برکت بھی ہوگی۔

حضرت خدیجہ ؓ مکہ میں قوم قریش کی ایک مالدار بیوہ عورت نہایت حسینہ اور عاقلہ تھیں۔ جاہلیت میں بھی وہ اپنی عفت اور پاکیزگی کی وجہ سے طاہرہ اور سیدۃ نساء قریش کے لقب سے پکاری جاتی تھیں ان کے دو نکاح ہو چکے تھے اور ان کے آخری

شوہر بھی جو متمول بڑے تاجر تھے انتقال کر چکے تھے، اس لئے ان کو اپنی تجارت کی ترقی کے لئے تنخواہ اور حصہ منافع کی صورت پر مال تجارت دینے کو دیانت دار اور امین آدمیوں کی ضرورت رہتی تھی۔

حضرت خدیجہؓ آنحضرت ﷺ کی امانت اور دیانتداری کے حالات خود بھی سن چکی تھیں اور اپنے بھتیجے قطیمہ کی زبانی آپ کے ذاتی اوصاف حمیدہ پورے طور پر ان کے ذہن نشین ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ خود بھی آپ کی خواہشمند تھیں اور اتفاقاً جبکہ ابو طالب کا یہ خیال بھی خدیجہ نے سن پایا تو اپنی طرف سے درخواست کرنے میں بھی ان کو کچھ تامل نہ ہوا اور کہلا بھیجا کہ اگر محمد ﷺ اس کام میں مشغول ہوں گے تو میں ان کو دوسروں کی بہ نسبت دگنی اجرت دونگی۔

غرض آنحضرت ﷺ حضرت خدیجہ کے خاص غلام میسرہ اور ایک عزیز خزیمہ بن حکیم کی ہمراہی میں مال تجارت لے کر خدیجہ کی طرف سے ملک شام روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ نے میسرہ کو وصیت کر دی تھی کہ محمد ﷺ کی اطاعت پوری طرح بجالانا اور کوئی کام آپ کی رائے کے خلاف نہ کرنا۔ ابو طالب وغیرہ نے تمام قافلہ والوں کو یہ وصیت کی کہ محمد امین ﷺ کو شام کے یہودیوں سے بچانا کیونکہ وہ ان کے دشمن ہیں۔

قافلہ مکہ سے روانہ ہوا اور سیدنا محمد ﷺ کے سر پر ایک غیبی ابر نے اسی وقت سے سایہ ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ ملک شام کی حدود میں داخل ہوئے اور شہر بصریٰ کے بازار مین مین ایک راہب کے کنیسہ کے نزدیک درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اس طرح بحیرا کے قائمقام نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی۔ نسطورا میسرہ کو پہچانتا تھا اس نے آپ کا جمال باکمال دیکھ کر جسم کی دیکھ بھال شروع کی اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں اس نے کہا کہ یہ زمین حرم کے رہنے والے خاندان قریش کے ایک معزز شخص ہیں نسطورا سے نہ رہا گیا آخر کار پکار اٹھا کہ ہو نہ ہو یہی نبی آخر الزماں ہیں دیکھو یہ درخت جس کے نیچے محمد ﷺ بیٹھے ہیں وہ مبارک درخت ہے جس کے نیچے

عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے اب تک کوئی انسان نہیں بیٹھا اور عیسیٰ علیہ السلام فرما گئے تھے کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے نبی امی یا ہاشمی عربی مکی کے سوا کوئی نہ بیٹھے گا۔

اے کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جبکہ آپ کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا جائے میسرہ یہ سب باتیں سن رہا تھا اس نے ان سب کو اپنے دل میں محفوظ رکھا۔

پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بصری کے بازار میں تشریف لے گئے اور مال تجارت کو فروخت کرنا شروع کیا۔ ایک مال کو فروخت کرتے ہوئے ایک شخص نے آپ سے اختلاف کیا اور کسی بات پر آپ سے کہنے لگا کہ اچھالات وعزی کی قسم کھاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کی قسم تو میں نے آج تک کبھی نہیں کھائی اور نہ آئندہ کبھی کھاؤں۔ وہ بولا کہ مجھے آپ کے قول کا اعتبار ہے۔ بس میں اب آپ کو قسم نہیں دیتا۔ پھر اس نے میسرہ سے تنہائی میں کہا کہ یہ (محمد ﷺ) نبی ہیں مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ وہی ہیں جن کی ثنا وصفت ہمارے علماء اپنی کتابوں میں پاتے ہیں میسرہ نے اس بات کو بھی یاد رکھا۔

اسی سفر میں ایک برکت سیدنا محمد ﷺ کی میسرہ نے یہ بھی دیکھی کہ حضرت خدیجہؓ کے دو اونٹ سفر کی تکان کی وجہ سے چلنے سے رہ گئے تھے میسرہ قافلہ سے پیچھے ان کو آہستہ آہستہ ہنکا تا لاتا تھا، مگر قافلہ سے پیچھے رہنے میں خود میسرہ کو اپنی جان پر بھی اندیشہ تھا اور اونٹوں پر بھی اس لئے اس نے اپنی مصیبت سیدنا محمد ﷺ سے بیان کی اور آپ نے دونوں اونٹوں کے پاس تشریف لا کر ان کے پیروں پر اپنا دست مبارک پھیرا جس سے ان کا سارا تکان دور ہو گیا اور وہ اچھے خاصے سب اونٹوں سے آگے چلنے لگے۔

غرض آپ مال تجارت میں اتنا نفع پیدا کر کے شام سے واپس ہوئے کہ میسرہ بھی بول اٹھا کہ اے محمد (ﷺ) ہم نے خدیجہ کی تجارت کے لئے چالیس سفر کئے ہیں مگر اتنا نفع کبھی نہیں ہوا جتنا آپ کی برکت سے اس مرتبہ ہوا آپ مال تجارت میں بے شمار نفع پیدا کر کے واپسی میں دوپہر کے وقت مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے چنانچہ حضرت

خدیجہؓ جو اس وقت اپنے بالا خانے میں بیٹھی ہوئی تھیں دور سے آپ کی جہاں آرا صورت دیکھی تو آپ کے سر پر نورانی غیبی پرندوں کو ٹکڑی باندھے سایہ کرتے ہوئے دیکھا اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ سے حالات سفر اور آپ کی عجیب کرامتیں اور نسطورا کا قول بھی سنا تو آپ کے ساتھ نکاح کرنے کا خیال دل میں پیدا ہوا کیونکہ حضرت خدیجہ نے اپنے خاوند ابو ہالہ کے انتقال پر ایک شب خواب میں دیکھا تھا کہ آسمان پر ایک روشنی پیدا ہوئی اور وہ روشن ماہتاب میرے گھر میں اتر آیا اس کا نور تمام گھر میں پھیل گیا اور مکہ کا کوئی ایسا گھر نہ رہا جس میں اس کے علم تاب نور کی روشنی نہ گئی ہو۔ جب آنکھ کھلی تو خواب کی تعبیر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے پوچھی جو توریت و انجیل کے زبردست عالم تھے ورقہ نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نبی آخر الزمان کے نکاح میں آنے والی ہو، خدیجہ کو اس تعبیر کے سننے کے بعد ہی سے نبی آخر الزمان کی زوجیت کا اشتیاق لگا ہوا تھا اس لئے باوجود یکہ اکثر متمولان قریش اور سرداران عرب خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہشمند تھے لیکن وہ کوئی رشتہ منظور نہیں کرتی تھیں۔

اب میسرہ کی زبانی سفر شام کے حالات سنکر خدیجہؓ کے دل میں خیال گزرا کہ معلوم ہوتا ہے میرے خواب کی سچائی کے واقع ہونے کا وقت آگیا اور کیا عجب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی نبوت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں مجھے اپنی زوجیت میں قبول کرلیں اس لئے تاخیر کو خلاف مصلحت سمجھ کر خود ہی اپنے نکاح کا پیام دینا چاہا اور یہ سب حالات جو میسرہ کی زبانی معلوم ہوئے تھے ورقہ بن نوفل سے بھی جا بیان کئے وہ کہنے لگے کہ اے خدیجہ اگر یہ باتیں جو کہ میسرہ بیان کرتا ہے سچی ہیں تو یقیناً محمد اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس امت کے لئے ایک نبی آنے والے ہیں جن کا سب اہل کتاب کو انتظار ہے اور ان کا زمانہ یہی ہے اس کے بعد ورقہ بن نوفل بھی نہایت بے چینی کے ساتھ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انتظار کرنے لگے اور اکثر ان کی زبان پر یہ کلمہ آتا تھا کہ دیکھئے وہ دن دیکھنا کب نصیب ہوتا ہے جب کہ آسمانی وحی اللہ

کے ایک مقبول بندہ پر نازل ہوکر عالم کو اپنے انوار سے منور کریگی۔ ایسی بے تابی کی حالت میں ورقہ نے چند اشعار بھی کہے جن کو ہم سیرۃ بن ہشام سے اس جگہ نقل کر دینا چاہتے ہیں:

لججت وکنت فی الذکری لجوجاً | لھم طالما بعث النشیجا
ووصف من خدیجۃ بعد وصف | فقد طال انتظاری یا خدیجا
ببطن المکتین علیٰ رجائی | حدیثك ان اری منہ خروجا
بما خبرتنا من قول قس | من الرھبان اکرہ ان یعوجا
بان محمدا سیسود فینا | ویخصم من یکون لہ حجیجا
ویظھر فی البلاد ضیاء نور | یقیم بہ البریۃ ان تموجا
فیلقی من یحاربہ خسارا | ویلقی من یسالمہ فلوجا
فیالیتی اذا ما کان ذاکم | شھدت وکنت اکثرھم ولوجا
ولوجا فی الذی کرھت قریش | ولو عجت بمکتھا عجیجا
ارجی بالذی کرھوا جمیعا | الی ذی العرش ان سفلوا عروجا
وھل امر السفالۃ غیر کفر | بمن یختار من سمك البروجا
فان یبقوا وابق یکن امور | یضج الکافرون لھا ضجیجا
وان اھلك فکل فتی سیلقی | من الاقدار متلفۃ خروجا

مجھے اس غم کے یاد کرنے میں بہت اصرار تھا جس نے میرے ٹپک ٹپک کے رونے کو عرصہ دراز سے برآنگیختہ کر رکھا تھا اور اس وصف کے یاد کرنے کی وجہ سے جو حضرت خدیجہ نے بار بار بیان کیا اے خدیجہ میرا انتظار بہت طویل ہو گیا تمہاری بات سے میں اپنی امید کے مطابق مکہ اور طائف کے درمیان وسعت وکشادگی دیکھتا ہوں تم نے نسطورا راہب کا جو قول بیان کیا جس کے خلاف واقع ہوتا مجھے گراں معلوم ہوتا ہے وہ قول یہ ہے کہ محمد ﷺ ہم میں سردار ہوں گے اور جو (کافر) شخص ان کا دشمن اور منکر ہوگا اس سے (مامور بجہاد ہوکر) مقابلہ کریں گے اور ملکوں میں ہدایت کی روشنی پھیل جائیگی

جس سے مخلوق کو کجی و گمراہی سے راہ راست پر لائینگے۔آپ کا محارب خسارہ میں ہوگا اور آپ سے صلح کرنے والا کشادگی و فراخی میں رہیگا۔

کیا ہی اچھا ہو جب یہ پیش آئے تو میں موجود ہوں اور (ان کے دین میں) داخل ہونیوالوں میں سے بڑھ کر (پیش قدمی کرنے والا) ہوں۔ایسے دین میں داخل ہونا قریش پر گراں ہو اگر چہ چیخنے والا مکہ میں چیختا پھرے اگر چہ سب پیچھے ہٹنے لگیں اور مکروہ سمجھیں مگر میں تو اس کی طرف خدائے ذی العرش سے عروج کی تمنا رکھتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا یہ خیال جو تمام قوم کے خلاف ہوگا (کیوں نہ ہو) کیا جس شخص کو خدائے خالق سماوات نے اپنا برگزیدہ اور مقبول بنایا ہو اس کے ساتھ پیچھے ہٹنے والوں کا یہ فعل کفر میں داخل نہیں؟ اگر وہ اور ہم زندہ رہے تو ایسی باتیں پیش ہونگی کہ کفار شور مچاتے پھرینگے۔اور اگر میں نہ رہا تو (اور لوگ دیکھ لیں گے کہ) ہر شخص جو اس کے مقصد میں ہلاکت کی جگہ ہے اس کو پالے گا۔(سیرۃ ابن ہشام و سیرۃ ابن حلبیہ)

حضرت عباسؓ کا سفر یمن اور حبر یہود کی شہادت

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں تجارت کے لئے یمن کی طرف قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ جس میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے گیا ہوا تھا کہ حنظلہ بن ابوسفیان کا خط یمن میں اس مضمون کا پہنچا کہ محمد (ﷺ) بطحاء مکہ میں کھڑے ہو کر دعوئ کرتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تم کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔

یہ بات اہل یمن کی مجلسوں میں بھی پھیل گئی تو ہمارے پاس یہود کا ایک بڑا عالم آیا اور پوچھنے لگا کہ کیا تم لوگوں میں ان مدعی نبوت کے چچا موجود ہیں میں نے سنا ہے کہ وہ بھی تجارت کے لئے یمن آئے ہوئے ہیں حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں ان کا چچا ہوں تم مجھے کیا کہنا چاہتے ہو وہ بولا میں خدا کی قسم

دیکرتم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے بھتیجے نے آج تک کبھی کوئی بات بے راہی کی تو نہیں کہی، میں نے کہا بخدا اس نے آج تک کوئی بات بے راہی کی نہیں کہی اور نہ کبھی جھوٹ بولا، نہ کبھی خیانت کی اور قریش میں تو آج تک محمد امین کے سوا ان کا کوئی اور نام ہی نہ تھا۔ وہ یہودی بولا کہ کیا تمہارے بھتیجے اپنے ہاتھ سے لکھنا جانتے ہیں حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے تعریف کے طور پر یہ کہنا چاہا تھا کہ ہاں جانتے ہیں مگر پھر مجھے خوف ہوا کہ ابوسفیان مجھے جھوٹا کردے گا اس لئے میں نے سچی بات کہدی کہ نہیں وہ لکھنا نہیں جانتے اس پر وہ یہودی عالم بے اوساں ہو کر کودتا چلاتا ہوا اٹھا اور اپنی چادر بھی وہیں بھول گیا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ بس اب یہودی ذبح ہو گئے اب یہودی مارے گئے۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں جب ہم منزل پر لوٹ کر آئے تو ابوسفیان کہنے لگے کہ اے ابوالفضل یہودی تمہارے بھتیجے سے بہت گھبراتے ہیں میں نے کہا ہاں میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم بھی ان پر ایمان لے آؤ گے ابوسفیان نے کہا میں تو جب تک مکہ کی گھاٹیوں پر گھوڑوں کو چڑھتے ہوئے نہ دیکھ لوں گا اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا میں نے کہا کہ یہ تم نے کیا بات کہی وہ کہنے لگے کہ میری زبان سے ویسے ہی ایک بات نکل گئی۔ تم اس کا کچھ خیال نہ کرو۔ باقی یہ میں بھی جانتا ہوں کہ مکہ کی گھاٹیوں پر جو لشکر چڑھ کر آئے گا خدا تعالیٰ اس کو سلامت نہیں چھوڑیگا حضرت عباس فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا اور ابوسفیان نے مکہ کی گھاٹیوں پر گھوڑوں کو چڑھتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ ابوسفیان تم کو اپنی وہ بات بھی یاد ہے (جو یمن میں تم نے کہی تھی) کہنے لگے ہاں یاد ہے (سیرۃ حلبیہ)

امیہ بن ابی صلت ثقفی کی شہادت

یہ شخص جاہلیت میں بتوں کی عبادت سے بیزار اور توحید کا اقرار کرنے والا تھا اس کے اشعار میں حق تعالیٰ کی توحید کے مضامین بہت پاکیزہ انداز پر مذکور ہوتے ہیں ایک دن ابوسفیان بن حرب سے کہنے لگا کہ میں نے کتب قدیمہ میں دیکھا ہے کہ ایک

نبی ہمارے بلاد میں مبعوث ہونگے۔ میرا گمان یہ تھا کہ میں ہی وہ نبی ہوں اور ابتک میں لوگوں سے یہی کہتا رہا لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بنی عبد مناف میں سے ہونگے تو میں نے ہی عبد مناف میں ہر شخص پر نظر ڈالی تو عتبہ بن ربیعہ کے سوا کوئی شخص مجھے ایسا نظر نہ آیا جو اس نبی کے اخلاق سے متصف ہو۔ مگر وہ چالیس سال سے تجاوز کر چکا ہے اور اب تک اس پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ تو میں سمجھا کہ عتبہ کے سوا کوئی اور شخص نبی ہونے والا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو میں نے امیہ سے ان کی بابت دریافت کیا۔ امیہ کہنے لگا کہ بے شک وہ سچے ہیں ان کا تم ضرور اتباع کرو۔ میں نے اس سے کہا کہ پھر تجھ کو ان کے اتباع سے کون سی چیز مانع ہو رہی ہے کہنے لگا کہ مجھے ثقیف کی عورتوں سے شرم آتی ہے کیونکہ اب تک میں ان سے یہ کہا کرتا تھا کہ وہ نبی میں ہوں اور آج میں بنی عبد مناف کے ایک جوان کا متبع بنکر رہوں یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ (سیرۃ حلبیہ وابن ہشام)

زید بن عمرو بن نفیل اور ایک راہب کی ملاقات

ایک مرتبہ قریش اپنے عید کے دن ایک بت کے پاس مجتمع ہوئے وہ لوگ اس کی بہت تعظیم کرتے اور اس پر قربانی کیا کرتے اور ہر سال اس کے پاس عید منایا کرتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر چار شخص یعنی ورقہ بن نوفل۔ اور عبداللہ بن جحش وعثمان بن حویرث وزید بن عمرو بن نفیل مجمع سے علیحدہ ہو کر آہستہ گفتگو کرنے لگے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس وقت سچائی کے ساتھ ہم کو اپنے دل کی بات کہنا چاہئے اور اس راز کو چھپانا چاہئے۔ بخدا تم کو جاننا چاہئے کہ تمہاری قوم کا مذہب کچھ بھی نہیں یہ لوگ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے چوکے ہوئے ہیں بھلا یہ پتھر بھی کوئی چیز ہے جس کا ہم طواف کرتے ہیں جو نہ کچھ سن سکتا ہے دیکھ سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر پہنچا سکتا ہے۔ اے دوستو! تم اپنے واسطے صحیح راستہ تلاش کرو کیونکہ بخدا جس مذہب پر تم اس وقت تک قائم ہو وہ تو کچھ بھی نہیں۔

اس کے بعد یہ لوگ اطراف بلاد میں متفرق طور پر دین ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں نکلے ورقہ بن نوفل تو مذہب نصرانیت میں پختہ ہو گئے اور نصاری سے انجیل و تورات کی تعلیم حاصل کر کے آسمانی کتابوں کا اتباع کرنے لگے۔ اور عبداللہ بن جحش تردد والتباس ہی کی حالت میں رہے حتی کہ بعثت محمدیہ کے بعد مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی طرف اپنی بیوی سمیت ہجرت کر گئے اور افسوس ہے کہ وہاں جا کر نصرانی ہو کر اسی حالت میں انتقال کیا اور عثمان بن حویرث قیصر شاہ روم کے پاس پہنچے اور وہاں جا کر نصرانی ہوئے اور قیصر کے نظر میں اس کی بڑی وقعت ہوئی۔ اور زید بن عمرو بن نفیل متوقف رہے نہ مذہب یہودیت میں داخل ہوئے نہ نصرانیت میں اور اپنی قوم کے دین سے علیحدہ ہو کر بت پرستی سے بیزار اور مردار خوری اور بتوں پر نذرانے اور چڑھاوے چڑھانے سے کنارہ کش ہوئے اور علی الاعلان اپنے قوم کو دھمکاتے اور بت پرستی پر لعن وطعن کیا کرتے تھے آخر ان کے چچا خطاب نے ان کو مکہ سے نکال کر کوہ حراء میں نظر بند کیا اور آدمی مقرر کر دیئے کہ یہ مکہ میں آ کر قومی مذہب کو نہ بگاڑ دیں۔

زید بن عمرو بن نفیل نے تنگ آ کر موصل کا راستہ لیا اور پھر ملک شام میں راہبوں اور عالموں سے دین ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ دریافت کیا یہاں تک کہ مقام میفعہ میں جو کہ صوبہ بلقاء کی ایک بستی ہے ایک راہب سے ملاقات ہوئی جس پر مذہب نصرانیت کا علم ختم ہو گیا تھا اس سے دین ابراہیمی کو دریافت کیا تو اس نے کہا کہ تم ایسے مذہب کو دریافت کر رہے ہو جس پر چلانے والا تم کو اس وقت کوئی بھی نہ ملے گا۔ البتہ ایک نبی کا زمانہ قریب آ گیا ہے جو تمہارے ہی شہر (مکہ) میں پیدا ہوں گے پس تم بہت جلد مکہ چلے جاؤ کیونکہ ان کے مبعوث ہونے کا یہی زمانہ ہے چنانچہ زید بن عمرو بن نفیل عجلت کے ساتھ وطن واپس ہوئے مگر افسوس کہ بلاد لخم تک پہنچنے پائے تھے کہ اہل عرب نے ان پر حملہ کیا اور آخر مقتول ہو کر میفعہ مقام میں مدفون ہوئے اور بعض مورخین کا قول ہے کہ کوہ حراء کی جڑ میں قبر ہے۔ واللہ اعلم (ابن ہشام وسیرۃ حلبیہ)

ابن الہیبان شامی اور خاتم النبیین کی بشارت

یہ شخص شامی یہودی اپنے مذہب کا صاحب کرامت و درویش تھا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق زیارت میں شام کا سرسبز ملک چھوڑ کر ریگستان مدینہ میں آبسا تھا یہ خلوت گزین عبادت گزار شخص مستجاب الدعاء ہونے میں مدینہ کے اندر مشہور اور مرجع عوام وخواص بنا ہوا تھا۔ جس وقت ان کا پیمانہ حیات لبریز ہوا اور خود ان کو بھی یقین ہو گیا کہ میں دنیا چھوڑ رہا ہوں تو اپنی قوم کو پاس بلا لیا اور کہنے لگے کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے شام کا سرسبز ملک چھوڑ کر یثرب میں کیوں سکونت اختیار کی۔ سن لو عیش و آرام پر بھوک و پیاس اور حب وطن پر جلا وطنی کی صعوبت کو ترجیح دینا محض نبی آخرالزماں کی زیارت وخدمت کا شرف حاصل کرنے کی طمع میں تھا یاد رکھو ان کا زمانہ بہت قریب آ گیا ہے اور یثرب کی یہ پاک زمین ان کی ہجرت گاہ ہے سو افسوس کہ میں اس دولت لازوال سے محروم دنیا سے چلا مگر تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اس پاک پیغمبر کے قدم لینا اور دوسری مخلوق سے پہلے اس نعمت کی طرف لپکنا۔

پھر جب رسول ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے بنوقریظہ کا محاصرہ کیا تو ثعلبہ بن سعید اور اسید سعید اور اسد بن عبید جو کہ بنوقریظہ کے قرابت دار اور نوجون افراد تھے اپنی جماعت سے علیحدہ ہو کر کہنے لگے کہ اے بنوقریظہ واللہ یہ وہی نبی ہیں جن کی بابت ابن الہیبان نے ہم کو وصیت کی تھی بنوقریظہ نے کہا کہ نہیں یہ وہ نہیں معلوم ہوتے انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں بخدا یہ وہی نبی ہیں جن کی صفات ہم کو معلوم ہیں پھر یہ تینوں قلعہ سے باہر آئے اور اسلام قبول کر کے حضور ﷺ کے جان نثار صحابہ میں داخل ہوئے اور اس طرح انہوں نے اپنی جان مال اور اہل وعیال کو مسلمانوں کی دست و برد سے بھی بچا لیا۔
(سیرۃ ابن ہشام وسیرۃ حلبیہ)

خلعت نبوت اور ورقہ بن نوفل کی شہادت

سیدنا محمد ﷺ کو چالیسواں سال شروع ہوا اور اب سچی خوابیں اور اللہ کے

نورانی فرشتے نظر آنے لگے گویا اس وقت کے عنقریب آجانے کی خبر دی گئی جس کی طرف ایک عالم کی نظریں لگی ہوئیں تھیں۔ رات کی سنسان گھڑیوں میں صبح کے سہانے وقت میں تنہائی کے عالم میں ایک آواز سنائی دیتی کہ ''بشر ہو لیکن اللہ کے پیغمبر'' جس جانب آپ جاتے اس طرف ہر شے پر جبروتی جلال کے آثار ہویدا اور بتوں کو یہ کہتا پاتے تھے کہ ہم سے علیحدہ رہئے کیونکہ آپ اللہ کے پیغمبر ہماری ذلت و ہلاکت کے باعث ہونگے آپ کی عادت تھی کہ قضاء حاجت کے لئے جنگل جاتے تو آبادی سے بہت دور ایسی جگہ نکل جاتے تھے جہاں آدمی نہ ہو۔

بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آپکو جاتے اور آتے وقت درخت اور پتھروں سے ''السلام علیک یا رسول اللہ'' کی آواز سنائی دیتی اور آپ حیران ہو ہو کر دائیں بائیں آگے پیچھے چار طرف نظر دوڑاتے مگر بجز درخت اور پتھروں کے کچھ نظر نہ آتا تھا غرض ہر طرح آپ پر وہ حقائق منکشف ہونے لگے جس سے آپ نے جہاں کو منور کرلیا۔ آپ حسب عادت مکہ سے تین کوس کے فاصلہ پر کوہ حراء کے غار میں کسی گہرے فکر میں مستغرق بیٹھے ہوئے تھے رمضان کا مبارک مہینہ تھا کہ اللہ کے بزرگ فرشتے جبریلؑ نے بصورت بشر سامنے آکر ریشمین کپڑے پر لکھی ہوئی سب سے پہلی وحی ''**اقرأ باسمک الذی خلق، خلق الانسان من علق. اقرأ وربک الاکرم. الذی علم بالقلم. علم الانسان مالم یعلم**''۔ سامنے کی اور کہا پڑھو۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ امی یعنی ان پڑھ تھے نہ کسی معلم کے سامنے آپ نے کبھی کتاب رکھی تھی اور نہ کسی سے ایک حرف پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا اس لئے جواب دیا کہ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ جبریل امین نے آپ کو چھاتی سے لگایا اور معانقہ میں خوب بھینچ کر چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھو آپ نے پھر وہی جواب دیا اور پے در پے تین بار ایسا ہونے پر آپ نے بسم اللہ کہہ کر وحی ربانی کو پڑھا اور جبریل امین نے سمجھا دیا کہ آپ اللہ کے مقبول پیغمبر ہیں خلق کی ہدایت آپ کا فرض منصبی اور توحید کی تعلیم آپ کا مہتم بالشان کام ہے۔

احادیث اور تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں کہ وحی نازل ہونے کے وقت حضور ﷺ پر ایک خاص حالت طاری ہوتی تھی جس کو دیکھ کر ہر شخص پہچانتا تھا کہ اس وقت وحی ربانی نازل ہو رہی ہے۔ سخت جاڑے کے موسم میں بھی آپ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آجاتا تھا۔ اگر کسی جانور پر نزول وحی کے وقت آپ سوار ہوتے تو وہ غایت ثقل کی وجہ سے آپ کو لے کر بیٹھ جاتا تھا اور ایک قدم آگے نہ چل سکتا تھا جس وحی کا اس قدر ثقل مدت العمر آپ نے محسوس کیا ہو پہلے دن آپ پر اس کا کس قدر ثقل ہوا ہوگا۔ اس کے خیال سے بھی حیرت ہوتی ہے۔ سیدنا محمد ﷺ پر روح القدس کے دبانے اور بھینچنے کے سبب ایک کشف کی خاص حالت طاری ہو چکی تھی آپ کا سینہ علم ربی کا خزانہ بن گیا تھا آپ سب کچھ پڑھ اور سیکھ گئے تھے۔

ادھر وحی الٰہی کی عظمت اور اس کا ثقل آپ کے قلب مبارک نے محسوس کیا اور ایسا محسوس کیا کہ دل لرز اٹھا اور جسم پر کپکپی پیدا ہوگئی گویا آپ کو جاڑا چڑھ آیا اس لئے خوف زدہ ہو کر آپ اپنے گھر واپس آئے اور حضرت خدیجہ سے یہ کہہ کر کہ مجھ کو جلد کچھ اڑھاؤ لیٹ رہے اس حالت سے جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے سارا قصہ بی بی خدیجہ سے بیان کیا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہے جس کا سبب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل پر وحی کا ثقل اس درجہ ہوا کہ آپ کو اندیشہ ہو گیا کہ شاید سینہ پھٹ جائیگا اور میں اس بوجھ کا متحمل نہ ہو سکوں گا یا ممکن ہے کہ اپنی سرکش قوم کی طرف سے اندیشہ ہوا ہو کہ دیکھئے یہ بت پرست اور جاہل قوم توحید کی پاکیزہ تعلیم کو قبول کرتی ہے یا نہیں۔ بی بی خدیجہ کوئی معمولی عورت نہ تھیں اول تو خود سمجھ دار تھیں دوسرے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کی زبانی خواب کی تعبیر سن کر اس بابرکت زمانہ کی متوقع اور منتظر تھیں اس لئے صورت حال کو سمجھیں اور آپ کو تسلی دینے کے لئے عرض کیا کہ آپ یتیم بچوں پر ترس کھانے بیوہ عورتوں پر رحم کرنے اور ہمیشہ سچ بولنے والے ہیں آپ کی نیک عادت، آپ کے پاکیزہ خصائل اور آپ کی صفات حمیدہ ہر شخص جانتا ہے اور آپ کی مہمانداری غربا نوازی اور برادر پروری ضرور اچھا اور بہتر نتیجہ دکھائے گی پس آپ ہرگز خوف نہ

کریں اور بالکل اطمینان رکھیں آپ کا محافظ خداوند قادر ہے جوان پسندیدہ اوصاف کا قدردان ہے آپ کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیگا۔

اس کے بعد بی بی خدیجہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور سارا قصہ ان سے بیان کیا چونکہ ورقہ بن نوفل مذہب یہودیت ونصرانیت کے بڑے زبردست عالم علامات نبوت کے ماہر۔ اصول دین کے شناسا توریت وانجیل کا سریانی زبان سے عربی میں بخوبی ترجمہ کیا کرتے تھے اس لئے یہ مبارک قصہ سنتے ہی قدوس قدوس پکار اٹھے اور کہا کہ اے خدیجہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس آخری امت کے رسول اور نبی آخرالزمان ہیں اور یہ وہی ناموس اکبر یعنی جبریل فرشتہ تھا جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس آیا جایا کرتا اور وحی ربانی لایا کرتا تھا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ اعتکاف وخلوت سے فارغ ہوکر کوہ حراء سے جب مکہ تشریف لاتے تو مساکین کو کھانا کھلانے اور سب سے پہلے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا کرتے تھے اس کے بعد گھر پہنچتے اور دیگر مشاغل میں مشغول ہوجاتے تھے۔ اس مرتبہ بھی جب بی بی خدیجہ نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کا قول آکر سنایا اور تسلی دی تو آپ اٹھے اور کعبہ کے طواف میں مشغول ہوگئے آپ طواف کررہے تھے کہ ورقہ بن نوفل بھی حرم شریف میں داخل ہوئے اور آپ کے پاس آکر سارا قصہ آپ کی زبانی سنا۔ اس کے بعد آپ کے سر مبارک پر جھک کر بوسہ دیا اور کہا کہ اے محمد گھبراؤ نہیں الحمدللہ! تم کو پیغمبری کا خلعت مرحمت ہوا ہے اور بے شک تم وہی نبی ہو جن کی بشارتوں سے آسمانی کتابیں تمام اہل مذاہب کو تمہارا منتظر بنا رہی تھیں۔ مبارک ہو یہ دولت جاوید تم کو عطا ہوئی۔ آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایک وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ تمہاری قوم تم کو جھٹلائے گی اور تمہاری مخالفت اور دشمن ہوکر تم سے لڑے گی تم کو ستائیگی دل دکھائے گی اور آخر تم کو جلا وطن کرے گی۔ پس تمہیں مکہ چھوڑنا پڑیگا۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب وحیرت کے ساتھ دریافت فرمایا کہ کیا میری قوم مجھ کو مکہ سے نکال دے گی ورقہ نے کہا ہاں اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ جس کسی کو یہ دولت

نصیب ہوئی ہے جو آپ کو عطا کی گئی ہے اس کے ساتھ جاہلوں نے ہمیشہ یہی برتاؤ کیا ہے۔ اور اگر اس وقت میں زندہ رہا تو دل و جان سے آپ کی مدد کی عزت حاصل کروں گا۔ ورقہ کی حسرت دل کی دل ہی میں رہی اس لئے کہ چند روز بعد ان کو دنیا چھوڑنی پڑی اور راہی دارالبقا ہوئے (سیرۃ بن ہشام و سیرۃ حلبیہ و بخاری)

صدیق امت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوم قریش میں نہایت مالدار تاجر اور متمول ہونے کے علاوہ مدبر منتظم عقیل وفہیم اور ذکاوت و دوراندیشی میں شہرہ آفاق تھے معزز محفلوں میں صدر مجلس بنائے جاتے اور عام باشندگان عرب میں قابل وقعت سمجھے جاتے تھے اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے بھی وہ آپ کے سچے دوست اور آپ کی مبارک مجلس میں ہر وقت کے حاضر باش تھے اور ورقہ بن نوفل وغیرہ علماء اہل کتاب کی باتیں سن سن کر ہمیشہ اس کے منتظر رہتے تھے کہ دیکھئے وہ دن کب نصیب ہوتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ خلعت رسالت میں مشرف ہوں اور میں آپ کی اتباع کا فخر حاصل کروں۔

ابن کثیر نے اسد الغابہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ کے اسلام کا قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک بار نبوت محمدیہ سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یمن کا سفر کیا اور وہاں پہنچ کر ایک عالم کے پاس قیام کیا جو کہ آسمانی کتابیں پڑھا ہوا اور بہت لوگوں سے علم میں بڑھا ہوا تھا اس نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صورت دیکھ کر ان کو پہچانا اور کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ تم زمین حرم کے رہنے والے ہو۔

سیدنا ابوبکر:۔ ہاں میں زمین حرم کا باشندہ ہوں۔
شیخ یمن:۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں تم قریشی بھی ہوں۔
سیدنا ابوبکر:۔ تمہارا یہ خیال بھی صحیح ہے بے شک میں قریشی بھی ہوں۔

شیخ یمن :۔اور شاید تم بنی تیم اللہ کے قبیلہ سے ہو۔
سیدنا ابوبکر: بالکل صحیح خیال ہے واقعی میں بنی تیم اللہ کے خاندان سے ہوں۔
شیخ یمن :۔بس ایک بات مجھے آپ میں اور دیکھنا باقی ہے۔
سیدنا ابوبکر:۔وہ کیا بات ہے۔
شیخ یمن :۔تم ذرا اپنا پیٹ کھول کر مجھے دکھا دو تو میں اس بات کو بھی معلوم کرلوں گا۔

سیدنا ابوبکر:۔ جب تک آپ مجھے اس کی حقیقت سے آگاہ نہ کریں میں اپنا پیٹ کھول کر نہیں دکھا سکتا۔

شیخ یمن :۔ مجھے علم صحیح سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ زمین حرم میں ایک نبی مبعوث ہونگے۔

جن کے معین و مددگار دو شخص ہونگے ایک جوان اور ایک ادھیڑ، جوان تو خطرات [1] میں بے محابا گھسنے والا اور مشکلات کا حل کرنے والا ہے۔اور ادھیڑ گورے رنگ کا دبلا پتلا آدمی ہے جس کے پیٹ کے اوپر ایک سیاہ تل ہے اور اس کی بائیں ران پر بھی ایک خاص نشان ہے پس تمہارا اس میں کیا حرج ہے کہ جس علامت کو میں دیکھنا چاہتا ہوں تم اس کو مجھ سے نہ چھپاؤ کیونکہ اور سب علامات کامل طور پر میں تمھارے اندر دیکھ رہا ہوں بس ایک یہی علامت دیکھنی باقی ہے جس کو تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بیان سن کر میں نے اپنا پیٹ کھول کر اسے دکھا دیا اور اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ تل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو کہنے لگا کہ بخدا تم ہی وہ ادھیڑ آدمی ہو جس کی بابت آسمانی کتابوں میں خبر دی گئی ہے اور تم نبی آخرالزماں کے مددگار و معاون بنو گے، اس لئے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہدایت سے کبھی اعراض اور بے رخی نہ کرنا اور سیدھے راستہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا اور حق تعالیٰ نے جس قدر نعمتیں تم کو عطا کی ہیں ان میں خدا کی ناشکری سے ڈرتے رہنا۔

(۱) یہ جوان خطرات سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔۱۲منہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جس کام کے لئے یمن گیا تھا اس سے فارغ ہو کر اس عالم سے رخصتی ملاقات کرنے آیا تو وہ کہنے لگا کہ تم چند اشعار میری طرف سے نبی آخر الزماں کی خدمت میں پہنچا سکتے ہو۔ میں نے کہا ہاں مجھے اس خدمت سے کوئی انکار نہیں اس کے بعد اس نے چند اشعار پڑھے جن کو یاد کر کے میں نے مکہ کا رخ کیا۔ جب میں مکہ پہنچ گیا تو سرداران قریش میرے پاس آئے میں نے ان سے پوچھا کہ آج کل مکہ میں کوئی نئی بات تو نہیں ہے کہنے لگے کہ ایک بہت بڑا واقعہ نیا یہ پیش آیا ہے کہ ابوطالب کا یتیم بھتیجا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں ہم اس معاملہ میں اب تک تمہارے منتظر رہے اگر تمہارا انتظار ہم کو نہ ہوتا تو ہم کبھی کے ایک رائے قائم کر چکے ہوتے سو اب تم آ گئے ہو ہم تمہاری رائے کو سب کی طرف سے کافی سمجھتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو تو خوش اسلوبی کے ساتھ ٹالا اور وہاں سے اٹھ کر حکیم بن حزام کے پاس پہنچا جو کہ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے ہیں میں وہاں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ ان کی باندی یہ کہتی ہوئی آئی کہ اے حکیم بن حزام آج تمہاری پھوپھی خدیجہ یہ کہتی پھر رہی ہیں کہ میرا شوہر موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی مرسل ہے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے کھسک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعویٰ نبوت کا سارا قصہ آپ سے دریافت کیا آپ نے وحی نازل ہونے کا پورا واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر خدا نے مجھ کو تمام مخلوق کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے پس تم مجھ پر ایمان لاؤ۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کیا کہ بھلا اس کی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ یمن کا وہ بڈھا جس سے تم مل کر آئے ہو میری نبوت کی دلیل ہے۔ سیدنا ابوبکر نے کہا کہ یمن میں تو میں بہت سے بڈھوں سے ملا ہوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں وہ بڈھا جس نے چند اشعار مجھ تک پہنچانے کے لئے تم کو سنائے ہیں۔ سیدنا ابوبکر نے عرض کیا کہ آپ کو اس واقعہ کی کس نے خبر دی فرمایا اس معزز فرشتہ نے جو انبیاء کے پاس آیا کرتا ہے صدیق امت نے عرض کیا کہ میرے باپ ماں آپ پر قربان ہوں آپ سچ فرماتے ہیں اور آپ تو ہمیشہ سے

سچائی کا معدن ہیں لایئے اپنا ہاتھ بڑھایئے:

انا اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله

امام سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ ایک بار انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند مکہ میں اترا اور پھٹ کر اس کے بہت سے حصے ہوگئے اس کا ایک ایک حصہ مکہ کے ہر گھر میں داخل ہوا پھر سب اجزاء سمٹ کر پورا چاند میری گود میں آ گیا۔ اس خواب کو آپ نے علماء اہل کتاب سے بیان کیا جس کی تعبیر انہوں نے یہ دی کہ ایک پیغمبر جن کا دنیا کو انتظار ہے اور ان کا زمانہ اب نزدیک آ گیا ہے مکہ میں پیدا ہوں گے تم ان کے متبع ہو گے اور سب لوگوں سے زیادہ تم ان سے فیض یاب ہو گے اسی لئے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے ذرا بھی توقف نہیں کیا اور فوراً ایمان لے آئے۔ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا محمد ﷺ پر معجزہ دیکھے بغیر صرف حصول دین اور دل لگتے عقائد و پاکیزہ خیالات سن کر ایمان لے آئے تو تمام قوم میں اس کا شور مچ گیا اور عام طور پر جگہ جگہ برحق دین کا تذکرہ ہونے لگا سیدنا ابوبکرؓ کی ترغیب کا نتیجہ جلد ظاہر ہوا کیونکہ ان کے سمجھدار احباب اور پاس اٹھنے بیٹھنے والے مصاحبین میں سے حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن عوام۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ سعد بن ابی وقاص۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ایمان لے آئے۔

غرض سلسلہ بڑھتا رہا اور جس جس صاحب نصیب شخص کی تقدیر میں ابتداءً اسلام کی دولت مقدر تھی وہ مسلمان ہوتے اور حضرت کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ (سیرۃ ابن ہشام وسیرۃ ابن دحلان)

اعجاز قرآنی اور سیدنا عمر بن الخطاب کا اسلام

ایک مرتبہ قریش نے اسلام کی مخالفت میں ایک مجلس منعقد کی جس میں بڑے بڑے تاجر، مالدار، سردار، بہادر، اولوالعزم، دلیر اور سفاک لوگ جمع ہوئے ابوجہل نے

امیر مجلس بن کر کہا کہ اے اہل عرب اور اے سرداران قریش! سخت افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تم جیسے بہادر جنگجو مالداروں کی جماعت میں ایسے ایک ضعیف لڑکا نکل کر تمھاری مخالفت کا جھنڈا کھڑے کرے اور تم اس کا کچھ نہ کرسکو تمہاری عزت کہاں گئی تمہاری ہمت کیا ہوئی کیا تم سے نہیں ہوسکتا کہ اس کا سر کاٹ لاؤ کیا کوئی شریف تم میں ایسا نہیں رہا کہ اس کا سر تن سے جدا کر کے میرے پاس لائے اور سو اونٹ کے علاوہ ہزار اوقیہ چاندی کا انعام مجھ سے لے۔

یہ سن کر کمیٹی کے ایک معزز ممبر عمر بن خطاب جو دلیری و پختگی عزم میں مشہور اور اپنے عقائد میں مضبوط و مستحکم ہونیکی وجہ سے اسلام اور داعی اسلام کے سخت دشمن تھے کھڑے ہوئے اور کہا کہ تم اطمینان رکھو میں بہت جلد ان کا سر کاٹ کر تمہارے حوالہ کردوں گا۔ یہ سن کر تمام حاضرین کو خوشی ہوئی کیونکہ ان یقین ہوگیا تھا کہ اپنے ارادہ کا پکا عمر جیسا بہادر شخص بے شک ناکام واپس نہ آئیگا عمر نے تلوار ہاتھ میں لی اور اپنی دھن میں مستغرق مجلس سے اٹھ کر سیدھے سیدنا محمد ﷺ کے مکان کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں نعیم بن عبداللہ ملے جو اپنی قوم کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے انہوں نے عمر بن خطاب کو تیوری چڑھائے تلوار لٹکائے غصیلے چہرہ میں دیکھا تو پوچھا کہ اے عمر کہاں جارہے ہو؟ عمر بن خطاب نے جواب دیا کہ محمد ﷺ کا سر کاٹنے جارہا ہوں کیونکہ انہوں نے قریش میں پھوٹ ڈالدی ان کے معبودوں کا ہتک کیا اور ان کے بزرگوں کو گمراہ اور بڑوں کو جہنمی بتایا اور ان کے قدیمی مذہب کو برا کہہ کر سرداران قریش کے دل دکھا رکھے ہیں میں نے آج بیڑا اٹھایا ہے کہ اس فساد کی جڑ بنیاد کاٹ دوں۔

نعیمؓ نے کہا کہ اے عمر تم کو تمہارے نفس نے دھوکا دیا بھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کئے پیچھے عبد مناف کی اولاد تم کو زندہ چھوڑ دیگی؟ جاؤ اور اپنی جوانی پر رحم کھاؤ۔ عمر بن خطاب کے غصہ کا دریا اس وقت جوش زن تھا نعیمؓ کی زبان سے یہ کلمات سن کر اور بھڑکے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر محمد ﷺ کے

طرفدار اور صابی بن گئے ہو۔ بہتر ہے کہ اول تمہارا ہی معاملہ طے کر دیا جائے نعیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عمر ہوش میں آؤ اور محمد ﷺ یا میرے قتل سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو دیکھو تمہاری حقیقی بہن فاطمہ اور تمہارے بہنوئی اور چچا زاد بھائی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کس دین پر ہیں کیا تم کو خبر نہیں کہ یہ بھی اسی مذہب کے پیرو ہیں جس کی جڑ کاٹنے کا قصد کر کے تم اٹھے ہو۔

یہ سن کر عمر بن خطاب کی حالت متغیر ہوگئی اور یہ اس راستہ کو چھوڑ کر اب اپنے گھر کی طرف چلے فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر سعید بن زید رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے لیکن خوف کے سبب اظہار نہ کر سکتے تھے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ان کو خفیہ طور پر قرآن مجید اور علم دین سکھانے آجاتے تھے اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت جبکہ عمر غصہ میں بھرے ہوئے اپنے گھر آرہے تھے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کلام مجید باآواز بلند پڑھ رہے تھے اور فاطمہ وسعید رضی اللہ عنہما مودب بیٹھے سن رہے تھے۔

عمر بن خطاب نے کواڑ کھٹکھٹائے تو سب گھبرا اٹھے اور خوف کی وجہ سے دل کانپنے لگے آخر حضرت خباب تو جلدی لپک کر گھر کے گوشہ میں جا چھپے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مقدس صحیفہ کو اپنی ران کے نیچے چھپا لیا اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کواڑ کھول دیئے چونکہ عمر بن خطاب کے کانوں میں کلام الٰہی کے چند کلمے پڑ چکے اور ان کو نعیم کے قول کی تصدیق ہو چکی تھی اس لئے گھر میں قدم رکھتے ہی غصہ کے ساتھ للکار کر پوچھا بتلاؤ یہ آواز جو میرے کانوں میں پڑی ہے کس چیز کی تھی؟ بہن نے بھائی کی تیوری بے طور دیکھی تو بات کو ٹالا اور کہا بھائی جان کچھ بھی نہیں تھا آپ کو وہم ہوا ہے۔ یہ سن کر عمر بن خطاب کے غصہ کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید پر دست درازی شروع کی حضرت فاطمہ اپنے بھائی کے ہاتھوں بلاوجہ خاوند کی اس ذلت کو کب گوارا کر سکتی تھیں۔ اٹھی اور بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا مگر عمر بن خطاب غصہ میں ایسے مدہوش تھے کہ نہ بہن کا امتیاز تھا نہ بہنوئی کا اس لئے حضرت سعیدؓ کو چھوڑ کر اب بہن پر ٹوٹ پڑے۔

عمر بن خطاب نے اپنی بہن پر کوئی معمولی زیادتی نہیں کی بلکہ اس قدر مارا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نازک بدن پر زخم آئے اور زخموں سے خون بہنے لگا۔ فاطمہؓ نے جب یہ دیکھا کہ بھائی نے غصہ اور سختی کے برتاؤ میں حد کر دی تو سمجھ لیا کہ اب حق کا چھپانا کمزوری ہے، اس لئے اب صاف صاف کہہ دیا کہ ہاں ہاں بے شک ہم دونوں اللہ اور اس کے سچے رسول سیدنا ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں تم کو جو کچھ کرنا ہو کر گزرو ہمیں اپنا ایمان جان سے زیادہ عزیز ہے ہم مر جائینگے لیکن تمہارا کہنا نہیں مانیں گے۔

عمر بن خطاب کے غصہ کا دریا اس وقت سکون پر آچلا اور جوش فرو ہو گیا اور دل کا غبار نکل چکا تھا خصوصاً جب کہ بہن کے جسم سے خون بہتا دیکھا تو رحم دلی اور نرمی کے ساتھ اپنی بے جا حرکت پر ندامت بھی ہو چلی تھی ہوش وحواس درست ہوئے تو اب ان کو یہ فکر ہوئی کہ آخر اسلام میں ایسی کیا کشش ہے جس کی وجہ سے ایک کمزور ارادہ والی عورت میں اس درجہ استقلال اور پختگی پیدا ہو گئی کہ وہ اسلام کے لئے اپنی جان دینا گوارہ کرتی ہے مگر ایمان کو ہاتھ سے دینا گوارہ نہیں کرتی اس لئے بہن سے کہا کہ اچھا وہ صحیفہ مجھ کو دکھا دو جو تم لوگ پڑھ رہے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عمر بن خطاب کے دل میں رقت ونرمی کا اثر دیکھا تو خوشی پیدا ہوئی اور جواب دیا کہ نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس کے ساتھ گستاخی کرو گے وہ پاک صحیفہ میرے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور تمھارے ہاتھ میں جا کر پرزہ پرزہ ہو جائیگا۔ عمر بن خطاب نے قسم کھائی اور کہا کہ میں تمھارا صحیفہ تم کو واپس کر دونگا۔ تم جانتی ہو کہ عمر وعدہ خلاف اور بات کا کچا نہیں ہے حضرت فاطمہؓ کی حالت تو اس وقت کچھ اور ہی تھی ان پر بھائی کی ہیبت اور خوف کا نشان تک نہ تھا اس لئے بے تکلف جواب دیا کہ ہمارا مقدس صحیفہ ہمارے مہربان خدا کا کلام مشرک اور بت پرست کافروں کے ناپاک ہاتھوں میں کیونکر جا سکتا ہے تمھارا قلب نجس تمہارا بدن ناپاک تمہارے ہاتھ پلید ہیں اور قرآن کو بجز پاک بندوں کے کوئی چھو نہیں سکتا۔

لا یمسه الا المطهرون

عمر بن خطاب اس وقت ایک علیحدہ مکان میں گئے وہاں غسل کیا اور کہا لاؤ اب دکھاؤ کہ صحیفہ میں کیا لکھا ہے حضرت فاطمہ بنت خطابؓ وہ صحیفہ شریفہ اٹھا لائیں جس میں سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی چنانچہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے چند آیتیں پڑھیں اور بے اختیار بول اٹھے کہ کیا شیریں اور پاکیزہ کلام ہے اس کی حلاوت اور اس کی عظمت میری رگ رگ میں سرایت کرتی جاتی ہے اور جس وقت اس آیت پر پہنچے:

اللّٰہ لا الٰہ الا ھو له الا سماء الحسنیٰ

تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بدن پر کپکپی پیدا ہوگئی اور عظمت الٰہی کا خیال کر کے لرزا ٹھے۔

سیدنا عمر بن خطابؓ کے یہ پیارے کلمات حضرت خبابؓ مکان کے گوشہ میں چھپے ہوئے سن رہے اور حق تعالیٰ کی قدرت ورحمت کا کرشمہ دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے آخر باہر نکل کر کہا مرحبا خوش ہوا ے عمر! سیدنا محمد ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی کیوں کہ میں نے کل آپ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا تھا کہ بارآلہا اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ساتھ عزت دے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دل نور ایمان سے منور ہو چکا تھا اور ابوجہل سے پہلے اس نعمت کی طرف لپکنے کا شوق بھڑک اٹھا تھا اس لئے مخلصانہ طور پر درخواست کی کہ اے خباب محمد ﷺ کہاں ہیں مجھ کو ان کے پاس لے چلو اور مسلمان کرالاؤ۔

غرض حضرت عمر نے تلوار ہاتھ میں لی اور اس دارارقم کی طرف اب ایمان کی نیت سے چلے جس کی جانب ابھی چند گھنٹے پہلے کسی گستاخ اور نازیبا ارادہ سے جارہے تھے یہاں حاضر ہو کر دروازہ پر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حضرت ابوبکر صدیق۔ عثمان بن عفان۔ علی بن ابی طالب اور حضرت حمزہ وغیرہ حضرات صحابہ بیٹھے ہوئے تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کواڑ کی درزوں میں سے دیکھا تو تلوار لٹکائے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نظر آئے

صحابہ پریشان ہوئے اور کواڑ کھولنے میں تأمل ہوا، حضرت حمزہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ عمر کو اندر آنے کی اجازت دیجئے اگر ان کا ارادہ بھلائی کا ہے تو ہم بخوشی ان کی بات مانیں گے اور اگر کسی گستاخانہ حرکت کے قصد سے آئے ہیں تو انہیں کی تلوار ان کا خون بہائے گی۔

غرض حضور ﷺ نے اجازت دی اور دروازہ کھول دیا گیا۔ حضرت عمرؓ تلوار کو میان میں کئے ہوئے اندر آئے تو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور حضرت عمرؓ کی چادر کا کونہ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور فرمایا کہ اے عمر کیا تو باز نہ آئیگا یہاں تک کہ کوئی کھڑکھڑا دینے والی مصیبت تیری آنکھیں کھول دے خدا جانے اس جھٹکے میں کیسی مقناطیسی قوت تھی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نور ایمان چمک اٹھا اور ان کی زبان سے بے ساختہ یہ نکلا کہ یا رسول اللہ میں تو ایمان لانے ہی کے ارادہ سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے جوش مسرت سے آواز تکبیر بلند کی اور سارے گھر والوں کو اطلاع ہوگئی کہ حضرت عمر مسلمان ہو گئے تو یکبارگی سب نے تکبیر بآواز بلند کہی۔ اب مسلمانوں کی مسرت کا کیا پوچھنا ہر شخص اپنے خدائے پاک کے احسان کا شکر گزار بنا ہوا ایک دوسرے کو اس نعمت غیر مترقبہ پر مبارکباد دے رہا تھا یہ خبر آناً فاناً ہوا کی طرح اڑی اور چند منٹ میں مکہ والوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ عمر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شکار کرنے گئے تھے خود شکار ہو گئے۔

اور سرداران مکہ کی قوت کافروں سے منتقل ہو کر اسلام کی طرف چلی گئی یہ خبر پا کر کفار قریش جھنڈ کے جھنڈ آتے اور جھگڑتے شور مچاتے اور بحث و مباحثہ کرتے رہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا سب کے لئے صرف ایک جواب تھا کہ تم سے جو ہو سکے کرلو میں تو ایمان لا چکا اور اب کسی طرح اسلام کو نہ چھوڑوں گا لوگوں کا غصہ اور جوش اس وقت تک کم نہ ہوا جب تک کہ عاص بن وائل نے آکر ان کو نہ سمجھایا اور اپنی قوم کو مخاطب بنا کر کہا کہ اے قوم آخر تمہارا کیا مقصود ہے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ عمر کا خاندان بنی عدی بن کعب اپنے بہادر شیر کو تمہارے حوالہ کر دے گا کہ تم جو چاہو کرو۔

اے قوم ہوش میں آؤ اور عقل سے کام لو جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ عمر نے اپنے لئے جو بہتر سمجھا اختیار کیا تم اپنے لئے جو بہتر سمجھو اختیار کرو۔ باقی قتل وقتال اور نزاع وجدال سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یہ سن کر سب لوگ واپس ہوئے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا راستہ لیا۔ (ابن ہشام وسیرۃ حلبیہ وغیرہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا اسلام

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعثت محمد یہ سے پہلے ایک مرتبہ یمن کا سفر کیا اور عسکلان حمیری کے پاس قیام کیا جو کہ بہت بوڑھا عمر رسیدہ شخص تھا اور میں یمن کے سفر میں ہمیشہ اسی کے پاس قیام کیا کرتا تھا ایک بار اس نے مکہ اور کعبہ اور زمزم وغیرہ کے حالات مجھ سے دریافت کئے اور یہ پوچھا کہ تمہارے اندر کوئی ایسا شخص ظاہر ہوا ہے یا نہیں جو تمہارے مذہب اور دین کی مخالفت کرتا ہو میں نے کہا کوئی نہیں۔

پھر ایک مرتبہ بعثت محمد یہ کے بعد میں اس کے پاس پہنچا اس وقت وہ بہت زیادہ ضعیف ہونے کے علاوہ ثقل سماعت کے مرض میں بھی مبتلا ہو گیا تھا میں نے اس کے گھر پر قیام کیا اور اس وقت اس کے بیٹے پوتے وغیرہ سب مجتمع تھے انہوں نے میرے آنے کی اس کو اطلاع دی تو وہ اپنے سر پر ایک پٹی باندھ کر سہارا لیکر بیٹھ گیا اور مجھ سے کہا کہ اے قریشی تو اپنا نسب بیان کر میں نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدالحرث بن زھرہ ہوں کہنے لگا کہ بس کرو میں تم کو پہچان گیا۔

پھر کہنے لگا کہ اے عبدالرحمٰن! کیا میں تم کو ایک ایسی بشارت نہ سناؤں جو تمہارے لئے تجارت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ میں نے کہا ضرور سناؤ۔ کہا اے عبدالرحمٰن! میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے گزشتہ مہینہ میں تمہاری قوم کے ایک شخص کو نبوت عطا فرمائی ہے اور اس کو تمام عالم میں منتخب اور برگزیدہ بنایا ہے اس پر ایک کتاب نازل ہوئی ہے جس کا بہت بڑا ثواب ہے وہ بتوں کی پرستش سے روکتا اور

اسلام کی طرف بلاتا اور سچی باتوں کا حکم کرتا اور خود بھی ان پر عمل کرتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا اور ان کو مٹانا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ شخص کس خاندان کا ہے کہنے لگا کہ بنی ہاشم میں سے ہے اور تم لوگ اس کے ماموں ہوتے ہو (کیونکہ حضور ﷺ کی والدہ معظّمہ قبیلہ بنی زہرہ سے ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف بھی اسی خاندان سے ہیں، اس واسطہ سے وہ حضور کے ماموں ہوئے)

اے عبدالرحمٰن! خدا کی پکڑ سے ڈرو اور جلدی یہاں سے واپس ہو کر اس پیغمبر کی امداد کرو۔ اور میری طرف سے ان کو یہ اشعار پہنچا دو۔

اشهد بالله ذی المعالی   وخالق اللیل والصباح

میں بزرگیوں والے خدا اور رات دن کے پیدا کرنے والے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں۔

انك ذوالبر من قریش   یا ابن المفدی من الذباح

اے اس شخص کے بیٹے جو کہ ذبح ہونے سے بچایا گیا تم قریش میں سب سے پاکیزہ ہو۔

ارسلت تدعو الی یقین   یرشد للحق والفلاح

تم ایسی یقینی بات کیساتھ بھیجے گئے ہو جو کہ حق اور فلاح کی طرف رہنمائی کرتی ہے

اشهد بالله رب موسیٰ   انك ارسلت بالبطاح

میں رب موسیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ تم مکہ میں رسول بنا کر مبعوث کئے گئے ہو

فکن شفیعی الی ملیك   یدعوا لبرایاالی الفلاح

پس آپ اس بادشاہ کے سامنے میری شفاعت کیجئے گا جو کہ مخلوق کو فلاح کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں ان اشعار کو یاد کر کے یمن سے واپس ہوا اور مکہ پہنچ کر ابو بکر صدیقؓ سے ملا اور یہ سارا قصہ ان سے بیان کیا۔ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا ہاں یہ محمد ﷺ موجود ہیں حق تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا کی ہے تم کو آپ کے پاس جانا چاہئے۔ پھر میں وہاں سے حضرت خدیجہؓ کے گھر پر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھ کر ہنستے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں ایسے شخص کا چہرہ دیکھ رہا ہوں جو اس لائق ہے کہ میں اس کے لئے خیر کی امید کروں اے عبدالرحمٰن بتلاؤ کیسے آئے ہو۔ میں نے کہا کہ ایک امانت لے کر آیا ہوں آپ نے فرمایا ہاں تم کو ایک شخص نے پیغام دے کر بھیجا ہے لاؤ کیا پیغام ہے تو میں نے پورا قصہ آپ کو سنایا اور اسلام لے آیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ حمیر کا یہ شخص مومن ہے میری تصدیق بغیر مجھے دیکھے ہی کر چکا ہے۔ یہی لوگ میرے سچے دوست ہیں۔ (سیرۃ حلبیہ وابن دحلان)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ تیمی رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا قصہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ میں ایک بار شہر بصرہ کے بازار میں گیا تو ایک راہب (پادری) کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ باہر سے آنے والے لوگوں سے پوچھو کہ ان میں کوئی زمین حرم کا باشندہ بھی ہے؟ میں یہ سن کر آگے بڑھا اور اس کو بتلایا کہ میں زمین حرم کا رہنے والا ہوں کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

راہب۔ کیا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے ہیں؟

طلحہؓ بن عبیداللہ۔ احمد کون ہیں ذرا صاف صاف کہو۔

راہب۔ عبداللہ بن عبدالمطلب کے صاحبزادے۔ اس مہینہ میں ان کو نبوت ملنے والی ہے وہ زمین حرم سے ظاہر ہوں گے اور کھجوروں والی بستی کی طرف ہجرت کرینگے (مراد مدینہ ہے) پس خبردار تم ان کی اتباع سے پیچھے نہ رہنا۔ طلحہؓ بن عبیداللہ فرماتے ہیں کہ راہب کی یہ بات میرے دل میں رہی جب میں مکہ پہنچا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مل کر سارا قصہ میں نے ان سے بیان کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر سیدنا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو بھی یہ واقعہ سنایا آپ کو اس سے بہت مسرت ہوئی اور میں نے اسلام قبول کیا۔ (سیرۃ حلبیہ وسیرۃ ابن دحلان)

حضرت سعید بن العاص بن سعیدؓ کی روایت

حضرت سعید بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ جب میرا باپ عاص بن سعید جنگ بدر میں مارا گیا تو میں اپنے چچا اَبان بن سعید کی تربیت میں آ گیا اور وہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کو بہت برا بھلا کہا کرتا تھا پھر وہ تجارت کے لئے شام کی طرف چلا گیا اور سال بھر مکہ سے غائب رہا ایک سال کے بعد واپس آیا تو سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ محمد (ﷺ) کا کیا حال ہے میرے دوسرے چچا عبداللہ بن سعید نے جواب دیا کہ بخدا وہ تو پہلے سے زیادہ عزت اور قوت اور بلندی حاصل کرتے جاتے ہیں یہ سن کر ابان بن سعید خاموش رہا اور عادت قدیمہ کے موافق اس وقت حضور ﷺ کو برا بھلا کچھ نہیں کہا۔ پھر اس نے ایک دعوت کا سامان کیا اور کھانے پکانے اور خاندان بنو امیہ کے سرداروں کو بلا بھیجا جب سب آ گئے تو ابان بن سعید نے ان سے بیان کیا کہ میں شام کی ایک بستی میں تھا جہاں ایک راہب رہتا ہے جس کا نام بکا ہے۔ چالیس سال سے وہ اپنے گرجا ہی میں رہا اس عرصہ میں زمین پر اس نے قدم نہیں رکھا۔ ایک دن وہ اپنے گرجا سے باہر آیا تو لوگ اس کی زیارت کے لئے مجتمع ہو گئے میں بھی اس کو دیکھنے گیا اور اس سے مل کر میں نے یہ بات کہی کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے اس نے دریافت کیا کہ تم کس قوم اور کس خاندان سے ہو میں نے کہا کہ میں خاندان قریش سے ہوں اور مکہ کا باشندہ ہوں۔ وہاں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ کو خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟ راہب نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے میں نے کہا کہ ان کا نام محمد (صلی اللہ علی سیدی وروحی) ہے اس نے پھر یہ سوال کیا کہ ان کو دعویٰ نبوت کرتے ہوئے کتنے سال گذرے ہیں۔ میں نے کہا تقریباً بیس سال ہوئے ہیں۔ کہنے لگا کہ اگر تم چاہو تو میں ان کا حلیہ اور ان کے اوصاف بیان کر دوں، میں نے کہا ضرور بیاں

کیجئے ۔ پھر اس نے محمد (ﷺ) کے اوصاف جو بیان کرنے شروع کئے تو کوئی بات غلط بیان نہیں کی پھر کہنے لگا کہ واللہ وہ اس امت کے نبی ہیں اور بخدا وہ یقیناً غالب ہو کر رہیں گے ۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گرجا میں چلا گیا اور چلتے چلتے مجھ سے یہ کہہ گیا کہ محمد (ﷺ) کو میرا اسلام پہنچا دینا اور یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے زمانہ کا ہے (سیرۃ حلبیہ وابن دحلان)

نصاری حبشہ کا مکہ میں آنا اور قرآن سن کر ایمان لانا

جس وقت مذہب اسلام اور نبوت محمدیہ کی خبر مکہ سے نکل کر اطراف بلاد میں پھیل رہی تھی اس وقت حبشہ کے چند نصاری جو بیس آدمی یا اس سے کچھ کم وبیش تھے یہ خبر سن کر حبشہ سے مکہ آئے اور سیدنا رسول اللہ ﷺ سے آکر ملے آپ اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرماتھے وہ لوگ بھی آپ کے پاس آکر بیٹھ گئے اور آپ سے علمی گفتگو کرنے اور تحقیق کے طور پر کچھ مذہبی باتیں دریافت کرنے لگے اس وقت قریش کے چند لوگ بھی کعبہ کے گرد اپنی علیحدہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جب وہ لوگ جو کچھ ان کو حضور ﷺ سے دریافت کرنا تھا دریافت کر چکے تو حضور ﷺ نے ان کو خدا تعالیٰ کی طرف بلایا اور ان کے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت فرمائیں ۔ قرآن کا سننا تھا کہ ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اور خدائی دین کو انہوں نے قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور جو اوصاف آپ کی نسبت ان کی کتابوں میں مذکور تھے ان سب کو آپ کے اندر موجود پایا۔

جب یہ لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو کر حضور ﷺ کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ابوجہل قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ان سے ملا اور کہنے لگا کہ اے قافلہ والو! خدا تم کو غارت کرے ۔ تمہارے ملکی بھائیوں نے تو تم کو یہاں اس لئے بھیجا تھا کہ تم ان کو اس مدعی نبوت کے حالات سے جا کر اطلاع دو گے مگر تم تو اس کے پاس اچھی طرح بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اپنے دین کو چھوڑ کر اس کی تصدیق کرنے اور اس کی حلقہ بگوشی کا دم بھرنے لگے ہم نے تم سے زیادہ احمق اور بے وقوف کسی قافلہ کو نہیں دیکھا۔

حبشہ کے نصاریٰ نے کہا کہ صاحبو! ہم آپ کو سلام کرتے ہیں پس آپ ہم کو معاف رکھیں۔ ہم آپ سے جہالت کی باتیں نہیں کرنا چاہتے بس اخیر بات یہ ہے کہ ہمارے لئے ہمارا دین ہے اور تمہارے لئے تمہارا دین۔ ہم نے اپنی جانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ دین و مذہب کی باتوں کو ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ پس جب ہمارے اوپر حق واضح ہو گیا ہم نے اس کو قبول کر لیا آپ اس میں مزاحمت کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ (ابن ہشام)

اعجاز قرآنی اور نجاشی شاہ حبشہ کا اسلام

اسلام کی شروع تاریخ میں ایسے دردانگیز حادثے بہتیرے ملیں گے جن کو سن کر یا پڑھ کر رونگٹا کھڑا ہوتا اور آٹھ آٹھ آنسو رونا آتا ہے بت پرست مکہ والے جس عورت یا مرد کو بت پرستی سے کنارہ کش پاتے اس کو نظر حقارت سے دیکھتے یا بدزبانی و فحش کلامی کی ایذارسانی پر اکتفا کرتے تھے بلکہ قابو پاتے ہی بالو (ریت) کے میدانوں میں نکال دیتے اور ہر طرح سے بھوک پیاس کی تکلیف دیکر صاف کہد یا کرتے کہ یا تو بت پرستی کرو یا جان سے ہاتھ دھوڈالو۔

ہم آئندہ کسی موقعہ پر چند نو مسلم صحابہ کے حالات لکھیں گے جس سے مختصر طور پر اندازہ ہو جائے گا کہ یہ مقدس مذہب کس کس مصیبت سے پھیلا ہے اور اس کے پیشوا کیسے متحمل صابر اور مصائب کے برداشت کرنے والے اور اللہ کے نام پر جان نثار کرنے والے تھے۔ ایک دو شخص کے علاوہ باقی تمام مسلمانوں پر کفار کی ایذارسانی کا یہ عالم تھا کہ اسلام لانے والوں کو کپڑوں کی جگہ لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا اور گردنوں میں رسیاں ڈال کر بچوں کے ہاتھوں گلی کوچوں میں گھسیٹا جانے لگا نماز کا پڑھنا۔ اللہ والوں کو کلام اللہ کی تلاوت کرنا، خفیہ طور پر بھی مشکل اور دشوار ہو گئی۔ جب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ کافروں کی ایذارسانی ضعیف مسلمانوں پر دن بدن زیادہ ہی ہوتی جاتی ہے تو اپنے اپنے جان نثار صحابہ کو ہدایت کی کہ جب تک قریش کا دل

بہتری اور بھلائی کی طرف مائل نہ ہو اس وقت تک مکہ میں تمہارا رہنا خطرناک ہے جاؤ ملک حبش میں جا رہو۔ وہاں کا حاکم گو نصرانی ہے لیکن سنا ہے کہ نہایت رحمدل حق شناس اور علم دوست ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ پندرہ اور دوسری مرتبہ کم وبیش ۸۳ تیراسی مرد اور اٹھارہ عورتوں نے حبشہ کا راستہ لیا اور مکہ چھوڑ کر حبشہ کو جائے پناہ بنایا۔ ابن اسحٰق زہری سے وہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام سے وہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ جب ہم لوگ ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تو ہم نے نجاشی کی پناہ کو بہت اچھا پایا۔

اس نے ہم کو مذہبی امور میں پوری آزادی دی ہم چین آرام کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ نہ کوئی ہم کو کسی قسم کی تکلیف پہنچا سکتا تھا نہ کوئی ناگوار بات کسی کی زبان سے سننے میں آتی تھی۔ جب یہ خبر کفار قریش کو پہنچی اور سنگدل کافروں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو اچھی پناہ مل گئی جو مسلمان ہوتا ہے وہ سیدھا حبشہ جا آباد ہوتا ہے تو حسد کی آگ میں جل مرے اور یوں خیال کیا کہ اگر یہی حال رہا تو اسلام ترقی پکڑ جائے گا اور ہمارے شکار ہمارے پنجہ سے نکلتے رہیں گے اس لئے اس تدبیر میں مصروف ہوئے کہ کسی طرح ملک حبش مسلمانوں کے لئے دارالامن نہ رہے اور مسلمان بذلت وخواری حاکم حبشہ ہی کے حکم سے وہاں سے نکالے جائیں۔

چنانچہ ان لوگوں نے ایک مجلس منعقد کی جس میں باتفاق رائے یہ بات طے قرار پائی کہ نجاشی کے پاس اپنے میں سے دو بہادر اور دلیر آدمیوں کو بھیجنا چاہئے جو بادشاہوں کے دربار میں اپنے مدعا کو بے تکلف بیان کر سکتے ہوں اور نجاشی اور اس کے تمام اراکین دولت کے لئے بیش بہا ہدایا اور تحفے بھیجنے چاہئیں چنانچہ عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ قریش کی طرف سے حاکم وقت شاہ حبشہ وارا کین دولت کے لئے بہت کچھ تحفے وتحائف لیکر حبشہ آئے اور وہ بیش قیمت تحفے ان اراکین سلطنت کی نذر گذارے جن کی وساطت سے دربار شاہی تک پہنچنے اور اپنا مطلب بر آنے کی متوقع تھے۔

انہوں نے اہل حبشہ سے ظاہر کیا کہ یہ بد دین بے وقوف لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں گو رشتہ میں ہمارے بھائی بند ہیں لیکن ایک بے ہودہ مذہب کے پیرو اور محض لغو باتوں کے معتقد ہو کر چاہتے تھے کہ ہم شرفا قوم ان کے تابعدار غلام بن جائیں اور جب ہماری طرف سے مایوس ہو گئے تو مقدس مذہب نصرانیت پر بھی حملہ کرنا چاہتے ہیں آپ صاحبوں کو آگاہ رہنا چاہئے کہ ان کا من گھڑت مذہب نہ ہمارے دین کے موافق ہے نہ آپ لوگوں کے مذہب سے ملتا ہے بلکہ نصرانیت کا بھی پورا مخالف ہے اس لئے ہم کو ان کی قوم کے شرفاء اور سرداروں نے بادشاہ کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ ان لوگوں کو حبشہ سے جلاوطن کر کے ان کے پاس بھیجد یا جائے کیونکہ شاہی حکم سے ان کا ہمارے قبضہ آجانا شاید ان کی حالت سنوار دے اور ہم کو اور ہماری قوم کو دعائے ترقی دولت واقبال کا موقع ملے اور یہ بھی کہا کہ جس وقت ہم بادشاہ کے سامنے اپنی درخواست پیش کریں تو آپ حضرات بادشاہ کو یہ مشورہ دیں کہ وہ مسلمانوں سے بات چیت کئے بغیر فوراً ہی ان کو ہمارے حوالہ کر دے۔

چنانچہ رشوت لینے والے اراکین دولت نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور موافقت ظاہر کر کے کامیابی کی امید دلا کر مطمئن بنا دیا۔ صبح کو حبشہ کا بادشاہ جس کا نام آصحمہ اور لقب نجاشی تھا جس وقت دربار میں بیٹھا تو قریش کے بیش قیمت تحفوں کے ساتھ سفیران قریش کی درخواست بھی پیش ہوئی اور اراکین دولت نے چار طرف سے ان کی تائید میں آواز بلند کی کہ واقعی ان مسلمانوں کو قریش کے حوالہ کر دینا چاہئے کیونکہ وہ ان کی قوم اور برادری کے بھائی ہیں اس لئے وہ ان کی حالت سے بخوبی واقف اور ان کی کرتوتوں کو ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

منصف مزاج نجاشی کو اس بے ہودہ گفتگو کے سننے ہی سے غصہ آگیا اور اس نے کہا کہ بخدا میں اس طرح ان کو ہرگز ان کے حوالہ نہ کروں گا اور جو لوگ میرے انصاف ورحمدلی کے امید پر اپنا وطن مالوف چھوڑ کر میرے ملک میں آباد ہوئے اور اپنی

قوم سے جدا ہو کر میری پناہ میں آئے ہیں میں انکو ہرگز نہیں نکال سکتا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ دونوں فریق بالمواجہہ میرے سامنے گفتگو کریں اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کون برسر ناحق ہے اور کون حق پر ہے اگر قریش کی بات سچی نکلی تو میں مسلمانوں کو ان سفیروں کے حوالہ کر دونگا ورنہ میں ان کی پوری حفاظت کروں گا اور جب تک وہ میرے پاس رہنا چاہیں گے اچھی طرح اپنی پناہ میں ان کو رکھوں گا۔

غرض مہاجر مسلمانوں کے پاس شاہی حکم پہنچا اور تمام مسلمان یہ خیال پختہ کر کے کہ جو کچھ بھی ہو سچ بولنا بہتر ہے دربار میں آموجود ہوئے۔ اس وقت مسلمانوں کا دربار میں سیدھے سادے طریقہ پر آنا اہل دربار کو بالکل ناپسند تھا۔ کیونکہ نہ ان لوگوں نے شاہی آداب کو ملحوظ رکھا نہ بادشاہ کو سجدہ کیا نہ تخت کو بوسہ کر کے عاجزی وذلت کا اظہار کیا۔ بلکہ محض اسلامی قاعدہ پر سلام کر کے جہاں جگہ پائی وہیں بیٹھ گئے۔

اہل دربار میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور مسلمانوں کو مخاطب بنا کر پوچھا کہ تم بے ادب لوگوں نے جہاں پناہ کو سجدہ تعظیمی کرنے کی رسم کیوں نہیں ادا کی؟ مسلمانوں میں سے حضرت جعفر بن ابی طالب آگے بڑھے اور اسلامی شوکت کے ساتھ جواب دیا کہ ہم اللہ کے مسلمان بندے اس کی مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے کیونکہ ہمارے پیغمبر کی سب سے پہلی نصیحت ہم کو یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی پرستش کے قابل نہیں پس خدا کے سوا کسی کے لئے کسی حال میں سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ اس صاف جواب نے اہل دربار کی طبیعتوں پر کوئی کیسا ہی اثر کیا ہو لیکن نجاشی کے دل پر اس کا بہت اچھا اثر ہوا جو درحقیقت پاک طبیعتوں پر ہونا ہی چاہئے۔ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو ایک وقعت کی نظر سے دیکھا اور ترجمان کی معرفت سوال کیا کہ بتاؤ وہ کونسا مذہب ہے جس کے لئے تم نے اپنے آبائی دین کو ترک کر دیا اور نہ میرے مذہب کو قبول کیا نہ دوسروں کے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب وکیل بن کر آگے بڑھے اور اس

طرح تقریر کی کہ۔

اے منصف بادشاہ! ہم جہالت کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے بتوں کو پوجتے اور مردار کھاتے تھے، بے حیائی [1] کے کام کرتے، آپس میں لڑتے جھگڑتے، عزیزوں سے بدسلوکی اور عزیزوں پر زیادتی کرتے تھے، زبردست آدمی کمزور کو کھانے کے لئے دوڑتا تھا اور ظلم وسفا کی سے کوئی چیز اس کو نہ روکتی کہ یکا یک ہمارے مہربان پروردگار نے ہم پر رحم فرمایا اور ہماری شریف تر قوم میں سے ایک ایسے شخص کو خلعت رسالت سے نوازا جس کی نجابت، سچائی امانت ودیانت، عفت وعصمت سے ہم سب لوگ اچھی طرح واقف ہیں اس پر اللہ کا کلام نازل ہوا، اس نے ہم کو وحدانیت الٰہی کی تعلیم دی۔ عبادت خداوندی کا طریقہ بتلایا۔ شرک سے روکا۔ بتوں کے پوجنے امانت میں خیانت کرنے۔ پڑوسیوں پر ظلم کرنے، جھوٹ بولنے اور بے حیائی کے کام کرنے اور یتیموں کا مال کھانے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا، سچ بولنے کی ہدایت کی، اللہ کے کمزور بندوں پر رحم کرنا سکھایا۔ مروت اور انسانی ہمدردی سے آگاہ کیا

(۱) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس تقریر میں عام لوگوں کی حالت بیان فرمائی تھی ورنہ شرفاء اہل عرب خصوصاً خاندان قریش بے حیائی کے کاموں سے کوسوں دور بھاگتا تھا بالخصوص قریش کی عورتیں عفت وعصمت کے جوہر میں تمام دنیا سے ممتاز تھیں جس کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ زوجۂ ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے بیعت اسلام لیتے وقت یہ عہد بھی لیا کہ وعدہ کرو کہ زنا کبھی نہیں کریں گے تو انہوں نے حیرت کے ساتھ عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا شریف عورت بھی کبھی زنا کرسکتی ہے جو اس عہد کی ضرورت ہوئی اور اس سے شرفاء قریش کی عفت کا اندازہ ہوسکتا ہے اسی طرح اہل عرب سچ بولنے اور وعدہ پورا کرنے اور مہمان نوازی میں ہمیشہ سے مشہور آفاق تھی جس سے تاریخ دان طبقہ بخوبی آگاہ ہے اور انشاء اللہ کسی وقت ہم اس بحث پر تفصیلی کلام کریں گے۔ ۱۲منہ

اور کہا کہ کسی پر جھوٹی تہمت نہ دہرو، یتیموں کا مال ظلماً نہ کھاؤ۔ انہوں نے ہم کو یہ حکم کیا کہ گناہوں سے بچو، نماز پڑھا کرو، زکوۃ دو، روزہ رکھو، جھوٹ نہ بولو، کسی کی غیبت نہ کرو، انصاف کرو اور ہمیشہ ایک خدائے لاشریک کے قائل رہو۔

چونکہ ہم لوگ اس رسول پر ایمان لے آئے ہم نے اس کو سچا پیغمبر سمجھا اس کی تمام ہدایتوں کو مان لیا اور شرک سے کنارہ کش ہو گئے، اس لئے ہمارے ہموطن اور کنبہ کے بھائی جو جہالت اور بت پرستی میں مبتلا تھے اور تکبر و نخوت کی وجہ سے اللہ کے سچے رسول کی اطاعت سے عار کرتے تھے ہم لوگوں کے دشمن بن گئے اور ہم کو قسم قسم کی تکلیفیں پہنچا کر پھر اسی بت پرستی اور شرک کی طرف واپس لانے کی کوشش کرنے لگے جس سے خدا نے ہم کو نجات دی تھی اور وہ ہم کو محض اس لئے ایذائیں دینے لگے کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت چھوڑ کر ان کی کاٹھ کی مورتوں کو پوجنے لگیں۔ انہوں نے ہم کو یہاں تک ستایا کہ ہم تاب نہ لا سکے اور برداشت کرنے سے عاجز ہو گئے۔ آخر مجبور ہو کر ہم نے اپنا وہ وطن چھوڑ دیا جس میں ہم پیدا ہوئے پھلے پھولے، ہم نے اپنے مال کی پرواہ نہ کی اپنی جان کا خیال نہ کیا۔ اپنی جائداد و مکانات پر خاک ڈالی مگر ہم سے یہ نہ ہو سکا کہ اپنے دین کا بھی خیال نہ کریں اور جس آگ سے ہم کو اللہ تعالیٰ نے نکال لیا ہے پھر اسی میں آنکھوں دیکھتے کود پڑیں۔

پس ہم نے اپنے دین کی حفاظت کیلئے آپ کے ملک کا راستہ لیا اور ہم یہاں صرف اس امید پر آئے تھے کہ منصف رحمدل بادشاہ کی رعایا بن کر ظالم بت پرستوں کی شر سے محفوظ رہیں گے اور جہاں پناہ کے سایہ عاطفت میں پہنچ کر کافروں کے پنجہ ظلم سے ہم کو نجات ملے گی سو ہمارے قومی اور وطنی بھائی ہماری اس حالت کو بھی نہ دیکھ سکے وہ چاہتے ہیں کہ ہم دور افتادہ مسافروں کو رحم دل بادشاہ کے سائے میں بھی پناہ نہ ملے اور تنگ آ کر پھر انہی ظالم پنجوں کا شکار بنیں جن کے تختہ مشق عرصہ تک ہم رہ چکے ہیں۔

فحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ٥

نجاشی نے یہ پر اثر تقریر سنی تو حیران رہ گیا اور صداقت کے سچے اثر سے متاثر ہو کر کہنے لگا کہ وہ کلام الٰہی جو تمہارے پیغمبر پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے میں سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ نے پر درد لہجہ میں سورۂ مریم کی ابتدائی آیتیں "کٓھٰیٰعٓصٓ ۝ ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا ۝ الخ سنانا شروع کیں نجاشی کا دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کر گرنے لگے یہاں تک کہ اس کی ڈاڑھی تر ہوگئی اور علماء نصاریٰ بھی جو دربار میں حاضر تھے اس قدر روئے کہ ان کے سامنے رکھے ہوئے انجیل کے صحیفے آنسوؤں سے بھیگ گئے حضرت جعفرؓ قرآن کی مقدس آیتیں سنا چکے تو نجاشی بے ساختہ پکار اٹھا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ کس قدر شیریں اور پیارا کلام ہے اور اس لذیذ کتاب کی آیتوں کو انجیل شریف سے کیسی مشابہت ہے۔

پھر سفیران قریش کی طرف رخ کیا اور کہا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں ان بندگان خدا کو اپنے رحم وانصاف سے محروم و مایوس بناؤں اور ان کو قریش کے حوالہ کردوں، سوائے سفیران قریش تمہاری درخواست نامنظور ہے جاؤ اور آئندہ کبھی ایسی بے موقع فرمائش مجھ سے نہ کرنا۔ سفیران مکہ بے نیل مرام دربار سے لوٹے تو شرم وندامت کے مارے سر نیچے اور غصہ وملال کے سبب بے چین تھے آخر عمرو بن عاص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بخدا میں کل یہاں پر پھر آؤنگا اور ایسی چال چلوں گا جس سے مسلمانوں کا حبشہ میں بیج بھی نہ رہنے پاویگا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ جو کہ عمرو بن عاص کا رفیق اور مسلمانوں کے حال پر زیادہ ترس کھانے والا تھا کہنے لگا کہ نہیں تم کو ایسا مناسب نہیں آخر تو یہ مسلمان ہمارے ہی کنبہ کے بھائی ہیں گو اس وقت دین کے معاملہ میں گونہ مخالفت ہوگئی ہے۔

لیکن عمرو بن عاص نے ایک نہ سنی اور اگلے روز برسر دربار نجاشی سے کہا کہ جہاں پناہ! یہ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بھی گستاخی کرتے ہیں آپ ان سے دریافت فرمائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بابت ان کا کیا اعتقاد ہے؟ اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو دوبارہ بلایا۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ سیدنا عیسیٰ بن

مریم علیہ السلام کی نسبت اگر ہم سے سوال ہوا تو کیا جواب دینا چاہئے باتفاق رائے یہ بات طے قرار پائی کہ ہم کو وہی کہنا چاہئے جو کتاب اللہ میں ہم کو بتلایا گیا اور ہمارے نبی نے ہم کو سکھلایا ہے گو اس کا انجام کچھ ہی ہو چنانچہ مسلمان دربار میں آئے اور نجاشی نے سوال کیا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ حضرت جعفرؓ نے جواب دیا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہم سے کہا ہے "**هو عبد الله ورسوله وروحه وكلمته القاها الى مريم العذراء البتول**" یعنی وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی جانب سے ایک خاص روح ہیں جو خدا کے حکم سے مریم علیہا السلام کے اندر ڈالی گئی۔ نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک تنکا اٹھا کر اشارہ کیا کہ بخدا عیسیٰ بن مریم تمہاری اس بات سے تنکے کے برابر بھی آگے نہیں بڑھے تم سچ کہتے ہو انجیل شریف کا بھی یہی مضمون ہے گو علماء نصاریٰ اس کے خلاف ہوں لیکن میرا عقیدہ اسی کو حق مانے ہوئے ہے۔

مسلمانو! بیشک تمہارے نبی سچے رسول ہیں اور میرا جہاں تک خیال ہے محمد (صلی اللہ علی سیدی وروحی) وہی رسول ہیں جن کی تعریف میں نے انجیل میں دیکھی اور پڑھی ہے خدا کا شکر ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت پوری ہوئی اور میرا زمانہ حکومت خاتم النبیین کے زمانہ رسالت سے موافق ہوا۔ بخدا(۱) اگر انتظام سلطنت میرے سپرد نہ ہوتا تو میں تم لوگوں کی ہمراہ ضرور چلتا اور ان کی جوتیاں اٹھا کر سر پر رکھتا ان کے قدم چومتا اور ان کی خدمت کو اپنی نجات کا وسیلہ سمجھتا۔ اس پر اراکین سلطنت میں ایک مخالفانہ جوش پیدا ہوا۔ نجاشی نے کہا خدا کی قسم تم چاہے کتنا ہی چیخو مگر بات یہی

---

(۱) عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله عنه قال سمعت النجاشی یقول اشهد ان محمدا رسول الله الذی بشر به ، ولو لا ماانا فیه من الملک وما تحملت من امر الدنیا لأتیته حتی احمل نعلیه .رواه ابو داؤد کذا فی جامع کرامات الاولیاء،ص: ۹۹،ج: ۱،حدیث: ۳

ہے اس کے بعد نجاشی نے قریش کے تحفے واپس کر دیئے اور کہا جاؤ مجھ سے یہ امید ہرگز نہ رکھو کہ میں رشوت قبول کر کے ان بندگان خدا کو تمہارے حوالہ کر دوں گا اگرچہ مجھ کو پہاڑ برابر بھی سونا ملتا ہو۔اھ

مذکورہ بالا کلمات سے نجاشی کا اسلام ثابت ہو گیا مگر چونکہ حضور ﷺ کی زیارت ورویئت سے وہ مشرف نہیں ہوئے اس لئے ان کو صحابی نہیں کہا جا سکتا ہاں صحابہ کو دیکھ لینے سے وہ تابعین کبار میں ضرور شمار ہو گئے۔ پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایسے شخص کا نام بتاؤ جس نے اسلام لا کر سیدنا رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بھی پایا ہو آپ سے خط و کتابت بھی کی ہو۔ آپ کی خدمت میں ہدایا وتحائف بھی ارسال کئے ہوں اور حضور ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی ہو مگر بایں ہمہ وہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے تو اس کے جواب میں صرف نجاشی سلطان حبش کا نام لیا جائے گا رضی اللہ عنہ وعنا وارضاہ وایانا۔(سیرۃ ابن ہشام وسیرۃ حلبیہ)

حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اسلام

ایک وہ دن تھا کہ عمرو بن العاص تکبر ونخوت کے ساتھ کفار مکہ کی طرف سے معزز سفیر بن کر دربار نجاشی میں آئے تھے اور پناہ گزیں مسلمانوں کو حبشہ سے نکالنا اور در بدر پریشان کرنا چاہتے تھے۔اس کے بعد ایک وہ دن آیا کہ جب سیدنا رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کے آفتاب نے مدینہ کے در ودیوار کو چاند کی طرح منور اور ستاروں کی طرح درخشاں کر دیا اور مسلمانوں کو مدینہ طیبہ میں پوری قوت وشوکت اور طمانیت و جمعیت حاصل ہو گئی اور کفار مکہ نے مدینہ پر کئی بار حملے کئے مگر ناکام لوٹ گئے یہاں تک کہ غزوۂ احزاب میں بھی جب کہ وہ اپنی بھرپور طاقت سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے بے نیل مرام واپس لوٹے تو عمرو بن العاص کو اب اپنی جان کی فکر دامن گیر ہوئی اور انہوں نے سطوت اسلامی سے گھبرا کر اپنے دوستوں میں سے چند قریشی جوانوں کو تنہائی میں جمع کیا جو ہمیشہ ان کا کہنا مانتے اور ان کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

عمرو بن العاص نے ان سے کہا اے قوم! بخدا میں محمد ﷺ کا معاملہ دن بدن عروج وترقی پر دیکھ رہا ہوں اس لئے میرے دل میں ایک بات آرہی ہے تم بھی اس میں غور کرو میری رائے یہ ہے کہ ہم لوگ نجاشی کے پاس جا کر پناہ لے لیں اور مکہ چھوڑ کر حبشہ کی سکونت اختیار کریں اگر محمد ﷺ ہماری قوم پر غالب آگئے تب تو ہم نجاشی ہی کے پاس رہ پڑینگے اس کا ماتحت بن کر رہنا محمد ﷺ کا ماتحت بننے سے ہم کو گوارا ہے اور اگر ہماری قوم کا پلہ بھاری رہا پھر تو پوچھنا ہی کیا ہے ہمارا جو رتبہ قوم میں ہے اس سے سب واقف ہیں ان سے ہم کو بجز خیر کے اور کسی قسم کا احتمال نہیں اس رائے کو سب نے پسند کیا اور نجاشی کے پاس جانے کے لئے بیش قیمت تحائف جمع کرنا شروع کئے۔

نجاشی کو مکہ کی چیزوں میں سب سے زیادہ یہاں کے چمڑہ کی قدر تھی چنانچہ عمدہ اور نفیس چمڑے کثیر مقدار میں ساتھ لے کر یہ مختصر جماعت حبشہ پہنچی۔ عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نجاشی کے پاس پہنچے ہی تھے کہ میری نگاہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ پر پڑی جو اس وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قاصد بن کر نجاشی کے پاس آئے تھے کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت جعفرؓ اور دیگر مہاجرین حبشہ کی بابت کچھ پیغام نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ عمرو بن امیہ دربار نجاشی میں گئے اور پیغام پہنچا کر باہر چلے آئے تو میں نے اپنے رفقاء سے کہا کہ اگر میں نجاشی کے پاس جا کر عمرو بن امیہ کو اس سے مانگ لوں اور وہ اس کو میرے حوالہ کردے تو میں اسی وقت اس کی گردن اڑا دوں۔ شاید میرے اس فعل سے قریش کی کچھ اشک شوئی ہو جائے اور وہ یہ سمجھیں کہ اگر ہم کو محمد ﷺ کے ہاتھ سے ذلت پہنچی ہے تو ہم نے بھی ان کے قاصد کو قتل کر کے ان سے بدلہ لے لیا۔

کیوں کہ قاصد کا قتل ہو جانا سلاطین کے لئے بہت شرمناک ذلت ہے، چنانچہ میں نجاشی کے دربار میں پہنچا اور اپنے معمول کے موافق اسے سجدہ کیا نجاشی نے کہا مرحبا اے دوست! تم اپنے بلاد سے میرے لئے کچھ ہدیہ بھی لائے۔ میں نے عرض کیا جہان پناہ! میں آپ کے لئے نہایت نفیس چمڑہ کثیر مقدار میں لایا ہوں پھر میں نے

اپنا ہدیہ اس کے سامنے پیش کیا جس کو اس نے بہت پسند کیا۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر میں نے کہا۔ جہان پناہ! میں نے ایک شخص کو ابھی آپ کے پاس سے نکلتا ہوا دیکھا ہے جو ہمارے ایک دشمن کا قاصد ہے آپ اس کو میرے حوالہ کر دیں تا کہ میں اس کو قتل کر دوں کیونکہ اس کے آقا نے ہمارے بہت سے شریف اور بہترین افراد کو قتل کیا ہے۔

میں اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ نجاشی غصہ سے بے تاب ہو گیا اور فرط غضب میں اس نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر اس زور سے مارے کہ مجھے اس کی ناک پچک جانے کا اندیشہ ہوا۔ ادھر میرا ہیبت کے مارے یہ حال تھا کہ اگر زمین پھٹ جائے تو میں اس میں سما جاؤں آخر میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ جہان پناہ! اگر مجھے پہلے اس کا وسوسہ بھی ہوتا کہ اس بات سے آپ کو اس درجہ ناگواری ہو گی تو میں ایسی درخواست ہرگز نہ کرتا۔ نجاشی نے کہا اے عمرو! کیا تو مجھ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ میں ایسے شخص کے قاصد کو قتل کے لئے تیرے حوالہ کر دوں جس کے پاس وہ ناموس اکبر (معزز فرشتہ) آتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ میں نے عرض کیا جہان پناہ! کیا سچ مچ وہ ایسے ہی ہیں۔ نجاشی نے کہا خبردار اے عمرو! میرا کہا مانو اور تم اس برگزیدہ رسول کا ضرور اتباع کرو کیونکہ وہ یقیناً حق پر ہیں اور اپنے مخالفین پر وہ اسی طرح غالب ہو کر رہیں گے جس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون پر اور اس کے لشکر پر غالب ہوئے تھے۔

عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں لرز گیا اور سیدنا محمد ﷺ کی عظمت میرے دل میں پیوستہ ہو گئی تو میں نے نجاشی سے درخواست کی کہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے نیابۃً بیعت اسلام لیکر جماعت اسلام میں مجھے داخل کر لے نجاشی نے میری درخواست کو منظور کیا اور اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور اسلامی بیعت لے کر مجھے جماعت اسلام میں داخل کر لیا۔ پھر میں بادشاہ سے رخصت ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس اس حال میں آیا کہ میری پہلی حالت اب بدل چکی تھی میں نے اپنے اسلام کا حال ساتھیوں پر ظاہر نہ کیا اور ان سے چھپ کر حبشہ سے نکل گیا اور سیدنا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچنے کے ارادہ سے سیدھا مدینہ کا راستہ لیا۔

یہ واقعہ فتح مکہ سے کچھ ہی پہلے کا ہے میں مدینہ کا رخ کئے ہوئے چلا جارہا تھا کہ راستہ میں خالد بن ولید سے ملاقات ہوئی میں ان سے پوچھا اے ابوسلیمان! کہاں کا قصد ہے؟ خالد نے جواب دیا کہ اے عمرو! خدا کی قسم فراست ٹھیک ہوگئی اور یہ شخص بیشک نبی ہے میں تو بخدا اسلام کی نیت سے جارہا ہوں۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں بھی صرف اسی خیال سے آیا ہوں کہ اسلام قبول کرلوں پھر ہم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں ساتھ ہی پہنچے خالد بن ولید آگے بڑھے اور پہلے انہوں نے اسلام قبول کر کے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر میں آگے بڑھا اور میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس شرط پر آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے گزشتہ گناہ معاف فرمادیں آئندہ کی بابت میں کچھ نہیں کہتا حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو آؤ بیعت کرو اسلام گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی ان کو کالعدم کردیتی ہے اور تم تو دونوں کام کرچکے ہو پھر گزشتہ گناہوں سے کیوں ڈرتے ہو۔

اس پر میں نے حضور ﷺ سے بیعت کی رواہ الامام احمد (جامع کرامات الاولیاء ص ۷۵ ج ۱)

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات ۴۳ھ میں عیدالفطر کی رات کو ہوئی آپ کا مزار مصر میں ہے۔ سخاوی [1] نے تحفۃ الاحباب میں آپ کی ایک کرامت لکھی ہے کہ ایک شخص ان کی قبر پر بغرض زیارت حاضر ہوا تو وہاں ایک اور شخص کو پہلے سے بیٹھا ہوا پایا اس سے دریافت کیا کہ سیدنا عمرو بن العاص کی قبر کون سی ہے اس بدنصیب نے پیر کے اشارہ سے بتلایا کہ ان کی قبر یہ ہے پھر وہ اس جگہ سے اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ بلاء (جنون) میں گرفتار ہوگیا۔ (جامع کرامات الاولیاء ص ۹۴ ج ۱)

نسال اللہ الادب مع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واولیاء امتہ اجمعین ٥

---

(۱) یہ مشہور حافظ سخاوی کے علاوہ دوسرے شخص ہیں۔

ایک یہودی کا اسلام اور رسالت محمدیہ کی شہادت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو بعض لوگوں کے جنتی بنانے کے لئے مبعوث فرمایا تھا چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کسی کنیسہ پر گزرے جہاں یہودیوں کا مجمع تھا اور ایک یہودی توراۃ پڑھ کر لوگوں کو سنا رہا تھا اس جگہ ایک طرف کوئی بیمار آدمی بھی پڑا ہوتھا۔ یکا یک توراۃ پڑھنے والا کسی مقام پر جا کر رکا اور تلاوت موقوف کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ پڑھتے پڑھتے کیوں رک گئے۔ ان میں سے کسی نے اس سوال کا جواب نہ دیا تو وہ بیمار بولا کہ اس مقام پر ایک نبی کی تعریف تھی اس لئے یہ لوگ پڑھنے سے رک گئے پھر وہ خود گھسیٹتا ہوا آیا اور توراۃ لیکر پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچا جہاں سیدنا رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کی تعریف تھی۔ اس نے وہ بھی پڑھ کر سنادی اور کہا یہ آپ کی اور آپ کی امت کی تعریف ہے۔

اشهد ان لا اله الاالله و اشهد انك رسول الله

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں پھر کچھ دیر بعد اس کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ اپنے اس بھائی کی تجہیز و تکفین تم خود کرو۔ رواہ الامام احمد (جامع کرامات ص ۵۸ ج ۱)

ایک نوجوان یہودی کا اسلام اور نبوت کی تصدیق

ابو صخر عقیلی ایک اعرابی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کوئی تجارتی سامان لے کر مدینہ گیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب میں تجارتی کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے اس شخص کے پاس بھی ضرور جانا چاہئے (جو اپنے کو خدا کا رسول بتلاتے ہیں) چنانچہ میں اس ارادہ سے چلا تو مجھ کو رسول اللہ ﷺ راستہ ہی میں مل گئے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھے اور

آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ساتھ ہولیا یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک یہودی پر ہوا جو اپنے ایک نوجوان خوبصورت بیٹے کے پاس بیٹھا ہوا توراۃ کھولے ہوئے پڑھ رہا تھا کیونکہ وہ مرنے کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودی سے فرمایا کہ میں تجھ کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے توراۃ نازل کی ہے کہ تو سچ سچ بتلا اس کتاب میں تو نے میری تعریف اور میرے ظہور کا حال بھی دیکھا ہے یا نہیں۔ یہودی نے سر کے اشارہ سے جواب دیا کہ نہیں، تو اس کے بیٹے نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے توراۃ نازل کی ہے کہ ہم اپنی کتاب میں آپ کی صفت اور آپ کے ظہور کا حال کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔

اشهد ان لا اله الاالله وانك رسول الله

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس یہودی کو اپنے بھائی کے پاس سے اٹھا دو۔ پھر اس کی تجہیز و تکفین و نماز جنازہ کا اہتمام آپ نے خود فرمایا۔ رواہ الامام احمد (جامع کرامات الاولیاء ص ۵۸ ج ۱)

حویصہؓ بن مسعود کا اسلام اور اہل کتاب کی پیشینگوئی:

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت حویصہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہود مدینہ آپس میں ایک نبی کا تذکرہ کیا کرتے تھے کہ وہ مکہ میں مبعوث ہونگے ان کا نام احمد (ﷺ) ہے ان کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں رہا ہماری کتابوں میں ان کا تذکرہ موجود ہے اور ان کے متعلق ہم سے عہد لیا گیا ہے اور ان کے اوصاف یہ ہیں پھر وہ حضور ﷺ کی تعریف وضاحت کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔

حویصہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت نوجوان تھا سنی ہوئی بات کو سمجھتا اور یاد کر لیتا تھا ایک میں نے قبیلہ عبدالاشہل کی طرف سے چیخ پکار کی آواز سنی جیسے کوئی بڑے حادثہ سے گھبرا کر چلایا کرتا ہے مگر تھوڑی دیر کے بعد آواز پست ہوگئی اور

یہ نہ معلوم ہوا کہ اس چیخ پکار کا سبب کیا تھا کہ اتنے میں پھر آواز بلند ہوئی اور یہ سمجھ میں آیا کہ کوئی شخص چلا کر کہہ رہا ہے اے مدینہ والو احمد (ﷺ) کا ستارہ طلوع ہو گیا جوان کی ولادت کی دلیل ہے۔ اس آواز سے ہم کو بہت تعجب ہوا۔ پھر زمانہ گزر گیا اور ہم اس بات کو بھول گئے اس عرصہ میں بہت لوگ مر گئے اور نئے لوگ پیدا ہوئے اور اب میں بڑھاپے کے قریب پہنچ گیا تو ایک دن میں نے پھر ویسی ہی آواز سنی کوئی شخص چلا کر کہہ رہا تھا اے مدینے والو! احمد (ﷺ) کا ظہور ہو گیا ہے اور انہوں نے دعوئے نبوت کا اعلان کر دیا اور ان کے پاس وہ ناموس اکبر آ پہنچا جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا، پھر اسی زمانہ میں آنے جانے والوں سے بھی عام طور پر یہ خبر معلوم ہوئی کہ مکہ میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے اس پر ہماری قوم کے بعض افراد مکہ گئے اور بہت سے پیچھے رہ گئے اور چند نوجوانوں نے اسلام قبول بھی کر لیا مگر میرے لئے اسلام لانا رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری مدینہ سے پہلے مقدر نہ تھا اس لئے میں آپ کی تشریف آوری سے پہلے مسلمان نہ ہو سکا۔ اھ دلائل النبوۃ (ص ۱۷ ج ۱)

ام المومنین حضرت صفیہؓ کی روایت اور حیی بن اخطب یہودی کا اقرار نبوت

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے باپ اور چچا کی نظروں میں ان کی تمام اولاد سے زیادہ محبوب تھی جب کبھی میں ان کے سامنے آتی وہ سب بچوں کو چھوڑ کر مجھے گود میں لے لیا کرتے تھے۔ مگر جس وقت سیدنا رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور آپ نے بنو عمرو بن عوف کے قبیلہ میں قیام فرمایا تو میرا باپ حیی بن اخطب اور چچا ابو یاسر دونوں اندھیرے سے آپ کی خدمت میں گئے اور غروب آفتاب کے قریب لوٹے اس وقت میں نے ان کو دیکھا کہ بہت ہی ڈھیلے ڈھیلے سست اور کمزور بنے ہوئے گرتے پڑتے آ رہے ہیں۔ میں حسب عادت ان کو دیکھ کر خوش ہوئی اور بشاشت کے ساتھ ان کے پاس دوڑی ہوئی آئی خدا کی قسم اس وقت کسی نے

بھی میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا کیونکہ وہ کسی گہری سوچ میں غلطاں و پیچاں تھے یہاں تک کہ دونوں آ کر لیٹ گئے تو میرے چچا ابو یاسر نے میرے باپ سے پوچھا کیا یہ وہی ہیں یعنی یہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر تھے حیی بن اخطب نے کہا بے شک وہی ہیں۔ ابو یاسر نے پوچھا کہ تم نے ان کو خوب پہچان لیا ہے کہا ہاں۔ ابو یاسر نے سوال کیا کہ پھر اب تمھارے جی میں کیا ہے حیی بن اخطب نے کہا خدا کی قسم جب تک زندہ رہوں گا دشمنی ہی کرتا رہوں گا۔ (قاتلهم الله انى يوفكون) دلائل النبوة ص ۱۷، ج ۱)

حضرت مُخیرِ یق عالم یہود کا اسلام اور اپنی قوم پر اتمام حجت:

مخیرِ یق رضی اللہ عنہ یہود کے بڑے زبردست عالم اور بہت مالدار متمول آدمی تھے سیدنا رسول اللہ ﷺ کے اوصاف توراۃ میں دیکھ کر دل سے آپ کی نبوت کو تسلیم کئے ہوئے تھے مگر دین سابق کی محبت دل میں کچھ ایسی غالب رہی کہ عرصہ تک اس کو نہ چھوڑ سکے آخر جب غزوہ احد میں انہوں نے دیکھا کہ مکہ کے مشرک تین ہزار آدمیوں کا جرار لشکر لئے ہوئے خدا کے رسول سے لڑنے کو آ رہے ہیں تو ان سے نہ رہا گیا اور یہودیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے جماعت یہود! خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کی مدد کرنا تم پر واجب ہے پھر تمہیں کیا ہوا کہ اس وقت بھی تم ان کی مدد کے لئے نہیں اٹھتے جب کہ مشرکین اپنی پوری قوت سے ان کے مقابلہ میں موجود ہیں۔

جماعت یہود حضرت مخیرِ یق کی اس بات کو رد نہ کر سکے کیونکہ سچی بات تھی جس کا جھٹلانا آفتاب پر خاک ڈالنا تھا مگر عذر گناہ بدتر از گناہ کے طور پر اس کا جو کچھ جواب ان کے پاس تھا وہ یہ تھا کہ آج ہفتہ کا دن ہے (جو ہمارے یہاں معظم و محترم ہے اور اس میں ہم کو قتل و قتال سے منع کیا گیا ہے اس لئے ہم محمد ﷺ کی مدد کرنے سے معذور ہیں مخیرّیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس خاموش رہو اب ہفتہ کا وہ احترام باقی

نہیں رہا جو پہلے تھا (کیونکہ شریعت اسلامیہ سے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے) اس کے بعد انہوں نے اپنے ہتھیار بدن پر آراستہ کئے اور یہودیوں کی جماعت سے نکل کر احد پہاڑ کے پاس سیدنا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ سے جا ملے اور گھر سے چلتے ہوئے اپنے خاندان کے لوگوں کو یہ وصیت کر گئے کہ اگر میں آج مارا جاؤں تو میرا سارا مال محمد ﷺ کی ملک ہے وہ اس میں حکم خداوندی کے موافق جو چاہیں تصرف کریں۔

چنانچہ جب مقام احد پر مسلمانوں اور کافروں میں جنگ شروع ہوئی تو حضرت مخیریقؓ نے بھی شجاعت کے جوہر دکھلائے اور اللہ کے محبوب کی مدد میں جان قربان کر دی یعنی شہید ہو گئے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے مخیریق کی نسبت ارشاد فرمایا کہ وہ یہود میں سب سے بہتر ہیں اس کے بعد حضور ﷺ نے وصیت کے موافق ان کے اموال پر قبضہ کیا اور آپ کے صدقات وخیرات اکثر اسی مال سے ہوا کرتے تھے (دلائل النبوۃ وسیرۃ ابن ہشام)

یوشع یہودی اور زبیر بن باطا کی شہادت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ مالک بن سنانؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ قبیلہ بنو عبدالاشہل میں اس غرض سے گیا تا کہ بات چیت میں اپنا دل بہلاؤں، اور اس زمانہ میں ہمارے باہم صلح تھی۔ تو میں نے یوشع یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے جن کا نام احمد (ﷺ) ہے وہ زمین حرم (یعنی مکہ) سے ظاہر ہوں گے۔ خلیفہ بن ثعلبہ اشہلی نے دل لگی کے طور پر پوچھا کہ اس نبی کے اوصاف کیا ہیں۔ یوشع نے کہا وہ میانہ قد کے آدمی ہیں نہ پستہ قد ہیں نہ بہت لمبے ان کی آنکھوں میں پیدائشی سرخی ہوگی، تلوار کندھے پر رہا کرے گی اور یہی بستی (یعنی مدینہ) ان کی ہجرت گاہ ہے۔

مالک بن سنانؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے اٹھ کر اپنی قوم بنو خدرہ میں

آیا تو معلوم ہوا کہ یہ بات صرف یوشع ہی کی زبان پر نہیں بلکہ تمام یہود مدینہ میں اس کا چرچا ہے پھر میں وہاں سے چل کر بنو قریظہ میں آیا تو وہاں بھی ایک جماعت کو میں نے نبی ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے پایا۔ اس وقت زبیر بن باطا یہ کہہ رہا تھا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا جو ہمیشہ کسی نبی کی پیدائش یا ظہور کے وقت طلوع ہوا کرتا ہے اور اب بجز احمد (ﷺ) کے اور کوئی نبی باقی نہیں رہا اور یہی شہر (مدینہ) ان کی جائے ہجرت ہے۔

ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ جب سیدنا رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو میرے والد بزرگوار نے حضور ﷺ سے اس خبر کا تذکرہ کیا (کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے یہود مدینہ اس اس طرح کہا کرتے تھے) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر زبیر اور اس کے دوسرے ساتھی سرداران یہود اسلام لے آئیں تو باقی سارے یہودی ان کا اتباع کرنے لگیں۔ (دلائل النبوۃ ص ۱۸ جلد ۱)

مقوقس شاہ اسکندریہ کی شہادت

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے ابن مالک کے ساتھ ایک بار مقوقس شاہ اسکندریہ سے ملنے گئے تھے وہ اپنے اس سفر کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مقوقس کے پاس پہنچے تو اس نے ہم سے حسب ذیل گفتگو کی۔

مقوقس: تم لوگ اپنے دشمن سے بچ کر مجھ تک کیسے پہنچ گئے حالانکہ میرے اور تمہارے درمیان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت حائل ہے۔

جماعت عرب: ہم ساحل بحر کے راستہ سے ان سے ڈرتے ڈرتے آئے ہیں۔

جس بات کی طرف محمد (ﷺ) تم کو دعوت دیتے ہیں اس کے متعلق تم نے کیا طرز اختیار کیا۔

جماعت عرب: کسی نے ان کا اتباع نہیں کیا۔

مقوقس: کیوں؟

جماعت عرب: وہ ہمارے سامنے ایک نیا دین پیش کرتے ہیں جو نہ ہمارے

آباؤ اجداد کا دین ہے نہ جہان پناہ کے مذہب سے ملتا جلتا ہے۔ اس لئے ہم تو ابھی تک اپنے آبائی دین پر قائم ہیں۔

مقوقس: خاص ان کی قوم (قریش) نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

جماعت عرب: کچھ نوجوان ان کے ساتھ ہو گئے ہیں اور پرانے بڈھے اور متمول لوگ مخالف ہیں اور جماعت سے متعدد مرتبہ ان کی جنگ ہو چکی ہے کبھی ان کو شکست ہوئی کبھی ان کو۔

مقوقس: کیا اگر میں تم سے ان کے حالات واقوال کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہوں تو تم مجھ سے تمام واقعات سچ سچ بیان کر دو گے۔

جماعت عرب: ضرور۔ کیونکہ جھوٹ بولنا شریف آدمی کا کام نہیں۔

مقوقس: اچھا بتلاؤ وہ تم کو کن احکام کی طرف بلاتے ہیں۔

جماعت عرب: وہ ہم سے یہ کہتے ہیں کہ صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور جن مورتوں کو تمہارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ان کو چھوڑ دو اور نماز پڑھو اور زکوۃ دو۔

مقوقس: یہ نماز اور زکوۃ کیا چیز ہے۔ کیا ان دونوں کے لئے کچھ خاص اوقات اور خاص مقدار معین ہے۔

جماعت عرب: جی ہاں وہ رات دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھتے ہیں اور ہر نماز کے لئے خاص وقت اور خاص مقدار ہے (جس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا) اور جو زائد سامان بیس مثقال سونے کی قیمت کو پہنچ جائے اس کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور کھیتی باغات اور جانوروں کی بھی زکوٰۃ نکالتے ہیں (جس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا)

مقوقس: یہ تو بتلاؤ کہ محمد ﷺ زکوۃ وصول کر کے کن لوگوں کو دیتے ہیں۔

جماعت عرب: امیروں سے لے کر انہی کے غریب بھائیوں کو دیدیتے ہیں اور صلہ رحمی اور وفا عہد کا بھی حکم کرتے ہیں اور سود اور زنا اور شراب خوری سے منع کرتے ہیں۔ اور جو چیز غیر اللہ کے نام پر ذبح کی جائے اسے نہیں کھاتے۔

مقوقس: بے شک وہ نبی ہیں جو تمام عالم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور اگر

جماعت قبط واہل روم راہ صواب اختیار کریں تو ان کو اس نبی کا اتباع کر لینا چاہئے۔ عیسیٰ بن مریم (علیہا السلام) نے ان کو اسی کا حکم کیا ہے۔ اور جو اوصاف تم نے اس نبی کے بیان کئے ہیں بلاشبہ ان سے پہلے انبیاء بھی انہی اوصاف کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ اور انجام کار انہی کو غلبہ ہوگا یہاں تک کہ کوئی ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے گا اور ان کا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اونٹ کا قدم اور گھوڑے کی ٹاپ پہنچ سکتی ہے۔ اور سمندروں کے پرلے پار بھی ان کا دین پہنچ جائے گا۔ اور عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ خود ان کی قوم ہی ان کے دین کو نیزوں کی نوک سے دنیا میں پھیلا دے گی۔

جماعت عرب: جہان پناہ! اگر تمام دنیا بھی ان کے ساتھ ہو جائے تو ہم تو جب بھی ان کے ساتھ نہ ہوں گے۔

مقوقس نے نفرت کے ساتھ سر ہلایا اور کہا تم لوگ بے ہودہ خیال میں ہو پھر کہا اچھا بتلاؤ ان کا نسب اپنی قوم میں کیسا ہے۔

جماعت عرب: وہ اعلیٰ نسب رکھتے ہیں اور عالی نسب شمار ہوتے ہیں۔

مقوقس: مسیح کی قسم! تمام انبیاء علیہم السلام اسی طرح اپنی قوم میں عالی نسب ہوتے آئے ہیں۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ بات چیت میں ان کی سچائی کا کیا حال ہے۔

جماعت عرب: دعویٰ نبوت سے پہلے ان کی قوم تو سچائی کی وجہ سے محمد امین ہی کہہ کر ان کا نام لیتی تھی۔ اس کے سوا ان کا اور کچھ نام ہی نہ تھا۔

مقوقس: اے جماعت عرب! ذرا سوچو تو سہی کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ وہ تم سے تو سچ بولیں گے اور خدا پر جھوٹ بولیں گے (ہرگز نہیں جب وہ بندوں کے معاملات میں کبھی جھوٹ نہیں بولتے تو خدا کے معاملہ میں بھی جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ اچھا بتلاؤ ان کا اتباع کن لوگوں نے کیا ہے۔

جماعت عرب: نوجوانوں نے۔

مقوقس: خدا کی قسم! ایسے ہی لوگوں نے پہلے انبیاء کا اتباع کیا ہے اچھا بتلاؤ یثرب (مدینہ) کے یہودیوں نے ان سے کیا برتاؤ کیا وہ تو اہل توراۃ ہیں۔

جماعت عرب: یہود نے ان کی مخالفت کی تو محمد (ﷺ) نے ان پر سخت حملہ کیا بہت سے قتل کئے گئے اور بہت سے گرفتار اور بہت سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔

مقوقس: یہ لوگ ہمیشہ کے حاسد ہیں انہوں نے اس نبی سے بھی حسد کیا ورنہ وہ بھی ان کو ویسا ہی پہچانتے ہیں جیسا ہم۔

مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم مقوقس کے پاس سے اس حال میں اٹھے کہ اس کی باتوں نے ہم کو محمد ﷺ کی طرف مائل اور دلوں کو ان کی طرف جھکا دیا تھا ہم نے اپنے دل میں سوچا کہ افسوس کی بات ہے شاہانِ عجم تو آپ کی تصدیق کریں حالاں کہ وہ آپ سے کچھ قرابت بھی نہیں رکھتے اور دور بیٹھے ہوئے آپ کا نام سن کر لرزتے ہیں اور ہم قرابت دار اور ہمسایہ ہو کر بھی آپ کا ساتھ نہ دیں۔ حالانکہ وہ ہمارے گھر کے اندر ہمارے لئے داعی بن کر آئے ہیں پھر میں نے اسکندریہ میں کچھ دنوں قیام کیا اور جہاں کوئی کنیسہ دیکھتا اس میں جاتا اور اس کے قبطی یا رومی پادری سے ملتا اور دریافت کرتا کہ محمد ﷺ کے جو کچھ اوصاف تمہاری کتابوں میں موجود ہیں مجھے بتلاؤ۔

چنانچہ سب سے بڑا پادری ایک قبطی تھا جو کنیسہ ابو غثیم کا سردار تھا لوگ غایت اعتقاد کی وجہ سے اپنے بیماروں کو اس کے پاس لایا کرتے اور وہ ان کے لئے دعا کر دیا کرتا تھا میں نے پانچ وقت کی نماز پڑھنے والوں (یعنی مسلمانوں) میں بھی اس سے زیادہ مجاہدہ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا میں نے اس سے مل کر دریافت کیا کہ کیا انبیاء میں سے کوئی نبی باقی بھی رہا ہے؟ کہا ہاں اور وہ سب سے آخری نبی ہیں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے اور ان کے درمیان میں اور کوئی نبی نہیں عیسیٰ علیہ السلام نے ہم کو ان کے اتباع کا حکم بھی کیا ہے۔ وہ نبی امی عربی ہیں جن کا نام احمد ہے نہ بہت لانبے قد کے ہیں نہ پستہ قد ان کی آنکھوں میں کچھ سرخی ہو گی۔ نہ بالکل سفید ہیں نہ سانولے۔ بال (ڈاڑھی اور سر کے) بڑھاویں گے اور موٹے کپڑے پہنیں گے۔ اور جو کھانا ان کے سامنے رکھدیا جائے اسی پر کفایت کریں گے۔ ان کی تلوار کندھے پر رہے گی کسی مقابلہ

کرنے والے کی ذرا پرواہ نہ کریں گے۔لڑائی میں خود شریک ہوا کریں گے اوران کے صحابی ان پر اپنی جانیں فدا کرنے والے ہونگے۔ وہ اپنی اولاد اور ماں باپ سے بھی زیادہ ان کو چاہیں گے۔ وہ نبی سخت گرم زمین سے ظاہر ہوں گے (یعنی مکہ سے) اور ایک حرم سے دوسرے حرم میں جا کر بسیں گے۔ وہ ایک پتھریلی نخلستانی زمین کی طرف ہجرت کریں گے اور ملت ابراہیمی کے متبع ہونگے۔

مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں میں نے پادری سے کہا کہ ذرا ان کے اور اوصاف بیان کرو۔کہا وہ اپنی وسط کمر پر لنگی باندھا کریں گے اور ہاتھ پیر دھویا کریں گے (مراد وضو ہے) اور ایسی باتوں کے ساتھ مخصوص ہونگے جو کسی نبی کو ان سے پہلے عطا نہیں ہوئیں۔ پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور وہ عام طور پر تمام عالم کی طرف مبعوث ہونگے۔ان کے لئے تمام روئے زمیں مسجد ہوگی اور پاکی کا ذریعہ۔کہ جہاں نماز کا وقت آ جائے وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لیا کریں گے اور ان سے پہلے لوگوں پر یہ سختی ہے کہ بجز گرجا اور کنیسہ کے کہیں نماز نہیں پڑھ سکتے۔

مغیرۃ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب باتوں کو یاد کر لیا اور دوسرے پادریوں نے بھی جو کچھ کہا تھا سب کو دل میں جما لیا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔اور میں نے مقوقس شاہ اسکندریہ کی تمام گفتگو اور جن جن پادریوں سے میں ملا تھا ان کی سب باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیں آپ بہت خوش ہوئے اور آپ نے چاہا کہ صحابہ بھی ان باتوں کو سن لیں چنانچہ میں دو تین روز تک سب سے ان باتوں کو بیان کرتا رہا۔اھ (دلائل النبوۃ ص۲۱۔۲۲ج۱)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام

یہود کو یقینی طور پر سیدنا رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا علم تھا اور وہ آپ کے منتظر تھے۔اسی بنا پر قبیلہ اوس وخزرج کو دھمکایا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں

مبعوث ہونے والے ہیں اس وقت ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے مگر حب ریاست، نفسانیت وعناد ان کو ایمان لانے اور اتباع کرنے سے مانع آئے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی انہی یہود مدینہ میں تھے......اور توراۃ کے زبردست عالم۔ عبداللہ بن سلام اسی وقت مسلمان ہو گئے تھے جبکہ سیدنا رسول اللہ ﷺ قبا میں تشریف فرما تھے اور خاص مدینہ میں ابھی تک داخل نہ ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اسلام کا قصہ خود اس طرح بیان فرمایا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے نام اور صفت سے خوب واقف تھا اور اس زمانہ کو بھی جانتا تھا جس میں آپ کے ظہور کا انتظار کیا جاتا تھا جب رسول اللہ ﷺ قبا میں رونق افروز ہوئے تو میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کچھ کام کر رہا تھا کہ ایک شخص نے آپ کے تشریف لانے کی خبر دی۔ میں نے سن کر درخت کے اوپر ہی سے خوشی کے مارے زور سے اللہ اکبر کہا میری پھوپھی جو نیچے بیٹھی تھیں کہنے لگیں کہ خدا تجھے کھودے اگر تو موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی بھی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوشی ظاہر نہ کرتا۔

میں نے کہا پھوپھی! خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور ان ہی جیسے پیغمبر ہیں اور وہی طریقہ لائے ہیں۔ پھوپھی نے کہا کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے کی خبر ہم کو دی گئی ہے میں نے کہا ہاں یہ سن کر کہنے لگیں تو خیر۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا صورت دیکھتے ہی میرے دل نے کہا[1] انہ لیس بوجہ کذاب۔ یہ صورت جھوٹے آدمی کی نہیں ہو سکتی پھر میں نزدیک پہنچا تو آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا باللیل والناس نیام

---

(۱) حضرت عبداللہ بن رواحہ نے سچ کہا ہے۔ لو لم یکن فیہ آیات مبینۃ ☆ لکان منظرہ ینبئک بالخبر۔ یعنی اگر بالفرض رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں کھلی کھلی معجزات بھی نہ ہوتے تو آپ کی صورت دیکھ لینا ہی حقیقت واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ ۱۲ منہ

اے لوگو! آپس میں سلام کی کثرت کرو اور کھانا کھلایا کرو اور رات کو ایسے وقت نماز پڑھا کرو جب سب آدمی سوتے ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ واقعی ان کی باتیں بھی انبیاء کی باتوں سے بہت مشابہ ہیں اس کے بعد میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو میرے تین سوالات کا جواب دید یجئے۔ اول یہ کہ جنت میں پہلی غذا کیا ہوگی؟ دوم یہ کہ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ تیسرے یہ کہ بچہ کبھی ماں کے مشابہ ہوتا ہے کبھی باپ کے اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اہل جنت کی پہلی غذا اس مچھلی کا جگر گوشہ ہے جس پر زمین قائم ہے۔ اور قیامت کی پہلی علامت وہ آگ ہے جو ظاہر ہو کر لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک لیجائے گی۔ اور نطفہ جب باپ کا اوپر ہوتا ہے تو بچہ میں باپ سے مشابہت ہوتی ہے۔ اور جب ماں کا اوپر ہوتا ہے تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔

یہ جواب سن کر میں نے ایمان لانے میں ذرا تامل نہ کیا کیوں کہ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ جواب بجز نبی کے دوسرا نہیں دے سکتا اس کے بعد عبداللہ بن سلام اپنے گھر واپس آئے اور اہل خانہ کو بھی مسلمان کیا ان کی پھوپھی حضرت خالدہ بھی ایمان لائیں اور بڑی پختہ و ثابت قدم ثابت ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے بیعت اسلام کرنے کے بعد حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا اسلام ظاہر ہونے سے پہلے میری قوم سے میرا حال دریافت فرمالیجئے کہ وہ مجھ کو کس نظر سے دیکھتے ہیں (اس سے حضرت عبداللہ بن سلام کو اپنی عزت دکھلانا منظور نہ تھی بلکہ حضور ﷺ کو زیادہ مسرور کرنا مقصود تھا کہ جب یہود میری حد سے زیادہ تعریف کریں گے اور میرے علم وفضل کے کمال کا زبان سے اقرار کرلیں گے اس کے بعد میرے اسلام کے ظاہر ہونے سے وہ دم بخود اور لاجواب ہو کر ذلیل ہوں گے تو یہودیوں پر عام طور سے حجت تمام ہو جائے گی کہ جس کے علم وفضل کا تم نے ابھی اقرار کیا تھا لو وہ بھی اسلام قبول کر چکا۔ اب تم کو کیا عذر ہے)

چنانچہ آپ نے یہودیوں کو بلا کر فرمایا کہ اے گروہ یہود تم خوب پہچانتے ہو کہ

میں کون ہوں مگر تمہاری عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اچھا بتاؤ حصین بن سلام کیسا شخص ہے (پہلے اس کا یہی نام تھا پھر حضور ﷺ نے عبداللہ نام رکھا) اور اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے یہود نے کہا وہ تو ہمارا سردار ہے اور سردار کا بیٹا ہے اور ہم میں سب سے بڑا عالم اور بڑے عالم کا بیٹا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر وہ مجھ پر ایمان لے آئے تب بھی یقین کرو گے؟ یہود نے جواب دیا کہ اس کا وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ آپ پر کبھی ایمان لائیں حضرت عبداللہ جو وہیں چھپے ہوئے یہ سب گفتگو سن رہے تھے فوراً باہر نکل آئے اور کہا

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله

اے گروہ یہود! تم خوب جانتے ہو کہ آپ رسول اللہ ہیں اور یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر توراۃ میں موجود اور ان کا نام اور صفت سب اس میں درج ہے خدا سے ڈرو اور ایمان لے آؤ۔ میں تو شہادت دیتا ہوں اور آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ یہود یہ سنتے ہی دم بخود رہ گئے اور کھسیانے ہو کر کہنے لگے عبداللہ برا شخص ہے برے کا بیٹا ہے جاہل ہے اور بڑے جاہل کا بیٹا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا یا رسول اللہ! میں پہلے ہی کہتا تھا کہ یہود بڑے بہتان باندھنے والے اور کذاب ہیں مگر عبداللہ بن سلام کا مقصود اس قصد سے جو تھا وہ حاصل ہو گیا کیونکہ فضائل کا اقرار کر لینے کے بعد جب یہود کو ان کے مسلمان ہونے کا حال معلوم ہوا تو بجز ندامت اور شرمندگی کے حقیقت میں ان کے پاس کچھ جواب نہ تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام و کتب الاحادیث)

زید بن سعنہ عالم یہود کا اسلام

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے زید بن سعنہ کو ہدایت کرنی چاہی تو اس کی صورت یہ ہوئی کہ زید بن سعنہ اپنے دل میں سوچنے لگے کہ نبوت کی جتنی علامات تھیں وہ تو سب مجھ کو محمد ﷺ کی صورت دیکھتے ہی معلوم ہو گئیں صرف دو علامتیں رہ گئیں جن کو ابھی تک میں نے نہیں آزمایا۔ ایک یہ کہ

آپ کے متعلق کتب سابقہ میں لکھا تھا کہ محمد ﷺ بہت حلیم اور بردبار ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ کے ساتھ جتنا جہالت کا برتاؤ کیا جائے گا آپ اتنا ہی تحمل سے کام لیں گے۔

تو میں آپ کی بردباری کا امتحان کرنے کے لئے موقع ڈھونڈتا رہتا تھا یہاں تک کہ ایک دن آپ ازواج مطہرات کے حجروں سے نکل رہے تھے کہ اچانک ایک بدوی اونٹنی پر سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ فلاں بستی کے لوگ مسلمان ہو کر جماعت اسلام میں داخل ہو گئے تھے کیونکہ میں ان سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تم کو رزق میں وسعت وفراخی نصیب ہوگی۔ اور اس وقت وہ قحط سالی کی سخت مصیبت میں گرفتار ہیں جس سے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی طمع اور لالچ کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ نہ بیٹھیں جیسا کہ لالچ ہی کی بنا پر وہ اسلام میں داخل ہوئے تھے پس اگر آپ مناسب سمجھیں تو کچھ رقم امداد کے طور پر ان کے لئے بھیجدیں تا کہ ان کو لالچ اور حرص کفر کی طرف مائل نہ کرے۔

حضور ﷺ نے یہ بات سن کر ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علی تھے نظر بھر کر دیکھا اور دریافت کرنا چاہا کہ ان کے پاس خزانہ میں کچھ ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! جس مال کے متعلق آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں اس میں سے کچھ نہیں رہا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اگر آپ کچھ مدت کے بعد مجھ کو فلاں باغ کی کھجوریں خاص مقدار میں دینے کا وعدہ کریں تو میں رقم دے سکتا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں فلاں باغ کی شرط نہیں کر سکتا ہاں مدت معلومہ کے شرط سے ایک مقدار معین کا معاملہ کر سکتا ہوں۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے یوں ہی سہی چنانچہ آپ نے معاملہ طے کیا اور میں نے اپنی ہمیانی کھول کر ۸۰ اسی مثقال سونا کھجوروں کی قیمت ادا کر دی اور یہ رقم آپ نے اس بدوی کے حولہ کی کہ جلدی جاؤ اور اپنے قوم کی اس سے اعانت کرو۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ جب مدت تمام ہونے میں دو یا تین دن باقی رہ گئے تو میں آپ کے پاس کھجوروں کا تقاضا کرنے گیا اس وقت رسول اللہ ﷺ کسی انصاری کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے آپ کے ہمراہ صحابہ کی ایک جماعت تھی جن میں حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے جب آپ جنازہ کی نماز سے فارغ ہوئے اور ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھنے کا قصد کرنے لگے تو میں پہنچا اور میں نے آپ کی چادر اور قمیض کا کونا پکڑ کر جھٹکا دیا اور غصہ کا منہ بنا کر آپ کو گھورا اور عرض کیا اے محمد کیا آپ میرا حق نہ ادا کریں گے اے عبدالمطلب کی اولاد! بخدا تم لوگ بہت ٹال مٹول کرتے ہو اور میں تمہاری اس خصلت کو پہلے سے جانتا تھا میرا اتنا کہنا تھا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مجھے گھورا اس وقت ان کی پتلیاں اس طرح گھوم رہی تھیں جیسے آسمان گھوما کرتا ہے، مجھ پر ایک نظر ڈال کر وہ کہنے لگے کہ او خدا کے دشمن! کیا تیری اتنی مجال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ناشائستہ بات کہے اور میرے سامنے آپ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے قسم اس خدا کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر مجھے ایک بات کا ڈر نہ ہوتا تو ابھی تلوار سے تیرا سر جدا کر دیتا۔

حضرت عمر تو یہ باتیں کر رہے تھے اور سیدنا رسول اللہ ﷺ نہایت سکون و وقار کے ساتھ تبسم فرماتے ہوئے حضرت عمر کو گھور رہے تھے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر ہم دونوں تمہاری طرف سے دوسرے برتاؤ کے زیادہ محتاج تھے وہ کہ کہ تم مجھے تو حسن ادا کی رائے دیتے اور اس کو خوبی کے ساتھ تقاضا کرنے کی ترغیب دیتے۔ اے عمر! اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور جتنا اس کا حق ہے ادا کر دو اور بیس ۲۰ صاع حق زیادہ دیدو اس کے بدلہ میں کہ تم نے (بلاوجہ) اس کو دھمکایا ہے۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے میرا حق پورا ادا کر دیا اور بیس ۲۰ صاع اور زیادہ دیئے میں نے پوچھا کہ تم مجھے زیادہ کیوں دے رہے ہو۔ کہا مجھ کو رسول اللہ ﷺ کا یہی حکم ہے کہ اپنے ڈرانے دھمکانے کے بدلہ میں تجھے کچھ زیادہ دوں۔ میں نے کہا اے عمر مجھے پہچانتے ہو۔ کہا نہیں بتلاؤ تم کون ہو۔ میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں کہا

عالم یہود! میں نے کہا ہاں حضرت عمر نے فرمایا کہ پھر تجھے عالم ہو کر یہ کیا سوجھی تھی کہ حضور کو تو نے ایسی باتیں کہیں اور آپ سے ایسا ناشائستہ برتاؤ کیا۔

تو زید بن سعنہ نے کہا کہ نبوت کی جتنی علامات تھیں وہ سب مجھ کو محمد ﷺ کی صورت میں دیکھتے ہی معلوم ہو گئیں صرف دو باتوں کا امتحان باقی تھا کیونکہ کتب سابقہ میں لکھا ہے کہ محمد ﷺ نہایت حلیم و بردبار ہوں گے کوئی ان کے ساتھ کتنا ہی جہالت کا برتاؤ کرے اس سے ان کا حلم اور زیادہ ہوگا سو اب میں ان دو باتوں کا امتحان بھی کر چکا اور اے عمر تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو سچا دین اور محمد ﷺ کو نبی برحق ماننے پر دل سے راضی ہوں نیز تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا آدھا مال امت محمد ﷺ کے لئے خیرات ہے اور تم جانتے ہو کہ میں اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں حضرت عمر نے فرمایا کہ ہماری امت کے لئے خیرات نہ کرو شاید تمہارے مال میں اتنی گنجائش نہ ہو، بلکہ بعض پر خیرات کر دو۔ میں نے کہا بہتر ہے بعض ہی پر سہی۔ اس کے بعد حضرت عمر اور زید بن سعنہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زید نے بلند آواز سے کہا۔

اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله

یعنی وہ حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کی اور ہمیشہ کے لئے آپ کے ساتھ ہو گئے اور بہت سے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے پھر غزوہ تبوک میں پیچھے ہٹتے ہوئے نہیں بلکہ آگے بڑھ کر حملہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ (دلائل النبوۃ ص ۲۴)

عامر بن ربیعہ عدوی کا اسلام

حافظ ابونعیم دلائل النبوۃ میں عامر بن ربیعہ عدوی سے متصل روایت کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ میں ایک دن زید بن عمرو بن نفیل سے ملا وہ اس وقت مکہ سے نکل کر جبل صراء میں نماز پڑھنے کے لئے جا رہے تھے اور چونکہ وہ اپنی قوم کے طریقہ کے

مخالف اور ان کے معبودوں سے متنفر تھے اس لئے اس دن قوم نے ان کے ساتھ کچھ برا برتاؤ کیا تھا وہ مجھ سے کہنے لگے اے عامر! میں اپنی قوم کا مخالف ہوں اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین کا اتباع کرتا ہوں اور اسی خدا کی عبادت کرتا ہوں جس کی عبادت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اسمٰعیل کرتے تھے اور اسی طریقہ پر نماز پڑھتا ہوں جس طرح وہ دونوں اس کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور میں ایک نبی کا منتظر ہوں جو عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں گے ان کا نام احمد ہے (ﷺ) اور مجھ کو امید نہیں کہ میں ان کو پا سکوں گا۔ اے عامر! میں ان پر ایمان لاتا اور ان کی تصدیق کرتا اور سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ وہ نبی ہیں اگر تمہاری عمر دراز ہو اور تم ان کو دیکھو تو میری طرف سے ان کی خدمت میں سلام عرض کر دینا۔

اے عامر! میں تم سے ان کے اوصاف بیان کئے دیتا ہوں تا کہ تم کو کسی قسم کا شبہ اور اشتباہ باقی نہ رہے۔ میں نے کہا ضرور بیان کیجئے۔ کہنے لگے وہ میانہ قد آدمی ہیں نہ لمبے ہیں نہ پستہ قد ان کے بال نہ زیادہ ہوں گے نہ کم اور ان کی آنکھوں میں ایک قسم کی سرخی ہوگی جو کبھی ان سے جدا نہ ہوگی ان کا نام احمد ہے اور یہ مکہ ان کی جائے ولادت ہے۔ یہیں ان کو نبوت عطا ہوگی یہاں تک کہ ان کی قوم ان کے دین سے متنفر ہو کر یہاں سے ان کو نکال دے گی تو وہ یثرب (مدینہ) کی طرف ہجرت کر جائیں گے اور وہاں ان کے دین کو قوت حاصل ہوگی۔ پس خبردار! تم دھوکہ کھا کر ان سے الگ نہ رہنا کیونکہ میں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں تمام شہروں کو چھان مارا لیکن جس یہودی یا نصرانی یا مجوسی سے میں نے اس دین کا پتہ دریافت کیا اس نے مجھ سے یہی کہا کہ اس دین کو تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو (مکہ میں ایک نبی عنقریب پیدا ہونے والے ہیں جو دین ابراہیمی کو ظاہر کرینگے) اور سب نے مجھ سے ان کے وہی اوصاف بیان کئے جو میں نے ابھی تم کو بتلائے ہیں اور سب کی زبان پر یہی بات تھی کہ ان کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں رہا۔

عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اسی وقت سے اسلام نے گھر کر لیا تھا لیکن جس وقت رسول اللہ ﷺ نے دعویٰ نبوت ظاہر کیا میں اس وقت کھلم کھلا

آپ کا اتباع نہ کرسکا کیونکہ میں اپنی قوم میں حلیف کی حیثیت سے تھا اور میری قوم تمام قبائل قریش میں شمار کے لحاظ کم تھی مگر بایں ہمہ خفیہ طور پر میں نے اسلام قبول کیا اور سیدنا رسول اللہ ﷺ کے سامنے زید بن عمرو بن نفیل کی بات کا بھی تذکرہ کیا جس کو سن کر حضور ﷺ نے زید بن عمرو کے حق میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں دامن گھسیٹتے ہوئے چلتا پھرتا دیکھا ہے۔ اھ (ص۲۶و۲۷)

یہود بنی النضیر اور اقرار رسالت محمدیہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عمرو بن امیہ ضمریؓ بیر معونہ کے واقعہ سے بچ کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے تھے تو راستہ میں ان کو قبیلہ بنو کلاب کے دو آدمی ملے جن کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پروانہ امان تھا ان دونوں کو عمرو بن امیہ نے بے خبری میں مار ڈالا کیونکہ ان کو یہ خبر نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کے پاس پروانہ امان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ قصہ معلوم ہوا آپ کو رنج ہوا اور آپ نے ان دونوں آدمیوں کی دیت دینے کا ارادہ کیا اور حسب معاہدہ دیت میں یہود بنی النضیر کو بھی شریک کرنا چاہا (کیونکہ وہ آپ کے حلیف تھے) چنانچہ آپ حضرت ابوبکر وعمر وعلی رضی اللہ عنہم اور چند صحابہ کو لے کر بنو النضیر کے قلعہ میں تشریف لے گئے۔

عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ (گو ظاہر میں آپ کے حلیف تھے مگر در پردہ دشمن تھے چنانچہ جب کفار قریش جنگ احد میں آئے تو بنو نضیر نے خفیہ سازشیں کر کے ان کو لڑائی پر ابھارا اور مسلمانوں کے راز ان سے ظاہر کر دیئے اور اپنی طرف سے امداد واعانت کی بھی ان کو امید دلائی تھی۔

پس جب رسول اللہ ﷺ قبیلہ کلاب کے دو مقتولوں کی دیت میں بنو نضیر کو شریک کرنے کے ارادہ سے ان کے قلعہ میں تشریف لے گئے تو ظاہر میں وہ لوگ

بڑے تپاک سے ملے اور دریافت کیا کہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ حضور ﷺ نے ان سے سارا واقعہ بیان فرمایا کہ میرے ایک صحابی نے غلطی سے بنو کلاب کے دو آدمیوں کو جن کے پاس میرا پروانہ امان تھا قتل کر دیا ہے۔ میں ان دونوں کی دیت ادا کرنا اور تم کو بھی اس میں شریک کرنا چاہتا ہوں وہ کہنے لگے اے ابوالقاسم (ﷺ) ہم آپ کے ارشاد کی عزت کرتے ہیں اور جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا ہی ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر آپ یہاں تشریف رکھیں اور طعام نوش فرمائیں ہم ابھی رقم جمع کر کے آپ کے حوالہ کئے دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ قلعہ کی ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے کہ یہ لوگ باہم مشورہ کر کے رقم جمع کر دیں تو اس کو ساتھ لے کر واپس ہوں اور یہودی آپ سے الگ ایک مکان میں مشورہ کرنے لگے حیی بن اخطب (جو اپنی قوم کا سردار تھا) ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے جماعت یہود! اس وقت محمد (ﷺ) ایک قلیل جماعت کے ساتھ جو دس آدمیوں سے زیادہ نہیں تمہارے پاس آئے اور قلعہ کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہیں تم اوپر سے ایک پتھر گرا کر ان کا خاتمہ کر دو کیوں کہ آج سے بہتر تنہائی کا موقعہ تم کو پھر نصیب نہ ہوگا۔ اگر محمد (ﷺ) کو تم نے قتل کر دیا تو ان کے ساتھی سب منتشر ہو جائیں گے جو قریشی ہیں وہ قریش سے جا ملیں گے اور جو مدینہ والے ہیں وہ اپنے اپنے قبیلہ اوس و خزرج میں شامل ہو جائیں گے پھر قبیلہ اوس تو تمہارا حلیف ہے (اس سے کچھ اندیشہ ہے ہی نہیں اور قبیلہ خزرج تنہا ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے گا) پس تم کو جو کچھ کرنا ہو اس وقت کر گزرو۔

عمرو بن حجاش بن کعب بولا کہ اس خدمت کو میں انجام دے سکتا ہوں میں ابھی اس دیوار پر چڑھ کر ایک پتھر ان کے اوپر گرا دوں گا۔ سلام بن مشکم یہودی (جو توراۃ کا بڑا عالم تھا) کہنے لگا اے قوم! اس وقت تم میری ایک بات مان لو پھر چاہے ساری عمر خلاف کرتے رہنا خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو جو عہد ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان میں ہے وہ ٹوٹ جائے گا تم ایسا ہرگز نہ کرو کیوں کہ اگر بالفرض تمہارا مقصود

حاصل بھی ہو گیا اور محمد ﷺ قتل ہو گئے تو کوئی دوسرا سرداران کی جگہ قائم ہو کر اس دین کی حفاظت کرے گا اور قیامت تک یہی سلسلہ رہے گا پھر وہ یہود کو ایسا ذلیل وخوار کرے گا تم ساری عمر یاد کرو گے۔ یہودیوں کے سر پر تو شیطان سوار تھا ان کی سمجھ میں یہ سچی بات کیوں آتی تھی۔

آخر کسی نے خیر خواہانہ نصیحت کی قدر نہ کی اور عمرو بن حجاش حضور ﷺ پر پتھر گرانے کی نیت سے دیوار پر جا چڑھا اس نے پتھر کو سرکایا ہی تھا کہ ادھر جناب رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے یہود کی بد نیتی پر اطلاع ہوگئی۔ اور آپ بہت تیزی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر باہر تشریف لائے اور آپ تن تنہا مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے حضرات صحابہ نے آپ کو اٹھتے ہوئے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید رفع ضرورت کے لئے آپ اس تیزی سے اٹھے ہیں اور ابھی واپس تشریف لے آئینگے۔ وہ بے فکر بیٹھے ہوئے باہم باتیں کرتے رہے جب زیادہ دیر ہوگئی تو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ہم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ تو کسی خاص کام کے لئے تشریف لے گئے ہیں ہم کو بھی چلنا چاہئے حیی بن اخطب بولا کہ ہم تو آپ کے ارشاد ہی کے تعمیل میں لگے ہوئے تھے اور ارادہ یہ تھا کہ کھانا کھلا کر آپ کو رخصت کردیں گے مگر ابوالقاسم (ﷺ) نے جانے میں بہت جلدی کی۔

حضرات صحاب تو وہاں سے چلے آئے مگر یہود اپنی حرکت پر بہت پشیماں ہوئے۔ کنانہ بن صوریا نے کہا اے جماعت یہود! تمھیں کچھ معلوم بھی ہے کہ محمد ﷺ نہایت تیزی کے ساتھ یہاں سے کیوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے کہا ہم کو تو کچھ خبر نہیں اور یقیناً تم کو بھی خبر نہیں ہے۔ ابن صوریا نے کہا میں توراۃ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس کا سبب معلوم ہے یقیناً محمد ﷺ کو تمہاری بد نیتی اور ارادۂ غدر کا حال وحی سے معلوم ہو گیا ہے۔ اے قوم! تم خود ہی اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کے رسول ہیں اور اسی وجہ سے اٹھ کر گئے ہیں کہ وحی سے ان کو تمھاری بد نیتی کا حال معلوم ہو گیا بے شک وہ آخری پیغمبر ہیں۔ گو تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اولاد ہارون میں سے

ہوں مگر خدا نے جس خاندان میں چاہا ان کو پیدا کر دیا۔ بے شک ہماری کتابوں میں اور توراۃ کے صحیح نسخوں میں صاف لکھا ہے کہ نبی آخر الزمان کی جائے ولادت مکہ ہے اور ہجرت گاہ یثرب ہے اور محمد ﷺ کے تمام اوصاف بعینہ وہی اوصاف ہیں جو ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں ان سے سرمو بھی تفاوت نہیں۔

اے قوم! میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھوم رہا ہے جب کہ تم اس شہر سے جلا وطن ہو کر کوچ کرو گے تمہارے بال بچے چیختے چلاتے ہوں گے اور تم اپنے گھروں اور باغات کو پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔ پس تمہاری عزت اسی میں ہے کہ دو باتوں میں سے میری ایک بات مان لو ان کے سوا تیسری صورت میں تمہارے لئے خیر نہیں۔ جماعت یہود نے کہا وہ دو باتیں کیا ہیں۔ ابن صوریا نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم اسلام لے آؤ اور محمد ﷺ کی جماعت میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے اموال و اولاد بھی محفوظ رہیں گے اور تم ان کے تمام اصحاب میں معزز بن کر رہو گے اور اپنے شہر سے بھی نہیں نکالے جاؤ گے۔ یہودی بولے کہ ہم کو توراۃ کا چھوڑنا اور عہد موسوی سے جدا ہونا گوارا نہیں (قاتلهم الله انى يوفكون)[توبہ/ ۳۰] ابن صوریا نے کہا پھر دوسری بات یہ ہے کہ محمد ﷺ عنقریب تمہارے پاس یہ پیغام بھیجنے والے ہیں کہ میرے شہر سے نکل جاؤ؟ تم بلا چوں و چرا اس کو مان لینا۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو وہ نہ تمہارے اموال پر قبضہ کرینگے نہ کسی کا خون بہادیں گے۔ تمہاری سب زمین و جائیداد محفوظ رہے گی پھر چاہے اس کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالنا یا اپنے ملک میں رکھ چھوڑنا۔ جماعت یہود نے کہا بے شک یہ بات منظور ہے۔

ابن صوریا نے کہا خدا کی قسم دوسری بات اس سے بہتر تھی اور بخدا اگر مجھ کو تمہاری رسوائی کا خیال نہ ہوتا تو میں تو ضرور مسلمان ہو گیا ہوتا۔ لیکن مجھ کو یہ گوارا نہیں کہ میرے اسلام کی وجہ سے میری بیٹی شعثاء کو ہمیشہ طعنہ دیا جائے (اس کی بیٹی شعثاء نہایت حسین تھی اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں اس کے حسن کا تذکرہ کر کے اظہار عشق کیا کرتے تھے۔ ابن صوریا کو غالباً یہ خیال ہوا کہ میرے اسلام کے بعد ایسا نہ

ہو کہ شعثاء سے حسان بن ثابت نکاح کر لیں پھر ہمیشہ میری بیٹی کو یہ طعنہ دیا جائے کہ اس نے اپنے عاشق سے نکاح کر لیا کیونکہ اہل عرب اس کو معیوب سمجھتے تھے)

سلام بن مشکم یہودی بولا کہ اے قوم میں تو تمہاری اس حرکت کا پہلے ہی مخالف تھا لیکن جو ہونا تھا وہ ہو چکا اور اب یقیناً محمد (ﷺ) کا یہ پیغام ہمارے پاس آئے گا کہ میرے شہر سے نکل جاؤ؟ پس اے حیی بن اخطب تم ان کی اس بات کو رد نہ کرنا اور خوش اسلوبی کے ساتھ یہاں سے نکل جانا۔ حیی بن اخطب نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔

یہودی تو آپس میں یہ مشورے کر رہے تھے ادھر رسول اللہ ﷺ کے تشریف لیجانے کے بعد صحابہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے پریشانی کی حالت میں روانہ ہوئے کیونکہ یہ خبر کسی کو نہ تھی کہ آپ یہاں سے اٹھ کر کدھر تشریف لے گئے ہیں راستہ میں ان کو ایک شخص مدینہ کی طرف سے آتا ہوا ملا اس سے پوچھا کہ تجھ کو رسول اللہ ﷺ بھی کہیں ملے ہیں اس نے کہا ہاں میں نے حضور ﷺ کو مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

اب یہ حضرات اطمینان کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں جا کر دیکھا کہ آپ محمد بن مسلمہؓ کے پاس قاصد بھیج رہے ہیں اور ان کو بلانا چاہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو تو آپ کے تشریف لانے کی خبر بھی نہ ہوئی آپ یوں بے خبر تنہا کیوں تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود نے میرے ساتھ دھوکہ کرنا چاہا تھا حق تعالیٰ نے مجھ کو ان کی بد نیتی پر مطلع کر دیا (اس لئے میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا)

اتنے میں محمد بن مسلمہؓ بھی حاضر ہو گئے حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم یہود بنی نضیر کے پاس جاؤ اور میری طرف سے ان کو یہ پیام پہنچا دو کہ تم نے اس عہد کو توڑ دیا ہے جو میرے اور تمہارے درمیان تھا کیونکہ تم نے میرے ساتھ غدر اور بد عہدی کا ارادہ کیا اور عمرو بن حجاش کو مجھ پر پتھر گرانے کے لئے مامور کیا تھا لہٰذا اب تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔ صرف دس دن کی مہلت ہے اس کے بعد جو کوئی یہاں رہے گا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

چنانچہ محمد بن مسلمہؓ روانہ ہوئے اور یہود بنی نضیر کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے تمہاری طرف ایک پیام دیکر بھیجا ہے جس کو میں ابھی بیان کرنا نہیں چاہتا جب تک ایک واقعہ تم کو یاد نہ دلا دوں یہودیوں نے کہا بتلاؤ وہ کونسا واقعہ ہے۔ محمد بن مسلمہ نے فرمایا کہ میں تم کو اس توراۃ کی قسم دیتا ہوں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی کیا تم کو یہ بات یاد نہیں کہ میں ایک مرتبہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت سے پہلے تمہارے پاس آیا تھا اس وقت تم توراۃ کھولے ہوئے بیٹھے تھے اس مجلس میں تم نے مجھ سے کہا اے ابن مسلمہ! اگر کھانا کھانا چاہو تو ہم تمہارے واسطے کھانا حاضر کریں اور اگر یہودی بننا چاہو تو ہم تم کو یہودی بنالیں میں نے کہا تم مجھ کو کھانا کھلا دو یہودی نہ بناؤ۔ بخدا میں کبھی یہودی نہ بنوں گا اس پر تم نے مجھے ایک بڑے پیالہ میں جو اب تک میری نگاہوں میں پھر رہا ہے کھانا کھلایا۔ اور باتوں باتوں میں مجھ سے کہنے لگے کہ اے ابن مسلمہ تم کو ہمارے دین میں داخل ہونے سے اس کے سوا اور کون چیز مانع ہے کہ وہ یہودیوں کا مذہب ہے۔ (اہل عرب کا مذہب نہیں) شاید تم کو ملت حنیفیہ کی تلاش ہے جس کی خبریں سنی جارہی ہیں پس خوب سمجھ لو کہ ابو عامر راہب (جو کہ اپنے کو ملت حنیفیہ پر بتلا رہا ہے) ہرگز اس پر نہیں ہے بلکہ ملت حنیفیہ کو نبی آخر الزماں اپنے ساتھ لائیں گے جو ہنس مکھ ہیں اور بہت جہاد کرنے والے ان کی آنکھوں میں ایک قسم کی سرخی ہوگی وہ یمن کی جانب سے ظاہر ہوں گے۔ (مدینہ سے مکہ اور یمن دونوں ایک ہی سمت میں ہیں) اونٹ پر سوار ہوا کرینگے عمامہ سر پر باندھا کرینگے غذا میں روٹی کے ایک ٹکڑے ہی پر کفایت کرلیا کرینگے ان کی تلوار ہر وقت کندھے پر رہے گی۔ ان کی گفتگو حکمت آمیز ہوگی۔ اور بخدا ان کے زمانہ میں تمھاری اس بستی (یعنی مدینہ) میں قتل وقتال اور لوٹ مار بہت ہوگی۔ خدا کی قسم کھا کر بتلاؤ تم نے یہ بات کہی تھی یا نہیں؟ یہودی بولے کہ ہاں ہاں ہم نے بے شک یہ بات کہی تھی لیکن محمد (ﷺ) اس کے مصداق نہیں ہیں۔

محمد بن مسلمہؓ نے کہا بس بس میں پہچان گیا کہ یہی محمد ﷺ اس کے مصداق ہیں

اور وہ بے شک اللہ کے رسول ہیں (مگر تم حسد کی وجہ سے انکار کرتے ہو) اچھا اب سنو کہ مجھ کو محمد رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس یہ پیام پہنچانے کے لئے بھیجا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ تھا اس کو تم نے خود توڑ دیا ہے کیونکہ تم نے میرے ساتھ بد عہدی اور غدر کا ارادہ کیا اور عمرو بن حجاش کو مجھ پر پتھر گرانے کے لئے دیوار پر چڑھایا تھا یہ واقعہ سن کر یہودی ایسے دم بخود ہوئے کہ ایک حرف بھی اس کے خلاف زبان سے نہ نکال سکے اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ میرے شہر سے نکل جاؤ صرف دس دن کی تم کو مہلت دیتا ہوں اس کے بعد جو کوئی یہاں رہے گا اس کی گردن اڑادی جائے گی۔

محمد بن مسلمہؓ جب پیام پہنچا چکے تو یہودیوں میں ہل چل پڑ گئی اور باہم مشورے ہونے لگے کہ اس کا جواب کیا دینا چاہئے حیی بن اخطب (سردار بنی نضیر) بولا کہ میں تو محمد (ﷺ) کے پاس یہ جواب بھیجنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے گھر بار کو چھوڑ کر یہاں سے نہیں نکل سکتے آپ سے جو کچھ ہو سکے کر گزریں۔ سلام بن مشکم نے کہا کہ اے ابن اخطب تجھے تیرا نفس جھوٹی امیدیں دلا رہا ہے۔ اگر مجھ کو یہ خیال نہ ہوتا کہ میری علیحدگی تیری تحقیر کا سبب بنے گی اور میرے اس فعل سے تیری حماقت ظاہر ہوگی تو میں ابھی ان یہودیوں کو اپنے ساتھ لے کر جو میرا کہنا مانتے ہیں تجھ سے الگ ہو جاتا۔ اے ابن اخطب تم کو خوب معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے اوصاف ہمارے پاس پہلے سے لکھے ہوئے موجود ہیں پس گو ہم نے اس حسد کی وجہ سے کہ نبوت اولاد ہارون سے نکل گئی ان کا اتباع نہیں کیا (لیکن جان بوجھ کر ہمیں ان سے لڑنا بھی نہ چاہئے) اور تم جانتے ہو کہ یہ بد عہدی کی حرکت بھی تم نے سراسر میری خلاف رائے کی ہے۔ میں اول ہی سے اس کا مخالف تھا۔ لیکن اب جو کچھ امن وامان وہ ہم کو عطا فرما رہے ہیں اس کو غنیمت سمجھ کر قبول کرو اور ان کے شہر سے نکل چلو۔ اس طرح ہماری زمین و جائیداد سب ہماری ملک میں رہے گی فصل کے موقعہ پر خود آ کر یا کسی کو بھیج کر اپنے باغات کا پھل بیچ دیا یا جو چاہا کیا کرینگے۔ جب ہمارے اموال اپنے قبضہ میں

رہیں گے تو یوں سمجھنا چاہئے کہ ہم یہاں سے نکالے ہی نہیں گئے۔

سلام بن مشکم نے اپنی قوم کو بہت کچھ سمجھایا کہ تم کو بلا چوں و چرا خاموشی کے ساتھ یہاں سے نکل جانا چاہئے مگر ان کا سردار حیی بن اخطب ایسا ضدی واقع ہوا تھا کہ اس نے ایک نہ سنی اور تعمیل ارشاد نبوی سے صاف انکار کر کے لڑنے کو تیار ہو گیا کیونکہ اس کو عبداللہ بن ابی اور دوسرے منافقین کی مدد پر بھروسہ تھا اور اپنے دل میں سمجھے ہوئے تھا کہ یہ گروہ جو مسلمانوں کا مار آستین بنا ہوا ہے اپنے وعدوں کو جو بارہا ہم سے کئے ہیں کہ لڑائی ہوگی تو ہم تمہارا ساتھ دینگے ضرور پورا کرے گا۔

شروع ربیع الاول ۴ھ میں جناب رسول اللہ ﷺ نے جہاد کا عزم فرمایا اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو مدینہ کا عامل بنا کران کے اس قلعہ کو جا گھیرا جس میں یہ قوم آباد تھی اور کامل چھ روز تک ان کو محصور رکھا۔ برے وقت کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا۔ منافقوں نے باطل امیدیں دلا کر بنی نضیر کو اور زیادہ تباہ کیا۔ یہ لوگ بیرونی مدد کی توقع پر قلعہ کا دروازہ بند کئے پڑے رہے۔ آخر جب مسلمانوں نے دیکھا کہ نہ یہ باہر آکر لڑتے ہیں نہ قلعہ خالی کر کے جلاوطن ہوتے ہیں تو بحکم رسالتمآب ان کی مرغوب جائیداد یعنی قرب وجوار کے باغات میں آگ لگا دی۔ اور کچھ درختوں کو کاٹ ڈالا تا کہ مالی نقصان کے صدمہ اور حصار کی قید سے تنگ آکر باہر نکلیں اور قصہ طے کریں۔

چنانچہ بنی نضیر گھبرا اٹھے اور مدینہ چھوڑ جانے پر راضی ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ ہم مدینہ سے جانے کو تیار ہیں آپ ہمارے اموال و باغات کو تباہ و برباد نہ کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب اس خیال کو دل سے دور کرو یہ زمین و جائیداد اور سب باغات میری ملک ہیں ان میں تمہارا کچھ حق نہیں ہاں اتنی رعایت تم سے کرسکتا ہوں کہ جتنا اسباب اونٹوں پر لیجا سکو لیجاؤ وہ تمہارا ہے اور ہتھیار سب یہیں رکھ جاؤ اور مع اہل وعیال کے جہاں چاہو چلے جاؤ۔ جب یہ جواب حیی بن اخطب کے پاس پہنچا تو سلام بن مشکم نے کہا کہ ارے کم بخت اسی کو غنیمت سمجھ کر مان لے کہیں اس سے بھی بدتر صورت پیش نہ آئے۔ حیی بن اخطب بولا کہ اس سے بدتر اور

کونسی صورت ہوگی۔ سلام بن مشکم نے کہا کہ اگر اس کو بھی نہ مانا تو وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو قید اور لڑنے والے جوانوں کو تہ تیغ کر دیں گے۔

حیی بن اخطب نے اس شرط کی منظوری میں بھی دو تین دن کی تاخیر کی اس حالت کو دیکھ کر یہودیوں میں سے وہ شخص یعنی یامین بن عمیر اور ابو سعید بن وہیب باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ بخدا ہم کو یہ بات معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) خدا کے رسول ہیں پھر اسلام لانے میں کس چیز کا انتظار ہے بس اسی وقت ہمیں اسلام لے آنا چاہئے تا کہ ہمارے اموال و اولاد بھی محفوظ رہیں اور آخرت بھی برباد نہ ہو چنانچہ یہ دونوں رات کے وقت قلعہ سے نکل بھاگے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور اس طرح اپنے اموال و اولاد کو بھی دست برد سے بچالیا اور آخرت کی خوش نصیبی بھی ان کے نامہ اعمال میں لکھی گئی۔ باقی ماندہ یہودیوں نے دو تین دن کے بعد ہار کر اسی شرط کو منظور کیا جس کے تسلیم کرنے میں وہ پیچ و تاب کھا رہے تھے اور مال کی حرص میں مکان کے دروازے بند اور چوکھٹوں تک کو اکھاڑ کر اونٹوں پر لادلیا اور جو کچھ ساتھ لیجاتے بن پڑا وہ لے کر جلا وطن ہوئے۔ (دلائل النبوۃ وسیرۃ ابن ہشام)

یہود بنی قریظہ اور رسالت محمدیہ کا اعتراف

یہود بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد ایک دن عمرو بن سعدی یہودی (جو بنو قریظہ کا عالم تھا) ان کے منازل کی طرف گذرتا ہوا نکلا تو عالی شان مکانات کی جگہ کھنڈر اور ویرانے نظر آئے جس سے اس کو عبرت ہوئی اور ایک بڑی گہری سوچ میں مبتلا ہو گیا اسی تفکر کی حالت میں وہ اپنے قبیلہ کی طرف واپس ہوا تو لوگوں کو کنیسہ میں نماز کے لئے مجتمع پایا۔ چونکہ عمرو بن سعدی کسی وقت کنیسہ سے جدا نہ ہوا کرتا اور اسی وجہ سے بنو قریظہ میں اللہ والا مشہور تھا اس لئے آج کنیسہ میں اس کو نہ پا کر زبیر بن باطا نے سوال کیا کہ اے ابو سعد (یہ عمرو بن سعدی کی کنیت ہے) آج دن بھر تم کہاں غائب رہے۔

عمرو نے جواب دیا کہ آج میں نے ایک عبرتناک منظر دیکھا ہے جس سے منجانب اللہ ہم کو متنبہ اور ہوشیار کیا گیا ہے میں نے بنونضیر کے عالی شان مکانات کو عزت وشرف اور بزرگی اور بلندی کے بعد تباہ وبرباد ویران پڑا دیکھا ہے حالانکہ ان کے مکین نہایت عاقل اور صائب الرائے ہوشیار لوگ تھے، مگر اس وقت وہ اپنے اموال و مکانات زمین و جائداد سب کچھ دوسروں کے حوالہ کر کے خود نہایت ذلت کے ساتھ وہاں سے نکل گئے۔ مجھے توراۃ کی قسم ہے کہ جس قوم پر خداتعالیٰ ایسی ذلت و پامالی مسلط فرماتے ہیں خدا کو ان سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا پھر اس سے پہلے کعب بن اشرف پر راتوں رات ہلاکت کا عذاب نازل ہوا۔

یہود بنی قینقاع جلاوطنی کی مصیبت میں گرفتار ہو چکے تھے کہ اب بنونضیر بھی خانماں برباد ہو گئے حالانکہ یہ لوگ ہر قسم کے سامان سے آراستہ اور پورے ہتھیاروں سے مسلح اور شجاعت و بہادری کے جوہر میں مشہور تھے اے قوم تم نے یہ عبرتناک مناظر تو دیکھ لئے بس اب میرا کہا مانو آؤ ہم سب مل کر محمد (ﷺ) کا اتباع کر لیں۔ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے علماء ہمیشہ ان کی بشارتیں ہم کو سناتے آئے ہیں، ابن الہیبان اور ابو عمر بن جواس جو تمام یہودیوں میں سب سے بڑے عالم تھے بیت المقدس چھوڑ کر محمد (ﷺ) کے انتظار میں مدینہ آ کر آباد ہوئے اور ساری عمر ہم کو ان کے اتباع کا امر کرتے رہے یہاں تک کہ مرتے مرتے یہی وصیت کی اور یہ بھی کہا کہ محمد (ﷺ) کو ہمارا اسلام پہنچا دینا پھر وہ مر گئے تو ہم نے اسی سنگستان میں اس کو دفن کر دیا۔

عمرو بن سعدی کی اس تقریر کا یہودیوں کے پاس کچھ جواب نہ تھا سارے ایسے دم بخود ہوئے کہ ایک حرف بھی زبان سے نہ نکلا۔ تو عمرو بن سعدی نے بار بار اس تقریر کو دھرایا اور بنوقریظہ کو ہولناک جنگ اور قید اور جلاوطنی کی آنے والی مصیبت سے بھی بہت کچھ ڈرایا۔ زبیر بن باطا نے کہا بے شک میں نے بھی توراۃ کو پڑھا ہے اور محمد (ﷺ) کے اوصاف اس توراۃ میں دیکھے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ہاں

جو کتاب مثانی ہم نے خود ایجاد کی ہے اس میں آپ کے اوصاف نہیں ہیں (اس میں علماء یہود نے صاف اقرار کرلیا کہ توراۃ کا اصلی نسخہ اور ہے اور وہ نسخہ جو مثانی کے نام سے مشہور ہے اصلی توراۃ نہیں ہے بلکہ یہ ان کی خود ایجاد کردہ کتاب ہے) کعب بن اسید (سردار بنو قریظہ) نے زبیر بن باطا سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن جب تم کو ساری حقیقت معلوم ہے پھر محمد (ﷺ) کے اتباع سے کون چیز مانع ہے۔

زبیر بن باطا: مجھے ان کے اتباع سے تو ہی مانع ہے۔

کعب بن اسید: بھلا یہ کیونکر؟ توراۃ کی قسم میں نے تجھے ایک دن بھی ان کے اتباع سے نہیں روکا۔

زبیر بن باطا: کیوں نہیں۔ تو ہمارا سردار ہے سب حل وعقد تیرے ہاتھ میں ہے اگر تو محمد (ﷺ) کا اتباع کر لے ہم سب تیرے ساتھ ہیں اور اگر تو اس سے انکار کرے گا جب بھی قومی ہمدردی کی بنا پر ہم تیرے ساتھ ہیں۔

عمرو بن سعدی نے اس وقت کعب بن اسید کی طرف رخ کیا اور کہا اے کعب! مجھے اس توراۃ کی قسم جو طور سینا کے دن موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے اس وقت محمد ﷺ کے اتباع میں دنیوی عزت وبزرگی بھی ہاتھ آتی ہے اور چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام ہی طریقہ پر ہیں اس لئے آخرت میں بھی وہ اور ان کی امت والے جنت میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

کعب بن اسید: اس وقت ہم کو اس معاہدہ پر قائم رہنا چاہئے جو ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان ہے اور وہ یقیناً معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کریں گے پھر ہم جلاوطنی اور قید کا اندیشہ اپنے دل میں کیوں لائیں ہم کو مطمئن ہو کر یہ دیکھنا چاہئے کہ حیی بن اخطب اس ذلت وخواری وجلاوطنی کے بعد کیا کرتا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد ﷺ کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کئے بغیر چین سے نہ بیٹھے گا۔ پس اگر وہ محمد پر غالب آ گیا اور نتیجہ ہماری مراد کے موافق ظاہر ہوا تب تو ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور اگر محمد (ﷺ) نے اس پر غلبہ پالیا تو حیی بن اخطب کے بعد زندگی کا

لطف نہیں۔

عمرو بن سعدی: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو کام آج ہی ہمارے قبضہ میں ہے اسے کل پر کیوں رکھا جائے۔

کعب بن اسید: قدرے انتظار کرنے سے یہ کام ہمارے قابو سے باہر نہ ہو جائے گا۔ کیونکہ میں جس وقت بھی محمد (ﷺ) کا اتباع کرنا چاہوں گا وہ بخوشی اس کو منظور کر لیں گے۔

عمرو بن سعدی: کیوں نہیں توراۃ کی قسم تاخیر کرنے سے یہ کام ہمارے قابو کا نہ رہے گا۔ میں اس وقت کو دیکھ رہا ہوں جبکہ محمد (ﷺ) ہمارے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیں گے پھر بجز اس کے کوئی چارہ نہ ہوگا کہ ہم ہتھیار ڈال دیں اور اپنے کو ان کی مرضی پر چھوڑ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیں جس کا انجام قتل وقید کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

کعب بن اسید: بس میرے پاس تو اس معاملہ میں یہی جواب ہے اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ میں ایسے اسرائیلی کی بات مان سکتا ہوں جس کو نہ نبوت کی خبر ہے نہ کام کا اندازہ۔

عمرو بن سعدی: بہتر ہے عنقریب دیکھ لو گے کہ کام کا اندازہ کس کو تھا اور نبوت کا پہچاننے والا کون تھا۔ یہ گفتگو تو اسی جگہ ختم ہو گئی اور زیادہ دن نہ گذرنے پائے تھے کہ سیدنا محمد (ﷺ) نے بنو قریظہ کے قلعہ کو دفعۃً محصور کر لیا جس سے ان کے حواس گم ہو گئے اور چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں اس وقت عمرو بن سعدی نے کہا کہ میں تم سے اسی دن کی بابت کہا کرتا تھا مگر تم نے میری ایک نہ مانی (دلائل النبوۃ ص ۱۷۹)

اس وقت ہم سیرۃ بن ہشام سے اس محاصرہ کا پورا واقعہ نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو یہود بنی قریظہ کی بے وفائی کا حال بخوبی معلوم ہو جائے اور یہ کہ رسول محمد (ﷺ) نے از خود نقض عہد نہ کیا تھا بلکہ اول بنو قریظہ ہی نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ چنانچہ جنگ احد کے بعد جب ابو سفیان مسلمانوں کو یہ دھمکی دے کر واپس ہوئے کہ آئندہ سال مقام بدر میں ہم پھر مقابلہ کے لئے جمع ہوں گے اور اسلامی

رعب کی وجہ سے یہ وعدہ پورا نہ ہو سکا تو اس خجالت کے اتارنے کو انہوں نے یہ کوشش کی کہ ایک دفعہ عرب کے تمام بدوؤں کو جمع کر کے مدینہ پر ایک دم یورش کریں اور نام آور بہادروں کی شجاعت دکھا کر دلوں کا حوصلہ نکالیں چنانچہ اپنے قاصدوں کو چار طرف روانہ کیا تا کہ گرد و نواح کی جملہ اقوام عرب اور مختلف قبیلوں کے بت پرستوں کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کریں اور اس مرتبہ ہزار ہا ہزار سپاہیوں کی فوج مدینہ پر اس قصد سے جا چڑھی کہ اس نئے مذہب کی جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکیں۔

غزوۂ خندق

ادھر قبیلہ بنی نضیر کے یہودی جو مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر کے پاس جا کر بسے تھے الگ خار کھا رہے اور اپنی عداوت نکالنے کو لڑنے کے لئے لوگوں کو بھڑکا رہے تھے چنانچہ ان کا سردار حیی بن اخطب تقریباً بیس یہودی اپنے ساتھ لے کر مکہ گیا۔ اپنی تدبیر و مشورہ اور کثیر جماعت کی مدد کا وعدہ کیا۔ اور فتح کی قوی امید دلا کر قریش کو لشکر کشی کے لئے پختہ کر دیا۔

جناب محمد (ﷺ) کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا یا محمد (ﷺ) ہمارے ملک میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی ایسا دشمن حملہ آور ہوتا ہے جس کے مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو شہر کے گرد خندقیں کھدوا کر پانی سے لبریز کر دیتے اور خندق کے کنارے لشکر جمع کر کے تیر بازی سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ رائے حضور کو پسند آئی چنانچہ کوہ سلع کی جانب چوڑی اور گہری خندق کھودنے میں صحابہ مشغول ہوئے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے خود بھی کدال لے کر اس میں شرکت فرمائی۔ اور چونکہ مدینہ کی دوسری جانب عمارات اور شہر پناہ سے مستحکم تھی اس لئے اس کو چھوڑ دیا گیا۔

مکہ کا لشکر ابھی آنے بھی نہ پایا تھا کہ خندق بالکل تیار ہو گئی اور حضور ﷺ نے مدینہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو چھوڑ کر تین ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر

کوچ فرمایا اور کوہ سلع وخندق کے درمیانی حصہ میں خیمے نصب فرما کر لڑائی کا اہتمام فرمایا دس ہزار کافروں کا لشکر بھی آپہنچا اور اپنی کامیابی کے موہوم خیال میں مست ہو کر ادھر ادھر پھیل پڑا۔ مدینہ کے یہودی فرقوں میں بنی قینقاع اور بنی نضیر تو پہلے ہی جلاوطن ہو چکے تھے اب صرف ایک قوم یعنی بنی قریظہ باقی تھی جس پر مسلمانوں کا اعتماد تھا کہ یہ لوگ کافروں کے شریک حال نہ ہوں گے اور اپنے معاہدہ پر کاربند رہیں گے لیکن افسوس یہودیوں میں وفا کا نام بھی نہ تھا اور اس بدنصیب قوم کی مصیبت کا وقت بھی آپہنچا تھا۔

اس لئے جب حیی بن اخطب نے (جو بنی نضیر کا سردار اور قریشی لشکر کا یارومددگار بنا ہوا تھا رات کے وقت کعب بن اسید سردار بنی قریظہ کے قلعہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو اول اس نے ملاقات سے انکار کیا اور اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ حیی بن اخطب نے پھر بلند آواز سے اس کو پکارا کہ اے کعب تجھے خدا کی مار ذرا تھوڑی دیر کے لئے قلعہ کھول دے۔ کعب نے کہا اے ابن اخطب کمبخت تو منحوس آدمی ہے میں تیرا اندر آنا پسند نہیں کرتا کیونکہ میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں جسے ہرگز نہ توڑوں گا اور ان کی طرف سے بجز سچائی اور وفا عہد کے کوئی ناگوار بات میں نے نہیں دیکھی۔ حیی بن اخطب نے کہا کہ میں صرف ایک دو بات کر کے واپس چلا جاؤں گا، زیادہ دیر نہ ٹھہروں گا اتنی دیر کے لئے دروازہ کھول دینے میں کیا حرج ہے۔

کعب: میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔

ابن اخطب: خدا کی قسم تو محض اس لئے دروازہ نہیں کھولتا کہ مبادا میں تیری دو چار روٹیاں کھالوں اس پر کعب کو غصہ آگیا اور اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ حیی بن اخطب اندر آیا اور کعب بن اسید کو باطل امیدیں دلا کر بہکانے لگا کہ اے کعب میں تیرے پاس زمانہ دراز تک رہنے والی عزت اور ایسا امنڈتا ہوا دریا لے کر آیا ہوں جس کی موجوں کا مقابلہ مسلمان ہرگز نہیں کر سکتے۔ دیکھو یہ قبیلہ قریش اپنے سرداروں اور

بہادروں کو لئے ہوئے میرے ساتھ ہے یہ قبیلہ غطفان اپنی بھر پور طاقت سے میرے ہمراہ ہے اور سب نے اس بات کا بیڑا اٹھالیا ہے کہ آج محمد (ﷺ) اور ان کی جماعت میں سے کسی کو جیتا نہ چھوڑیں گے اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر واپس ہوں گے سارے عرب مخالف ہو کر آخری فیصلہ کرنے کے لئے مسلمانوں پر چڑھ آئے ہیں اور اب اسلام کا تخم بھی قائم رہنا دشوار ہے۔

کعب ابن اسید: اے ابن اخطب خدا کی قسم تو میرے پاس ہمیشہ رہنے والی ذلت اور ایسا بادل لے کر آیا ہے جو برس کر خالی ہو چکا ہے اور اب اس میں سوائے کڑک اور گرج کے کچھ نہیں رہا۔ بس مجھے تو میرے حال پر چھوڑ دے کیونکہ میں نے محمد ﷺ کی طرف سے سچائی اور وفا کے سوا کوئی بات نہیں دیکھی۔ اول اول تو کعب اپنی رائے پر پختگی کیساتھ جمار ہا لیکن جب حیی بن اخطب نے اس کو طرح طرح کے سبز باغ دکھائے تو اس نے اس شرط پر اسلامی معاہدہ کا توڑنا منظور کر لیا کہ اگر بالفرض قریش اور غطفان ناکام لوٹ گئے تو ابن اخطب کو قلعہ بنی قریظہ میں رہنا اور ان کے رنج وغم کا شریک ہونا پڑے گا۔ چنانچہ جب حیی نے اس شرط کو مان لیا تو کعب بن اسید نے فوراً اسلامی معاہدہ کو توڑ دیا اور بنو قریظہ کے تمام یہودی اس رائے پر متفق ہو گئے لیکن عمرو بن سعدی نے اس بدعہدی میں شریک ہونے سے صاف انکار کر دیا اور کہا خدا کی قسم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بدعہدی نہ کروں گا۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے اس بدعہدی کی خبر سنی تو حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بغرض تحقیق ان کے پاس بھیجا چنانچہ وہ گئے تو ان کو وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ درحقیقت وہ لوگ باغی ہو گئے ہیں اس لئے کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے محمد کون ہیں اور خدا کے رسول کون۔ ہم کسی کے غلام نہیں جس کی تابعداری کریں نہ ہمارا تمہارے ساتھ کوئی معاہدہ ہے جاؤ اپنا کام کرو۔ یہ جواب سن کر دونوں حضرات واپس آئے اور حضرت محمد ﷺ کو اطلاع دے دی۔

یہ وقت بھی عجب پریشانی کا تھا کہ ادھر سارا عرب پورے سامان کے ساتھ

یورش کرنے کو چڑھا۔ جس میں ہر قبیلہ مذہبی مخالفت کی بناء پر گویا مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا پچھلے زمانہ کی دراز عداوت نکالنے کا تہیہ علیحدہ تھا اور شکست و ہزیمت کی خجالت رفع کرنی الگ تھی اور سب پر طرہ یہ کہ آئندہ کی قسمتوں کا فیصلہ اسی پر سمجھ رکھا تھا کہ یا فتح ہو یا موت اُدھر اندرونی حالت دیکھئے تو منافقوں کا اندیشہ ایک مستقل مزاحمت تھی کہ مار آستین بنے ہوئے اور ہار جیت کی ہوا کا رخ دیکھنے والے تھے اس کے علاوہ وقت پر دغا دینا ان کا شعار تھا اور اس وقت بھی یہ کہہ کر چل دیئے تھے کہ ہمارے بیوی بچے اکیلے ڈرتے ہوں گے گھروں کی دیواریں نیچی ہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن ان پر حملہ آور ہو جائیں یا کم از کم چور ہی لوٹ کھسوٹ لیں اس پر بنی قریظہ کا ایسے نازک وقت میں بجائے اعانت وامداد کے باغی ومخالف بنجانا سمند ناز پر تازیانہ تھا کیونکہ یہ لوگ مدینہ کے ناکوں اور مخفی راستوں سے بخوبی واقف تھے گھر کے بھیدی بن کر وہ سب سے زیادہ ضرر پہنچا سکتے تھے مگر اللہ رے ہمت کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ذرا بھی گھبراہٹ لاحق نہ ہوئی بلکہ یوں فرمایا کہ اے جماعت مسلمین! تم کو بشارت ہو کام کرو ہمت نہ ہارو قیصر وکسریٰ کے تخت اور خزانے تمہارے قدم چومنے کو تیار ہیں۔

دس ہزار کافروں کے لشکر نے خندق کو دیکھا تو حیران رہ گئے کیونکہ اہل عرب نے یہ صورت کبھی نہ دیکھی تھی آپس میں کہنے لگے کہ واللہ یہ ایسی چال کی گئی ہے جو کسی قبیلۂ عرب نے ہمارے ساتھ کبھی نہ کی تھی آخر کار رکے اور مسلمانوں پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا مسلمان بھی تیروں اور پتھروں سے جواب دیتے رہے۔ کفار قریش کو پڑے ہوئے ایک مہینہ کے قریب ہو گیا کہ نہ خندق عبور کر کے مسلمانوں سے دو بدو لڑنے کی نوبت آئی اور نہ گذشتہ سال کی طرح بے نیل مرام واپس ہونے کی ہمت ہوئی۔ کیونکہ اس مرتبہ ہمیشہ سے بہت زیادہ جمعیت وسامان کے ساتھ آئے تھے اور آپس میں ڈینگے مارتے تھے کہ بس اب کے محمد ﷺ اور ان کی جماعت کا خاتمہ ہی سمجھو۔

حضرت نعیم بن مسعودؓ کی تدبیر

غرض یہ لوگ اسی شش و پنج میں تھے کہ اتنے میں قبیلہ غطفان کے ایک شخص جن کا نام نعیم بن مسعود تھا لشکر کفار سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں مسلمان ہوں اور آپ پر ایمان لایا ہوں اور ابھی تک میری قوم میں سے کسی کو بھی میرے اسلام کی اطلاع نہیں۔ میرے قابل کوئی خدمت ہو تو بتائیے کہ اس کو انجام دوں بمقتضائے الحرب خدعة حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور کسی تدبیر سے کفار قریش اور بنو قریظہ کو باہم ایک دوسرے سے بدگمان بنا کر ان میں تفریق ڈال دو۔ نعیم بن مسعود چونکہ نو مسلم تھے اور ان کے اسلام کی اطلاع کسی کو نہ تھی اس لئے کفار کو اب بھی ان کی بات پر ویسا ہی اعتماد تھا جیسا پہلے کبھی تھا، چنانچہ وہ سب سے پہلے بنی قریظہ کے پاس آئے اور اس طرح تقریر کی کہ اے بنو قریظہ تم کو میری دوستی کا حال معلوم ہے اور اس خصوصیت کا بھی جو میرے اور تمہارے درمیان ہے بنو قریظہ نے تائید کرتے ہوئے کہا کہ بے شک تم سچ کہتے ہو ہم تم کو کسی بات میں متہم نہیں سمجھتے۔

نعیم بن مسعودؓ: اے اہل کتاب تم نے قریش کے شریک حال ہو کر محمد (ﷺ) سے بگاڑ کرنے میں بڑی غلطی کی کیونکہ تمہاری حالت ان جیسی نہیں ہے مدینہ تمہارا وطن ہے جس میں تمہارے بال بچے عورتیں اور زمین و باغات وغیرہ موجود ہیں اور قریش کا وطن ان کے بال بچے اور اموال و جائیداد یہاں نہیں ہیں وہ اس وقت محض محمد ﷺ کے مقابلہ کی نیت سے یہاں آئے ہوئے ہیں اگر انہوں نے جنگ کا موقع دیکھا تو مقابلہ کو آمادہ ہو جائیں گے ورنہ سیدھے اپنے گھر کا رستہ لیں گے پھر محمد ﷺ کے مقابلہ میں تم تنہا رہ جاؤ گے اور تنہا انکے مقابلہ کی تم کو ہرگز طاقت نہیں پس میری رائے میں تم قریش سے یہ درخواست کرو کہ وہ اپنے چند سرداروں کو تمہارے حوالہ کر دیں تا کہ اگر مسلمان کبھی تم پر حملہ آور ہوں تو قریش کو اپنے سرداروں کے خیال سے تمہاری مدد کو ضرور آنا

پڑے۔اور جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک تم ہرگز قریش کا ساتھ نہ دو۔۔۔اگر وہ اس درخواست کو منظور کر لیں، فبہا ورنہ سمجھ لو کہ وہ تم کو مصیبت میں گرفتار کر کے خود الگ ہو جانا چاہتے ہیں۔

بنو قریظہ: بے شک یہ رائے بہت عمدہ ہے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعودؓ قریش کے پاس آئے اور ابوسفیان بن حرب وغیرہ سے اس طرح گفتگو کی کہ تم کو میری دوستی کا حال معلوم ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ میں محمد ﷺ سے الگ ہوں۔اس لئے غالباً تم میری رائے کو خیر خواہی پر محمول کرو گے۔میں نے ایک بات سنی ہے جس کا پہنچا دینا ضروری سمجھتا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے بنو قریظہ اپنی اس حرکت پر نادم ہیں جو انہوں نے محمد ﷺ کے ساتھ کی ہے اور اب انہوں نے محمد ﷺ کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ ہم کو اپنی بدعہدی پر سخت ندامت ہے اور اب ہم دوبارہ آپ سے مصالحت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے اطمینان کے لئے قریش وغطفان کے بڑے بڑے سرداروں کو آپ کے حوالہ کر سکتے ہیں جن کو تہ تیغ کر کے ہماری دوستی کا اندازہ آپ کو ہو جائے گا۔محمد (ﷺ) نے ان کی اس درخواست کو منظور کر لیا ہے اور اب عنقریب یہودیوں کی طرف سے تمہارے پاس یہ پیغام آئے گا کہ ہم اپنے اطمینان کے لئے تمہارے چند سرداروں کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تا کہ وقت پر تم ہم کو دھوکہ دے کر الگ نہ ہو جاؤ پس خبردار تم ان کی اس درخواست کو ہرگز قبول نہ کرنا۔

کفار قریش کو پڑے ہوئے ایک مہینہ گزر گیا اور سامان رسد بھی کم ہونے لگا ادھر بنو قریظہ کی طرف سے بھی ان کو اطمینان نہ رہا تو انہوں نے عکرمہ بن ابی جہل کو چند سرداروں کے ساتھ بنو قریظہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم کو معلوم ہے ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں جنگل میں پڑے پڑے تھک گئے اور سامان رسد بھی ختم ہونے کو ہے اس لئے اب تم اپنے معاہدہ کو پورا کرو اور اگلے دن ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کر دو ہم باہر سے حملہ کرینگے تم شہر کے اندر سے حملہ کرو اس طرح بہت جلد ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بنو قریظہ نے جواب دیا کہ کل ہفتہ کا دن ہے اور تم کو معلوم ہے کہ یہ دن

ہمارے یہاں عبادت کے لئے مخصوص ہے قتل وقتال اس میں ممنوع ہے اس لئے کل حملہ کرنے سے ہم معذور ہیں نیز ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم اپنے چند سرداروں کو رہن کے طور پر ہمارے حوالہ کردو تاکہ اطمینان کے ساتھ ہم تمہارا ساتھ دیں کیونکہ ہم کو اندیشہ ہے کہ تم لڑائی سے گھبرا کر کہیں سیدھے اپنے گھروں کو نہ لوٹ جاؤ اور ہم کو تنہا محمد ﷺ کے مقابلہ میں چھوڑ جاؤ جس کی ہم کو ہرگز طاقت نہیں۔

جب قاصدوں نے یہ جواب آکر سنایا تو قریش کو نعیم بن مسعود کی بات کا یقین آگیا کہ واقعی اس نے بنو قریظہ کی نسبت جو کچھ کہا تھا سچ ہے اور انہوں نے صاف کہلا بھیجا کہ ہم اپنے ایک آدمی کو بھی تمہارے حوالہ نہیں کر سکتے۔ اگر تم کو ہمارا ساتھ دینا ہے تو ہم پر اعتماد کرو اور بدون کسی شرط کے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرو۔ جب بنو قریظہ نے یہ جواب سنا تو وہ بھی کہنے لگے کہ نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا۔ اور واقعی قریش کی نیت یہی ہے کہ اگر موقع پڑ جائے تو مسلمانوں پر حملہ کردیں ورنہ سیدھے اپنے گھر کا رستہ لیں اور ہم کو محمد (ﷺ) کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ جائیں پس قریش سے صاف کہہ دینا چاہئے کہ ہم بدون اس شرط کے ہرگز ان کا ساتھ نہ دینگے۔

الغرض کفار میں باہم اچھا خاصہ بگاڑ ہوگیا ادھر غیبی تازیانہ ان پر یہ پڑا کہ ایک رات نہایت سخت سردی ہوئی اور ایسی تیز ہوا چلی کہ چولہوں پر سے ہانڈیاں الٹ گئیں خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور گھوڑے ادھر ادھر بھاگنے اور اونٹ پریشان ہوکر ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ ابوسفیان نے یہ حالت دیکھ کر قریش سے کہا کہ اب یہاں ٹھہرنے کا موقع نہیں ہمارا سامان رسد بھی ختم ہونے کو ہے ادھر بنو قریظہ نے وقت پر ہم کو دغا دی اور ساتھ دینے سے صاف انکار کردیا پھر جنگل کی سردی اور ہوا الگ مارے ڈالتی ہے کہ نہ ہانڈیاں چولہوں پر ٹھہرتی ہیں نہ خیمے سنبھلتے ہیں پس اب ہم کو یہاں سے چل دینا چاہئے میں نے تو کوچ کا ارادہ پختہ کرلیا ہے یہ کہہ کر ابوسفیان نے اپنے اونٹ کو کھولا اور سوار ہوکر مکہ کا رخ کیا پھر کیا تھا تھوڑی دیر میں آگے پیچھے سارا لشکر روانہ ہوگیا اور صبح سے پہلے وہ جنگل جس میں دس ہزار آدمیوں کی چہل پہل تھی ہو کا میدان ہوگیا۔

یہود بنو قریظہ کا انجام

مسلمانوں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اطمینان کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب کفار مکہ کو ہم پر حملہ کرنے کی کبھی ہمت نہ ہوگی بلکہ انشاء اللہ ہم ہی ان پر چڑھائی کریں گے جب کفار قریش نہایت ذلت وندامت کے ساتھ مدینہ سے بھاگ گئے تو سیدنا رسول اللہ ﷺ نے بحکمِ خداوندی بنو قریظہ پر جہاد کا قصد کیا جو حیی بن اخطب کے بہکانے سے معاہدہ توڑ چکے اور دشمنوں کے ساتھ مل گئے تھے چنانچہ آپ نے اعلان فرما دیا کہ عصر کی نماز سب مسلمان بنو قریظہ کے قلعہ پر پہنچ کر ادا کریں۔ اور اپنا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ فرما کر ان کو آگے بھیج دیا۔ مسلمانوں نے جب علم نبوی کو لہراتا ہوا دیکھا تو ایک بڑی جمعیت اس کے نیچے جمع ہوگئی جن کو ساتھ لئے ہوئے حضرت علیؓ بنو قریظہ کے قلعہ پر پہنچے عشاء کے وقت تک تمام لشکر مجتمع ہوگیا جس وقت حضرت علی قلعہ کے قریب آئے تو یہودیوں نے جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ کر ان کا دل دکھایا جن کو سن کر وہ پیچھے لوٹے تو حضور ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ان خبیث یہودیوں کے پاس نہ جائیں۔ حضور ﷺ سمجھ گئے کہ شاید ان خبیثوں نے میری نسبت کچھ ناگوار باتیں کہہ کر مسلمانوں کا دل دکھایا ہے آپ ﷺ نے یہ فرما کر صحابہ کو تسلی دی کہ مجھے دیکھ کر ان کی یہ جرات کبھی نہ ہوگی چنانچہ آپ قلعہ کے پاس تشریف لائے اور یہودیوں کو اس طرح خطاب فرمایا کہ اے بندروں (۱) کے بھائیو کیا تمہاری رسوائی کا

---

(۱) حضور ﷺ کی عادت دشمنوں کو بھی اس طرح خطاب کرنے کی نہیں مگر اس وقت آپ نے صحابہ کرام کی تسلی کے لئے یہودیوں کو اس طرح خطاب فرمایا تا کہ ان کی گستاخی سے صحابہ کو جو اذیت ہوئی تھی فی الجملہ اس کا انتظام ہو جائے اور باوجود اتنے سخت خطاب کے یہودیوں کو گستاخانہ جواب پر جرأت نہ ہونا حضور ﷺ کے اس ارشاد کی تصدیق تھی کہ مجھ کو دیکھ کر ان کو یہ جرأت نہ ہوگی اس سے حضور ﷺ کی ہیبت وشوکت کا اندازہ ہوتا ہے اور اخبار غیب کی صحت کا بھی۔ ۱۲

وقت آ پہنچا اور عذاب خداوندی کو اپنے اوپر نازل ہوتے ہوئے تم نے دیکھ لیا؟

اس کا جواب یہودیوں کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ یہ تھا کہ اے ابوالقاسم ! آپ اس سے ناواقف نہیں ہیں بنوقریظہ نے جب مسلمانوں کا بے شمار لشکر اپنے گرد دیکھا تو مقابلہ کی طاقت نہ پا کر قلعے کے دروازے بند کر لئے اور اپنے نزدیک مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ فرمایا اور باہر سے ہر قسم کی امداد و رسد بند کر دی اور اس طرح کامل پچیس ۲۵ روز تک محاصرہ قائم رہا۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ مسلمان محاصرہ سے تنگ آ کر خود ہی لوٹ جائیں گے مگر جب دیکھا کہ پچیس ۲۵ دن ہو گئے اور مسلمان ہٹنے کا نام نہیں لیتے ادھر باہر سے ہر قسم کی امداد اور رسد بھی بند ہے تو وہ یکبارگی گھبرا اٹھے اور نجات کی تدبیریں سوچنے لگے۔

کعب بن اسید (سردار بنوقریظہ نے سب کو جمع کر کے اس طرح تقریر کی کہ اے جماعت یہود جس مصیبت میں تم گرفتار ہو اس سے تمہارا ہر فرد بخوبی واقف ہے اور ہر ایک کو اپنی نجات کی فکر لگ رہی ہے پس میں تین باتیں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں ان میں سے جو صورت پسند ہو اسے اختیار کر لو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم سب کے سب محمد (ﷺ) کا اتباع اختیار کر لو کیونکہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور یہ وہی نبی ہیں جن کی تعریف تم اپنی کتابوں میں پڑھتے پڑھاتے ہو (گو حسد کی وجہ سے تم اس کا اقرار نہیں کرتے) اس صورت میں تمہاری جانیں تمہاری عورتیں اور بچے سب محفوظ ہو جائیں گے۔

جماعت یہود۔ ہم کو اپنے قدیم مذہب کا چھوڑنا گوارہ نہیں۔

کعب بن اسید ! اچھا اگر تم کو اس سے انکار ہے تو پھر آؤ ہم سب مل کر اپنے بچوں اور عوتوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں پھر دل کھول کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ اگر ہم ہلاک ہوئے تو مرتے وقت عورتوں اور بچوں کا غم نہ ستائے گا۔ اور غالب ہو گئے تو پھر ان سے زیادہ عورتیں اور بچے بہت مل جائیں گے۔

جماعت یہود۔ ان بے گناہوں کو اپنی آنکھوں مرتے ہوئے دیکھنا اور اپنے

ہاتھ سے ان کا خون کرنا بھی ہمیں منظور نہیں اور نہ ان کے بعد ہم کو زندہ رہنے کی خواہش ہے۔

کعب بن اسید۔ اچھا پھر تیسری صورت یہ کہ آج ہفتہ کی رات ہے جس میں مسلمان ہماری طرف سے مطمئن ہوں گے (کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہفتہ کے روز ہم قتل اور قتال نہیں کر سکتے) پس آج تم مسلمانوں پر غفلت کی حالت میں حملہ کردو شاید ہم کو کامیابی نصیب ہو جائے۔

جماعت یہود! یہ رائے بھی درست نہیں کیونکہ ہفتہ کے دن جن لوگوں نے ناجائز کام کئے ہیں ان کی حالت تم پر مخفی نہیں کہ قہر خداوندی سے وہ کیونکر مسخ ہو گئے ہم ہفتہ کے دن کو خراب کرنا نہیں چاہتے۔

کعب بن اسید۔ افسوس جیسے تم لوگ ماؤں کے پیٹ سے نکلے ہو ایک دن بھی کسی کو عقل نہیں آئی۔ اب اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ ہم قلعہ کا دروازہ کھولدیں اور اپنے آپ کو محمد (ﷺ) کے فیصلہ پر چھوڑ دیں کہ وہ ہمارے ساتھ جس قسم کا برتاؤ چاہیں کریں چنانچہ طویل مشورہ کے بعد یہی رائے پاس ہوئی اس وقت بنوقریظہ کے بعض افراد نے اسلام قبول کرلیا اور خفیہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اس طرح انہوں نے دنیا وآخرت کی فلاح حاصل کی۔

عمرو بن سعدی جو بنوقریظہ کے ساتھ بدعہدی میں شریک نہ ہوا تھا قوم کی یہ حالت دیکھ کر قلعہ سے نکلا اور رات کے وقت مسلمانوں کی اس جماعت پر گذرا جو محمد بن مسلمہ کی ماتحتی میں پہرہ کی خدمت انجام دے رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے اس کو ٹوکا کہ نام بتلاؤ اس نے جواب دیا کہ میں عمرو بن سعدی ہوں۔ چونکہ محمد بن مسلمہ سن چکے تھے کہ یہ شخص بدعہدی میں شریک نہ تھا اس لئے جناب باری میں یہ عرض کر کے کہ بارالہا مجھے شریفوں کی لغزشیں معاف کرنے سے محروم نہ کیجئے اس سے متعرض نہ ہوئے چنانچہ عمرو بن سعدی اطمینان کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ میں داخل ہوا اور مسجد نبوی کے دروازہ پر کچھ دیر ٹھہر کر کسی طرف کو چلا گیا اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں گیا۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو خداتعالیٰ نے وفاداری کی برکت سے نجات دیدی صبح ہوئی اور حضرت علیؓ نے مسلمانوں کو للکارا کہ اے اسلامی لشکر ہاں بڑھو اور یہودیوں کے قلعہ کو فتح کرلو۔ یہ کہہ کر وہ اور حضرت زبیر آگے بڑھے۔ حضرت زبیر نے فرمایا کہ آج یا تو میں بھی حمزہؓ کی طرح جام شہادت نوش کروں گا یا خدا نے چاہا تو اس قلعہ کو فتح کرلوں گا۔ اسلامی لشکر کا یہ بہادرانہ جوش دیکھ کر یہود لرزا ٹھے اور سیدنا رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ ہم آپکے فیصلہ پر اپنے کو چھوڑتے ہیں اور قلعہ کا دروازہ خود ہی کھولے دیتے ہیں یہود بنی قریظہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے اس لئے انصار میں سے قبیلہ اوس کے چند افراد آگے بڑھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس طرح پہلے حضور ﷺ نے یہود بنی قینقاع کا فیصلہ ان کے حلیف بنو خزرج کی رائے پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی کی سفارش پر ان کی جان بخشی ہوئی اور صرف جلاوطنی کی سزادی گئی اسی طرح بنو قریظہ کا فیصلہ ہماری رائے پر چھوڑ دیا جائے سیدنا رسول اللہ ﷺ نے درخواست منظور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اچھا تمہارے سردار سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں غزوہ خندق کے موقعہ پر کسی کافر کا تیر لگ گیا تھا زخم کی تکلیف کے سبب اس وقت وہ مجلس میں حاضر نہ تھے بلکہ رسول ﷺ نے ان کے لئے مسجد نبوی میں خیمہ نصب کرادیا تھا تا کہ پاس سے پاس عبادت میں سہولت ہو اس وقت سعد بن معاذ کا زخم اچھی حالت میں تھا کیونکہ انہوں نے بارگاہ خداوندی میں یہ دعا کی تھی کہ بارالہا یہود بنو قریظہ نے جو تیرے رسول کے ساتھ بدعہدی کی ہے اس کی سزا دکھلا کر میری آنکھیں ٹھنڈی کردے۔ دعا قبول ہوئی اور زخم کا وہ خون جو کبھی کا بند ہونے کا نام نہ لیتا تھا فوراً بند ہو گیا۔

اور ان کی قوم کے چند افراد ان کے پاس آئے کہ یہود بنو قریظہ کا فیصلہ سیدنا رسول ﷺ نے آپ کی رائے پر چھوڑ دیا ہے ذرا آپ تکلیف فرمائیں اور مجمع عام میں چل کر اپنی حلیف قوم کے بارے میں رحیمانہ فیصلہ سنادیں چنانچہ ایک دو آدمی کے

سہارے سے وہ گدھے پر سوار ہوئے اور مجمع عام میں تشریف لائے جہاں سیدنا رسول اللہ ﷺ رونق افروز تھے حضور ﷺ نے انصار سے خطاب فرمایا کہ اپنے سردار کی خاطر کھڑے ہو جاؤ چنانچہ سب لوگ اٹھے اور حضرت سعد سے عرض کرنے لگے کہ اے ابوعمرو رسول اللہ ﷺ نے تمہاری حلیف قوم بنوقریظہ کا فیصلہ تمہاری رائے پر چھوڑ دیا ہے اب تم جو مناسب سمجھو فیصلہ کر دو۔

حضرت سعد نے فرمایا کہ تم خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر اس کا عہد کرتے ہو کہ میں جو بھی فیصلہ کر دوں تم کو منظور ہو گا انصار نے عرض کیا بے شک ہم اس کا عہد کرتے ہیں پھر حضرت سعد نے منہ پھیر کر ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ جو لوگ ادھر بیٹھے ہیں ان پر بھی میرا فیصلہ حجت ہو گا اس جانب میں چونکہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین کے ساتھ تشریف فرما تھے اس لئے حضرت سعد نے ادب و تعظیم کی غرض سے منہ پھیر کر اشارہ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ہم سب کو بھی آپ کا فیصلہ منظور ہو گا۔ عہد و میثاق لے لینے کے بعد حضرت سعد نے فرمایا کہ میں اپنی حلیف قوم یعنی بنوقریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے بچے اور عورتیں غلام باندی بنائے جائیں اور اموال و باغات مسلمانوں میں تقسیم کئے جائیں اور جوان بوڑھے جو لڑائی کے قابل ہیں ایک طرف سے قتل کر دیئے جائیں۔ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد تم نے منشاء خداوندی کے موافق فیصلہ کیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ قلعہ میں گھس کر بنوقریظہ کے تمام افراد کی مشکیں باندھ لو چنانچہ ارشاد کی فوراً تعمیل کی گئی اور اس دن سب کو ایک انصاری عورت کے گھر میں قید رکھا گیا۔ اگلے دن آپ نے بازار مدینہ کے قریب چند خندقیں کھدوائیں یہودی مردوں کو یکے بعد دیگرے بلایا گیا اور خندق کے کنارے سب کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ حیی بن اخطب بھی اس وقت بنوقریظہ کے ساتھ تھا کیونکہ قریش کے چلے جانے کے بعد حسب معاہدہ اس نے اپنے آپ کو کعب بن اسید کے حوالہ کر دیا تھا جس وقت یہودی جماعت جماعت کر کے خندقوں کی طرف بلائے جا رہے تھے اس

وقت بعض لوگوں نے کعب بن اسید سے پوچھا کہ معلوم نہیں ہم کو بلا بلا کر ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جارہا ہے۔ کعب نے کہا کہ احمقو کیا تم کو کسی موقع پر بھی عقل نہ آئے گی۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ بلانے والا برابر بلا رہا ہے اور جو لوگ جاتے ہیں ان میں سے ایک بھی لوٹ کر نہیں آتا۔ خدا کی قسم سب کو قتل کیا جارہا ہے۔

الغرض ذرا سی دیر میں تقریباً آٹھ سو یا نو سو یہودیوں کی گردنیں اڑا دی گئیں جن میں حیی بن اخطب بھی تھا یہ شخص جس وقت سیدنا رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے بیڑیوں میں جکڑا ہوا گذرا اور حضور ﷺ کا چہرہ مبارک پر اس کی نظر پڑی تو کمبخت آپ کو خطاب کر کے کہنے لگا کہ خدا کی قسم آپ کی عداوت پر میں نے اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن بات یہ ہے کہ جس شخص کا خدا ہی ساتھ نہ دے اس کا کوئی بھی ساتھی نہیں اسلئے میں آج اس بے کسی کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بنو قریظہ کی عورتوں میں بجز ایک عورت کے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ وہ میرے پاس بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھی اور ایسی بے تکلف ہنس رہی تھی کہ پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے حالانکہ اسی وقت بازار میں اس کے مردوں کو قتل کیا جارہا تھا کہ اچانک کسی نے اس کا نام لے کر پکارا کہ فلانی عورت کہاں ہے اس نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیوں پکارا جاتا ہے کہنے لگی کہ مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے کہا کیوں کیا وجہ؟ کہنے لگی کہ میں نے ایسی ہی ایک حرکت کی ہے (اس کمبخت نے خلاد بن سوید صحابی رضی اللہ عنہ پر چکی کا پاٹ ڈال دیا تھا جس کے صدمہ سے وہ مر گئے اس لئے قصاص میں اس کو قتل کیا گیا)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بخدا اس عورت کی عجیب حالت مجھے نہیں بھولتی کہ اس کو اپنا قتل کیا جانا معلوم تھا اور پھر وہ اس بے فکری کے ساتھ باتیں بناتی اور بے تکلف ہنستی ہنساتی رہی۔

زبیر بن باطا کا قصہ

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ زبیر بن باطا قرنی نے زمانہ جاہلیت میں حضرت ثابت بن قیس صحابی کے ساتھ ایک احسان کیا تھا کہ جنگ بعاث میں وہ یہودیوں کے ہاتھ آ گئے تھے تو زبیر بن باطا نے ان کی پیشانی کے بال مونڈ کر رہا کر دیا تھا اور قتل نہیں کیا تھا جب حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر یہود بنو قریظہ قتل کئے جانے لگے تو ثابت بن قیس زبیر بن باطا کے پاس گئے اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن (یہ زبیر کی کنیت ہے) کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو۔

زبیر بن باطا: کیا مجھ جیسا آدمی تم جیسے آدمی سے ناواقف ہو سکتا ہے

ثابت بن قیس: میں اس وقت آپ کے ایک احسان کا بدلہ کرنا چاہتا ہوں جو ایک زمانہ ہوا آپ نے میرے ساتھ کیا تھا۔

زبیر بن باطا: بے شک شریفوں کے احسان کا بدلہ شریف ہی دے سکتا ہے یہ سن کر ثابت بن قیس سیدنا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ زبیر بن باطا کا ایک احسان میری گردن پر ہے جس کی میں آج مکافات کرنا چاہتا ہوں لہٰذا آپ میری خاطر اس کی جان بخشی فرما دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ اس کو ہم نے تمہارے حوالہ کیا۔ ثابت بن قیس خوش ہوتے ہوئے زبیر کے پاس آئے اور اس کو اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ نے میری خاطر تیری جان بخشی فرمائی۔

زبیر بن باطا: بھلا ایک بڈھا آدمی اپنے بال بچوں اور اہل وعیال سے الگ ہو کر زندہ بھی رہا تو ایسی زندگی کو لے کر وہ کیا کرے گا۔ یہ سن کر ثابت بن قیس دوبارہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میری خاطر زبیر بن باطا کی بیوی اور اس کی اولاد کو بھی قتل وقید سے رہا فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ہم نے ان کو بھی بخشا۔ ثابت بن قیس نے زبیر کو یہ خوشخبری بھی سنا دی تو وہ کہنے لگا کہ بھلا حجاز کی زمین میں یہ خاندان کا خاندان بدون مال اور

جائیداد کے کیونکر زندہ رہے گا۔ یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! زبیر بن باطا اور اس کے اہل وعیال کے اموال بھی مجھے عطا کر دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ہم نے اس کا مال بھی چھوڑا۔ جب حضرت ثابت بن قیس نے زبیر کو مال واپس مل جانے کی بھی خوشخبری سنادی تو اس نے پوچھا کہ اے ثابت ذرا یہ تو بتلاؤ وہ حسین نوجوان جس کا چہرہ آئینہ کی طرح چمکتا جس کے چہرہ کے اندر قبیلہ کی نوجوان لڑکیوں کا عکس نظر آتا تھا یعنی کعب بن اسید کس حال میں ہے۔

ثابت بن قیس: وہ تو قتل ہو چکا۔

اچھا یہ بھی بتلادو کہ شہریوں اور دیہاتیوں کا سردار حیی بن اخطب کس حال میں ہے۔

ثابت بن قیس: وہ بھی قتل ہو چکا۔

زبیر بن باطا: اور عزال بن سموال کس حال میں ہے جو حملہ کے وقت ہمارا مقدمۃ الجیش تھا اور بھاگنے کے وقت ہمارا حامی اور مددگار۔

ثابت بن قیس: وہ بھی مارا گیا

زبیر بن باطا: اور عمرو بن قریظہ اور کعب بن قریظہ کی اولاد کس حال میں ہے جو ہماری قوم میں سب سے زیادہ معزز تھے۔

ثابت بن قیس: وہ بھی جہنم رسید ہو گئے۔

زبیر بن باطا: اے ثابت میں اپنے اس گذشتہ احسان کے صدقہ میں تم سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھے بھی تم ان لوگوں کے ساتھ ملادو۔ کیونکہ بخدا ان کے بعد زندگی کا لطف نہیں۔ اور میں ایک ساعت کے لئے بھی ان دوستوں کے قتل پر صبر نہیں کرسکتا بس میں بھی ان ہی کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ اور اگر تم مجھے ان کے پاس پہنچادو گے تو میں اسی کو اپنے احسان کا بدلہ سمجھوں گا۔ یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس نے زبیر بن باطا کو بھی خندق کی طرف لے جا کر قتل کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زبیر بن باطا کا یہ قول سن کر کہ میں بھی اپنے احباب سے ملنا چاہتا ہوں فرمایا کہ بخدا جہنم میں جا کر ان

سے ملے گا جہاں خالداً مخلداً (ہمیشہ ہمیشہ) عذاب میں گرفتار رہے گا (نعوذ باللہ منہا)

ناظرین کو اس مفصل واقعہ سے اس امر کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہود کے دلوں میں سیدنا رسول اللہ ﷺ کی حقانیت کس درجہ ناگزیر تھی کہ ان کے سردار اور علماء ہر موقعہ پر ان کو سیدنا رسول اللہ ﷺ کے اتباع کی رغبت دلاتے تھے مگر یہ قوم کچھ ایسی حاسد و کینہ ور واقع ہوئی تھی کہ باوجود سب کچھ جاننے کے اسلام سے گریز کرتی رہی پھر یہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح و معاہدہ کر لینے کے بعد بھی اپنی شرارت سے باز نہ آتے اور موقع پا کر دشمنوں کے ساتھی اور مسلمانوں کے کھلے دشمن بن جاتے تھے چنانچہ واقعہ احزاب میں بدعہدی اور نقض صلح کی ابتداء خود ان کے ہاتھوں ہوئی جس کی سزا میں خانماں برباد ہوئے۔

فرامین بارگاہ رسالت بنام سلاطین

ناظرین ہم اس وقت تک صرف ایک ہی میدان میں چل رہے ہیں جو کسی طرح جلدی طے ہوتا نظر نہیں آتا کیونکہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت کا اقرار علماء اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی زبانی اس کثرت سے ثابت ہے کہ اگر سب کو مجتمع کر کے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے تقریباً دو سال سے رسالہ النور میں یہی مضمون چل رہا ہے مگر باوجود اختصار و انتخاب کے یہی علماء اہل کتاب کی شہادت و تصدیق کا مضمون مکمل نہ ہو سکا اس لئے اب میں اس کو زیادہ مختصر اور منتخب کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور چند عظیم الشان واقعات لکھ کر جلد اس کو ختم کر کے اعجاز قرآنی کا مضمون شروع کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت جو عنوان آپ کے پیش نظر ہے اس سے آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ میں حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ کی تحریری دعوت کا منظر دکھانا چاہتا ہوں جس میں جہاں آپ کو سلاطین اہل کتاب کے وہ اقرار و اعتراف نظر آئیں گے جن میں انہوں نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت و اسلام کی حقانیت کا اظہار کیا ہے۔

اسی طرح اس مضمون سے ان لوگوں کی دروغ بیانی کا بھی انکشاف ہو جائیگا۔

جو محض عناد و حسد سے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسکی اشاعت تلوار و جبر سے ہوئی ہے۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جن سلاطین کے نام حضور ﷺ کے مبارک فرمان روانہ ہوئے تھے ان کی گردنوں پر کونسی تلوار چلی تھی اور وہ کونسا خوف تھا جس نے ان کی زبان کو بے ساختہ تصدیق رسالت محمدیہ کے لئے گویا کر دیا۔ یقیناً ان کے سر پر کوئی لشکر جرار چڑھائی کر کے نہ گیا تھا صرف کسی ایک صحابی کو معمولی لباس میں سانڈنی پر سوار کر کے ایک کاغذ کے پرزہ میں چند کلمات تبلیغ اسلام کے متعلق لکھ کر بھیجا گیا تھا مگر واقعات شاہد ہیں اور تاریخ پکار کر کہہ رہی ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں وہ کشش اور دلربائی تھی کہ تھوڑی سمجھ والا انسان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا اور آپ کے خطوط کے جملوں میں وہ ہیبت و شوکت تھی کہ وصف انسانیت سے متصف ہونے والے سلاطین ان کو پڑھ کر لرز جاتے اور کانپ اٹھتے تھے (ہاں انکا ذکر نہیں جو انسانیت ہی سے گذرے ہوئے ہوں)

جس شخص کے خط میں یہ تاثیر ہو اس کی زبان میں کیا تاثیر ہوگی۔ اس کا اندازہ ہر انصاف پسند طبیعت خود کر سکتی ہے پس ان روشن واقعات کے بعد کسی کو یہ کہنے کا منہ نہیں کہ اسلام تلوار یا جبر سے پھیلا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی اشاعت کا زیادہ سبب اس کی ذاتی دلربائی اور حقانیت ہے اور نیز یہ کہ اہل کتاب کو اپنی کتب سابقہ سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق کافی معلومات حاصل تھیں جن کو وہ بعثت محمدیہ سے پہلے علی الاعلان بیان کرتے اور بعثت کے بعد خاص خاص مجلسوں میں اور مخصوص آدمیوں سے کہدیا کرتے تھے چنانچہ گذشتہ واقعات میں اس کا کافی ثبوت موجود ہے اور آئندہ جن واقعات کی طرف ہم متوجہ ہونا چاہتے ہیں وہ ہمارے اس دعویٰ کے روشن دلائل ہیں۔

فرمان رسالت بنام ہرقل شاہ روم اور تحریری دعوت اسلام

چونکہ سیدنا رسول اللہ ﷺ تمام عالم کی طرف نبی بن کر تشریف لائے تھے اور آپ کو اپنی تھوڑی سی عمر میں بہت کچھ کرنا تھا اس لئے ضرورت تھی کہ اہل عرب کی

طرف سے اطمینان حاصل ہو تو اسلام کی پیاری صدا عرب سے باہر پہنچائی جائے اور آفاق عالم میں رہنے والی مخلوق کی اصلاح آخرت کا فرض انجام دیا جائے اور اب تک چونکہ قریش کی متعصبانہ مخالفت اور رات، دن کی اس جنگ وجدال نے جو اسلام کی مخالفت میں ان کی طرف سے بھڑکتی رہتی تھی اس کا موقعہ ہی نہ دیا تھا اس لئے صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش سے دس سال کے لئے مصالحت کی دستخطی دستاویز مکمل ہو جانے پر ادھر سے یکسوئی ہوئی تو باشندگان اطراف زمین کی ہدایت کے لئے وقت نکل آیا اور سیدنا رسول اللہ ﷺ نے شاہان دنیا کی طرف دعوت اسلام کے فرمان ارسال فرما کر ادھر اہل عرب کو سوچنے کی مہلت دی اور ادھر اپنا منصب پورا فرما کر بیرونی ممالک کی مخلوق کو اسلامی محاسن ومنافع سے متمتع ہونے کا موقعہ دیا۔ چنانچہ عمرہ حدیبیہ سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے صحابہ کو ایک دن جمع فرما کر اس طرح تقریر فرمائی:۔

ايها الناس ان الله قد بعثنى رحمة و كافة فادوا عنى رحمكم الله ولا تختلفو ا على كما اختلف الحواريون على عيسىٰ بن مريم فقال . اصحابه و كيف اختلف الحواريون يا رسول الله قال دعا هم الى الذى دعوتكم اليه فاما من بعثه مبعثا قريباًفرضى وسلم واما من بعثه مبعثا بعيدا فكره وجهه وتثاقل فشكى ذلك عيسىٰ الى الله فاصبح المتثاقلون و كل واحد منهم يتكلم بلغة الا مة التى بعث اليها .(سيرة ابن هشام ص ۳۹۳ ج ۱ وسيرة حلبيه)

ترجمہ:

اے لوگو! حق تعالیٰ نے مجھ کو تمام مخلوق کے لئے رسول اور رحمت بنا کر بھیجا ہے پس تم میرا پیام (تمام مخلوق کی طرف) پہنچاؤ خدا تم پر رحم کرے اور میرے حکم کی تعمیل میں اختلاف نہ ڈالنا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام میں ان کے حواریوں

نے اختلاف ڈالا تھا۔ صحابہ نے اس اختلاف کی صورت دریافت کی تو آپ نے جواب دیا کہ جس پیام رسانی وطاعت احکام کی طرف تم کو میں بلا رہا ہوں عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے حواریوں کو اسی طرف بلایا تھا مگر ان کی یہ حالت ہوئی کہ اگر کسی قریب جگہ جانے کا ان کو حکم ہوا ہو تو بخوشی مان لیا اور مسافت بعیدہ پر پہنچنے کا امر ہوا تو اس کو ٹال گئے اور اداس چہرہ بنا کر ایسی بوجھل ہوئے کہ گویا زمین پکڑے لیتی ہے آخر عیسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے ان کی شکایت کی تو عتاب خداوندی اس صورت سے ان پر نازل ہوا کہ صبح کو جب سو کر اٹھے تو ہر شخص اسی شہر کی زبان میں بات کرتا تھا جس کی طرف جانے کے لئے امر عیسوی صادر ہوا تھا آہ (یعنی ہر شخص اپنی مادری زبان کو بالکل بھول گیا اس طرح گویا وہ اس ملک کی طرف جانے کے لئے مجبور ہو گئے جہاں ان کو بھیجنا منظور تھا کیونکہ اب اپنے شہر میں رہتے ہیں تو ان کی زبان یہاں کوئی نہ سمجھتا تھا یہ ان کی سزا تھی اور اسی میں انہوں نے جان دی)

حضرات صحابہ جن کی اطاعت کا امتحان ہر نازک موقعہ پر ہو چکا تھا کہ اپنے دین کی خاطر گھر چھوڑا، جائیداد چھوڑی، بی بی بچے چھوڑے مال واسباب چھوڑا۔ عزت چھوڑی حتیٰ کہ جان تک دینے میں تامل نہ کیا اور اپنے پیارے رسول کا حکم پاتے ہی جہاد وغزوات میں نکل کھڑے ہوئے اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی کرتے ہوئے دیکھ کر بے تامل ان کی گردنیں اڑانے لگے ایسے کاہے کو تھے کہ تنہا یا مرافقت میں دور دراز کے سفر سے گھبرا جاتے اور حضور ﷺ کی طرف سے قاصد بن کر سلاطین و ملک کے درباروں میں داخل ہو کر اپنے پاک مذہب کی بلند صدا پہنچانے سے جھجکتے اس لئے ان پاکیزہ نفوس میں ہر شخص سفارت کے لئے آمادہ نظر آیا اور ہر شخص کی زبان پر یہ بات تھی کہ یا رسول اللہ اگر آپ ہم کو سمندر میں بھی گھوڑا ڈالنے کا حکم دیں گے تو ہمارا قدم ہرگز پیچھے ہٹنے کا نام نہ لے گا اور اگر آپ ہم میں سے

ایک آدمی کو تنہا کسی بڑے لشکر کے مقابلہ میں بھیجیں گے تو وہ دشمن کی کثیر تعداد پر کبھی التفات نہ کرے گا بلکہ آپ کی تعمیل ارشاد کو اپنے لئے سعادت وفخر سمجھ کر دشمن کے بڑے بڑے لشکر میں گھس جائیگا پس آپ ہم کو جہاں چاہیں بھیجیں اور جس بادشاہ کے پاس پیغام بھیجنا چاہیں بدون کسی تامل کے ہم کو حکم دیں ہمارا ہر فرد اس خدمت کو انجام دینے کے لئے دل وجان سے حاضر ہے۔

چونکہ سلاطین سے مراسلت تھی اور دنیوی حکام میں تحریر کو باوقعت بنانے کے علاوہ وثوق واعتماد کے لئے بھی خط پر مہر ثبت ہونے کی ضرورت تھی کیونکہ سلاطین بدون مہر کے کسی کا خط قبول نہ کرتے تھے اس لئے صحابہ کے مشورے سے جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسم مبارک کی مہر کندہ کرائی جو پہلے سونے کی بنائی گئی تھی پھر جب حکم الٰہی صادر ہوا کہ سونے کا استعمال مسلمان مردوں کے لئے حرام ہے تو اس کو پھینک کر چاندی کی مہر بنوائی گئی جس کا نگینہ عقیق یا حبشی پتھر کا تھا یا چاندی ہی کا تھا مگر صنعت کے اعتبار سے حبش کی طرف منسوب تھا۔

بہرحال اس پر یہ عبارت کندہ تھی (محمد رسول اللہ) اس کے بعد حسب رواج ہرن کی جھلیوں پر چند والا نامے اسلام کی دعوت میں لکھوائے اور مہر ثبت کرنے کے بعد معتمد سفراء کے ہاتھ سلاطین وملوک کی جانب ادھر ادھر روانہ کر دیئے گئے۔ منجملہ ان کے ایک خط ہرقل شاہ روم کے نام بھی تھا جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے اس خط کو لے کر ہرقل کے پاس کون جانا چاہتا ہے اس کو جنت میں جگہ ملے گی حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس خدمت کو میں انجام دونگا۔ چنانچہ جب وہ فرمان مبارک لے کر مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرا یہ خط حاکم بصری کو پہنچا دینا (جو عرب وشام کی سرحد پر ہرقل کا ماتحت نواب ہے وہ اس ہرقل تک پہنچانے کا انتظام کر دے گا۔

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ تیز رفتار سانڈنی پر سوار ہو کر ملک شام کی طرف روانہ

ہوئے اور چند روز میں حارث ملک غسان یعنی حاکم بصری کے پاس جا پہنچے اور اس کو مطلع کیا کہ میں ہرقل کے پاس نبی عربی ﷺ کا مبارک فرمان لیکر جانا چاہتا ہوں۔

حارث نے اپنی طرف سے بھی ہرقل کے نام ایک خط لکھا جس میں اس کو اطلاع دی تھی کہ جس شخص کو میں آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اس کے ساتھ ایک خط ہے جو سرزمین عرب کے مدعی نبوت نے بادشاہ کے نام بھیجا ہے خط بند کر کے عدی بن حاتم کو دیا جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے اور نصرانیت کی جانب میں حارث ملک غسان کے مقرب بنے ہوئے تھے جن کی ذاتی عزت و نسبی عظمت سے ہرقل بھی بخوبی واقف تھا اور ان کو بھی حضرت دحیہ کلبی کے ساتھ روانہ کر دیا۔

ہرقل اپنے مذہب نصرانیت کا عالم اور مملکت روم پر حاکم ہونے کے ساتھ فن نجوم و کہانت میں بھی کامل دستگاہ رکھتا تھا ایک دن اس نے اپنی مہارت فن سے معلوم کیا تھا کہ مملکت روم پر ایسے لوگوں کا قبضہ ہونے والا ہے جو مختون ہوں گے (اور یہ وہ وقت تھا کہ جب کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ و فتح خیبر سے فارغ ہو چکے تھے جس سے عروج اسلام کی ابتدائی منزلیں شروع ہوئی تھیں کیونکہ یہی صلح حدیبیہ فتح مکہ کا سبب بنی جس کے بعد تمام جزیرہ عرب دفعۂ اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا پھر عربی اسلامی فوجیں چند روز کے بعد سرحد شام میں داخل ہوئیں اور اسلامی پرچم دمشق و بیت المقدس پر لہرانے لگا یہ سب کچھ صلح حدیبیہ ہی کا نتیجہ تھا جس کو قرآن کریم میں فتح مبین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور عین اسی موقعہ پر ہرقل نے ستاروں کی گردش سے مختون قوم کی سلطنت شروع ہونے کا پتہ لگایا تھا۔

ہرقل اس بات کو دیکھ کر گھبرا اٹھا اور صبح کو نہایت پریشان و مضمحل صورت سے دربار میں آیا اور جب مصاحبین نے پریشانی کا سبب دریافت کیا تو سب کو اس واقعہ سے مطلع کیا کہ مجھ کو رات ستاروں کی گردش سے معلوم ہوا ہے کہ میرے پایہ تخت پر ایک مختون قوم کا غلبہ عنقریب ہونے والا ہے اس سبب سے میرے حواس بجا نہیں ہیں ہر چند اس کے مصاحبین نے اطمینان دلایا کہ سوائے قوم یہود کے کوئی قوم ختنہ نہیں کراتی اور

یہودیوں کی اتنی ہمت نہیں ہے کہ ہماری سلطنت کی جانب نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکیں مگر اس کو اطمینان نہ ہوا تاہم بمزید احتیاط نواح کی ولایتوں میں اس مضمون کے پروانے جاری کر دیئے گئے کہ یہودیوں کو جہاں پاؤ تہ تیغ کر دو اور اس قابل نہ رکھو کہ سلطنت روم پر حملہ کرنے کی جرأت کریں چنانچہ ہزاروں یہودی محض اس شبہ پر قتل کر دیئے گئے کہ یہی مختون قوم سلطنت نصاریٰ پر قبضہ کرنے والی ہے۔

تقدیری بات چونکہ ٹل نہیں سکتی اس لئے آفتاب اسلام کی شعاعوں نے افق روم پر نظر ڈالی اور عین اس وقت جبکہ ہرقل روم شاہ فارس پر فتحیاب ہونے کے شکریہ میں اپنے پایہ تخت حمص سے زیارت بیت المقدس کے لئے پاپیادہ پھولوں اور ریشم کے فرش پر چل کر ایلیاء میں آیا ہوا تھا۔

محرم ۷ھ میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ عدی بن حاتم کے ساتھ ہرقل کے شاہی محل پر جا پہنچے چوبدار نے اسلامی قاصد کے آنے کی اطلاع دیکر رسول مقبول ﷺ کا والا نامہ بادشاہ تک پہنچا دیا۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو آداب شاہی بتلاتے ہوئے کہا تھا کہ جب تم خط لے کر ہرقل کے سامنے پہنچو تو دیکھتے ہی فوراً سجدہ کے لئے ماتھا زمین پر ٹیک دینا اسلامی معزز قاصد نے اس سے انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ میں خدا کے سوا کسی کو ہرگز سجدہ نہ کروں گا چاہے ہرقل ہو یا اس سے بھی بڑا کوئی دوسرا بادشاہ بلکہ میں تو اسلامی طریقہ پر سادگی کے ساتھ خط پہنچا کر اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔

اس پر ایک شخص نے کہا کہ پھر دوسری تدبیر جس سے خط بھی بادشاہ تک پہنچ جائے اور تم بھی سجدہ سے بچ جاؤ یہ ہے کہ تم اس خط کو اس ممبر پر رکھ دینا جو دربار شاہی کی چوکھٹ کے سامنے لگا ہوا ہے اس ممبر پر رکھے ہوئے کسی خط کو بادشاہ کے سوا کوئی بھی ہاتھ نہیں لگا سکتا دربار سے لوٹتے ہوئے یا دربار میں جاتے ہوئے ہرقل اس خط کو خود اٹھا لے گا اور بعد میں تم کو اپنے پاس بلا لے گا۔ چنانچہ حضرت دحیہ نے ایسا ہی کیا اور حسب معمول ہرقل نے فرمان نبوی کو خود ہی ممبر پر سے اٹھایا اور جب معلوم ہوا کہ تحریر عربی

میں ہے تو ترجمان کو بلا کر پڑھنے کا حکم دیا خط کا مضمون سن کر ہرقل بے ساختہ بول اٹھا کہ میں نے ایسا خط آج تک نہیں سنا۔ اس کے بعد قاصد کو بلایا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ فرستادہ شخص بھی ختنہ بریدہ ہے اور تمام عرب میں اس کا رواج ہے اس لئے ہرقل کے ہوش اڑ گئے اور اس نے بآواز بلند کہہ دیا کہ اے باشندگان روم تمھاری سلطنت کا وقت ختم ہو چکا اور وہ لوگ پیدا ہو گئے جن کو اس مملکت کی انتظامی باگ اپنے ہاتھ میں لینی ہے بخدا جس مختون قوم کی سلطنت کا غلبہ میں نے علم نجوم سے دریافت کیا تھا وہ یہودی نہیں بلکہ یہی قوم عرب ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے اپنے چوبدار کو حکم دیا کہ ملک شام کے ہر حصہ کی تلاشی لے اور کوئی عربی شخص ایسا لائے جو مدعی نبوت کے حالات سے بخوبی واقف ہو مجھے ان کی بابت کچھ دریافت کرنا ہے۔ چنانچہ ابوسفیان بن حرب (رضی اللہ عنہ) جو اس وقت اسلام نہ لائے تھے اور قریشی قافلہ کے ساتھ ملک شام میں آئے ہوئے تھے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ تجارت پیشہ تھے مگر اس جنگ وجدال کی وجہ سے جو آئے دن مسلمانوں سے ہوتی رہتی تھی ہمارا تجارتی کاروبار بند پڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے ہم لوگ نہایت خستہ حال ہو گئے تھے۔

جب واقعہ حدیبیہ میں ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان دس سال کے لئے مصالحت طے ہو گئی تو میں نے تجارت کے لئے ملک شام کا ارادہ کیا جب میرے اس ارادہ کی اطلاع اہل مکہ کو ہوئی تو کوئی مرد وعورت ایسا نہ تھا جس نے اپنا کچھ مال بغرض تجارت مجھے نہ دیا ہو میں یہ تمام اسباب وسامان لے کر اپنے تجارتی قافلہ کے ساتھ موضع غزہ میں (جو کہ ملک شام میں تجارت کی بہت بڑی منڈی تھی) پہنچا ہی تھا کہ دفعتہً شاہی چوبدار نے ہم کو حکم سلطانی آسنایا کہ یہاں جس قدر عربی النسل لوگ ہیں سب کو دربار میں اسی وقت حاضر ہو جانا چاہئے چنانچہ ہم سب اس کے ساتھ دربار شاہی کے ایوان خاص میں داخل ہوئے جہاں ہرقل اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ تاج سلطنت سر پر رکھے ہوئے بیٹھا تھا اور اس کے اردگرد ملک روم کے روساء، ونوابان اور اعیان مملکت وزراء وعلماء اور پادریوں اور راہبوں کا مجمع حلقہ باندھے ہوئے موجود تھا بادشاہ نے ہم کو اپنے

پاس بلایا پھر زیادہ نزدیک ہونے کا حکم دیا چنانچہ ہم اس کے بہت ہی قریب جا بیٹھے تو اس نے اپنے ترجمان کو بلایا اور اس کی وساطت سے اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان گفتگو

ہرقل: سرزمین عرب میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا سب سے قریبی رشتہ دار تم لوگوں میں کون ہے؟

جماعت عرب: (ابوسفیان بن حرب کی طرف اشارہ کر کے) یہ شخص ہم سب سے زیادہ ان کا قریبی رشتہ دار ہے۔

ہرقل: اچھا ان کو سب سے آگے میرے پاس بٹھلا دو۔ چنانچہ ابوسفیان اپنی جماعت میں سے نکل کر سب سے آگے بیٹھ گئے اور ہرقل نے ان سے دریافت کیا کہ مدعی نبوت کے ساتھ تمہاری کیا قرابت ہے ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ میرے چچازاد بھائی ہیں۔

ہرقل نے سب سے قریبی رشتہ دار کو گفتگو کے لئے اس واسطے منتخب کیا کہ اول تو وہ مدعی نبوت کے حالات سے بنسبت دوسروں کے زیادہ واقف ہوگا دوسرے نسبی شرافت وعظمت کو وہ اچھی طرح ظاہر کر سکے گا اجنبی شخص تو کسی کے نسب میں طعن کر سکتا ہے مگر قریبی رشتہ دار ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے خود اس کا نسب بھی مطعون ہو جاتا ہے اس کے بعد ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ سفیان کے ساتھیوں سے کہدو کہ وہ ان کے پشت کے پیچھے نزدیک ہو کر بیٹھ جائیں میں ابوسفیان سے اس شخص کے حالات دریافت کرنا چاہتا ہوں جس نے تمہاری سرزمین میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے پس اگر ابوسفیان کسی بات میں جھوٹ بولیں تو تم فوراً ان کو ٹوک دینا اور مجھ پر ان کے جھوٹ کو ظاہر کر دینا۔

ابوسفیان فرماتے ہیں کہ بخدا یہ تو میری جماعت میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ میرے منہ پر مجھ کو جھٹلائے لیکن چونکہ میں اپنی قوم کا سردار تھا اس لئے جھوٹ بولنے سے مجھے خود ہی عار آتی تھی نیز یہ خیال بھی مانع تھا کہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو گو میرے سامنے کوئی میری تکذیب نہ کرے گا لیکن مکہ جا کر شاید یہ لوگ آپس میں اپنی محفلوں میں

اس واقعہ کا تذکرہ کریں اور یوں کہیں کہ ابوسفیان نے ہرقل کے سامنے بہت جھوٹ بولا پھر مکہ کے چھوٹے بڑے سب مجھے جھوٹا مشہور کریں جو ہمیشہ کے لئے میری عزت پر بدنما داغ ہوگا بخدا اگر مجھ کو یہ حیا نہ ہوتی تو میں اس وقت خوب پیٹ بھر کر جھوٹ بولتا مگر سچ یہ ہے کہ میں نے ہرقل سے زیادہ ہوشیار کسی کو نہیں دیکھا (ظالم نے گفتگو کا طریقہ وہ اختیار کیا جس نے جھوٹ کا دروازہ مجھ پر بالکل بند کر دیا کیونکہ اگر میں اپنی جماعت سے آگے نہ بٹھلایا جاتا تو شاید ان کے اشارے کنایہ سے کچھ سمجھتا یا ان کے چہرے سے یہ اندازہ کرتا کہ میرا سچ بولنا ان کو گوارا ہے یا ناگوار تو ان کے ساتھ مل کر بیٹھنے سے شاید مجھے بولنے کی کچھ جرات ہوتی مگر ہرقل نے سب سے آگے بٹھلا کر ہر قسم کے اشارے کنایہ سمجھنے سے مجھے بالکل محروم کر دیا اس کے بعد اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

ہرقل: مدعی نبوت کا نسب اپنی قوم میں کس درجہ کا ہے۔

ابوسفیان: وہ ہمارے اندر نہایت شریف النسب ہیں۔

ہرقل: کیا ان سے پہلے تمہارے خاندان میں کسی دوسرے شخص نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا؟

ابوسفیان: کسی نے نہیں۔

ہرقل: کیا ان کے خاندان یا اجداد میں کوئی شخص کبھی بادشاہ ہوا ہے؟

ابوسفیان: کوئی نہیں (۱)۔

ہرقل: دعویٰ نبوت سے پہلے تم نے کبھی کسی بات میں ان کو جھوٹ سے متہم پایا ہے؟

ابوسفیان: کبھی نہیں بلکہ ہمیشہ سچائی میں مشہور و ضرب المثل رہے ہیں۔

ہرقل: ان کی عقل و رائے کے متعلق اب تک تمہارا کیا خیال رہا ہے؟

---

(۱) مکہ کی سرداری گو ہمیشہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباواجداد کی ہاتھ میں رہی مگر وہ کوئی باقاعدہ سلطنت نہ تھی بلکہ اس کی وہ شان تھی جو آج کل دیہات وقصبات میں قوم کے مکھیا اور چودھری کی ہوتی ہے اسلئے ہرقل کے سوال سلطنت کے متعلق یہ جواب بالکل بجا ہے۔۱۲ منہ

ابوسفیان: وہ نہایت عاقل و صائب الرائے ہیں کبھی ہم نے ان کی عقل ورائے میں کوئی نقص نہیں پایا البتہ میں ان کا ایک واقعہ حضور سے بیان کرنا چاہتا ہوں جو عقل سے بہت ہی بعید ہے اس سے بادشاہ کو ان کی عقل کا اندازہ ہو جائیگا۔

ہرقل: وہ کیا واقعہ ہے؟

ابوسفیان: مدعی نبوت کا دعویٰ ہے کہ ایک رات وہ زمین حرم (مکہ) سے چل کر بیت المقدس کی مسجد میں آئے اور صبح سے پہلے ہی پھر مکہ واپس آ گئے۔

اس وقت ہرقل کے پاس مسجد اقصیٰ کا دربان کھڑا ہوا تھا اس نے کہا جہاں پناہ مدعی نبوت اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں۔ ہرقل نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور کہا تجھے ان کا سچا ہونا کیسے معلوم ہوا۔ دربان نے جواب دیا کہ جہاں پناہ میرا معمول ہے کہ جب تک میں مسجد کے سب دروازے رات کو بند نہیں کر لیتا اس وقت تک کبھی نہیں سوتا۔ ایک رات میں نے حسب معمول سب دروازے بند کئے تو ایک دروازہ بند نہ ہوسکا میں نے اپنے ماتحت تمام خدام سے مدد لی اور زائرین میں سے بھی جتنے لوگ حاضر تھے سب کو بلایا اور سب نے مل کر اسے بند کرنا چاہا مگر اس کو حرکت بھی نہ ہوئی۔ وہ ایسا سخت ہو گیا جیسے پہاڑ کھڑا ہو۔ پھر میں نے نجاروں (بڑھئی) کو بلایا کہ شاید وہ اپنے آلات کی مدد سے اس کو بند کرسکیں مگر وہ بھی اس کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ صبح کو تو ہم اس کی کچھ تدبیر کر سکتے ہیں اس وقت کچھ نہیں کر سکتے ہم کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس دروازہ کو تو روزانہ ایک آدمی بے تکلف بند کر دیا کرتا تھا آج اسے کیا ہوا کہ سینکڑوں آدمیوں سے بھی نہیں ہلتا آخر ہم اس کو کھلا چھوڑ کر ہی سو گئے صبح کو میں پھر اس دروازہ کے پاس گیا تو اب وہ بے تکلف کھلتا اور بند ہو جاتا تھا اس وقت میں نے آس پاس نظر دوڑائی تو وہ پتھر (جس کو صخرہ کہتے ہیں جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے) جس کے اندر کا سوراخ جو عرصہ سے بند پڑا ہوا تھا مجھے کھلا ہوا نظر آیا اور جانور کے باندھنے کا نشان بھی اس جگہ محسوس ہوا اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رات دروازہ بند نہ ہونے کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس رات یہاں پر کوئی برگزیدہ شخص آنے والا تھا۔ چنانچہ اس کی سواری کے نشان قدم اور پتھر میں اس کے

باندھے جانے کا اثر موجود ہے۔

یہ واقعہ سن کر ہرقل نے اپنی قوم سے خطاب کیا کہ اے قوم کیا تم نہیں جانتے کہ قیامت سے پہلے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے تم کو دی تھی اور تم اس توقع میں ہو کہ وہ تمھارے خاندان میں سے ہوں گے۔

حاضرین نے جواب دیا کہ بے شک ہم اس بات سے واقف ہیں ہرقل نے کہا کہ بس سن لو اس نبی کا ظہور ہو چکا اور خدا تعالیٰ نے اس کو تمھارے خاندان کے علاوہ ایک دوسرے خاندان میں پیدا کر دیا اور یہ اس کی رحمت ہے وہ جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے اس کے بعد پھر ابوسفیان کی طرف رخ کیا اور کہا۔

ہرقل: اچھا جو لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں وہ تکبر و نخوت والے ہیں یا غریب مسکین؟

ابوسفیان: اب تک تو غریب مسکین ہی ان کا اتباع زیادہ کر رہے ہیں۔

ہرقل: ان کا گروہ ترقی کر رہا ہے یا تنزل؟

ابوسفیان: ان کی جماعت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

ہرقل: جو شخص مسلمان ہوتا ہے وہ اسلام کو ناپسند سمجھ کر کبھی مرتد تو نہیں ہوتا؟

ابوسفیان: نہیں۔ (۱)

ہرقل: کیا تم نے ان سے کبھی لڑائی بھی کی ہے؟

---

(۱) اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ ایک دو آدمی جیسے عبیداللہ بن جحش وغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی مرتد ہوئے ہیں اور آج کل بھی بعض لوگ مرتد ہو جاتے ہیں جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کوئی اسلام سے مرتد ہوا وہ اسلام کو ناپسند سمجھ کر نہیں ہوا بلکہ کسی لالچ و طمع کی وجہ سے مرتد ہوا اور آج کل جو لوگ مرتد ہوتے ہیں ان میں زیادہ تو وہ لوگ ہیں جو اسلام کی تعلیم و حسن سے بالکل ناواقف اور صورت و وضع سے پہلے ہی ہندو معلوم ہوتے ہیں اور بعض محض کسی لالچ و دباؤ سے مرتد ہوتے ہیں لیکن مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان ناواقفوں کو اسلام سے واقف بنائیں تاکہ اسلام ان کے دل میں پیوستہ ہو جائے پھر وہ کسی دشمن کے فریب میں کبھی نہ آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۱۲ منہ

ابوسفیان: جی ہاں کبھی لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔
ہرقل: لڑائی میں تم ان پر غالب ہوتے ہو یا وہ تم پر؟
ابوسفیان: کبھی وہ غالب آتے ہیں کبھی ہم۔
ہرقل: کیا کبھی ان سے بدعہدی یا خلف وعدہ کا صدور ہوا ہے؟
ابوسفیان: اب تک تو ایسا کبھی نہیں کیا مگر ان چند ایام کی خبر نہیں جو ہم کو سفر کی حالت میں گذرے ہیں کیونکہ آج کل ہمارا ان کا باہمی عہد صلح ہے دیکھئے وہ اس عہد کو پورا کرتے ہیں یا نہیں۔
ہرقل: اس کے متعلق تم کو کیوں اندیشہ ہے؟
ابوسفیان: میری قوم نے اپنے حلیفوں کی ان کے حلیفوں کے مقابلہ میں کچھ مدد کی ہے (یا مدد کرنا چاہتے ہیں)
ہرقل: جب ابتداء تمہاری طرف سے ہے تو تم ہی پر لے درجہ کے بدعہد ہوئے۔
ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں ان تمام باتوں کا جواب دیتے ہوئے سوائے ہاں یا نہ کے کچھ نہ کہہ سکا البتہ اس جواب میں اتنی بات بڑھانے کا مجھے موقعہ ملا کہ ان چند ایام کی مجھے خبر نہیں جو سفر کی حالت میں ہمیں گذرے ہیں مگر بخدا اس نے اس پر کچھ بھی التفات نہ کیا (بلکہ اس میں بھی مجھے لاجواب اور خاموش کر دیا) اس کے بعد پوچھا۔
ہرقل۔ وہ تم کو کن کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟
ابوسفیان۔ وہ ہم کو حکم دیتے ہیں کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کو چھوڑ دو۔ نیز وہ ہم کو نماز اور صدقہ کا بھی حکم دیتے ہیں اور سچ بولنے اور عہد کے پورا کرنے اور امانت کے ادا کرنے اور عفت و پاکبازی اور صلہ رحمی اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔

ہرقل کا اقرارِ حق

ہرقل ان تمام جوابات کو سن کر تھوڑی دیر خاموش رہا پھر ترجمان سے کہا کہ ان

لوگوں سے کہو کہ میں نے تم سے مدعی نبوت کے نسب کا حال دریافت کیا تھا جس کا جواب تم نے یہ دیا کہ وہ نہایت شریف النسب ہیں۔

پس سن لو کہ انبیاء علیہ السلام ہمیشہ اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں مبعوث ہوا کرتے ہیں (تا کہ مخلوق ان کو حقیر نظروں سے نہ دیکھے) میں نے تم سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ کیا ان سے پہلے کسی دوسرے شخص نے ان کے خاندان میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے جس کا جواب تم نے یہ دیا کہ ان سے پہلے ہمارے خاندان میں کسی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا اگر ایسا ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ یہ اپنے بڑوں کی تقلید کر رہے ہیں میں نے یہ سوال بھی کیا تھا کہ کیا ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوا ہے تم نے کہا نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو خیال ہو سکتا تھا کہ وہ نبوت کے حیلہ سے جدی میراث پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا تم نے دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ کے ساتھ ان کو متہم پایا ہے۔ تم نے کہا نہیں پس عقل کے نزدیک یہ بات واجب التسلیم ہے کہ جو شخص دنیوی امور میں بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز کرتا ہو وہ خدا پر بہتان باندھنے کی کبھی جرات نہیں کر سکتا۔

پس میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں میں نے تم سے ان کی عقل و دانش کا حال دریافت کیا تو تم نے ان کے عاقل و صائب الرائے ہونے کا اقرار کر لیا (اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس دعویٰ کا منشاء فتور عقل بھی نہیں ہو سکتا) میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کی پیروی کرنے والے نخوت و تکبر والے ہیں یا غرباء و مساکین تم نے جواب دیا کہ غرباء و مساکین زیادہ اتباع کرتے ہیں۔

پس سن لو کہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنے والے زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ ان کی جماعت ترقی پر ہے یا تنزل میں تم نے کہا کہ وہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے پس سن لو کہ ایمان کی یہی حالت ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک دن درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ کیا مسلمان ہونے والوں میں کوئی شخص اس دین سے نفرت کر کے مرتد بھی ہوتا ہے تم نے کہا نہیں۔ پس سن لو کہ ایمان جب دل میں پیوستہ ہو جاتا ہے تو اس کی یہی شان ہوا کرتی ہے درحقیقت مذہب

حق کے لئے ایک حلاوت ہے جس کا مزہ آجانے کے بعد اس کا چھوٹنا مشکل ہے۔

میں نے دریافت کیا تھا کہ کیا تم نے ان سے لڑائی کی ہے۔ اور جنگ میں غلبہ کس کو ہوتا ہے تم نے جواب دیا کہ لڑائی میں کبھی ان کو غلبہ ہوتا ہے کبھی ہم کو۔ اور یہ ایسا مضمون ہے جو ہمیشہ انبیاء سلف میں ہوتا ہے کہ جنگ و جدل ہرٹ کا ڈول بنا رہا کبھی ایک اوپر ہے کبھی نیچے (تا کہ دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم کو جبراً اپنا مطیع بنایا گیا) مگر یاد رکھو کہ آخری غلبہ رسولوں کو ہی ہوا کرتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا ان سے کبھی بدعہدی اور خلف وعدہ کا صدور ہوا ہے تم نے کہا نہیں پس یاد رکھو کہ رسول ہمیشہ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں معاہدہ کی پابندی انبیاء علیہم السلام کا زیور ہے، بدعہدی کرنا طالبان دنیا کا شیوہ ہے جو اپنی غرض کے سامنے کسی عہد کی پرواہ نہیں کرتے۔ طالب آخرت ہمیشہ ان باتوں سے بچا کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا تھا کہ وہ تم کو کن کن باتوں کا حکم دیتے ہیں تم نے جواب دیا کہ وہ ہم کو خدائے وحدہ کی عبادت کا حکم دیتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے روکتے اور بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں اور نماز اور سچ بولنے اور عفت وغیرہ کی تاکید کرتے ہیں۔

پس اے ابوسفیان اگر یہ سب باتیں جو تم نے بیان کی ہیں سچ ہیں تو بے شک محمد (ﷺ) اور ان کی جماعت کے لوگ عنقریب میرے پایہ تخت پر قبضہ کرلیں گے اور بخدا میں خوب جانتا ہوں کہ وہ نبی مرسل ہیں اور مجھے پہلے ہی سے ان کے ظہور کی خبر تھی مگر یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں ظاہر ہوں گے اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں کسی طرح ان کی خدمت میں حاضر ہوسکتا ہوں تو میں کوشش کر کے ان سے ملتا اور ان کے حضور میں حاضر ہوکر قدم چومتا اور پاؤں دھوکر پیتا مگر میں اپنے اندر اس کی طاقت نہیں پاتا کیونکہ اس صورت میں مجھے اپنی سلطنت کے زوال کا اندیشہ اور رومیوں کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے اگر یہ موانع موجود نہ ہوتے تو میں اسی وقت ان کا اتباع کرلیتا۔ اس کے بعد ہرقل نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کا والا نامہ (جو ایک معتمد کے پاس حفاظت کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا) منگایا اور اپنے بھتیجے کو (یا ترجمان کو دیا کہ سر دربار پڑھ

کر سنائے، چنانچہ اس نے پڑھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم [1]

من محمد عبداللہ ورسولہ الی ہرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ. اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الا سلام اسلم تسلم اسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الا ریسین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون O

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں سردار روم ہرقل کی طرف (پیام ہے کہ) سلام اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ اما بعد میں شہادت اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں یعنی کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے۔ اسلام لے آؤ حق تعالیٰ تم کو دہرا اجر دے گا اور اگر تو نے اعراض کیا تو (یاد رکھ کہ) تجھ پر تیری رعایا کے اسلام نہ لانے کا بھی گناہ ہوگا کیونکہ تو ہی انکے اسلام سے رکنے کا سبب ہوگا اور اے اہل کتاب پس آ جاؤ ایسی ایک بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مساوی اور مشترک ہے کہ ہم نہ عبادت کریں اللہ کے سوا کسی کی اور نہ شریک بنائیں اس کا کسی کو اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے میں سے کسی کو رب نہ بنائیں پس اگر

---

(۱) اس مختصر والا نامہ کی شوکت و بلاغت قابل دید ہے کہ چند جملوں میں کتنے مضامین ہیں امر بھی ہے اور ترغیب بھی، اور زجر بھی ہے اور ترہیب بھی، دعوت بھی ہے اور دلالت بھی، استغناء کی شان بھی ہے اور خیر خواہی بھی، اپنا نام ہرقل کے نام سے مقدم کر کے بتلا دیا کہ اسلام کفر پر غالب ہے، مغلوب نہیں، ہرقل کو بادشاہ کے لقب سے نہ یاد کرنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ عنقریب اس کی سلطنت پر اسلامی قبضہ ہونے والا ہے لہذا وہ گویا بحکم معزول ہے کیوں نہ ہو آخر تو یہ اس ذات کا کلام ہے جو جوامع کلم سے ممتاز ہے۔ ۱۲ منہ

اہل کتاب اس بات کو نہ مانیں تو کہدو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔ آہ

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہرقل کے بھتیجے نے یہ دیکھ کر کہ اس والا نامہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنا نام ہرقل کے نام سے پہلے تحریر فرمایا اور اس کو ملک الروم (شاہ روم) کے بجائے عظیم الروم یعنی سردار روم کے خطاب سے یاد فرمایا ہے اس کے پڑھنے سے انکار کیا اور غصہ سے بے تاب ہو کر چاک کرنا چاہتا تھا۔ ہرقل نے اس سے غصہ کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ تم ایسے شخص کا خط کیوں سنتے ہو جس نے اپنا نام تمہارے نام سے پہلے لکھا اور تم کو بادشاہ کے لقب سے یاد کرنے کے بجائے سردار روم کے خطاب سے یاد کیا ہے یہ خط پھینک دینے اور چاک کر دینے کے قابل ہے۔

ہرقل نے کہا کہ تو بہت ہی بے وقوف معلوم ہوتا ہے یا تیری عقل جاتی رہی ارے احمق! تو ایسے شخص کے خط کو پھینکنا اور چاک کرنا چاہتا ہے جس کے پاس خدا کا معزز فرشتہ آتا ہے میری جان کی قسم! اگر وہ اپنے قول کے موافق خدا کے رسول ہیں تو وہ اسی کے مستحق ہیں کہ اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھیں اور ان کا مجھے سردار روم لکھنا بھی بے جا نہیں کیونکہ میرا اور سب کا بادشاہ حقیقت میں خدا ہے وہی سب کا مالک ہے اسی نے رومیوں کو میرے لئے مسخر و مطیع بنایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو میری رعایا کو بھی مجھ پر اسی طرح قابو یافتہ کر دیتا جس طرح اہل فارس کو کسریٰ پر مسلط کر دیا کہ ایک رات میں انہوں نے اپنے بادشاہ کو جان سے مار ڈالا۔

پس میں تمہارا بادشاہ نہیں محض ایک سردار ہوں جس کو تم نے متفق ہو کر اپنا بڑا بنا لیا ہے اس کے بعد اس نے نہایت ادب کے ساتھ والا نامہ کو حرفاً حرفاً سنا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں دیکھ رہا تھا کہ والا نامہ کے پر شوکت الفاظ کی ہیبت سے ہرقل کی پیشانی پر بار بار پسینہ آتا اور اس کی صورت سے خوف کے آثار مترشح ہوتے تھے۔

قیصر روم کی یہ حالت دیکھ کر حاضرین متحیر رہ گئے اور شاہی توجہ اسلام کی طرف مائل پا کر چار طرف سے اراکین سلطنت نے شور مچایا اس بدامنی اور شور شغب میں

ابوسفیان مع اپنی جماعت کے دربار سے باہر کر دیئے گئے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہرقل کے یہ کلمات سن کر اور اس کی حالت دیکھ کر میں بھی حیران تھا اور خیال کرتا تھا کہ محمد (ﷺ) نے چند روز میں اس قدر ترقی کر لی کہ بادشاہ روم کے دل میں بھی آپ کا رعب وجلال جگہ کئے ہوئے ہے چنانچہ دربار سے باہر نکل کر انہوں نے اپنے رفقاء سے کہا کہ ابو کبشہ [1] کے لڑکے نے تو بڑا عروج حاصل کر لیا کہ قیصر روم بھی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ان کے رعب سے ڈرتا اور کانپتا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس منظر کو دیکھنے سے مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ بالضرور غالب ہو کر رہیں گے یہاں تک کہ ایک وہ وقت بھی آ گیا کہ خدا نے مجھے اسلام میں داخل ہونے توفیق دی۔

جان وآبرو ہر شخص کو عزیز ہے اور عزت وجاہ کا چھوڑنا کوئی سہل بات نہیں اس لئے ہرقل نے اراکین سلطنت کا رنگ بدلا ہوا پا کر سکوت اختیار کیا اور بات کو ٹال کر اپنے مشاغل سلطنت میں مشغول ہو گیا دربار برخاست ہونے کے بعد اس نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے ساتھ خاطر ومدارت سے پیش آیا اور نہایت اکرام کے ساتھ ان کو مدینہ منورہ واپس کیا۔

(باوجود تلاش بسیار کے ہم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہرقل نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کے اس والا نامہ کا کیا جواب دیا ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کا خیال دل میں لئے ہوئے رہا اور اس کوشش میں تھا کہ اہل روم سب میرا کہنا مان لیں تو میں اپنی رعایا کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاؤں کیونکہ اس کے خلاف صورت میں وہ اپنی سلطنت اور جان کو خطرہ میں سمجھتا تھا اس کا خیال تھا کہ میں نے اسلام کا لفظ زبان سے نکالا اور میری رعایا نے اسی وقت مجھے تخت سے اتار کر سلطنت سے معزول کیا اور اسی پر بس نہ کریں گے بلکہ میری جان لینے کے بھی درپے ہوں گے مگر یہ محض ایک شیطانی

---

(۱) ابو کبشہ غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضائی باپ ہیں اور اس وقت حضرت ابوسفیان کا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لقب سے یاد کرنا اسی جاہلیت اور کفر کا اثر تھا جس پر وہ ابھی تک قائم تھے۔۱۲ منہ

وسوسہ تھا۔ جس نے ہرقل کو دولت لازوال سے محروم رکھا۔

اگر وہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کے والا نامہ میں کافی غور کرتا تو اس کو معلوم ہو جاتا کہ نبی آخر الزماں ﷺ اس کو قبول اسلام کی صورت میں ہر قسم کی سلامتی کی بشارت دے رہے ہیں۔ چنانچہ اسلم تسلم میں اسی طرف اشارہ تھا۔ مگر غالباً ہرقل نے اس کو صرف سلامت آخرت پر محمول کیا۔ حالانکہ بہبودی آخرت کی بشارت کا ذکر والا نامہ کے دوسرے جملہ اسلم یوتک اللہ اجرک مرتین۔ میں مستقل طور پر تھا۔

نجاشی سلطان حبش نے اس اشارہ کو سمجھا اور حضور ﷺ کا فرمان مبارک پڑھتے ہی بے تکلف اپنے اسلام کا اظہار کیا جس کے بعد رعایا اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکے بلکہ اراکین سلطنت بادشاہ کو مسلمان دیکھ کر بکثرت اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے اور نجاشی امن وامان کے ساتھ اپنے تخت سلطنت پر بدستور قابض رہا۔ اور اس کے بعد بھی سلطنت اسی کے خاندان میں باقی رہی۔ اگر ہرقل بھی فرمان نبوی کے اس اشارہ کو سمجھ کر اپنا اسلام ظاہر کر دیتا تو یقیناً اس کی سلطنت بھی محفوظ رہتی اور جان پر بھی کوئی خطرہ نہ آتا مگر توفیق خدا ہی کے قبضہ میں ہے وہ جس کو چاہے ہدایت کرے اور جس کو چاہے اس سے محروم رکھے چونکہ ہرقل کے دل میں اسلام کی طرف میلان پیدا ہو چکا تھا اس لئے اس نے حضور ﷺ کے اس والا نامہ کی اطلاع روم کے سب سے بڑے پادری کو خط کے ذریعہ سے دی اور اس کے بعد بیت المقدس سے چل کر اپنے پایہ تخت حمص میں پہنچا جہاں بڑے پادری کا جواب بھی اس کو ملا جس میں ہرقل کی رائے کی تائید تھی۔ اور یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ زمانہ نبی آخر الزمان کے ظہور کا وقت ہے۔ اور بے شک یہ شخص جس کا خط بادشاہ کے نام سے صادر ہوا ہے۔ وہی نبی ہے۔

جنگ موتہ

اس جواب سے گو ہرقل کی رائے میں پہلے سے زیادہ قوت پیدا ہو گئی مگر اس کی ظاہر حالت اسلام کے خلاف ہی رہی۔ جس کا زیادہ سبب اراکین سلطنت کی مخالفت

تھی چنانچہ اس نے ۸ ھ میں بمقام موتہ ایک لشکر جرار کے ساتھ خود مسلمانوں پر حملہ کیا۔ جس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارث بن عمرو ازدی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم یا حاکم بصریٰ کے نام خط دے کر شام کی جانب روانہ کیا تھا راستہ میں قیصر کے ایک ماتحت نے جس کا نام شرحبیل بن عمر غسانی ہے۔ ان کو قید کر لیا۔ اور پھر سامنے بلا کر قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اطلاع ملی کہ میرا قاصد راستہ ہی میں مار ڈالا گیا۔ تو آپ اس رنج و غصہ کو ضبط نہ کر سکے اور ماہ جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں مسلمانوں کی تین ہزار فوج حضرت زید بن حارثہ کی ماتحتی میں ملک شام کی جانب اس غرض سے روانہ فرمائی کہ ظالم و بدعہد غسانی شاہزادہ سے اس غدر و بے رحمی کا انتقام لے۔

شرحبیلؒ نے قاصد کے قتل کا اقرار کیا اور ایک عظیم الشان جنگ کی بنیاد ڈالی۔ جس میں ہرقل سے بھی مدد طلب کی تو ہرقل اپنے ماتحت کی امداد کو ایک لاکھ جرار فوج لے کر خود مقام بلقاء پر آ پہنچا مسلمانوں کی مختصر جماعت نے اس بے شمار جمعیت کی خبر سنی تو اول رکے اور دو رات اسی مشورہ میں گذاریں کہ لڑنا چاہئے یا حضور ﷺ کو اطلاع دے کر کمک آنے کا انتظار کیا جائے آخر حضرت عبداللہ بن رواحہ سے نہ رہا گیا۔ اور انہوں نے اس طرح تقریر کی کہ:۔

اے بہادران اسلام! جس آرزو کے حاصل کرنے کو تم مدینہ سے نکلے ہو۔ واللہ اسی سے آج ڈر رہے ہو۔ آخر بتاؤ تو سہی کہ شہادت کے سوا تمہارا کیا مقصود ہے۔ جس نے تمہیں گھروں سے نکالا پھر تمہارا گھبرانا یا کمک کے انتظار میں جنگ سے پس و پیش کرنا عبث ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ ہم قوت یا کثرت کے بھروسہ کبھی نہیں لڑے۔ ہم کو تو اپنے اس دین پر لڑنا اور جان دینا منظور ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ نے ہم کو نوازا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ جنگ کا انجام یا فتح ہے یا جام شہادت اور یہ دونوں صورتیں ہمارے لئے بہتر ہیں۔ اس لئے خدا پر نظر کر کے چلو اور آمادہ کارزار ہو جاؤ۔

یہ تقریر سن کر مسلمانوں کے بدن میں حرارت ایمانی پیدا ہو گئی اور رگ شجاعت میں ہمت و مردانگی کا خون لہریں مارنے لگا۔ چنانچہ اب چل پڑے اور شوق شہادت میں

اب ہر اک کی یہ خواہش تھی کہ سب سے آگے میرا قدم ہو۔

حضرت زید بن حارثہؓ نے اسلامی جھنڈے کو حرکت دی۔ اور اپنی تین ہزار کی مختصر جماعت کو ساتھ لئے ہوئے ایک لاکھ سے زیادہ دشمنوں کے مقابلے میں سب سے آگے جاتے ہوئے نظر آئے۔ شجاعت و مردانگی نے ان کے قدم چومے اور اقبال وظفر نے پیشانی کا بوسہ لیا۔ کیونکہ باوجود قلت جماعت کے ان کی ثابت قدمی اور تمیں ۳۰ گنی تعداد سے زیادہ فوج کے مقابلہ پر آمادگی عقل کو حیران بنائے دیتی تھی۔ غیبی نصرت کے ابر کرم نے ان پر سایہ کیا اور حمایت خداوندی کا چھتر سر پر رکھے ہوئے جس وقت حضرت زید صف بندی کر کے آگے بڑھے تو رومیوں کی فوج میں زلزلہ پیدا ہو گیا۔

اس ہیبت ناک جنگ میں مسلمانوں کے تین افسر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ جس کی پیشین گوئی حضور ﷺ اشارۃً پہلے ہی فرمادی تھی کیونکہ مدینہ سے چلتے ہوئے جس وقت سیدنا رسول اللہ ﷺ نے سرداری کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ کے ہاتھ میں دیا تو یہ فرمادیا تھا کہ اس لشکر کے سردار زید بن حارثہ ہیں۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو جھنڈا لینا چاہیئے اگر جعفر بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ سردار ہیں اگر وہ بھی شہید ہوں تو مسلمانوں میں سے کسی کو سردار بنالیا جائے۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد کے وقت ایک یہودی عالم موجود تھا۔ وہ بول اٹھا کہ اے ابوالقاسم (روحی فداہ) اگر آپ نبی ہیں تو یہ سب سردار مارے جائیں گے۔ کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل جب کسی کو سردار بنا کر یہ فرماتے کہ یہ مارا جائے تو دوسرے کو سردار بنا یا جائے۔ تو وہ شخص ضرور مارا جاتا تھا۔ اگر وہ اس طرح سو آدمیوں کا نام بھی لیتے تو سو ۱۰۰ کے سو ۱۰۰ مارے جاتے تھے۔ پھر اس یہودی نے زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب سے کہا کہ تم کو جو کچھ وصیت کرنا ہو کرتے جاؤ۔ کیونکہ اگر محمد (ﷺ) نبی ہیں تو بخدا تم لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ ہم دل سے حضور ﷺ کی رسالت پر گواہ ہیں۔

چنانچہ اسی طرح ہوا کہ جن جن سرداروں کے نام حضور ﷺ نے لئے تھے وہ

سب شہید ہوئے ۔ آخر حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلامی نشان ہاتھ میں لے کر قدم آگے بڑھایا اور شرافت وشجاعت کا ثبوت دیتے ہوئے بکمال ہمت بسم اللہ کہہ کر رومی فوج کے ٹڈی دل میں جا گھسے ۔ اور وہ تہلکہ بپا کیا جس کا نمونہ زمانے کی آنکھوں نے بہت کم دیکھا ہوگا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں تو ہرقل کی فوج ایک لاکھ ہی تھی ۔ پھر ایک لاکھ کی کمک اور آ گئی اور عرب متنصرہ کی پچاس ہزار فوج بھی آخر میں رومیوں کا ساتھ دینے کے لئے پہنچ گئی تھی ۔ اس طرح کفار کی مجموعی تعداد دو لاکھ پچاس ہزار سے اوپر تھی ۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا شیرانہ حملہ ایسا نہ تھا جو فوج کو بجائے خود قائم رہنے دیتا اس خونخوار یورش نے دشمن کی صف بندی میں انتشار پیدا کر دیا ۔ اور مسلمان رومی افواج کو چیرتے پھاڑتے آگے بڑھتے چلے گئے ۔ حضرت سیف اللہ کو اس جنگ میں یکے بعد دیگرے نو تلواریں بدلنی پڑیں ۔ کیونکہ کثیر تعداد خودوں اور سروں کے کاٹنے سے تھوڑی ہی دیر میں تلوار کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے تھے ۔ آخر میں ایک چوڑی یمنی تلوار نے دیر تک کام دیا ۔ جس کا آخری انجام یہ ہوا کہ رومی فوج ٹھہر نہ سکی اور سینکڑوں لاشیں چھوڑ کر میدان سے رخ پھیر کر بھاگتی ہوئی نظر آئی اور اسلامی مختصر فوج کے ہاتھ سے دو لاکھ پچاس ہزار کی جماعت کو ایسی شکست نصیب ہوئی ۔ جس کی ہیبت سے ہمیشہ ان کے دل کانپتے تھے ۔

اس واقعہ میں کچھ مسلمان کفار کی زیادہ جمعیت دیکھ کر مدینہ کو بھاگ بھی آئے تھے جن کو حضور ﷺ نے کچھ ملامت نہیں فرمائی بلکہ بعض صحابہ نے جب ان کو بھگوڑا کہہ کر طعن دیا تو حضور ﷺ نے یہ فرما کر تسلی دی کہ نہیں تم بھاگنے والے نہیں ہو ۔ بلکہ لوٹ کر حملہ کرنے والے ہو کہ میرے پاس کمک اور امداد لینے کی غرض سے آئے تھے ۔

کیونکہ اتنی بڑی جماعت سے مقابلہ کرنا ہر شخص کا کام نہ تھا ۔ پس اگر کوئی بہ تقاضائے بشریت تدبیر پر نظر کر کے ایسے وقت میں مقابلہ سے جان چرا جائے اس پر

شرعاً کوئی ملامت نہیں۔ البتہ جس کی نظر ایسے وقت میں بھی تقدیر پر رہے۔ اور خدا پر پورا بھروسہ کر کے مقابلہ پر آمادہ ہو جائے جیسا کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے کیا ان کی ہمت کو آفریں اور ہزار بار آفریں ہے اور اس توکل و مردانگی کا نتیجہ ہمیشہ غیبی نصرت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ واقعہ موتہ اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور حضرات صحابہ و سلاطین اسلام کے صدہا کارنامے ایسے نظائر سے بھرے پڑے ہیں۔

غزوۂ تبوک

اس واقعہ میں مسلمانوں کی تین ہزار ۳۰۰۰ مختصر جماعت سے ڈھائی لاکھ ۲۵۰۰۰۰ کی جمعیت ہوتے ہوئے ہرقل کو جس ذلت کی شکست ہوئی اس کو نہ تنہا اسی کا دل محسوس کرتا تھا۔ بلکہ اطراف و جوانب میں رومیوں کی رسوائی کا غلغلہ پڑ گیا۔ اس لئے ہرقل نے خفت اتارنے کو اگلے سال ۹ھ میں پہلے سے زیادہ جمعیت اکٹھی کی اور مدینہ میں یہ افواہ گرم ہوئی کہ قیصر روم نے ملک شام میں بلخم و خدام اور عاملہ و غسان کے مختلف بہادر جماعتوں کا نہایت کثیر لشکر فراہم کیا اور سال بھر کا سامان رسد تقسیم کر دیا ہے اور اب وہ لشکر جرار لے کر براہ شام حجاز کی طرف چلا آ رہا ہے اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے سیدنا رسول اللہ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ خود ہی اس پر لشکر کشی فرمائیں اور اس سے پہلے کہ وہ حدود عرب میں داخل ہو مقام تبوک پر اس کو روک کر مقابل بنائیں چنانچہ ماہ رجب میں آپ نے سفر کا عزم فرمایا۔ اور چند روز میں اسلامی لشکر دس ہزار ۱۰۰۰۰ کی تعداد میں تبوک جا پہنچا۔ جہاں سے ہرقل کا پایہ تخت حمص نزدیک ہی تھا۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے چودہ دن تبوک میں قیام فرمایا۔ لیکن رومیوں کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ جب آپ نے دیکھا کہ ہرقل کی فوج کشی محض بانگ دہل ہی تھی۔ اور برسوں بھی مقیم رہیں تو اس کے مقابلہ کی نوبت نہیں آ سکتی۔ تب آپ نے صحابہ کے مشورہ سے مدینہ کو مراجعت کا قصد فرمایا۔ مگر واپسی سے پہلے ایک مرتبہ اور اتمام حجت کے لئے ہرقل کے نام دعوت اسلام کا خط روانہ فرمانا چاہا۔

ہرقل کے نام بارگاہ رسالت کا دوسرا فرمان

چنانچہ اس دفعہ بھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ خدمت سفارت کے انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے۔ اور وہ قاصد رسول بن کر دوسری بار پھر قیصر کے دربار میں پہنچے ہرقل کے دل میں تو پہلے ہی دعوت سے اسلام کی طرف میلان پیدا ہو چکا تھا۔ مگر اس کی خواہش یہ تھی کہ میرے اراکین سلطنت بھی اس رائے میں اتفاق کرلیں تو پھر قبول اسلام کے راستہ میں کوئی رکاوٹ اور خطرہ نہ رہے گا۔ اس لئے اس نے آخری کوشش پھر کی اور جب دوسرا فرمان رسالت اس کے نام پہنچا تو اس نے مشہور علماء نصاریٰ اور معزز اراکین سلطنت کو قلعہ حمص میں جمع کیا اور تمام دروازوں کو مقفل کرانے کے بعد اسطرح تقریر کی کہ:۔

اے جماعت روم! اگر تم نجات کے متلاشی ہو اور ہدایت کے رستہ پر چلنا چاہتے ہو۔ اور اپنی سلطنت کی بقا کے طالب ہو تو عربی پیغمبر (ﷺ) کا اتباع اختیار کرلو۔ میں نے جہاں تک غور کیا وہ خدائے پیغمبر معلوم ہوتے ہیں پس حق واضح ہو جانے کے بعد میری رائے میں ملکی رسوم اور آبائی مذہب کا پاس کرنا نہ قرین عقل ہے اور نہ مقتضائے دیانت۔

ہرقل اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ مجمع کا رنگ بدلا ہوا پایا کہ حاضرین مجلس نے یکلخت شور برپا کیا۔ اور ناراض ہو کر منہ میں بڑبڑانے اور طیش میں پیچ وتاب کھاتے دربا سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور باہر کا راستہ لیا مگر کواڑ مقفل تھا اس لئے پھر واپس ہوئے۔

ہرقل نے رخ پلٹا ہوا دیکھ کر اپنی بات کا پہلو بدلا۔ اور ان کے اسلام سے مایوس ہو کر کہنے لگا میں نے تو تم کو آزمانا چاہا تھا کہ دیکھوں تم اپنے مذہب میں کیسے ثابت قدم ہو سو جو کچھ مجھے دیکھنا تھا میں نے دیکھ لیا۔ یہ سن کر سب کے چہرے خوشی سے دمکنے لگے۔ اور ہرقل کے سامنے سب سجدہ میں گر گئے۔ اس کے بعد پھر ہرقل کو ہمت نہ ہوئی کہ مذہب اسلام کی تائید یا ترغیب میں کوئی کلمہ زبان سے نکالے۔ البتہ قاصد اسلام

حضرت دحیہ کلبی کو بلایا اور کہا کہ اس سلطنت میں ایک شخص تمام علماء نصاری میں نہایت باعظمت اور سب سے زیادہ معزز ہے جس کا نام ضغاطر ہے۔ تم اس کے پاس جا کر اپنے پیغمبر کے حالات سناؤ اور دیکھو وہ کیا کہتا ہے اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو سمجھ لو کہ تمام نصاری مسلمان ہو جائیں گے۔

حضرت ضغاطر عالم نصاری کا اسلام

چنانچہ حضرت دحیہ وہاں سے اٹھ کر ضغاطر کے مکان پر پہنچے جو عمر رسیدہ اور ضعیف شخص تھا اور اس کو اسلام کی تبلیغ فرما کر ہرقل کا قول بھی سنا دیا جس سے ظاہر ہوا تھا کہ ضغاطر کے اسلام لانے پر تمام نصاری اسلام لے آئینگے۔

ضغاطر رضی اللہ عنہ درحقیقت اپنے مذہب کے فہیم عالم تھے اس لئے قبول حق میں ان کو ذرا تامل نہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سن کر بے ساختہ بول اٹھے کہ واللہ یہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر تھے کیونکہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے ان کی بشارت ہم کو دی ہے۔ پس میں ان کی رسالت کی تصدیق کرتا اور ان پر ایمان لاتا ہوں اور جب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچو تو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور آپ کو مطلع کر دینا کہ میں شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا معتقد ہو چکا ہوں۔

اس کے بعد ضغاطرؓ نے اپنا پہلا لباس اتار کر پھینکا اور سفید کپڑے پہن کر عصاء ہاتھ میں لئے ہوئے باہر نکلے تا کہ اپنا ایمان علی الاعلان ظاہر کریں اپنے مکان سے چل کر اس کلیسا میں پہنچے جہاں علماء نصاری اور پروان نصرانیت کا بڑا مجمع تھا۔ اور بآواز بلند کہا کہ۔

اے مذہب نصرانیت کے شیدائیو! میں پیغمبر عربی ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کی غرض سے کہتا ہوں کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ہم کو بشارت دی تھی۔ پس اگر نجات کے طالب ہو تو جلدی کرو اور اسلام سے بہرہ یاب بنو۔

ضغاطر رضی اللہ عنہ کے یہ کلمات سن کر نصاریٰ کے چہرے سرخ ہو گئے اور چار طرف سے حملہ کرتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے حضرت ضغاطر اس ضرب شدید کے متحمل نہ ہو سکے اور اسی جگہ جاں بحق تسلیم ہوئے۔ ''فانالله و انا اليه راجعون''

حضرت دحیہؓ وہاں سے واپس ہو کر پھر ہرقل کے پاس آئے۔ اور ضغاطرؓ کا سارا قصہ بیان کیا۔ ہرقل نے کہا کہ میں تجھ سے پہلے ہی کہتا تھا کہ اسلام لانے میں ہم کو نصاری کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے باوجودیکہ ضغاطر کی عظمت اور اس کی ہر بات کی عزت نصاری میں مجھ سے بدرجہا زائد تھی۔ مگر اسلام کا نام زبان سے نکلتے ہی جو کچھ برتاؤ اس کے ساتھ کیا گیا تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

ہرقل کا خط بنام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کا جواب لکھا جس میں اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا اور آپ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر کچھ سونا بھی بھیجا رسول اللہ ﷺ نے ہدیہ کو تو قبول فرما لیا اور وہ سونا صحابہ میں تقسیم فرما دیا مگر ہرقل کے اقرار اسلام کے متعلق ارشاد فرمایا ''كذب عدوالله ليس بمسلم (رواه ابو عبيد بسند صحيح من مرسل بكر بن عبدالله المزني وفي سند احمد انه كتب من تبوك الى النبي صلى الله عليه وسلم اني مسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم ''كذب بل هو على نصرانية ''كذافي فتح البارى ص ۳۵ ج ۱) یعنی دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ بدستور اپنی نصرانیت پر جما ہوا ہے۔

اگر ہرقل کے متعلق سیدنا رسول اللہ ﷺ کا یہ صاف وصریح ارشاد نہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ شاید وہ دل سے اسلام لے آیا ہو، اور ظاہر میں اپنی سلطنت اور جان کی حفاظت کے لئے نصرانی بنکر مسلمانوں سے مقابلہ اور جنگ وجدال کے گناہ کا مرتکب ہوا ہو مگر ارشاد نبوی کے بعد اس کہنے کی مطلق گنجائش نہیں اور جتنی باتیں اس نے اسلام

اور داعی اسلام کی تصدیق و تائید میں کہی ہیں سب کو تصدیق اضطراری اور اس معرفت پر محمول کیا جائے گا جس پر علمائے یہود و نصاریٰ کے دل قدرتی طور پر مجبور تھے۔ کیونکہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا حال بلکہ آپ کا خط و خال تک ان کی کتابوں میں مفصل مذکور تھا۔ (الذین آتینا هم الکتٰب یعرفو نه کما یعرفون ابناء هم) اور ظاہر ہے کہ اسلام اضطراری معرفت کا نام نہیں، بلکہ تصدیق اختیاری کا نام ہے۔ جس سے ہرقل محروم رہا۔

ہرقل کا فرار

ابن اسحٰق اپنے مغازی میں لکھتے ہیں کہ جب ہرقل کے لشکروں کو ہر موقعہ پر اسلامی فوج سے ذلت کی شکست یکے بعد دیگرے نصیب ہوئی اور اس نے ملک شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ میں پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ اس وقت اہل روم کے سامنے تین باتیں پھر پیش کیں۔ کہ یا تو تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یا مسلمانوں کو جزیہ دینا منظور کر لو یا مسلمانوں سے اس شرط پر صلح کر لو کہ درب شام سے پرے کا حصہ ہمارے قبضہ میں رہے، اور ادھر کا حصہ مسلمانوں کے تخت میں مگر ضدی رومیوں نے ان میں سے ایک بات بھی منظور نہ کی تو مجبور ہو کر وہ قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا اور جب درب شام پر پہنچا تو کچھ دیر وہاں ٹھہرا اور زمین شام کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ السلام علیک ارض سوریة تسلیم المودع، اے زمین شام تجھ پر سلام ہے آخری سلام، پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا۔

اس میں شک نہیں کہ ہرقل کے دل کو اسلام کا خیال ہمیشہ گدگداتا رہا۔ مگر افسوس کہ وہ دنیاوی چندروزہ عیش و عشرت پر آخرت کی دائمی راحت کو ترجیح نہ دے سکا۔

والا نامہ کی حفاظت

اسلام اور داعی اسلام کی جو عظمت اس کے دل میں تھی اس کا ایک اثر یہ بھی تھا کہ اس نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کو جو اس کے نام ارسال کیا گیا تھا۔

نہایت حفاظت واحترام کے ساتھ سونے کے قلمدان میں بند کر کے سونے کے جڑاؤ صندوق میں مقفل کیا اور اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اس خط کو نہایت حفاظت سے رکھنا، جب تک یہ تمہارے پاس رہے گا اس وقت تک تمہاری سلطنت باقی رہے گی۔

حافظ ابن حجر [1] فرماتے ہیں کہ سیف الدین فلیح منصوری ایک بار سلطان قلادون کی طرف سے اسلامی سفیر بن کر شاہ فرنج کے پاس کسی کام کو گئے تھے۔ اس نے وہ کام پورا کر کے ان کو کچھ دن اپنے پاس ٹھہرانا چاہا تو سیف الدین نے زیادہ قیام کرنے سے انکار کیا۔ شاہ فرنج نے کہا کہ میں تم کو ایک عجیب تحفہ دکھاؤں گا تم ضرور ٹھہرو چنانچہ اصرار کے بعد قیام پر راضی ہوئے تو بادشاہ نے سونے کا جڑاؤ صندوق منگایا اور اس میں سے سونے کا قلمدان نکال کر ایک خط ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا نکالا اور کہا یہ تمہارے نبی کا خط ہے جو میرے دادا قیصر کے نام آپ نے ارسال فرمایا تھا۔ یہ اب تک بحفاظت تمام ہمارے خاندان میں بطور میراث کے چلا آرہا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کی وصیت ہے کہ جب تک یہ خط ہمارے پاس رہیگا اس وقت تک ہماری سلطنت زائل نہ ہوگی۔ اس لئے ہم غایت تعظیم کے ساتھ اس کی حفاظت کرتے چلے آرہے ہیں اور نصاریٰ کو عام طور پر اس تحفہ کی اطلاع نہیں کرتے، مبادا کوئی اس کو چرا لے اور ہماری سلطنت پر زوال آئے۔

ہرقل کے اس خیال کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوئی ہے جس کو مسند احمد میں سعید بن ابی راشد تنوخی کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔ وہ تنوخی نصرانی [2] سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ وہ شخص ہے جس کو ہرقل نے اپنا قاصد بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کی طرف دعوت دی اس نے قبول اسلام سے انکار کیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے تنوخی! میں نے تمہارے بادشاہ کے نام ایک خط لکھا ہے اس کو حفاظت سے رکھنا جب تک زندگی میں بھلائی ہے اس وقت تک لوگ

---

(۱) یہ واقعہ حافظ ابن حجر کے زمانہ ہی کا ہے۔ ۱۲ منہ

(۲) تہذیب التہذیب سے معلوم ہوتا ہے کہ تنوخی قاصد ہرقل حضور ﷺ کے بعد اسلام لے آیا تھا۔ ۱۲ منہ

اس خط کی وجہ سے تمہارا رعب اپنے دلوں میں پاتے رہیں گے۔ (اوکما قال)

نیز ابو عبید نے کتاب الاموال میں عمیر بن اسحٰق سے مرسلاً روایت کی ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے ایک خط کسریٰ کو لکھا تھا اور ایک ہرقل کو۔ کسریٰ نے تو آپ کے والا نامہ کو چاک کر دیا اور ہرقل نے اس کو لپیٹ کر ادب کے ساتھ اونچی جگہ رکھا۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ لوگ (یعنی شاہان فارس) تو چاک کر دیئے جائیں گے اور ان لوگوں (یعنی نصاریٰ اور ہرقل وغیرہ) کیلئے کچھ باقی رہے گا۔

چنانچہ کسری کا سارا خاندان تباہ ہوا۔ اور اس کی سلطنت بالکل جاتی رہی۔ اور ہرقل اور اس کا خاندان اس تباہی سے بچ گیا، اور گو اس کی سلطنت کا زیادہ حصہ مقبوضہ اسلامی میں داخل ہو گیا۔ مگر پھر بھی عرصہ دراز تک سلطنت اس کے خاندان میں باقی رہی (اور ممکن ہے کہ اب بھی اس کی نسل میں کوئی بادشاہ موجود ہو) اور قوم نصاریٰ میں سلطنت کا باقی رہنا تو شاہد ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب آپ کو کسریٰ کا جواب پہنچا تو آپ نے فرمایا مزق اللہ ملکہ (خدا اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کرے) اور جب ہرقل کا جواب پہنچا تو فرمایا ثبت اللہ ملکہ (خدا اس کی سلطنت کو قائم رکھے کذا فی الفتح للحافظ) بہر حال ان سب روایات سے ہرقل کی اس دلیل کی تائید ہوتی ہے جو اس نے والا نامہ نبوی کی حفاظت کے متعلق اپنی وصیت میں ظاہر کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

(وکل ما کتبناہ ھناک مما یتعلق بھرقل واحوالہ ملتقط من البخاری وشرحہ فتح الباری ومن سیرۃ ابن ھشام والسیرۃ الحلبیۃ)

اشاعتِ اسلام

جو لوگ اسلام کو یہ کہہ کر بدنام کرتے ہیں کہ اس کی اشاعت جبر واکراہ سے ہوئی وہ ہم کو بتلائیں کہ ہرقل کے منہ سے اسلام اور داعی اسلام کی تصدیق کا نکلنا کس جبر واکراہ کا نتیجہ تھا اور والا نامہ نبوی کے ساتھ کون سا لشکر اس پر چڑھائی کر کے گیا تھا۔

نیز یہ بھی بتلائیں کہ ضغاطر عالم نصاریٰ نے کس کے جبر واکراہ سے اسلام قبول کیا اور کس بات نے اس کو سیدنا رسول اللہ ﷺ کی تصدیق پر مجبور کیا تاریخ شاہد ہے کہ ہرقل نے جو کچھ کہا اپنے اس علم کی بنا پر کہا جو کتب سابقہ سے اس کو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حاصل تھا۔ اور اسی علم نے ضغاطر کو اسلام اور داعی اسلام کی حقانیت ظاہر کرنے پر مجبور کیا۔ مسلمانوں کی طرف سے ان پر کسی قسم کا جبر نہیں ہوا، بلکہ اس کے خلاف نصاریٰ کے جبر وتشدد نے ضغاطر کو اسلام سے ہٹانا چاہا۔ مگر چونکہ اسلام اس کے دل میں گھر کر چکا تھا۔ اس لئے اس نے جان دینا گوارہ کیا اور اسلام سے منہ موڑنا گوارہ نہ کیا۔ اس سے جو کچھ نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے تو کسی پر قبول اسلام کے لئے جبر نہ ہوتا تھا البتہ خود نصاریٰ ومشرکین اپنی وحشت وبربریت کی بناء پر اسلام کا لفظ منہ سے نکالنے والے کو فوراً زندگی سے محروم کر کے تلواروں اور پتھروں کا نشانہ بنا دیتے تھے اور اسی خطرہ کی وجہ سے ان کے علماء وسلاطین جو اسلام کو حق جانتے تھے اس کا نام بھی زبان سے نہ لے سکتے تھے پس درحقیقت اسلام تلوار سے پھیلا نہیں بلکہ کفار کی تلوار نے اس کی اشاعت کو بہت کچھ روکا ہے۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

فرمان بارگاہ رسالت بنام مقوقس والی مصر

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ سے واپسی پر مدینہ منورہ تشریف لا کر ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو میرا یہ خط حاکم مصر کے پاس کون لے کر جاتا ہے۔ خدا کے ذمہ اس کا اجر وثواب ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس خدمت کو میں انجام دونگا۔ حضور ﷺ نے ان کی اس اطاعت و فرمانبرداری سے خوش ہو کر فرمایا اے حاطب! خدا تجھ میں برکت دے۔ حضرت حاطبؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے رخصت ہو کر اپنے گھر آیا اور سواری پر سامان باندھ کر گھر والوں سے مل کر روانہ ہو گیا۔ جب مصر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مقوقس یہاں نہیں ہے

بلکہ اسکندریہ گیا ہوا ہے۔تو میں اسکندریہ پہنچا لوگوں نے کہا کہ وہ اس وقت اپنے اس بالا خانہ پر بیٹھا ہے جو ساحل بحر پر واقع ہے۔ چنانچہ میں ایک کشتی میں سوار ہو کر بالا خانہ کے نیچے پہنچا اور فرمان رسالت دو انگلیوں میں دبا کر دور سے مقوقس کو دکھلایا۔ اس نے اشارہ سے سمجھ لیا کہ یہ کوئی قاصد ہے جو کسی بادشاہ کا خط لایا ہے۔فوراً حکم دیا کہ اس شخص کو مع خط کے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ خدام شاہی میرے پاس آئے اور نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ شاہی مجلس میں لے گئے مقوقس نے فرمان رسالت کو کھول کر پڑھنا شروع کیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

من محمد عبداللّٰہ ورسوله الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الهدی امابعد فانی ادعوک بدعایة الا سلام فاسلم تسلم واسلم یوتک اللّٰه اجرک مرتین فان تولیت فانما علیک اثم القبط ویا اهل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللّٰه ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰه فان تولو ا فقولو اشهدو ابانا مسلمون (سیره حلبیه صفحه ۲۸۰، ۲۸۱ ج۳)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

محمد بندہ خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مقوقس حاکم قبط کی طرف (پیام ہے) سلام ہے اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اس کے بعد میں تم کو بلاتا ہوں دعوت اسلام کی طرف مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے اور اسلام لے آؤ اللہ تعالیٰ تم کو دو چند ثواب عطا فرمائے گا اور اگر تو نے نہ مانا تو (یاد رکھ) تمام قبطیوں کا گناہ بھی تجھ ہی پر ہوگا۔

اے اہل کتاب! آ جاؤ ایک بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مساوی ہے کہ عبادت نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو اور نہ بناویں باہم ایک دوسرے کو رب اللہ کو چھوڑ کر پس اگر اہل کتاب روگرداں ہوں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

مقوقس نے والا نامہ نبوی کو سینہ سے لگایا۔ اور کہا بے شک یہی وہ زمانہ ہے جس میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ جن کی تعریف وصفت کتاب اللہ (انجیل) میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ منجملہ ان کے اوصاف کے یہ باتیں ہیں کہ وہ دو بہنوں کا نکاح میں اور ملک یمین (کے ساتھ وطی) میں جمع نہ کریں گے۔ ہدیہ کو قبول فرمائیں گے۔ اور صدقہ وخیرات کا مال نہ کھائیں گے۔ ان کے پاس بیٹھنے والے مسکین لوگ ہوں گے اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اس کے بعد حضرت حاطب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں تم کو سمجھ کر اس کا جواب دینا چاہئے۔

حضرت حاطبؓ ومقوقس کے درمیان گفتگو

حاطبؓ: آپ جو کچھ مجھ سے دریافت کریں گے میں سچائی کے ساتھ اس کا جواب دوں گا۔

مقوقس: تم جن کی طرف سے قاصد بن کر آئے ہو کیا واقعی وہ نبی ہیں؟

حاطبؓ: بے شک وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔

مقوقس: اگر وہ نبی ہیں تو انہوں نے اپنی اس قوم کے لئے جس نے ان کو گھر سے بے گھر کیا اور طرح طرح کی اذیت پہنچائی، ایسی بددعا کیوں نہ کر دی جس سے وہ سب ہلاک ہو جاتے اور قتل وقتال کی نوبت نہ آتی۔

حاطبؓ: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا آپ ان کو رسول خدا سمجھتے ہیں۔

مقوقس: بے شک وہ خدا کے رسول ہیں۔

حاطبؓ: پھر کیا وجہ ہے کہ جب ان کی قوم نے ان کو گرفتار کر کے سولی دینا چاہا تو انہوں نے ایسی بددعا نہ کی جس سے خدا ان سب کو ہلاک کر دیتا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بلانے کی نوبت ہی نہ آتی۔

مقوقس نے بار بار اس جواب کا اعادہ کرایا اور کسی قدر خاموشی کے بعد حضرت

حاطبؓ کی طرف مخاطب ہوکر کہا۔ انت حکیم جئت من عند حکیم ۔(بے شک تم حکیم ہواور حکیم ہی کے پاس سے آئے ہو)(حسن المحاضرہ ۴۴ ج ۱)

حاطبؓ ۔ اے بادشاہ تم سے پہلے اس ملک مصر کا ایک حاکم ہو چکا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا، اور اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہا تھا۔ سو حق تعالیٰ نے اس کو دنیا وآخرت کے عذاب میں پکڑا اور ایسا انتقام لیا جس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہوئی سو تم کو بھی اس سے عبرت لینی چاہئے، ایسا نہ ہو کہ دوسروں کو تمھارے حال سے عبرت لینے کا موقع ملے۔

مقوقس نے عربی قاصد کی یہ بے محابا دلیرانہ گفتگو سن کر تعجب کیا اور کہا ہم بھی صاحب مذہب ہیں اور نصرانیت پر قائم ہیں، سو جب تک اس سے بہتر مذہب نہ آئے اس وقت تک اسے بدلنا ہم کو گوارہ نہیں۔

حاطبؓ: ہم تم کو دین اسلام کی طرف بلاتے ہیں جو تمام مذاہب سے بہتر اور ہر دینی ودنیوی ضرورت کو کافی ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ نے جس وقت لوگوں کو اس مذہب کی دعوت دی تو سب سے زیادہ ان کی قوم تھی جو قریش کہلاتے ہیں، اور سب سے زیادہ دشمن یہود تھے اور نصاریٰ تو نسبتاً نرم اور قریب تر ثابت ہوئے اور قسم ہے اپنی زندگی کی کہ موسیٰ علیہ السلام نے جیسی بشارت عیسیٰ علیہ السلام کی دی تھی ایسی ہی عیسیٰ علیہ السلام نے سیدنا محمد ﷺ کی بشارت دی ہے اور ہمارا تم کو قرآن کی جانب بلانا ایسا ہی ہے جیسا تم نے اہل توراۃ کو انجیل کی طرف بلایا اور جو لوگ کسی نبی کو پائیں وہ اس کی امت ہوتے ہیں جن پر اس کا اتباع لازم ہے اور تم نے سیدنا محمد ﷺ کا زمانہ پالیا ہے بس تم کو آپ کا اتباع کر لینا چاہئے اور ہم تم کو دین مسیحی سے روکتے نہیں بلکہ اسی کے موافق تم کو (اسلام لانے کا) امر کرتے ہیں (کیونکہ انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کے اتباع کا صریح حکم موجود ہے)

مقوقس: میں نے اس پیغمبر کے معاملہ میں غور کیا تو میں دیکھتا ہوں کہ جن امور کا وہ حکم کرتے ہیں وہ نفرت کے لائق نہیں اور جن باتوں سے منع کرتے ہیں درحقیقت وہ رغبت کے لائق نہیں ہیں اور نہ میں ان کو گمراہ جادوگر سمجھتا ہوں۔ نہ جھوٹا کاہن خیال

کرتا ہوں بلکہ علامات نبوت ان کے پاس موجود پاتا ہوں ۔ منجملہ ان کے غیبی خبریں بیان کرنا ہیں ۔ کیونکہ غیب کی باتوں سے مطلع کرنا ایک بڑا معجزہ اور نبوت صادقہ کی سچی علامت ہے، لیکن بااین اپنے اسلام لانے کی بابت میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ سوچ کر جواب دوں گا۔ (سیرۃ حلبیہ ص ۲۸۱ ج ۳)

اس کے بعد والا نامہ ہاتھی دانت کے ڈبہ میں حفاظت واحترام کے ساتھ بند کر کے ایک حرم کے حوالہ کیا۔ اور حاطبؓ کو مہمان خانہ میں بھیجد یا اور ایک رات ان کو اپنے پاس خلوت میں بلایا جبکہ بجز ترجمان کے دوسرا کوئی اس کے پاس نہ تھا، اور کہا اے حاطبؓ کیا تم مجھے چند باتیں بتلا سکتے ہو جو میں تم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارے آقا نے انتخاب کے بعد تم کو میرے پاس بھیجا ہے۔

حاطبؓ: آپ جو کچھ دریافت کریں گے میں سچائی کے ساتھ اس کا جواب دوں گا۔

مقوقس: محمد ﷺ کن کن باتوں کی طرف بلاتے ہیں؟

حاطبؓ: وہ یہ دعوت دیتے ہیں کہ خدا کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اس کے ماسوا (سب کی پرستش) کو چھوڑ دو، اور نماز کا حکم دیتے ہیں۔

مقوقس: تم لوگ رات دن میں کتنی نمازیں پڑھتے ہو (یعنی کتنے اوقات کی نماز تم پر فرض ہے)

حاطبؓ: ہم رات دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھتے ہیں ۔ اور رمضان کے روزے رکھنے اور بیت اللہ کا حج کرنے اور وعدہ وفا کرنے کا بھی آپ حکم دیتے ہیں اور مردار اور خون کے کھانے سے منع فرماتے ہیں۔۔

مقوقس: آپ کا اتباع کن لوگوں نے زیادہ کیا ہے؟

حاطبؓ: زیادہ تر ان کی قوم کے نوجوانوں نے اور کچھ اور لوگ بھی ہیں۔

مقوقس: کیا ان کی قوم نے بھی ان کا اتباع قبول کرلیا ہے؟

حاطبؓ: ہاں

مقوقس: اچھا کچھ آپ کا حلیہ اور عادات وشمائل تو بیان کرو۔

حاطبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے کچھ اوصاف بیان کیے مگر پوری طرح نہ کہہ سکا تو مقوقس نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم نے بہت سی باتیں بیان نہیں کیں۔ آپ کی آنکھوں میں کچھ سرخی بھی ہوگی جو کبھی جدا نہیں ہوتی۔ آپ کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت بھی ہوگی؟ آپ گدھے پر سوار ہوتے اور عمامہ باندھتے اور چند چھواروں اور روٹی کے ٹکڑوں پر قناعت کرتے اور کسی مقابلہ کرنے والے کی پرواہ نہ کرتے ہوں گے، خواہ چچا ہو یا چچازاد بھائی؟

حاطبؓ: بے شک یہی آپ کے اوصاف ہیں۔

مقوقس: میں جانتا ہوں کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے۔ مگر میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں ظاہر ہوں گے۔ کیونکہ اکثر انبیاء کا ظہور اسی جگہ ہوا ہے۔ اور اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر ملک عرب میں ظاہر ہوئے جو سخت قحط اور مصیبت کی زمین ہے (حسن المحاضرہ) اور ان کے اتباع میں قبطی قوم میری موافقت نہیں کر سکتی۔ اور میں بھی نہیں چاہتا کہ قبطیوں کو اس گفتگو کا علم ہو جو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہے، کیونکہ اس میں مجھے اپنی سلطنت چھن جانے کا خطرہ ہے جو مجھے گوارہ نہیں۔ اور عنقریب یہ پیغمبر بہت سے شہروں پر غالب ہونگے اور ہماری سرزمین میں بھی ان کے اصحاب پہنچیں گے حتی کہ ملک مصر پر ان کا قبضہ ہو جائیگا۔ اچھا اب تم اپنے آقا کی طرف واپس چلے جاؤ اور خبردار کوئی قبطی میری اس گفتگو کا ایک حرف تمہاری زبان سے نہ سننے پائے۔

مقوقس کا خط بنام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہدیہ

اس کے بعد مقوقس نے اپنے عربی داں کاتب کو بلا کر والا نامہ نبوی کا جواب اس طرح لکھوایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمحمد بن عبداللّٰہ من المقوقس عظیم القبط سلام علیک. اما بعد فقد قرأت کتابک وفهمت ما ذکرت فیه وماتدعوا

الیہ وقد علمت ان نبیا بقی وکنت اظن انہ یخرج فی الشام وقداکرمت (۱) رسولک وبعثت الیک بجاریتین لھما مکان فی القبط عظیم وبکسوۃ واھدیت الیک بغلۃ لترکبھا. والسلام علیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ کی خدمت میں مقوقس سردار قبط کی طرف سے۔عرض ہے کہ آپ پرسلام۔امابعد میں نے آپکا خط پڑھااوراس میں جو کچھ آپ نے ذکرکیااور جس مذہب کی دعوت دی ہے اس کوسمجھا۔اور میں یقیناً جانتاہوں کہ ایک نبی باقی ہیں۔مگر میرا گمان تھا کہ ان کا ظہور ملک شام میں ہوگا اور میں نے آپ کے قاصد کا اعزاز کیا ہے (ان کوسو ۱۰۰ دینار سرخ اور پانچ تھان دیئے تھے) اور میں آپ کے لئے دو باندیاں بھیجتا ہوں۔جو قبطیوں میں (حسن و جمال کے اعتبار سے) بڑا درجہ رکھتی ہیں۔اور کچھ کپڑے ارسال کرتا ہوں۔نیز ایک خچر ہدیہ میں پیش کرتا ہوں۔آپ کی سواری کے لئے۔والسلام علیک۔

حاطبؓ یہ جواب لیکر اسکندریہ سے روانہ ہونے لگےتو مقوقس نے آپ کے ہمراہ ایک لشکر کردیا۔تاکہ جزیرہ عرب کی حدود تک ان کوحفاظت کے ساتھ پہنچا دیا جائے چنانچہ جب ان کو زمین شام میں ایک قافلہ مدینہ جانے والامل گیا تو انہوں نے لشکر کوواپس کردیااور قافلہ کے ساتھ مع الخیر مدینہ منورہ پہنچےاورسرداردوجہاں کے جمال باکمال کی زیارت سے مشرف ہوکر مقوقس کا جواب مع ان جملہ ہدایا کے پیش کیا۔جومصر سے اپنے ساتھ لائے تھے۔اوراپنی گفتگو کا بھی ذکر کیا جوخلوت میں مقوقس کے اوران کے درمیان میں ہوئی تھی۔جس کوسن کرحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ضن الخبیث بملکہ ولا بقاء لملکہ۔خبیث نے ملک کی وجہ سے (میرے اتباع میں) بخل کیا حالانکہ اس کا ملک باقی رہنے والانہیں۔(سیرۃ حلبیہ صفحہ ۲۸۳ ج ۳)

---

(۱)فانہ دفع الیہ مائۃ دینار وخمسۃ اثواب اھ. سیرۃ حلبیہ ص۲۱۸ ج۳.

چنانچہ یہ پیشین گوئی بہت جلد پوری ہوئی۔ دس بارہ برس بھی نہ گزرنے پائے کہ زمانہ خلافت فاروقی میں ملک مصر تمام وکمال قبضہ اسلام میں آگیا اور مقوقس اس ناپائیدار ملک کی محبت میں اسلام کی لازوال نعمت سے تو محروم رہا ہی تھا دنیوی سلطنت سے بھی بہت جلد معزول ہو گیا۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے خط کا جواب دیکھ کر ان ہدایا پر ایک نظر ڈالی جو حاکم مصر نے آپ کے لئے ارسال کئے تھے۔ جن میں سے دو باندیوں اور ایک خچر کا ذکر اس نے اپنے خط میں بھی کیا تھا۔ روایات جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقوقس نے چار باندیاں بھیجی تھیں۔ جن میں ایک کا نام ماریہ رضی اللہ عنہا تھا۔ دوسری کا سیرین رضی اللہ عنہا یہ حضرت ماریہ کی بہن تھیں۔ اور تیسری کا قیسر اور چوتھی کا حسنہ اور بعض روایات میں ہے کہ تین باندیاں بھیجی تھیں سو ممکن ہے کہ قیسر اور حسنہ ایک ہی کا نام ہو واللہ اعلم۔

لیکن مقوقس نے اپنے خط صرف دو باندیوں کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ دونوں حسن و جمال میں بے نظیر تھیں۔ اور تیسری اور چوتھی اس درجہ کی نہ تھیں اس لئے ان کو قابل ذکر نہ سمجھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت حضرت ماریہ اور ان کی بہن (سیرین) پر نظر ڈالی تو دونوں کو پسند فرمایا۔ کیونکہ ہر ایک دوسری سے بہت ہی مشابہ تھی لیکن چونکہ دو بہنوں کو جمع کرنا آپ کو ناگوار تھا۔ اس لئے آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اپنے نبی کے لئے ان میں ایک کو منتخب کر دیجئے۔ چنانچہ جب ان کو مسلمان ہونے کے لئے کہا گیا تو حضرت ماریہؓ نے سبقت کی اور وہ اپنی بہن سے پہلے مسلمان ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے ان ہی کو اپنے لئے مخصوص فرمالیا۔ حضرت سیرینؓ نے قدرے توقف کیا اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے ان کو حضرت حسان بن ثابتؓ کو دیدیا۔ اور تیسری باندی محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو عطا فرمائی۔ اور چوتھی ابوجہیم بن قیس عبدیؓ کو (کذا فی حسن المحاضرۃ والسیرۃ الحلبیہ)

ان باندیوں کے ساتھ ایک غلام بھی تھا جن کے متعلق روایات میں اختلاف ہے کہ وہ مصر ہی سے خصی آئے تھے یا مدینہ آکر اس خیال سے کہ حضور ﷺ کے حرم میں

میری آمد ورفت ہے ایسا نہ ہو کسی وقت نفس میں کسی قسم کا وسوسہ پیدا ہو خود ہی خصی بن گئے تھے یہ حضرت ماریہؓ سے کچھ قرابت رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے ایک بار حضور ﷺ کو ان پر کچھ شبہ ہوا۔ جس کا اثر حزن حضرت عمرؓ نے چہرہ سے پہچان لیا اور دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس شبہ کی وجہ سے آپ غمگین ہیں تو حضرت عمرؓ تلوار لیکر حضرت ماریہ کے مکان میں داخل ہوئے اور وہاں اس غلام کو موجود پایا تو تلوار سے وار کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر غلام نے اپنا بدن کھول کر دکھا دیا معلوم ہوا کہ مجبوب (یعنی مقطوع الذکر خصی) ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ہاتھ روکا اور واپس آ کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یہ غلام شبہ کے قابل نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے بھی اسی وقت مجھے ماریہؓ اور اس کے عزیز کی برات سے مطلع کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ماریہ کے پیٹ میں میرا ایک لڑکا ہے جو تمام مخلوق میں مجھ سے بہت مشابہ ہے اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ اس کا نام ابراہیم رکھوں اور اسی کے نام پر جبریل علیہ السلام نے میری کنیت ابوابراہیم رکھی ہے۔ (حسن المحاضرہ)

بعض اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اھ۔ اور اگر ابراہیم زندہ رہتے تو میں کسی قبطی پر جزیہ نہ رہنے دیتا بلکہ معاف کر دیتا۔ (حسن المحاضرہ)

سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ مقوقس نے حضور ﷺ کے لئے چند عمامے اور مصری بیش قیمت کپڑوں کے ۲۰ تھان اور کچھ عطر وا گر، اور عنبر اور مشک، اور ایک ہزار مثقال سونا (جو ہندوستان کے وزن سے ۳۷۵ تولہ ہوتا ہے) اور ایک آئینہ کا گلاس یا پیالہ پانی پینے کے لئے اور ایک خچر سواری کے لئے (جس کا نام حضور ﷺ نے دلدل رکھا تھا) اور ایک دراز گوش (جس کا نام یعفور رکھا گیا) اور ایک عمدہ نفیس گھوڑا (جس کا نام میمون تھا) مع تمام ساز وسامان لگام وزین وغیرہ کے اور موضع بنہا کا خوشگوار شہد اور ایک مربع

(صندوقچی) سرمہ دانی اور تیل کی شیشی وغیرہ رکھنے کے لئے اور ایک نفیس آئینہ اور کنگھا بھی ہدیہ میں بھیجا تھا۔ حضور ﷺ نے سونا تو حسب عادت تقسیم فرما دیا اور دلدل ویعفور اور میمون کو اپنے پاس رکھا اور یہ جانور آپ کو بہت ہی محبوب تھے اور شہد کو چکھ کر بہت تعریف فرمائی اور جس جگہ کا وہ شہد تھا اس کے لئے دعا برکت فرمائی اور بعض روایات میں ہے کہ مقوقس نے ان ہدایا کے ساتھ ایک طبیب بھی بھیجا تھا (تا کہ اہل مدینہ کا علاج معالجہ کیا کرے) آپ نے اس سے فرمایا کہ ہم لوگ بدوں بھوک کے کھاتے نہیں ہیں اور پیٹ بھرنے سے پہلے کھانا چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ہم کو طبیب کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے وطن ہی کو لوٹ جاؤ (سیرۃ حلبیہ) (میں کہتا ہوں کہ طبیب کی حکایت شیخ سعدی نے بھی گلستان میں لکھی ہے)۔ واللہ اعلم

مقوقس کی سیاسی چال

(فائدہ) مقوقس نے جو طبیب (یا ڈاکٹر) مسلمانوں کے علاج کے لئے مدینہ منورہ بھیجا تھا۔ ہمارے خیال میں یہ ایک سیاسی چال تھی۔ مقوقس اس طریقہ سے اہل مدینہ کو اپنی طرف مائل کرنا اور اس طبیب کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا چاہتا تھا۔ جیسا کہ آج کل بھی متمدن سلطنتوں نے تبلیغ مذہب کا یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جس جگہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں پہلے وہاں خیراتی شفاخانے اور اسپتالیں کھول دیتے ہیں جن میں غریبوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ دوا بھی مفت دیجاتی ہے جس سے خواہ مخواہ لوگوں کو شفاخانہ والوں کی طرف میلان ہوتا ہے۔ پھر چونکہ طبیب ظاہر میں مریض کی حیات کا سبب ہوتا ہے اس لئے مریض کو اس سے مانوس و مالوف ہونا اور اس کی شفقت و احسان کا گرویدہ ہو جانا ناگزیر ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ لوگوں کے قلوب سے وہ نفرت و وحشت نکل جاتی ہے جو ایک مذہبی جماعت کو اپنے مخالف فرقہ

کے ساتھ طبعاً ہوا کرتی ہے۔ پھر ایک وقت میں وہ ان کی تبلیغی گفتگو کو بھی سننے لگتے اور ان کی تعلیمات پر کان دھرنے لگتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تبلیغی مشن اپنی سائی میں ایک دن کامیاب ہو جاتا ہے۔

حقیقت میں لوگوں کو اپنی طرف جذب کرنے کا یہ زبردست حیلہ ہے جو شفاخانوں اور اسپتالوں اور طبیبوں، ڈاکٹروں کے ذریعہ سے انجام پاتا ہے ہمارے خیال میں سیدنا رسول اللہ ﷺ نے مقوقس کی اس چال کو سمجھ کر مصری طبیب کو اسی لئے واپس کیا کہ علاج میں غیر مسلم سے مسلمانوں کا رجوع کرنا مناسب نہیں۔ اس میں سخت اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی وہ مذہبی پختگی کمزور ہو جائے جو آج سے پہلے ان کے دلوں میں راسخ تھی۔ نیز یہ بھی نامناسب ہے کہ غیر اقوام کا طبیب ہمارے ملک میں رہ کر ہماری طاقت وقوت کے راز سے خبردار ہو اور جاسوس بن کر مخالف کو ہمارے اسرار سے مطلع کر دے۔ واللہ اعلم

حضرت حاطبؓ کی تدبیر و بہادری

(فائدہ ثانیہ) واقدی نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی روانگی بجانب مصر کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے جو مدینہ سے نکلتے ہی ان کو پیش آیا۔ غالباً اس موقعہ پر اس کا ذکر نامناسب نہ ہوگا۔

حضرت حاطبؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ سے تین دن کی مسافت قطع کر کے بنی بدر کے کنویں پر پہنچا۔ اور اپنی اونٹنی کو پانی پلانے کا ارادہ کیا تو میں نے وہاں تین شخصوں کو دیکھا جن میں دو شتر سوار تھے اور تیسرا گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ بھی اپنی سواریوں کو پانی پلا رہے تھے میں ان کو دیکھ کر رکا تو گھوڑے سوار میرے پاس آیا اور پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا۔ میں نے کہا فضول سوال نہ کرو میں بھی ایک مسافر آدمی ہوں جیسے تم مسافر ہو۔ سوار نے کہا

کہ ہم کو تجھ سے کچھ کام نہیں نہ ہم تیرے ارادہ سے آئے ہیں (تو بے فکر رہ) بلکہ ہمارا ایک خون محمد (ﷺ) کے اوپر ہے ہم اس کا بدلہ لینے آئے ہیں اور ہم تینوں آدمیوں نے قسم کھائی ہے کہ غفلت کی حالت میں اس پر ایک بارگی حملہ کریں۔ شاید اس طرح ہماری مراد برآوے۔

حاطبؓ فرماتے ہیں میں نے دل میں سوچا کہ اگر خداتعالیٰ مجھے قدرت دیں تو لاؤ میں ہی اس پر جہاد کردوں۔قبل ازیں کہ یہ لوگ مدینہ پہنچیں، میں اس سوار سے یہ باتیں کرہی رہا تھا کہ اتنے میں دونوں شترسوار بھی میرے نزدیک آگئے اور غصہ کے لہجہ میں مجھ سے کہا کہ شاید تم محمد (ﷺ) کے اصحاب میں سے ہو، میں نے کہا تم لوگ راہ صواب سے بھٹکے ہوئے ہو[1]۔ارے میں بھی تمہاری طرح اسی بات کا طالب ہوں جس کے تم طالب ہو میں بھی مدینہ جانا چاہتا تھا اب تمہارے ساتھ چلوں گا۔لیکن میں نے ابھی راستہ میں ایک معتمد سے سنا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو قاصد بنا کر شاہ مصر کی طرف روانہ کیا ہے شاید وہ ہم کو اسی جگہ کے قرب جوار میں مل جائے تو سب سے پہلے اسے قتل کردینا چاہئے۔سوار بولا کہ میں تیرے ساتھ چلتا ہوں ایک آدمی کے لئے ہم دونوں کافی ہیں چنانچہ وہ مجھ سے آگے آگے چلا اور شترسواروں کو ہم نے وہیں ٹھہرایا تاکہ راستہ کی حفاظت کریں اور کوئی خطرہ پیش آئے تو ہم کو اطلاع کردیں۔ کچھ دور تک تو شترسوار ہمیں دیکھتے رہے پھر ہم ان کی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے۔اب میں نے سوار سے کہا کہ تیرا نام کیا ہے۔کہا میرا نام سلاب بن عاصم ہمدانی

---

(۱) یہ توریہ تھا اصل مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ تم لوگ دین حق سے گمراہ ہو، اور یہ صحیح بات تھی کیونکہ کافر گمراہ ہوتا ہی ہے اور یہ جو کہا کہ میں بھی اسی بات کا طالب ہوں جس کے تم طالب ہو۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غفلت میں قتل کرنا چاہتے ہو ایسے ہی میں بھی تم کو غفلت میں مارڈالنا چاہتا ہوں مگر وہ لوگ اس مطلب کو نہیں سمجھے بلکہ ظاہر کلام سے حضرت حاطب کو اپنا معاون ومددگار سمجھے۔۱۲منہ

ہے۔ میں نے کہا اے سلاب! مدینہ جانے کی اسی شخص کو طاقت ہے جو مضبوط دل رکھتا ہو۔ اور مکر وحیلہ سے خوب واقف ہو اور فنون جنگ میں بخوبی ماہر ہو، کیونکہ وہاں عمرؓ و علیؓ جیسے سردار و بہادر بکثرت موجود ہیں اور ہاں میں تیری تلوار تو دیکھوں کیسی ہے۔ سلاب نے کہا یہ بڑی پرانی تلوار ہے، قوم عاد کی تلواروں میں سے، میں نے کہا ذرا مجھے تو دکھا اس نے اپنی تلوار کو میان سے نکال کر میرے ہاتھ میں دیدی۔ میں نے دیکھ بھال کر ایک شعر اس کی تعریف میں پڑھا۔

سیوف حداد یالوی بن غالب مواض ولکن این بلسیف ضارب

ترجمہ:۔ اے خاندان لوی بن غالب تمہاری تلواریں تو تیز اور بہت چلنے والی ہیں مگر تلوار کا مارنیوالا کہاں ہے؟

سلاب نے کہا کہ میں اس شعر کا مطلب نہیں سمجھا۔ میں نے کہا اے ابن عاصم تیری تلوار تو قوم عاد کی تلواروں کے مشابہ ہے۔ عرب نے ایسی عمدہ آبدار تلوار کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ مگر نہ معلوم تجھے اس کے چلانے کا طریقہ بھی آتا ہے یا نہیں۔ میں دوستی اور محبت کی بناء پر تجھے اس کے چلانے کا طریقہ بتلانا چاہتا ہوں۔ تاکہ تو اپنے دشمن پر جلد غالب ہو جائے۔ سلاب نے کہا تجھے قسم ہے عہد عرب کی مجھے تلوار کا وہ ہاتھ ضرور بتلا جو تجھے معلوم ہے۔

حضرت حاطبؓ نے فرمایا کہ اگر تو میدان جنگ میں ہو اور دشمن تیرے سامنے ہو تو اس تلوار کو اس طرح حرکت دے۔ اور پینترا بدل کر بتلایا کہ اپنے قدم یوں بڑھا پھر فوراً اس کی گردن پر مار تو بہت جلد تو اسے مار ڈالے گا۔ حضرت حاطب نے باتوں باتوں میں تلوار کو سلاب کی گر پر جھکایا تو اس کا سر بدن سے جدا ہو کر الگ جا پڑا۔

پھر جلدی سے اس کے گھوڑے کو پکڑ کے ایک درخت سے مضبوط باندھ دیا تاکہ شتر سواروں کی طرف نہ بھاگ جائے۔ جس سے ان کو اپنے ساتھی کے قتل کی خبر ہو جائے۔ اس کے بعد وہ دوڑتے ہوئے شتر سواروں کے پاس آئے جوان کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان کو آتا ہوا دیکھ کر ایک شخص آگے بڑھا اور پوچھا کیا خبر ہے۔

خیر تو ہے سلاب کہاں ہے حضرت حاطب نے کہا خوش رہو ہم نے انتقام لے لیا۔ (یہ تو ریہ ہے) ہم نے محمد ﷺ کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو یہاں سوتا ہوا دیکھا ہے۔ سلاب نے مجھ سے کہا کہ شتر سواروں میں سے ایک شخص کو بلا لاؤ۔ تا کہ ان کو آسانی سے گرفتار کرلیں۔ اور ایک شخص کو وہیں کھڑا رہنے دو کہ وہ راستہ سے آنے والوں کو دیکھتا رہے۔ کیونکہ یہ جنگل اصحاب محمد ﷺ سے ایک ساعت بھی خالی نہیں رہتا۔ ان دونوں نے اس رائے کو پسند کیا اور ایک شخص میرے ساتھ ہولیا۔

حضرت حاطبؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم دوسرے شخص کی نگاہ سے غائب ہو گئے تو میں نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ تیرا نام کیا ہے۔ کہا مجھے عبد اللات کہتے ہیں۔ میں نے کہا ذرا دلیر و ہوشیار رہنا اور خوف نہ کرنا۔ جب میں اور سلاب محمد ﷺ کے اصحاب پر حملہ کریں تو پیچھے سے بہادروں کی طرح جوش وخروش کے ساتھ تو بھی حملہ کر دینا۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ بےفکر رہو۔ اس کے بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ مجھے کچھ غبار نظر آ رہا ہے۔ شاید یہ اصحاب محمد ﷺ کا غبار ہے، یہ سن کر اس نے بھی حیرت کے ساتھ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو میں نے موقع پر کر تلوار کا ایک ہاتھ اس کی گردن پر ایسا مارا جس سے سر بدن سے جدا ہو گیا۔ پھر میں تیسرے شخص کی طرف لوٹا اس نے جو دوبارہ مجھے تنہا آتے ہوئے دیکھا سمجھ گیا دال میں کالا ہے اور اس مسافر نے دھوکہ سے میرے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ اور اب میری فکر میں ہے اس نے نہایت غیظ وغضب کے ساتھ مجھ پر حملہ کیا اور اب میں نے بھی اس پر حملہ کیا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میں نے اسے بھی مار ڈالا۔

پھر میں نے دونوں اونٹنیاں اور گھوڑا اور ان تینوں آدمیوں کا سامان ایک شخص کے پاس جس کا نام عبد شمس تھا امانت رکھ دیا۔ یہ شخص زمانہ جاہلیت کا میرا دوست تھا اور اس کا گاؤں یہاں سے قریب تھا۔ میں نے اس کامیابی پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس جہاد سے فارغ ہو کر روانہ بجانب مصر ہو گیا۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی نعت گوئی

(فائدہ ثالثہ) واقدی نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار بھی نقل کئے ہیں جوانہوں نے مصر سے واپس آکر حضور ﷺ کے سامنے مبارک باد کے طور پر پڑھے تھے۔ ان کو نقل کر کے مقوقس کے متعلق ہم اپنے مضمون کو ختم کر دیں گے۔

جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے مسجد نبوی کی طرف چلے۔ دروازہ مسجد پر اونٹنی کو بٹھلایا اور اندر آکر جمال جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ کو سلام کیا اور نعت میں یہ اشعار پڑھے:۔

انعم صباحا یا وسیلة امة ۔۔۔ ترجو النجاة غدا بیوم الموقف
انی مضیت الی الذی ارسلتنی ۔۔۔ اطوی المهامه کالمجد المعنف
حتی رایت بمصر صاحب ملکها ۔۔۔ فبدا اتی بمثل قول المنصف
فقرا کتابك حین فك ختامه ۔۔۔ فاظل یرعد کاهتزاز المرهف
قال البطارقة الذین تجمعوا ۔۔۔ ماذا یریعك من کتاب مشرف
قال اسکتوا یا ویلکم وتیقنوا ۔۔۔ هذا کتاب من نبی المصحف
قالو اوهمت فقال لست بواهم ۔۔۔ لکن قرأت بیان خط الاحرف
فی کل سطر من کتاب محمد ۔۔۔ خط یلوح لناظر متوقف
هذا الکتاب کتابه لك جامعاً ۔۔۔ یا خیر مبعوث بفضلك نکتفی

ترجمہ:

آپ کی صبح اچھی ہوا اے وسیلہ اس امت کے جو بروز محشر نجات کی امید رکھتی ہے۔ میں اس شخص کے پاس گیا تھا جس کے پاس مجھے آپ نے بھیجا تھا اس حال میں کہ میں جنگلوں کو مستعد تیز رفتار سوار کی طرح طے کرتا تھا۔

یہاں تک کہ میں نے مصر میں اس کے حاکم کو دیکھا اس نے میرے سامنے ایسی باتیں کیں جیسی منصف آدمی کیا کرتا ہے۔

چنانچہ اس نے فرمان عالی کی مہر توڑ کر اسے پڑھا تو (خوف سے) یوں

تھرانے لگا جیسے پتلی تلوار تھرایا کرتی ہے۔

اس پر ان سرداروں نے جو وہاں جمع تھے کہا کہ اس آنے والے خط کی کس بات نے آپ کو گھبرا دیا اس نے جواب دیا کہ تمہارا برا ہو خاموش رہو اور یقین کرلو کہ یہ صاحب قرآن نبی کا والا نامہ ہے۔

لوگوں نے کہا آپ کو وہم ہوگیا ہے مقوقس نے کہا مجھے وہم نہیں ہوا۔ بلکہ میں نے لکھے ہوئے حرفوں کا بیان پڑھا ہے (اور ان سے مجھ کو یہی معلوم ہوا ہے) محمد (ﷺ) کے والا نامہ کی ہر سطر میں ایسی تحریر ہے جو ناظر متامل کے سامنے (نور حقانیت سے) چمک رہی ہے۔

اے بہترین رسول: جن کے فضل پر ہم اکتفا کرتے ہیں یہ خط مقوقس کا آپ کے نام ہے جو میرے بیان کردہ مضامین کو جامع ہے۔

فرمان بارگاہ رسالت بنام نجاشی شاہ حبش

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط نجاشی شاہ حبش کے نام لکھا جس کو حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ لیکر روانہ ہوئے اور بری و بحری سفر طے کر کے ملک حبش پہونچ کر شاہ حبشہ کا خط پہنچایا اور اس طرح تقریر کی۔

عمرو بن امیہ ضمریؓ: اے اصحمہ! (یہ شاہ حبش کا نام ہے) میرے ذمہ حق کا پہونچانا ہے اور تیرے ذمہ حق بات کا سننا ہے تجھ کو ہمارے حال پر ایسی شفقت ہے گویا تو ہمارے ہی میں سے ہے، اور ہم کو تجھ پر ایسا اعتقاد ہے گویا ہم تیرے ہی ہیں، ہم نے جس بھلائی کی تجھ سے امید کی اس کو ضرور پایا اور جس شر کا تجھ سے اندیشہ کیا اس سے ہمیشہ مامون رہے اور ہم تیرے اوپر پیدائش آدم (۱) سے حجت قائم کر چکے ہیں اور انجیل ہمارے اور تمہارے درمیان ایسا گواہ ہے جس کی گواہی رد نہیں ہو سکتی اور ایسا حاکم ہے

(۱) اشارہ ہے اس آیت کی طرف "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون"، یعنی جس طرح آدم علیہ السلام کو خدا نے بغیر باپ ماں کے پیدا کیا یوں ہی عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا اس سے ان کا خدا یا خدا کا بیٹا ہونا لازم نہیں آتا ورنہ پھر آدم علیہ السلام کو بھی خدا کا بیٹا یا خدا کہو اور اس کے تم بھی قائل نہیں۔۱۲ منہ

کہ ظلم نہیں ہوسکتا اور اس نبی کے اتباع میں خیر کا موقع ہے اور فضیلت حاصل کرنے کی جگہ ہے اگر تو نے اتباع نہ کیا تو اس نبی امی ﷺ کے انکار سے تیرا وہی حال ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام کے انکار سے یہود کا حال ہوا اور نبی ﷺ نے اپنے قاصدں کو بہت لوگوں کی طرف روانہ کیا ہے مگر تجھ سے آپ کو وہ امید ہے جو دوسروں سے نہیں اور جس امر کا دوسروں سے اندیشہ ہے تجھ سے اس کے متعلق آپ کو اطمینان ہے کہ تو اپنی گذشتہ طاعات اور آئندہ کے ثواب کا خیال کریگا۔

اصحمہ شاہ حبش: بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ وہی نبی ہیں جن کا انتظار اہل کتاب کررہے ہیں۔ اور بے شک موسیٰ علیہ السلام کا راکب حمار یعنی (عیسیٰ علیہ السلام) کی بشارت دینا ایسا ہی ہے، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی راکب جمل کی بشارت دی ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ اور معائنہ میں خبر سے زیادہ کچھ شفا نہیں۔ (پس گو میں نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا مگر حالات سن کر مجھے اس کا یقین ہے) لیکن اہل حبشہ میں میرے مددگار کم ہیں تو (اظہار اسلام کے لئے) تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنے مددگار پیدا کرلوں۔ اور اپنی قوم کے دلوں کو نرم کردوں، اس کے بعد اس نے حضور ﷺ کا والا نامہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور آنکھوں سے لگایا۔ اور تواضعاً تخت شاہی سے اتر پڑا اور کھول کر پڑھنا شروع کیا تو اس میں لکھا تھا:۔

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله الى النجاشي ملك الحبشة سلم انت فانى احمد اليك الله الذى لا اله الا هو الملك القدوس السلام المومن المهيمن واشهد ان عيسىٰ بن مريم روح الله و كلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة فحملت بعيسىٰ فخلقه الله من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده وانى ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالا ت على طاعته وان تتبعنى وتو من بالذى جاء نى فانى رسول الله وانى ادعوك وجنودك الى الله عزوجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتى. والسلام على من اتبع الهدى.

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی شاہ حبشہ کی طرف (پیام ہے کہ) تم سلامت رہو پھر میں حمد بیان کرتا ہوں تمہاری طرف اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلامتی والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا ایک کلمہ ہیں جس کو مریم بتول پاکباز عفیفہ کی طرف ڈالا تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کی حاملہ ہوگئیں۔ اور ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی روح اور نفخ سے پیدا فرمایا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا۔ اور میں تم کو بلاتا ہوں خدائے یگانہ کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بلاتا ہوں طاعت الٰہی کی موافقت کی جانب اور اس بات کی طرف کہ تم میرا اتباع کرو اور جو (وحی) میرے پاس آئی ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور میں تجھ کو اور تیرے ماتحتوں کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں اور (یاد رکھو کہ) میں پہنچا چکا اور نصیحت کر چکا پس تم سب میری نصیحت کو قبول کرو اور سلام اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

نجاشی نے والا نامہ نبوی کو پڑھ کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور کلمہ شہادت پڑھ کر اپنا اسلام ظاہر کیا اور والا نامہ کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں تعظیم کے ساتھ رکھ کر کہا کہ جب تک یہ خط حبشہ والوں کے پاس رہے گا اس وقت تک وہ خیر و برکت میں رہیں گے۔

نجاشی کا خط بنام نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد نجاشی نے حضور ﷺ کی خدمت میں جواب کے طور پر حسب ذیل خط لکھا:۔

الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من النجاشی اصحمۃ السلام علیک یا نبی اللہ من اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الذی لا الٰہ

الا ھو الذی ھدانی للاسلام . اما بعد فقد بلغنی کتابک یارسول اللہ فیما ذکرت من امر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام فورب السماء والارض ان عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام لا یزید علی ما ذکرت وقد عرفنا مابعث بہ الینا وقد قربنا ابن عمک واصحابہ فاشھد انک رسول اللہ صادقا مصدقا وقد بایعتک وبایعت ابن عمک واسلمت علی یدہ للہ رب العالمین .

وفی روایۃ وقد بعثت الیک با بنی یا نبی اللہ وان شئت اتیتک بنفسی والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ترجمہ:

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نجاشی اصحمہ کا پیام ہے یا نبی اللہ آپ پر اللہ کا سلام اور رحمت اور برکتیں نازل ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی نے مجھ کو اسلام کی طرف ہدایت کی ، اما بعد یا رسول اللہ میرے پاس آپ کا فرمان پہنچا جس میں آپ نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک بات کا ذکر فرمایا ہے۔

پس آسمان و زمین کے خدا کی قسم ! عیسیٰ علیہ السلام اس حد سے آگے نہیں بڑھے جو آپ نے بیان فرمائی ہے۔ اور جس بات کے ساتھ وہ مبعوث ہوئے تھے ہم کو معلوم ہے اور ہم نے آپ کے چچازاد بھائی حضرت (جعفرؓ بن ابی طالب) اور ان کے ساتھیوں کو اپنا مقرب بنایا ہے پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تصدیق کردہ اور میں آپ سے (غائبانہ بیعت ہوتا ہوں اور آپ کے چچازاد بھائی سے حاضرانہ بھی بیعت ہوتا ہوں۔ اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام لاتا ہوں (اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ) یا نبی اللہ میں اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور اگر آپ چاہیں گے تو میں خود بھی حاضر ہو جاؤں گا۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آھ (سیرۃ حلبیہ وسیرۃ نبویہ ج ۳)

اس کے بعد نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ آدمیوں کے ہمراہی میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور بقیہ مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا مگر افسوس کہ وسط دریا میں پہنچ کر نجاشی کے صاحبزادے مع اپنے ساٹھ ہمراہیوں کے غرق ہو گئے اور حضرت جعفرؓ مع اپنے ستر ہمراہیوں کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب حضور ﷺ کے پاس نجاشی حبشہ کا جواب پہنچا تو آپ نے فرمایا اترکوا الحبشة ماترکوکم کہ جب تک حبشہ والے تم کو چھوڑے رکھیں تم بھی ان کو چھوڑے رکھو (گو اہل حبشہ سب مسلمان نہ ہوئے تھے اور نہ ان سے کوئی معاہدہ صلح کا ہوا تھا لیکن حضور ﷺ نے صرف نجاشی کے اسلام کی وجہ سے تمام باشندگان حبشہ کے ساتھ یہ رعایت فرمائی کہ مسلمانوں کو ابتداء ان پر حملہ کرنے سے روک دیا۔ جس میں فی الجملہ اس احسان کے بھی مکافات تھی جو اہل حبشہ نے مسلمان مہاجرین کے ساتھ کیا تھا کہ ان کو امن وعیش کے ساتھ اپنے ملک میں رہنے دیا۔ اور کسی قسم کی تکلیف نہیں دی۔ نیز اس حکم میں یہ راز بھی تھا کہ شاید حبشہ والوں میں کچھ ایسے لوگ موجود ہوں جنہوں نے نجاشی کی طرح دل سے اسلام قبول کرلیا ہو۔ مگر خوف عوام کی وجہ سے ظاہر نہ کر سکتے ہوں ایسی حالت میں ان پر ابتداء حملہ کرنا مناسب نہیں، واللہ اعلم باسرار کلامہ و کلام نبیہ علیہ السلام۔

نجاشی کے نام دوسرا خط

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے نام ایک والا نامہ اور بھی روانہ فرمایا تھا جس میں ان کو یہ تحریر کیا گیا تھا کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان حبشہ میں بیوہ ہو گئی ہیں۔ ان کو میری طرف سے پیام نکاح دیا جائے۔ اگر وہ منظور کرلیں تو نجاشی وکالۃً ان کا نکاح مجھ سے کر کے عزت کے ساتھ مدینہ بھیج دیں چنانچہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی ایک باندی ابرھہ نام کے ذریعہ سے پیام نکاح دیا اور منظوری کے بعد صحابہ ومہاجرین حبشہ کو ایک مجلس میں جمع کر کے وکالۃ حضور ﷺ کے

ساتھ ان کا نکاح کر دیا اور مہر کی رقم چار ہزار درہم (۱) بھی نجاشی نے حضور ﷺ کی طرف سے مجلس نکاح میں خود ہی ادا کر دیئے (جس کی مقدار ہندوستانی سکہ سے بارہ سو روپیہ کے قریب ہوتی ہے۔ ازواج مطہرات میں اتنا مہر حضرت ام حبیبہؓ کے سوا کسی کا نہ تھا) اس نکاح میں حضرت ام حبیبہ کی طرف سے سعید بن العاص صحابی رضی اللہ عنہ وکیل تھے عقد نکاح کے بعد صحابہ نے اٹھنا چاہا تو نجاشی نے ان کو بیٹھنے کا حکم کیا۔ اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے جب وہ نکاح کرتے ہیں تو نکاح کے وقت کچھ کھلاتے بھی ہیں چنانچہ نجاشی کے حکم سے فوراً کھانا لایا گیا۔ اور صحابہ کھانے سے فراغت پا کر وہاں سے رخصت ہوئے۔

حضرت ام حبیبہؓ کے والد بزرگوار حضرت ابوسفیان بن حرب اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے بلکہ کفر کی حالت میں مکہ کے اندر حضور ﷺ کے مدمقابل بنے ہوئے تھے۔ جب ان کو اس نکاح کی خبر ہوئی تو کہنے لگے۔ **ذلک الفحل لا یقدع انفه**، یہ ایسے نر ہیں جن کی ناک پر نیزہ نہیں مارا جا سکتا (یعنی شریف النسل ہیں قدع الفحل اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی خراب نسل کا نر اونٹ عمدہ اونٹنی پر چڑھنے کا ارادہ کرے۔ اور اس کی ناک پر نیزہ مار کر ہٹا دیا جائے۔ ابوسفیان کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ

---

(۱) اصابہ اور مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جب نجاشی کی باندی ابرھہ نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیام نکاح دیا تو حضرت ام حبیبہؓ نے اس پیام کی خوشی میں چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں نکال کر اس کو دیدیں اور جب مہر کی رقم ان کے ہاتھ میں آئی تو پچاس دینار (تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ) بعد نکاح کے بھی اس کو دیا مگر اس نے اس رقم کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ نجاشی نے مجھ کو اس میں سے کچھ لینے سے منع کیا ہے اور پہلے دیئے ہوئے کنگن وغیرہ بھی واپس کر دیئے۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے پہلے شوہر کے مرنے کے بعد ایک رات خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی مجھے ام المؤمنین کہہ رہا ہے۔ میں اس سے حیرت میں رہ گئی۔ چند روز نہ گذرے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام نجاشی کے ذریعہ سے میرے پاس پہونچا۔ ۱۲ منہ

رسول اللہ ﷺ شریف النسل عالی خاندان اور نجیب شخص ہیں۔ آپ کو میں اپنی بیٹی سے نہیں روک سکتا۔

فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ایک دفعہ ابوسفیان اپنی اسی کفر کی حالت میں مدینہ منورہ آئے تھے اس وقت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آچکی تھیں۔ ابوسفیان نے اپنی صاحبزادی ہی کے یہاں قیام کیا۔ مگر جس وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے کا ارادہ کیا حضرت ام حبیبہ نے فوراً اس کو لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا ابوسفیان نے کہا بیٹی کیا یہ بستر میرے لائق نہ تھا اسلئے تہ کر دیا گیا۔ یا میں اس بستر کے لائق نہ تھا۔ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بلکہ یہ بستر رسول اللہ ﷺ کا ہے اور تم ایک ناپاک اور مشرک آدمی ہو تم اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہو۔ ابوسفیان نے کہا افسوس میرے پیچھے تیری حالت بگڑ گئی۔ اھ (اصابہ صفحہ ۸۵ ج ۸)

سلطان نجاشی اصحمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۹ سنہ ہجری یا ۸ سنہ ہجری میں ہوا اور حضور ﷺ نے مع صحابہ کے انکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ یہ نماز غائبانہ تھی یا بحکم الٰہی نجاشی کا جنازہ حضور ﷺ کو مکشوف ہو گیا، یا سامنے لا کر رکھ دیا گیا تھا، ان کے بعد جو دوسرا نجاشی حبشہ کا بادشاہ ہوا اس کا نام معلوم نہیں نہ اس کے اسلام کا حال معلوم ہے کہ مسلمان ہوا یا نہیں۔

بیہقی نے ابن اسحٰق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے نجاشی کے نام بھی ایک والا نامہ ارسال فرمایا تھا:

وهو هذا من محمد رسول الله الى النجاشي عظيم الحبشة سلام على من اتبع الهدىٰ وآمن بالله ورسوله واشهد ان لا اله وحده لا شريك له لم يتخذ صاحبة ولا ولدا وان محمد اعبده ورسوله وادعوك بدعاية الله تعالىٰ فاني رسوله فاسلم تسلم يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به

شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولو افقولو اشھدو بانا مسلمون فان ابیت فعلیک اثم النصری من قومک. اھ

بعض محدثین کا خیال یہ ہے کہ دعوت اسلام کا خط جس نجاشی کے نام ارسال کیا گیا تھا وہ اسلام نہیں لایا اور جو اسلام لایا ہے اس کے نام خط نہیں بھیجا گیا، مگر صاحب مواہب لدنیہ اور سیرۃ حلبیہ اور ابن اثیر کی تحقیق یہ ہے کہ نجاشی اصحمہ کے نام بھی دعوت اسلام کا خط روانہ کیا گیا تھا اور انہوں نے جواب میں اپنا اسلام ظاہر کیا، اور دوسرے نجاشی کے نام بھی حضور ﷺ نے والا نامہ ارسال فرمایا تھا اس کے اسلام لانے کا حال معلوم نہیں ہوا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ اسے کیا جواب دیا ہمارے نزدیک یہی تحقیق راجح ہے کیونکہ اس سے تمام روایات مجتمع ہو جاتی ہیں۔ واللہ اعلم

فرمان بارگاہ رسالت بنام شاہان عمان جیفر بن جلندی وعبد بن جلندی رضی اللہ عنہما

عمان بلاد یمن میں ایک بڑا شہر ہے یہاں جیفر بن جلندی وعبد بن جلندی دو حقیقی بھائی بادشاہت کرتے تھے سیدنا رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کا ایک خط ان دونوں بھائیوں کے نام حضرت عمرو بن العاص صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا جس کا یہ مضمون تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد عبداللہ الی جیفر وعبد ابن الجلندی سلام علی من اتبع الھدیٰ . اما بعد فانی ادعوکما بدعایۃ الاسلام اسلما تسلیما انی رسول اللہ الی الناس کافۃ لا نذر من کان حیّاوبحق القول علی الکافرین وانکما ان اقررتما بالا سلام ولیتکما وان ابیتما ان تقرا بالا سلام فان ملککما زائل عنکما وخیلی تخل بساحتکما وتظھر نبوتی علی ملککما .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی طرف سے جلندی کے بیٹوں جیفر اور عبد کی طرف (پیام ہو کہ) سلام اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اما بعد! میں تم دونوں کو دعوت اسلام سے اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے کیونکہ بے شک میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تاکہ ڈراؤں اس کو جو زندہ دل ہے اور ثابت ہو جائے حق کافروں پر سو اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کر لیا تو بے شک میں تم کو تمہارے ملک پر بحال رکھوں گا اور اگر تم نے اسلام کا اقرار کرنے سے انکار کیا تو بلاشبہ تمہاری سلطنت تم سے زائل ہونے والی ہے اور میرے سوار تمہارے میدان میں اتریں گے اور میری نبوت تمہاری سلطنت پر غالب آ کر رہے گی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ خط لکھا اور رسول اللہ ﷺ نے مہر لگا کر حضرت عمرو بن العاص کے حوالہ کیا۔ چنانچہ عمان کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر پہلے عبد بن جلندی کے پاس گئے جو عمر میں گو چھوٹا تھا۔ مگر دور اندیش اور نرم دل تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کا قاصد بن کر تمہارے اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں پس تم میری سنو اور سوچ سمجھ کر جواب دو۔

عبد بن جلندی: میرا بھائی جیفر مجھ سے عمر میں بھی بڑا ہے اور اختیارات سلطنت بھی اسی کو زیادہ ہیں اس لئے میں تم کو اس کے پاس بھیجے دیتا ہوں تاکہ وہ تمہارا خط پڑھیں اور جو مناسب سمجھیں جواب دیں، اس کے بعد دریافت کیا کہ تمہارا مطلب کیا ہے اور کیا پیام لے کر آئے ہو۔

حضرت عمرو بن العاص: نے اتنی گنجائش کو غنیمت سمجھا اور دلیرانہ طرز پر نرم الفاظ میں اس طرح تبلیغ فرمائی کہ میں تم کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں کہ اس کے ماسوا سب کی عبادت چھوڑ دو، اور گواہی دو کہ محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔

عبد بن جلندی: اے عمرو تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو بتاؤ تمہارے باپ عاص بن وائل نے محمد (ﷺ) کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور اس کا آپ کی نسبت کیا خیال رہا کیونکہ ہم اس کی رائے کو لائق اتباع سمجھتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ: وہ ایمان نہیں لایا۔ اور اسی حالت کفر میں مر گیا۔ مگر آج میری تمنا یہی ہے کہ کاش وہ حضورﷺ پر ایمان لے آتا اور کچھ دن پہلے میں بھی اپنے باپ کا ہم خیال تھا مگر الحمد للہ کہ مجھ کو ہدایت اور اسلام کی توفیق ہوئی

عبد بن جلندی: تم نے محمد ﷺ کا اتباع کب اور کہاں اختیار کیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ: تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ میں حبشہ میں شاہ حبش حضرت اصحمہ نجاشی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں اور وہ مجھ سے پہلے اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے۔

عبد بن جلندی: سلطان حبش نجاشی کے مسلمان ہو جانے پر تعجب ہوا، اور پوچھا کہ نجاشی کی قوم نے اپنے بادشاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ: سب بدستور مطیع رہے اور نجاشی کو سلطنت پر بحال رکھا اور اپنے بادشاہ کا طریقہ اختیار کرتے چلے گئے۔

عبد بن جلندی: کیا علماء نصاری اور ان کے پادریوں نے بھی کچھ مخالفت نہیں کی اور کیا انہوں نے بھی بادشاہ کی رائے سے موافقت کی۔

حضرت عمرو بن العاص: ہاں وہ بھی موافق رہے، اور بہت سے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

عبد بن جلندی: یہ سن کر متحیر ہو گیا، اور کہا اے عمرو ذرا سنبھل کر کہو دیکھو شریف آدمی کے لئے جھوٹ سے زیادہ کوئی بات رسوائی کا سبب نہیں۔

حضرت عمرو بن العاص: بے شک جھوٹ بہت بری چیز ہے نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ جھوٹ بولنا میں اپنے مذہب میں جائز سمجھتا ہوں بلکہ واقعہ یہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

عبد بن جلندی: غالباً ہرقل شاہ روم کو اپنے ماتحت صوبہ کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع نہ ہوئی ہوگی، ورنہ ضرور کوئی گل کھلتا،

حضرت عمرو بن العاص: خبر کیوں نہیں ہوئی؟ ہرقل اس قصہ سے خوب مطلع ہو چکا۔

عبد بن جلندی: تم کو اس کی کیا خبر اور تم نے کیونکر جانا،

عمرو بن العاص: مجھے اس کی اس طرح خبر ہے کہ شاہ حبش ہرقل روم کو جو خراج ادا کیا کرتا تھا وہ اس نے اسلام کی حلقہ بگوشی اور سید نا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد بند کر دیا اور کہا بخدا اب اگر ہرقل مجھ سے ایک درہم بھی مانگے گا تو ہرگز نہ دوں گا، کسی نے یہ خبر ہرقل کو جا پہنچائی، اور اس کے بھائی نے غضبناک ہو کر اسے بھڑکایا بھی کہ کیا حبشی غلام کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائیگا کہ وہ آپ کو خراج بھی ادا نہ کرے۔ اور آپ کے مذہب کو چھوڑ کر ایک نئے دین کا متبع اور حامی و مددگار بن جائے ہرقل نے اس کا یہ جواب دیا کہ کوئی اپنے لئے کسی دین کو پسند کر لے تو میں اس کا کیا کر سکتا ہوں، ہر شخص مختار ہے کہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے، اور واللہ اگر سلطنت کی محبت نہ ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا۔

عبد بن جلندی۔ ہرقل کی نسبت یہ کلمہ سن کر حیرت کے ساتھ حضرت عمرو کا منہ تکنے لگا، اور کہا، دیکھو دیکھو اے عمرو کیا کہتے ہو؟

حضرت عمروؓ: قسم ہے حق سبحانہ کی میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس گفتگو کا عبد بن جلندی پر بہت کچھ اثر ہوا اور اس خیال سے کہ دعوت محمدیہ کا آوازہ حبش روم میں گونج چکا ہے اور نجاشی جیسا بادشاہ اس کا حلقہ بگوش ہو چکا۔ اور ہرقل بھی اس کی حقانیت کا معتقد ہے مذہب اسلام کی عظمت شاہ عمان کے دل میں بیٹھتی چلی گئی آخر اس نے کسی قدر خاموشی کے بعد کہا۔

عبد بن جلندی: اچھا اے عمرو یہ تو بتلاؤ کہ تمہارے پیغمبر کس کام کا حکم دیتے اور کن باتوں سے منع فرماتے ہیں؟

حضرت عمروؓ: آپ سب سے اول خدائی عزوجل کی عبادت واطاعت کا حکم دیتے اور اس کی نافرمانی سے منع فرماتے ہیں، نیکوکاری، صلہ رحم کی تاکید فرماتے اور زنا کاری وشراب خواری سے منع کرتے اور پتھروں، مورتوں، اور صلیب کی پرستش کی ممانعت فرماتے ہیں۔

عبد بن جلندی: سبحان اللہ کیا عجیب ومرغوب احکام ہیں جن سے کسی صاحب عقل کو بھی انکار نہیں ہوسکتا، اے کاش میرا بھائی بھی میری موافقت کرے تو ہم دونوں محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان پر ایمان لے آئیں۔ مگر میرے بھائی کو سلطنت سے محبت ہے اس لئے امید نہیں کہ وہ اس کا چھوڑنا اور سرداری کے بعد کسی کا تابع بننا گوارا کرلے۔

حضرت عمروؓ: ایسا خیال نہ کیجئے مذہب اسلام اور سلطنت میں منافات نہیں ہے اگر وہ اسلام لے آئیں تو بدستور اپنے ملک پر قائم رکھے جائینگے، البتہ زکوٰۃ وعشر وغیرہ کے کچھ حقوق کا مطالبہ ہوگا جو آپ کے امراء سے وصول ہوکر آپ ہی کے فقراء پر تقسیم کر دیا جائیگا۔

عبد بن جلندی: یہ تو بہت ہی عمدہ بات ہے۔ مگر ذرا احکام صدقہ کی تفصیل تو بیان کرو۔

حضرت عمروؓ نے مالی صدقات کی تفصیل بیان کرنا شروع کی۔ جب اونٹوں کی زکوٰۃ کا ذکر کیا تو۔

عبد بن جلندی: کہنے لگا اے عمرو! کیا ہمارے ان جانوروں سے بھی زکوٰۃ لی جائے گی جو درختوں کے پتوں پر پانی پی کر گذارہ کر لیتے ہیں۔

حضرت عمرو: بے شک ان پر بھی زکوٰۃ ہے۔

عبد بن جلندی: مجھے اپنی قوم سے امید نہیں کہ وہ اس بات کو مان لیں، اس کے بعد اس نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ میں مناسب موقعہ دیکھ کر بھائی صاحب سے اس معاملہ کا تذکرہ کروں گا، چنانچہ حضرت عمرو

وہاں ٹھہرے رہے۔

اور عبد بن جلندی نے اپنے بھائی جیفر سے وقتاً فوقتاً اس کا تذکرہ کرنا شروع کیا اور ایک دن حضرت عمروؓ کو جیفری دربار میں بلا بھیجا۔ جس وقت حضرت عمروؓ دربار میں پہنچے تو چوبداروں نے بازو پکڑ کر سجدہ کے لئے ان کو جھکانا چاہا مگر جیفر نے روک دیا پھر حضرت عمروؓ نے بیٹھنے کا ارادہ کیا تو چوبداروں نے اس کو ہرگز گوارا نہ کیا۔ اور ان کو کھڑے ہو کر گفتگو کرنے پر مجبور کیا کیونکہ شاہان عجم کا دستور یہی تھا کہ قاصد چاہے بادشاہ ہی کیوں نہ ہوا سے دربار میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ملتی تھی بلکہ ہمیشہ کھڑا ہو کر گفتگو کرے۔ اس لئے حضرت عمرو نے بھی بیٹھنے پر اصرار نہ کیا۔ اور کھڑے کھڑے جیفر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

جیفر: بیان کرو تم کس لئے میرے پاس آئے ہو اور کس کا پیام لائے ہو؟

حضرت عمروؓ نے اس کے جواب میں سیدنا رسول اللہ ﷺ کا مہر کردہ خط اس کے حوالہ کیا۔ جیفر نے والا نامہ اول سے آخر تک پڑھا اور اپنے بھائی عبد کے ہاتھ میں دے کر قاصد نبوی سے دریافت کیا۔

جیفر: قریش اور دیگر قبائل عرب کا محمد ﷺ کے ساتھ کیا برتاؤ ہے؟

عمرو بن العاصؓ: بعض نے برضاء خود اتباع کر لیا ہے اور بعض نے تلوار کے سامنے گردن جھکا دی ہے۔ اور اکثر نے تو اپنی اپنی سمجھ کے موافق اللہ کی ہدایت کو مان ہی لیا ہے اور جان گئے ہیں کہ وہ اب تک کھلی گمراہی میں تھے، اور اس نواح میں جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں رہا جس نے گمراہی پر ہدایت کو ترجیح نہ دی ہو۔ اس لئے مناسب ہے کہ آپ بھی اسلام قبول کر لیں اور اگر آج آپ نے انکار کیا تو یاد رکھئے کہ بہت جلد جنگی گھوڑے اس میدان میں ہنہناتے دکھائی دینگے جو آپ کو لشکر سمیت روند کر دھر دینگے اور سبزہ کو پامال اور کھیتی کو برباد کر چھوڑیں گے۔ اور اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو مجھے امید ہے کہ آپ اپنی حکومت پر بدستور بحال رکھے جائینگے۔ اور کوئی گزند کسی قسم کا نہ پہنچے گا اور علاوہ سعادت دارین کے آپ کو قتل وقتال سے امن

حاصل ہو کر دنیوی راحت بھی نصیب ہوگی۔

جیفر: اسلامی قاصد کی یہ دلیرانہ اور بے باکانہ گفتگو سن کر جس میں سر دربار اس کو ایک ہیبت ناک جنگ کی دھمکی دی گئی تھی سمجھ گیا کہ نبی عربی ﷺ کے ساتھ کوئی غیبی نصرت ضرور ہے جس کی وجہ سے ان کے قاصد کو کسی دشمن کی قوت کا مطلق خیال نہیں اور نہ وہ کسی کی درباری شان وشوکت سے متاثر ہوتا ہے اس لئے جیفر نے اس کے جواب میں تکبر اور سختی سے بالکل کام نہ لیا۔ بلکہ نہایت نرمی کے ساتھ یہ کہا آج مجھے غور کرنے کی مہلت دو اور کل آؤ تا کہ میں جواب فیصل دے دوں۔

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص وہاں سے لوٹ کر عبد بن جلندی کے پاس آئے اور اس نے اطمینان دلا دیا کہ آج کی گفتگو سے امید بہبودی معلوم ہوتی ہے۔ اگر بھائی صاحب نے سلطنت وملک کی زیادہ حرص نہ کی تو مجھے توقع ہے کہ ضرور مسلمان ہو جائینگے۔

آخر اگلا دن ہوا اور حضرت عمروؓ بن العاص جیفری دربار کی طرف چلے مگر چوبداروں نے روک دیا اور باریابی نہ ہوئی اس لئے حضرت عمروؓ پھر عبد کے پاس آئے اور صورت حال بیان کی۔ تب عبد نے ان کو اجازت دلوائی اور اس طرح گفتگو ہوئی۔

عمرو بن العاص: میں حسب وعدہ آج اس جواب فیصل کے سننے کا منتظر ہوں جس کا کل آپ نے وعدہ کیا تھا۔

جیفر بن جلندی: میں نے اس معاملہ میں بہت غور وفکر کیا تو میری آخری رائے یہ قرار پائی ہے کہ بلا جدال وقتال اپنی سلطنت کسی ایسے شخص کے حوالے کر دینا جس کی فوجیں بعد مسافت کی وجہ سے یہاں نہیں پہنچ سکتیں بڑی کمزوری کی دلیل ہے اور اگر میں ایسا کروں تو عرب میں مجھ سے زیادہ کوئی بزدل نہ ہوگا، اور اگر اس میدان میں جنگ ہوئی تو یاد رکھو وہ کوئی معمولی جنگ نہ ہوگی،

حضرت عمرو بن عاصؓ یہ گفتگو سن کر جیفر کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور نہایت مختصر لفظوں میں یہ جواب دیا۔

عمرو بن العاصؓ:۔ بہتر ہے میں کل کو یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔

جیفر کو جب یقین آ گیا کہ راست گو قاصد کل کو ضرور روانہ ہو جائیگا اور اب جنگ کا ہولناک منظر قسمت کا فیصلہ کرے گا تو وہ اپنے بھائی عبد کو خلوت میں لے گیا اور اس معاملہ میں اس سے مشورہ کرنے لگا۔

جیفر: عزیز من تم مجھے اس معاملہ میں کیا رائے دیتے ہو؟ تم میری قوت بازو اور سلطنت کے رکن عظیم ہو، مجھے بدون تمہاری ذاتی رائے معلوم کئے کوئی فیصلہ کرنا مناسب نہیں۔

عبد بن جلندی: جہاں پناہ آپ خود سوچ لیں کہ نبی عربی ﷺ کے ساتھ جن کی ہیبت سلاطین روم وحبش کے دلوں میں بیٹھ چکی ہے ہمیں کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ جن لوگوں پر ان کو غلبہ حاصل ہو چکا ہے ان کے سامنے ہماری کچھ بھی ہستی نہیں اور یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ جن سلاطین کے نام محمد ﷺ نے اسلامی دعوت کے خطوط لکھے ہیں ان میں سے کسی نے بھی ان کی تکذیب نہیں کی، بلکہ سب نے ان کے دعویٰ نبوت کو سچا ہی کہا ہے۔ اس لئے میری رائے تو یہ ہے کہ ہم کو اس نبی پر ایمان لے آنا اور قاصد کی روانگی سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کر دینا چاہئے کیونکہ انکار میں مجھے کوئی بہبودی نظر نہیں آتی آئندہ جو رائے عالی ہو۔

جیفر بن جلندی: عزیز من بات تو حقیقت میں وہی ہے جو تم کہتے ہو مگر مجھے صرف غرور سلطنت اس کے قبول سے مانع تھا لیکن اب میری رائے بھی تمہاری رائے سے موافقت کرتی ہے کیونکہ حق واضح ہو جانے کے بعد غرور سلطنت سے باطل پر اصرار کرتے رہنا عاقل کا کام نہیں۔ اچھا پھر کل صبح کو اسلامی قاصد کے جانے سے پہلے ہمیں اپنا اسلام ظاہر کر دینا چاہئے۔

چنانچہ اگلا دن ہوا اور جیفر نے حضرت عمروؓ کو دوبارہ بلایا اور دونوں بھائیوں نے متفق اللفظ ہو کر اپنے اسلام کا اظہار کر دیا کہ ہم سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کے ہر فیصلہ اور حکم پر دل سے بخوشی راضی ہیں جب یہ خبر عام طور سے مشہور ہوئی تو ان دونوں کے مسلمان ہونے سے علاقہ یمن کے باشندے بکثرت اسلام میں داخل ہو

گئے اور جو لوگ بدستور اپنے پہلے مذہب پر قائم رہے ان پر جزیہ مقرر کیا گیا (سیرۃ نبویہ وسیرۃ حلبیہ)

حضور ﷺ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو آپ مسرور ہوئے اور دونوں بھائیوں کو سلطنت پر بدستور بحال رکھا اور حضرت عمرو بن العاص کو علاقہ عمان سے صدقات وزکوٰۃ و جزیہ وصول کرنے پر مامور فرمایا جس میں شاہان عمان جیفر بن جلندی عبد بن جلندی رضی اللہ عنہما نے ان کی پوری معاونت کی اور جو شخص صدقات وزکوٰۃ کے دینے سے انکار کرتا وہ سلطنت کا مجرم قرار پا کر دربار جیفری نے سزایاب ہوتا (سیرۃ نبویہ)

حافظ ابن حجر اصابہ (ص ۲۷۷ ج ۱) میں فرماتے ہیں کہ عبدان نے سند صحیح کے ساتھ زہری سے روایت کی ہے۔ وہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جیفر وعبد پسران جلندی شاہان عمان کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تھا تو وہ دونوں اسلام لے آئے، اور ان کے ساتھ بہت مخلوق اسلام میں داخل ہوئی اور جو مسلمان نہ ہوئے اس پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ اھ

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں وثیمہ کی کتاب الردۃ سے نقل کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ابن اسحٰق صاحب مغازی کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خود جلندی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تھا جو جیفر وعبد دونوں کا باپ تھا۔ چنانچہ جلندی اسلام لے آیا اور اس نے اپنے وزراء اور اعیان سلطنت کے سامنے یہ کہا کہ عمرو بن العاص نے مجھ سے نبی امی ﷺ کے اوصاف اس طرح بیان کئے ہیں کہ وہ جس میں نیک کام کا حکم فرماتے ہیں سب سے پہلے خود اس کو اختیار کرتے ہیں اور جس برے کام سے منع کرتے ہیں سب سے زیادہ خود اس سے پرہیز کرتے ہیں اور جس پر وہ غلبہ پالیتے ہیں اس سے تکبر اور غرور کا معاملہ نہیں کرتے اور جس سے مغلوب ہو جاتے ہیں اس کو برا بھلا نہیں کہتے وہ وعدہ کے سچے اور عہد کے پکے ہیں۔ پس سن لو میں ان کی نبوت کو تسلیم کرتا اور ان کے نبی برحق ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ پھر کچھ اشعار پڑھے

جن میں سے تین شعر یہ ہیں:

اتانی عمرو بالتی لیس بعدھا من الحق شئی والنصیح نصیح

فقلت له ما زدت ان حئت بالتی جلندی عمان فی عمان یصیح

فیاعمرو قد اسلمت لله جهرة ینادی بما فی الوادئین فصیح

میرے پاس عمرو بن عاص ایسی بات لائے جس کے بعد کوئی بات بھی حق نہیں اور واقع میں یہ خیر خواہ خیر خواہ ہی ہے میں نے ان سے کہا کہ تم نے کچھ زیادہ کام نہیں کیا بلکہ وہی بات لائے جس کو جلندی شاہ عمان علاقہ عمان میں پکار پکار کر کہہ رہا تھا شاید حضور ﷺ کی نبوت کا اس کو پہلے سے یقین ہوگا پس اے عمرو اب تو میں اللہ کے لئے کھلم کھلا مسلمان ہو گیا اور اس خبر کو عرب کی دونوں وادیوں میں ایک فصیح شخص بلند آواز سے بیان کرتا پھرے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق اور دیگر مورخین کے قول میں کچھ اختلافات نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ جلندی نے بڑھاپے کی وجہ سے کاروبار سلطنت اپنے بیٹوں کے سپرد کر دیا ہو اس لئے حضور ﷺ نے عمرو بن عاص کو تینوں کی طرف قاصد بنا کر بھیجا ہو۔اھ، مگر باقاعدہ خط صرف جیفر وعبد کے نام اسلئے تھا کہ زمام سلطنت انہی کے ہاتھوں میں تھی۔ ہمارے نزدیک یہی تحقیق رائج ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فرمان بارگاہ رسالت بنام حاکم یمامہ ہوذہ بن علی

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے ایک خط دعوت اسلام کا حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ کے ہاتھ حاکم یمامہ ہوذہ بن علی کے نام بھیجا جس کا مضمون تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله الی هوذة بن علی سلام علی من اتبع الهدی واعلم ان دینی سیظهر الی منتهی الخف والحا فر اسلم تسلم واجعل لک ماتحت یدیک .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوذہ بن علی کی طرف پیام ہے کہ سلام اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور معلوم کرلو کہ میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اونٹ اور گھوڑے پہنچ سکیں۔ پس اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے اور جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے اس پر تم کو بحال رکھوں گا۔

حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا نامہ لے کر یمامہ پہنچے اور سر بمہر ہوذہ بن علی کے سپرد کیا اور منتظر جواب ہو کر قیام فرمایا۔ ہوذہ نے ان کی خوب عظمت کی اور عزت کے ساتھ ان کو مہمان رکھا پھر ایک دن انہوں نے دربار میں جا کر ہوذہ کو اس طرح اسلام کی ترغیب دی۔

سلیط رضی اللہ عنہ: اے ہوذہ تجھ کو چند بوسیدہ ہڈیوں اور جہنم رسیدہ روحوں نے سردار بنایا تھا یعنی کسریٰ نے کیونکہ ہوذہ کی تاج پوشی اسی کے ہاتھوں ہوئی تھی اور حقیقت میں سردار وہ ہے جو ایمان سے بہرہ ور اور تقویٰ سے مالا مال ہو اور اب تک کچھ لوگ تیری رائے سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں سو اب تو ان کو بد بخت نہ بنا۔ میں تجھ کو اس خیر کی طرف بلاتا ہوں جو حقیقت میں قابل دعوت ہے اور اس شر سے روکتا ہوں جو فی الواقع روکنے کے قابل ہے۔ میں تجھ کو اللہ عزوجل کی عبادت کا حکم دیتا ہوں اور شیطان کی پرستش سے روکتا ہوں کیونکہ اللہ کی عبادت میں جنت کی راحت ہے اور شیطان کی پرستش میں جہنم کا عذاب ہے اگر تم نے میری بات مان لی تو اپنی امیدوں کو پورا ہوتے دیکھو گے اور ہر اندیشہ سے مامون رہو گے، اور انکار کیا تو یاد رکھو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک فیصلہ کن لڑائی اور ہولناک منظر ہو گا۔

ہوذہ بن علی: یہ بے باکانہ اور دلیرانہ گفتگو سن کر سناٹے میں آ گیا اور کچھ دیر سکوت کے بعد کہنے لگا اے سلیط مجھے ایسے شخص نے سردار بنایا ہے جو اگر تمھیں سردار بنا دیتا تو تم اس کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے، اور تمہاری تبلیغی گفتگو کا جواب یہ ہے کہ میں اپنی رائے سے جملہ امور کو حل کر لیتا ہوں مگر اس معاملہ میں ابھی تک میری کوئی رائے قائم

نہیں ہوئی۔تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں سوچ کر اپنی ایک رائے قائم کرلوں۔ پھر انشاء اللہ میں تم سے آخری بات کہہ دوں گا۔

حضرت سلیط نے یمامہ میں کچھ دن اور قیام کیا آخر ایک دن ہوذہ نے ان کو بلایا اور خلعت فاخرہ دیا اور ہجر کے بیش قیمت تھان ان کے سامنے پیش کر کے والا نامہ نبوی کا جواب بایں مضموں لکھوا کر واپس کیا کہ:۔

بے شک جن باتوں کی طرف آپ بلاتے ہیں ان کے پیارے اور مستحسن ہونے میں کچھ شبہ نہیں مگر میں بھی اپنی قوم کا مایہ ناز شاعر و خطیب ہوں اور اہل عرب مجھ کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں میری ہیبت بیٹھی ہوئی ہے۔اس لئے ملک کا کچھ حصہ بانٹ لیجئے اور کچھ اختیارات میرے حوالہ کر دیجئے تب میں آپ کا اتباع کروں گا۔

حضرت سلیط رضی اللہ عنہ یہ جواب لے کر یمامہ سے روانہ ہوئے اور حلہ وخلعت جو کچھ ملا تھا سب حضور ﷺ کے سامنے پیش کر کے ہوذہ کا خط حوالہ کیا اور صورت حال بیان کر دی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ ایک چپہ زمین بھی مانگے تو نہیں مل سکتی وہ بھی برباد ہو جائے گا اور اس کا ملک بھی چنانچہ جس وقت آپ فتح مکہ سے واپس ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو خبر دی کہ ہوذہ مر گیا ہے۔حضور ﷺ نے صحابہ کو اس کی اطلاع دی۔اور یہ بھی فرمایا کہ یمامہ میں ایک جھوٹا مدعی نبوت پیدا ہوگا جو میرے بعد قتل کیا جائیگا۔ایک صحابی نے عرض کیا یارسول !اس کو کون قتل کرے گا؟ فرمایا تم (۱) اور تمہارے ساتھی، چنانچہ مسیلمہ کذاب کا وجود اس پیشین گوئی کا مصداق ہوا جس نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور خلافت صدیقی میں حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھوں اس کی جماعت کا خاتمہ ہوا اور مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

---

(۱) غالباً یہ سوال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ کیونکہ انہی کے ساتھیوں نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا ہے۔۱۲منہ۔

واقدی نے لکھا ہے کہ ہوذہ کے پاس ایک دمشقی نصرانی عالم ارکون نام کا رہتا تھا جب ہوذہ نے حضور ﷺ کے اتباع میں پس وپیش کیا تو اس سے بطور مشورہ کے حضور کے خط کا تذکرہ کیا۔ نصرانی عالم نے پوچھا کہ تم حضور ﷺ کا اتباع کیوں نہیں کر لیتے۔ کہا میں اپنی قوم کا بادشاہ ہوں اور اتباع کی صورت میں مجھے سلطنت چھن جانے کا اندیشہ ہے۔ نصرانی عالم نے کہا ہرگز نہیں، بخدا اگر تم اتباع کر لو گے تو آپ ﷺ یقیناً تم کو سلطنت پر بحال رکھیں گے۔ اور تمھاری فلاح آپ کے اتباع ہی میں ہے۔

کیونکہ محمد ﷺ ہی وہ نبی عربی ہیں جن کی بشارت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے دی ہے اور ہمارے پاس انجیل میں صاف لکھا ہوا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں پھر ارکون [1] تو خلافت صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا مگر ہوذہ کی تقدیر میں ایمان نہ تھا اس لئے وہ محض اس وہم سے کہ اتباع کر کے دب کے رہنا پڑے گا نعمت اخرویہ سے محروم رہا (سیرۃ حلبیہ ونبویہ ج ۳ ص ۷۹)

فرمان بارگاہ رسالت بنام حاکم دمشق حارث بن ابی شمر غسانی

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کا ایک خط حاکم دمشق حارث بن ابی شمر غسانی کے نام حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا جس کا یہ مضمون تھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول الله ابی الحارث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الهدی وآمن به وصدق وانی ادعوک الی ان تو من بالله وحده لا شریک له یبقی لک ملکک .

---

(۱) قلت ذکره الحافظ فی الاصابة فی القسم الثالث وقال ارکون الرومی ادرک الجاهلیة واسلم علی یدی خالد فی عهد ابی ابکر .اهـ.(ص:۱۰۵، ج:۵) مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف پیام ہے کہ سلام اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ ایمان لاؤ اس اللہ پر جو یگانہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں، تمہارا ملک تمہارے لئے بحال رہے گا۔

حضرت شجاع بن وہب اس خط کو لے کر روانہ ہوئے اور مقام غوطہ میں جو کہ حارث کا پایہ تخت تھا پہنچے تو اس کو قیصر کے لئے ضیافت کی تیاری میں مشغول پایا جو اس وقت لشکر فارس پر فتحیاب ہونے کے شکریہ میں حمص سے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔

حضرت شجاع دو تین دن تک اس کے دروازہ پر ٹھہرے رہے مگر بازیابی کا موقعہ نہ ملا تو اس کے دربان سے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں اور حارث کے نام حضور ﷺ کا والا نامہ لے کر آیا ہوں اس کو میری اطلاع کردو دربان نے کہا کہ تم ابھی اس سے نہیں مل سکتے وہ فلاں تاریخ کو محل سے نکلے گا تب ملاقات ہو سکے گی۔

پھر دربان ان سے رسول اللہ ﷺ کے حالات دریافت کرنے لگا اور یہ کہ آپ کن باتوں کی تعلیم دیتے ہیں حضرت شجاع نے حضور ﷺ کے اوصاف اور آپ کی پاکیزہ تعلیم کا اس سے تذکرہ کیا تو اس پر اس قدر رقت طاری ہوتی تھی کہ پھوٹ کر رونے لگتا اور یہ کہتا کہ میں نے انجیل پڑھی ہے اور اس میں آپ کی تعریف بعینہ اسی طرح مذکور ہے اور میرا گمان یہ تھا کہ آپ کا ظہور ملک شام میں ہوگا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے عرب میں ظہور پایا ہے بہر حال میں آپ پر ایمان لاتا اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں لیکن اس کو ظاہر نہیں کرسکتا کیونکہ مجھے حارث کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ یہ دربان روم کا باشندہ اور مری نام تھا۔

اس نے حضرت شجاع کی بہت تعظیم وتکریم کی اور عمدگی کے ساتھ ضیافت کا حق ادا کیا اور حارث کے متعلق قبول اسلام سے ناامیدی ظاہر کی اور کہا کہ اس کو قیصر کا خوف

مانع ہے۔ حضرت شجاع کا بیان ہے کہ حارث ایک دن اپنے محل سے نکل کر دربار میں آیا اور سر پر تاج رکھ کر بیٹھا تو مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ میں نے فرمان رسالت اس کے حوالہ کیا جس کو پڑھ کر اس نے بے پروائی کے ساتھ ایک طرف ڈال دیا اور کہا مجھ سے میری سلطنت کون چھین سکتا ہے۔ میں خود ان پر حملہ کرنا چاہتا ہوں گو وہ یمن ہی میں کیوں نہ ہوں جہاں ان کو ایک باقاعدہ سلطنت کی پناہ بھی مل سکتی ہے پھر دربان سے کہا کہ لوگوں کو میرے پاس بلالاؤ چنانچہ رات تک وہ فوجوں کو تیار کرتا رہا اور گھوڑوں کی نعل بندی کا حکم دیا۔

پھر حضرت شجاع سے کہا جاؤ اپنے آقا کو اس صورت حال سے مطلع کردو جو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے اور یہ کہہ کر قیصر کو ایک خط سے اس معاملہ کی اطلاع دی کہ میرے پاس نبی عربی ﷺ کا قاصد آیا ہوا ہے اور میں نے اس کو یہ جواب دیا ہے۔ یہ خط قیصر کے پاس بیت المقدس میں اس وقت پہنچا جبکہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ قیصر کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ لے کر شام میں آئے ہوئے تھے، ہرقل نے حارث کا خط پڑھ کر جواب میں لکھا کہ تو نبی عربی (ﷺ) کی طرف جانے کا نام نہ لے۔ اور اس خیال کو دل سے نکال دے۔ اور فوراً بیت المقدس میں میرے پاس چلا آ۔

حضرت شجاع فرماتے ہیں کہ ہرقل کا جواب حارث کے پاس میرے سامنے ہی پہنچ گیا تھا تو اس نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ تم کب تک واپسی کا ارادہ رکھتے ہو۔ میں نے کہا کل جانے کا ارادہ کر رہا ہوں تو اس نے مجھے سومثقال سونا بطور اکرام کے دیا (جو ہندوستان کے وزن سے ۳۷ تولہ ۶ ماشہ ہوتا ہے۔ اور قیمت میں ایک ہزار روپیہ کے قریب ہوتا ہے) اور اس کے دربان مری نے کچھ نقد اور کچھ کپڑے ہدیۃً پیش کئے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور اس کی بھی خبر کر دینا کہ میں نے آپ کے دین کا اتباع کر لیا ہے۔

چنانچہ حضرت شجاع نے واپس آکر حارث کی حالت حضور ﷺ سے عرض کی

تو آپ نے فرمایا کہ اسکی سلطنت برباد ہوگئی، اور اسکے دربان کے سلام اور پیام پہنچایا تو آپ نے فرمایا کہ وہ سچ کہتا ہے بعض اہل سیر کا قول ہے کہ حارث بھی اسلام لے آیا تھا مگر یہ کہتا تھا کہ مجھے اسلام کے ظاہر کرنے میں ہرقل کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (سیرۃ نبویہ وحلبیہ ص ۸۰ ج ۳)

قلت وذكره الحافظ في الاصابة في معرفة الصحابة حاجب الحارث هذا وقال يقال انه ادرك النبي صلى الله عليه وسلم ولم يره ولكنه سمع كلام رسوله وآمن وكان روميا اسمه مرى بكسر اول مخففا .اا (ص: ۱۷۰ ج:٦)

اور ابن ہشام وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ شجاع بن وہبؓ جبلۃ بن الایہم کی طرف قاصد بنا کر بھیجے گئے تھے اور بعض اصحاب سیر کا قول یہ ہے کہ حارث بن شمر اور جبلۃ بن الایہم دونوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ چنانچہ جبلۃ بن الایہم کے سامنے انہوں نے اس طرح تقریر کی۔

شجاع بن وہبؓ: اے جبلہ تیری قوم نے یعنی انصار مدینہ نے کیونکہ بنوغسان کو جن میں سے جبلۃ بھی تھا انصار مدینہ کے ساتھ نسباً بہت قریب تھا اس نبی ﷺ کو ان کے وطن اصلی سے اپنے وطن (مدینہ) کی طرف منتقل کر کے اچھی طرح پناہ دی اور بنوبی نصرت وحمایت کی ہے۔

اور یہ دین (مسیحیت) جس پر تو اس وقت قائم ہے تیرے آباء واجداد کا دین نہیں ہے لیکن تجھ کو شام کی سلطنت مل گئی اور رومیوں کے قرب وجوار میں رہنا ہوا اس لئے تو عیسائی ہو گیا، اور اگر تو کسریٰ کے قرب وجوار میں رہتا تو پارسیوں کا مذہب اختیار کر لیتا، اور اگر تو اسلام لے آئے تو تمام سرزمین شام تیری مطیع وتابعدار ہو جائیگی اور رومی تجھ سے مرعوب ہو جائینگے، اور اگر یہ نہ بھی ہوا تو ان کے پاس دنیا ہوگی اور تیرے لئے آخرت (اور دنیا میں) تجھ کو گرجوں کے بدلے میں مسجدیں اور ناقوس کے عوض اذان اور شعانین کے مقابلہ میں جمعہ اور عیدین نصیب ہو جائینگی اور اللہ کے پاس جو

کچھ ہے وہ تو بہت ہی بہتر اور پائیدار ہے۔

جبلۃ بن الایہم: بخدا میں دل سے اس بات کا خواہشمند ہوں کہ لوگ اس نبی عربی (ﷺ) کے تسلیم کرنے پر ایسے متفق ہو جائیں جیسے وہ رب السموات والارض پروردگار عالم کے ماننے پر متفق ہیں اور مجھ کو اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ میری قوم نے ان کا اتباع اختیار کرلیا اور قیصر نے جنگ موتہ میں اس نبی کی جماعت سے مقابلہ کرنے کی مجھے دعوت دی تھی تو میں نے صاف انکار کر دیا (میرے دل کی تو یہ کیفیت ہے کہ اس میں اس نبی کی طرف میلان ورحجان بہت کچھ ہے) لیکن حق و باطل کے متعلق میں ابھی کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا میں اس میں مزید غور وتامل کروں گا (سیرۃ حلبیہ ص ۲۸۸ ج ۳)

پھر جبلۃ بن الایہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہوا اور بعد چندے مرتد ہوکر پھر ہرقل سے جاملا اور عیسائیوں ہی میں رہ کر اس نے جان دی بعض مورخین کا قول ہے کہ اخیر عمر میں وہ پھر اسلام کی طرف عود کر آیا تھا۔ واللہ اعلم اس واقعہ سے کسی اور موقعہ پر انشاء اللہ ہم مفصلاً تعرض کریں گے۔

فرمان بارگاہ رسالت بنام کسریٰ شاہ فارس (۱)

جس کسریٰ کا ذکر ہم کر رہے ہیں اس کا نام پرویز ہے یہ متکبر بادشاہ ہرمز کا بیٹا اور نوشیروان عادل مشہور فارسی بادشاہ کا پوتا ہے اس کے نام بھی رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کے خط لکھا جس کو عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ لیکر روانہ

---

(۱) کسریٰ گو اہل کتاب میں سے تھا اسلئے اس کا تذکرہ اس موقع پر مناسب نہ تھا مگر ہم نے چاہا کہ تحریری دعوت اسلام کا نمونہ ایک ہی موقع پر مکمل طور سے دکھلا دیا جائے، دوسرے اس واقعہ میں گو کسریٰ نے حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار نہیں کیا مگر من جانب اللہ اس میں حضور ﷺ کی بہت نمایاں تائید ہوئی ہے اور آپ کی پیشین گوئی اتنی جلدی پوری ہوئی جس نے نائب کسریٰ باذان یمن کو تصدیق رسالت محمدیہؐ پر مجبور کر دیا کما سیأتی۔ ۱۲ منہ

ہوئے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں یہ کسریٰ کے پاس بکثرت آیا جایا کرتے تھے والا نامہ کا مضمون یہ تھا:۔

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد (۱) رسول الله الى كسرىٰ عظيم فارس سلام على من اتبع الهدىٰ وامن بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمد اعبده ورسوله ادعوك بدعاية الله فانى انا رسول الله الى الناس كافة لانذ من كان حيا و يحق القول على الكافرين اسلم تسلم فان ابيت فعليك اثم المجوس ۔

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ سردار فارس کو پیام ہے کہ سلام اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس امر کی گواہی دی کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں میں، تجھ کو خدائی دعوت کے ساتھ اسلام کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں اللہ کی طرف سے تمام آدمیوں کی طرف رسول ہو کر مبعوث ہوا ہوں تا کہ

(۱) سبحان اللہ اس والا نامہ کی فصاحت و بلاغت اور شوکت وصولت قابل دید ہے کہ دنیا کے سب سے زبردست بادشاہ کو کس طرح صاف لفظوں میں پاک مذہب کی دعوت دیجارہی ہے اور قبول اسلام پر سلامتی کو موقوف بتایا جارہا ہے جس میں ترغیب کے ساتھ دھمکی بھی ہے کہ بدون اسلام کے تجھ کو سلامتی نصیب نہیں ہوسکتی بھلا کیا کوئی یہ خیال کرسکتا ہے کہ آپ نے محض مدینہ کی اسلامی مختصر جماعت کے بھروسہ پر دنیا کے زبردست سے زبردست بادشاہ کی پرواہ نہ کی، بلکہ آپ کو خدائی تائید ونصرت پر بھروسہ تھا جس کی وجہ سے آپ کسی بادشاہ سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ آخر کار تمام اسلامی سلاطین ہی آپ سے مرعوب ہوگئے ۔۱۲ منہ

میں ان لوگوں کو ڈرادوں جو زندہ دل ہیں اور تا کہ کافروں پر حجت تمام ہو جائے۔ تو اسلام لے آ سلامتی پائے گا۔ اور اگر تو نے انکار کیا تو تمام آتش پرستوں کے کفر کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے قاصد کو متنبہ کر دیا تھا کہ یہ خط بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کے حوالہ کر دینا اور کہہ دینا کے کہ خسرو پرویز کے پاس اس کے پہنچانے کا انتظام کر دے چنانچہ اسلامی سفیر نے نامہ مبارک کو منذر کے حوالہ کیا اور منذر نے اپنا معتمد آدمی قاصد نبوی کے ہمراہ کر دیا تا کہ وہ ان کو کسریٰ کے دربار تک پہنچا دے۔

حبشہ پر سیف بن ذی یزن کی حکومت کا قصہ

بحرین بصرہ وعمان کے درمیان ایک شہر ہے جہاں باذان شاہ یمن کی طرف سے منذر بن ساوی حاکم ضلع کے طور پر رہتے تھے اور باذان فارسی کو سلطنت یمن اس طرح ملی کہ ایک زمانہ میں سلطنت یمن عرب کے ہاتھوں سے نکل کر شاہ حبشہ کے تسلط میں آ گئی تھی چنانچہ ستر ۷۰ سال تک حبشہ والے یمن میں سلطنت کرتے رہے پھر سیف بن ذی یزن حمیری کسریٰ نوشیرواں کے دربار میں گیا اور اس سے حبشہ والوں کے مقابلہ میں امداد چاہی اور کسریٰ کو بہت رغبت دلائی کہ یمن بہت ذرخیز خطہ ہے اگر آپ کی امداد سے یہ میرے قبضہ میں آ گیا تو میں نہایت معقول خراج خزانہ فارس میں داخل کیا کروں گا۔

نیز اس طرح تمام ملک عرب پر میرے واسطہ سے کسریٰ کی ریاست قائم ہو جائے گی نوشیرواں نے اس معاملہ میں وزراء سے مشورہ کیا تو سب کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ ایک نووارد اجنبی آدمی کی باتوں پر وثوق کر کے اپنا لشکر اس کے ہمراہ کر دینا قرین قیاس نہیں ہے لیکن اس کو ناکام واپس کرنا بھی مناسب نہیں کیونکہ اہل عرب جب کسی سے ناخوش ہوتے ہیں تو اشعار میں اس کی ہجو کرتے ہیں جو ہوا کی طرح

تمام اطراف میں پھیل جاتی ہے بہتر یہ ہے کہ اس کو بہت سا مال ومتاع اور خلعت فاخرہ دیکر واپس کردیا جائے تا کہ احسان کی وجہ سے اس کی زبان ہجو سے بند ہو جائے۔

چنانچہ کسری نے ایسا ہی کیا اور سیف بن ذی یزن کو دس ۱۰ ہزار دینار سرخ دے کر دربار سے رخصت کیا۔ سیف بن ذی یزن نے دربار سے نکلتے ہی کھڑے کھڑے ساری رقم غرباء اور دربار کے چوب ڈاروں کو تقسیم کردی کسی نے یہ خبر کسری نوشیرواں کو جا پہنچائی کہ یمنی نو وارد نے تو شاہی عطیہ کی کچھ بھی قدر نہ کی بلکہ دربار سے نکلتے ہی چوبداروں اور غریبوں میں تقسیم کردی۔

کسری کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے سیف بن ذی یزن کو دوبارہ دربار میں بلایا اور عطیہ شاہی کے ساتھ اس توہین آمیز برتاؤ کا سبب پوچھا سیف بن ذی یزن نے کہا کہ اگر جہاں پناہ سلطنت یمن کے ذخائر کو دیکھ لیتے تو آج آپ کے دل میں دس ہزار دیناروں کی وہ وقعت نہ ہوتی جو میں اس وقت دیکھ رہا ہوں جہاں پناہ مجھے اس دولت کو یہاں سے لاد کر لے جانے کی کیا ضرورت ہے جس سے کئی حصہ زیادہ مجھ کو بے تکلف اپنے گھر پر مل سکتی ہے میں تو فوجی امداد کا طالب ہو کر آیا تھا اور افسوس ہے کہ اس سے محروم واپس جا رہا ہوں بہتر ہے اب میں کسی اور بادشاہ کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کروں گا مگر اس وقت آپ کو افسوس ہوگا کہ ایسا زرخیز ملک آپ کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

سیف بن ذی یزن کی اس گفتگو کا کسری کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ یمن کی زرخیزی کے متعلق جو کچھ یہ کہہ رہا ہے بظاہر سچ ہے ورنہ میرے بیش قیمت عطیہ کے ساتھ ایسی بے پروائی کا معاملہ نہ کرتا۔

اب اس نے وزراء سے دوبارہ مشورہ کیا اور کہا کہ اس شخص کی باتوں نے مملکت یمن کی طمع میرے دل میں پیدا کر دی ہے اب مجھے کوئی سبیل ایسی بتلاؤ کہ میں اس شخص کے ساتھ اپنا لشکر بھی بھیج دوں اور ایک اجنبی ناآشنا کے ساتھ لشکر بھیجنے میں اپنی رعایا پر ظلم کرنے سے بچا رہوں۔

وزیر اعظم بزرجمہر نے عرض کیا کہ اس کی تدبیر میرے ذہن میں یہ آتی ہے کہ جہاں پناہ اپنی سلطنت کے ہر شہر میں یہ حکم بھیجدیں کہ سرکاری جیل خانوں میں جو قیدی واجب القتل نظر بند ہوں ان کو یہاں بھیج دیا جائے پھران سب کا لشکر تیار کر کے سیف بن ذی یزن کے ہمراہ کر دیا جائے۔ اگر اس نے ہمارے لشکر کے ساتھ دغا کی اوران کو ہلاک کر دیا تو آپ ظلم کے دھبہ سے بچے رہیں گے کیونکہ اس صورت میں وہ انہی لوگوں کو ہلاک کرے گا جن کے قتل پر ہم خود ہی آمادہ تھے۔

اوراگر بات کا سچا نکلا اور ملک یمن فتح ہوگیا تو مفت بلا مشقت ایک نئی حکومت آپ کے ہاتھ میں آجائے گی۔

نوشیرواں نے اس رائے کو بہت پسند کیا اوراسی وقت تمام ولایت فارس میں حکم بھیج دیا کہ واجب القتل قیدی پایہ تخت میں بھیج دیئے جائیں۔ چنانچہ چند ہی روز میں ایک بڑی جماعت ایسے قیدیوں کی جمع ہوگئی اوران کو اسلحہ وغیرہ سے آراستہ کر کے ایک بوڑھے معزز قیدی کو سپہ سالار بنا کر سیف بن ذی یزن کے ہمراہ کر دیا اورسب کو اس کی اطاعت کا حکم کیا گیا۔

سیف بن ذی یزن دریا کے راستہ سے کشتیوں میں سوار ہو کر اس لشکر سمیت یمن کے ساحل پر پہنچا۔ تو اہل عرب کی بھی ایک بڑی جماعت آملی خصوصًا سیف بن یزن کا خاندان سلطنت تو سب کا سب اس کی ہمرکاب ہوا۔ تو جاسوسوں نے حبشی حاکم یمن مسروق نامی کو اس لشکر کی خبر پہنچائی۔ اوراس کا فوراً مقابلہ کا حکم دیا فوجیں تیار ہونے لگیں۔ اور چند روز میں حبشی حاکم نے پائے تخت سے کوچ کر کے راستہ ہی میں فارسی لشکر کی پیش قدمی کو روکا اور ایک وسیع میدان میں لڑائی کی تیاری ہونے لگی حبشیوں کے ساتھ علاوہ گھوڑوں کے ہاتھی بھی بکثرت تھے اور فوج بھی زیادہ تھی سامان اسلحہ بھی فارسیوں سے بہت زیادہ تھا اس لئے قریب تھا کہ فارسی فوج شکست کھا کر بھاگ جائے۔

مگر سیف بن ذی یزن کا اقبال عروج پر تھا۔ اس لئے فوج کی یہ حالت دیکھ کر اس نے بڈھے فارسی سپہ سالار کو بھڑکایا کہ جلد کوئی تدبیر کرو جس سے حبشیوں کا زور

گھٹ جائے اور ہماری فوج کی ہمت بڑھ جائے۔ اس نے کہا تم مجھے ایک دفعہ یہ بتلا دو کہ حبشی فوج کا بادشاہ اور افسر کون سا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کی جھکی ہوئی پلکوں کو اوپر اٹھایا اور اشارہ سے بتلا دیا کہ حبشی فوج کا سردار وہ ہاتھی پر سوار ہے جواب گھوڑے پر سوار ہو رہا ہے۔ اور اس کے بعد خچر پر سوار ہو گیا ہے۔

بڈھے سپہ سالار نے کہا کہ بس اس کی ذلت قریب آ گئی۔ اور اس نے خود ہی ذلت کی سواری اختیار کر لی یہ کہہ کر اپنی کمان منگائی جو اتنی سخت تھی کہ باوجود اس قدر بڑھاپے کے بھی اس کے سوا کوئی دوسرا اس کے چلانے پر قادر نہ تھا۔

کمان آئی اور اس نے گھٹنے ٹیک کر جو تیر مارا ہے تو حبشی فوج کے سردار کی آنکھ پر جا کر لگا جس سے بیتاب ہو کر وہ نیچے گرا۔ اس کے بعد دوسرا تیر اس نے ہاتھی کی آنکھ پر مارا جس کے صدمہ سے وہ چیختا ہوا الٹے پاؤں بھاگا۔ ان دو تیروں میں نہ معلوم کیسی قوت بھری ہوئی تھی کہ دفعتہً جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور وہ حبشی فوج جو ابھی آگے بڑھی آ رہی تھی اپنے افسر کی یہ حالت دیکھ کر مرعوب و بدحواس ہو کر پیچھے ہٹنے لگی۔

فارسیوں نے بھی نہایت تیزی کے ساتھ ان کو پیچھے دھکیلنا شروع کیا۔ آخرکار حبشی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اور میدان کو فارسیوں کے ہاتھ دے کر انہوں نے بھاگنا شروع کیا۔ پھر کسی موقع پر بھی ان کے مقابلہ پر جمنے کی ان کو طاقت نہ ہوئی۔ چند روز میں فارسی لشکر نے پائے تخت یمن پر قبضہ کر کے نوشیرواں کو اس کی اطلاع دی اور سامان غنیمت کا بیش قیمت حصہ شکریہ فتح میں کسریٰ کے پاس روانہ کیا گیا۔ جب یہ بے شمار دولت نوشیرواں کے سامنے لائی گئی تو سیف بن ذی یزن کی سچائی کا اس کے دل پر گہرا نقش ہو گیا اور اس کے جواب میں اس نے لکھ بھیجا کہ تاج سلطنت ہماری طرف سے سیف بن ذی یزن کے سر پر رکھا جائے۔

اور وہی یمن کا بادشاہ رہے گا جس کے ذمہ خزانہ فارس کے لئے ایک معقول خراج ادا کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ اور جس سپہ سالار کی حسن تدبیر سے جنگ میں فتح ہوئی ہے وہ سلطنت فارس کی طرف سے صوبیدار ہو کر یمن میں قیام کرے جس کے واسطہ

سے سلطنت یمن پر فارس کی سیادت ہوگی۔

چنانچہ اسی طرح عمل درآمد رہا پھر پندرہ سال کے بعد ایک حبشی نے سیف بن ذی یزن کو موقع پا کر مار ڈالا تو کسری نے ان کی جگہ اپنے سپہ سالار ہی کو بادشاہ کر دیا۔ اس کی اولاد میں چند بادشاہ ہوئے آخر میں پرویز نے باذان کو یمن کا بادشاہ مقرر کیا۔ (ابن الاثیر کامل)

جس وقت رسول اللہ ﷺ نے کسری کے نام تحریری دعوت اسلام کا خط روانہ کیا ہے اس وقت یہی باذان نامی بطور صوبیدار صنعا یمن میں بادشاہ تھا جس کی طرف سے شہر ہجر میں منذر بن ساوی عبدی برسر حکومت تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ کسریٰ کے دربار میں

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی نائب کسری کے توسط سے دربار کسری میں پہنچے خسرو پرویز نے اپنے چوبدار کو حکم دیا کہ عربی قاصد سے خط لے کر ہمارے حوالہ کرو حضرت عبداللہ بن خذافہ نے کسری کے سوا کسی دوسرے کے ہاتھ میں خط دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے آقا کا حکم یہ ہے کہ اس خط کو میں خود کسری کے ہاتھ میں دوں۔

عربی قاصد کی یہ دلیری اور جرات وقوت قلب دیکھ کر کسری دنگ رہ گیا اور کہا اچھا میرے قریب آ کر تم خود ہی میرا خط میرے حوالہ کر دو، چنانچہ یہ آگے بڑھے اور تخت شاہی کے پاس جا کر کسری کے ہاتھ میں والا نامہ نبویؐ بلا واسطہ پہنچا دیا۔ ترجمان بلایا گیا اور کسری یہ سنتے ہی کہ عنوان نامہ میں رسول مقبول ﷺ نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے آگ بگولہ ہو گیا اور جوش غضب میں بدحواس ہو کر اس نے والا نامہ نبوی کو پاش پاش کر دیا اور قاصد نبوی کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا۔

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہ حال دیکھ کر اپنی سواری پر بیٹھ کر وہاں سے چل پڑے کہ جس متکبر ومغرور بادشاہ نے والا نامہ نبوی کا مضمون بھی نہیں سنا اس کے

پاس ٹھہرنا لا حاصل ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب کسری کا غصہ اترا اور عقل ٹھکانے لگی تو اپنی اس حرکت سے خطرہ کا اندیشہ ہوا۔ اور قاصد نبوی کو واپس بلانے کا حکم دیا مگر وہ تو نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے اس لئے کسی کو پتہ نہ چلا کہ کہاں اور کدھر کو گئے ہیں۔

عبد اللہ بن حذافہ نے بہت جلد مدینہ منورہ حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسری کی گستاخی کا حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ اللھم مزقھم کل ممزق کما مزقوا کتاب نبیک اے اللہ ان کو بھی اسی طرح پاش پاش کر دے جیسا انہوں نے تیرے نبی کے خط کو پارہ پارہ کیا ہے بددعا کیا تھی نشانہ پر پہنچا ہوا زہر آلودہ تیر تھا جس نے خطا ہونا کبھی جانا ہی نہیں چند روز نہ گزرے تھے کہ اس بددعا کے آثار نمودار ہو گئے جیسا کہ عنقریب معلوم ہو گا۔

خسرو پرویز کا حضور ﷺ کو گرفتار کرنے کا حکم

خسرو پرویز کو قاصد کا نہ ملنا سمند ناز پر تازیانہ ہو گیا اور اس نے اپنے یمنی صوبہ دار باذان نامی کو تاکیدی حکم لکھ بھیجا کہ حجازی خطہ کے مدعی نبوت کو گرفتار کر کے ہمارے پاس فوراً روانہ کر دیا جائے کیونکہ انہوں نے میری رعایا ہو کر خط میں اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے۔ پس فوراً دو ہوشیار اور چالاک سپاہیوں کو بھیجو تا کہ محمد عربی (ﷺ) ہمارے پاس جلد پہنچائیں اور اگر وہ دعوت نبوت سے باز رہنے کا وعدہ کریں تو ان کا قصور معاف ہے۔ چنانچہ باذان نے شاہی حکم نامہ کی تعمیل کی اور اپنے جاں نثار بہادر اور راز دار میر منشی خرخسرہ کو ایک سپاہی بابویہ نام کے ساتھ اپنا خط دے کر حجاز کی طرف روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ اے محمد آپ حامل خط ہذا کے ساتھ خسرو پرویز شاہ فارس کے پاس جانے کے لئے تشریف لے آیئے اگر آپ نے ایسا کیا تو میں آپ کی خاص طور پر سفارش کروں گا۔ جس سے جان بخشی کی قوی امید ہے۔

چنانچہ یہ دونوں قاصد براہ طائف سرزمین حجاز میں داخل ہوئے جہاں مکہ کے

بعض تاجروں سے معلوم ہوا کہ مدعی نبوت مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں۔ان قاصدوں کا حضور کی گرفتاری کے لئے کسریٰ کی طرف سے آنا کفار قریش کو معلوم ہوا تو ان کی عید آگئی۔گھر گھر اس خوشی میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔کہ دنیا کا سب سے زبردست بادشاہ خسرو پرویز محمد ﷺ پر غضبناک اور درپے ایذا ہے بس اب ہم کو مسلمانوں کے مقابلہ کی ضرورت نہیں۔فارسی سلطنت خود ان کا قلع قمع کردے گی۔

قاصدوں نے طائف سے مدینہ کا رخ کیا۔اور چند روز کی مسافت طے کر کے دربار رسالت میں جا پہنچے۔مدینہ طیبہ میں کوئی دنیاوی سلطنت نہ تھی جس پر کسی مشہور مملکت کا دباؤ پڑتا۔یا کسی جابر و ظالم بادشاہ کے ظلم و ستم کا اندیشہ ہوتا۔کیونکہ شہنشاہ دو عالم کی زبردست سلطنت نے اپنے رسول کو واللّٰہ یعصمک من الناس کے مضبوط و پختہ وعدہ سے بالکل مطمئن کر دیا تھا۔کہ آپ بے فکر ہو کر ہمارے احکام کی تمام عالم میں تبلیغ فرمائیں،کوئی آپ کا کچھ نہ کر سکے گا۔ہم بذات خود آپ کے محافظ ہیں یہی وہ زبردست طاقت تھی جس کے بل پر سیدنا رسول اللہ ﷺ نے سلاطین عالم کو صاف صاف پرشوکت الفاظ میں ترغیب اور دھمکی کے ساتھ دعوت دی اور کسی کافر بادشاہ کو سلطان یا ملک کے خطاب سے یاد نہیں کیا نہ کسی کے نام کو اپنے نام سے مقدم کیا۔

باذان کے قاصد حضور ﷺ کی خدمت میں

غرض باذان کے بھیجے ہوئے دونوں قاصدوں نے حضور اقدس میں حاضر ہو کر گستاخ کسریٰ کا پیغام پہنچایا۔رسول اللہ ﷺ نے فارسی قاصدوں کو اس حال میں کھڑا ہوا دیکھا کہ دونوں کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئیں ہیں تو آپ نے ان کے چہرہ پر نفرت آمیز نظر ڈال کر دریافت فرمایا کہ ایسی بری صورت بنانے کا تم کو کس نے حکم دیا اس سوال سے دلیر و بہادر سپاہی تھرانے لگے رعب رسالت اور ہیبت پیغمبری سے ان کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور شانہ کی رگیں خوف کے سبب کانپنے اور حرکت کرنے لگیں اور ڈرتے ڈرتے ان کے منہ سے یہ جواب نکلا کہ ہمارے رب خسرو پرویز

نے ہم کو یہ حکم دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب اور سچے معبود نے تو مجھ کو یہ حکم دیا ہے ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ۔ فرستادہ قاصد کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ اچھی طرح بات بھی نہ کر سکتے تھے بمشکل تمام انہوں نے اپنا مطلب ان لفظوں میں ادا کیا کہ آپ ہمارے ساتھ خسرو پرویز کے پاس تشریف لے چلئے۔ ورنہ اس بہادر اور زبردست بادشاہ کا غصہ شہرہ آفاق ہے اگر آپ نے اس کے حکم کی تعمیل نہ کی تو وہ تمام ملک عرب کو تخت وتاراج اور تباہ و برباد کر ڈالے گا۔

حضور ﷺ کی پیشنگوئی

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں نہایت تحمل و بردباری سے کام لیا اور فرمایا اچھا ٹھہرو کل میرے پاس آنا صبح ہوئی اور باذان کے بھیجے ہوئے قاصد دربار رسالت میں حاضر ہو کر جواب کے منتظر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جس کے فرستادہ ہو اسی کے پاس چلے جاؤ۔ اور اس سے میری طرف سے کہہ دو کہ میرے پرور دگار نے تیرے آقا کو مار ڈالا ہے یعنی اسی رات کسریٰ کے بیٹے (شیرویہ) کو میرے خدا نے اس پر مسلط کر دیا اور اس نے اپنے باپ کو مار ڈالا پس جاؤ اپنا کام کرو۔ جس کے پاس تم مجھے لے جانا چاہتے ہو وہی دنیا سے رخصت ہو گیا۔

فرستادہ قاصد یہ زبردست پیشین گوئی سن کر حیران ہو گئے اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ تھوڑی دیر بیٹھے اور مزید اطمینان کے لئے دریافت کرنے لگے کہ کیا واقعی ہم باذان کو اس واقعہ کی اطلاع کر دیں حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور اطلاع کر دو۔ اور میری طرف سے اس کو یہ پیام بھی پہنچا دو کہ اگر وہ اسلام لے آئے گا تو اپنی حکومت پر بدستور قائم رہے گا۔ ورنہ خدائی مدد سے میں اس پر غلبہ پاؤں گا۔

یہ تاکیدی حکم سن کر قاصد کھڑے ہو گئے۔ اور آخر کار اپنے یمنی حاکم باذان کے پاس پہنچے اور اس سے جا کر کہا کہ جس کی گرفتاری کے لئے ہم بھیجے گئے تھے اس کے

پروردگار نے ہمارے ہی بادشاہ کو گرفتار کر لیا۔ یعنی عرب کے مدعی نبوت نے ہم سے فرمایا ہے کہ منگل کی شب دسویں جمادی الاولیٰ کو کسری کے بیٹے نے اپنے باپ کو مار ڈالا ہے لہٰذا اب میرے جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔

باذان نے اپنے میر منشی سے دریافت کیا کہ تم نے مدعی نبوت کی کیا حالت دیکھی کہا میں نے اتنا رعب وجلال کسی بادشاہ میں بھی نہیں دیکھا جتنا ان میں ہے باذان نے کہا کیا ان کے پاس پولیس اور کوتوال وغیرہ بھی رہتے ہیں۔ کہا نہیں باذان نے کہا کہ مجھے اس شخص کی باتیں بادشاہوں جیسی معلوم نہیں ہوتیں۔ اگر ان کی یہ پیشین گوئی سچی ہے تو واقعہ وہ نبی مرسل ہیں۔

باذان اس عجیب پیشین گوئی سے متحیر ہو گیا۔ کیونکہ شاہ کسری کا حکم نامہ آئے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے اور کسی قسم کی علالت یا بیماری کا گمان بھی نہ تھا۔ جس سے یوں دفعتہً قضا آ جائے۔ اس لئے باذان نے مکرر کہا کہ اگر یہ پیشینگوئی سچی ہوئی تو سب سے پہلے عربی رسول پر میں ایمان لاؤں گا چنانچہ چند ہی روز گزرے تھے کہ تخت فارس کے نئے گدی نشین شیرویہ کا حکم نامہ باذان کے نام اس مضمون کا صادر ہوا کہ فارس کے باقتدار بادشاہ شیرویہ کی طرف سے باذان عامل یمن کو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ خسرو پرویز چونکہ ظالم و جفا شعار بادشاہ تھا جو بے جرم وخطا فارس کے معزز و شریف آدمیوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ اس لئے شب کے وقت موقع پا کر میں نے اس کو مار ڈالا ہے اور اب اس عظیم الشان سلطنت کی باگ میرے ہاتھ میں ہے تم کو تمہارے عہدہ پر قائم رکھا گیا ہے خدمت ملکی اطاعت وتابعداری کے ساتھ انجام دو اور عربی مدعی نبوت کے بارے میں گرفتاری کا پروانہ جو خسر پرویز کی طرف سے جاری کیا گیا تھا اسے منسوخ سمجھو اور تا صدور حکم ثانی حجازی پیغمبر سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو۔

باذان یہ حکمنامہ دیکھتے ہی مع اپنے دو بیٹوں اور بہت سے اہل یمن اور فارسی باشندوں کے جو وہاں موجود تھے مقدس مذہب اسلام میں داخل ہو گئے کیونکہ ان کے نزدیک اس سے زیادہ قابل اعتبار کوئی معجزہ نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک زبردست سلطنت کا بادشاہ ان کے

مقدس والانامہ کے ساتھ گستاخی کرنے کے پاداش میں بہت جلد اپنی سزا کو پہنچا اور اس کے قتل کے متعلق جو پیشین گوئی کی گئی تھی وہ بالکل مطابق اور درست واقع ہوئی۔

پھر دوسرے تاجدار کا گدی پر بیٹھتے ہی عربی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حکم سابق کو منسوخ کرنا اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنے کی ہدایت کرنا اس خیال کی تائید کرتا تھا کہ خسرو پرویز کا قتل منجانب اللہ سیدنا محمد ﷺ کی خاطر واقع ہوا ہے اور اسی لئے دوسرے تاجدار کے دل میں ان کی وقعت و عظمت پیدا کر دی گئی۔

ناظرین کو غالباً اس واقعہ سے حیرت ہوئی ہوگی کہ شیرویہ کے قلم سے یہ لفظ کیوں نکلا کہ حجازی پیغمبر کے متعلق پرویز کے حکم کو منسوخ سمجھو اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو۔

کسریٰ کو تنبیہ اور اس کی غفلت

مگر حیرت کی کوئی بات نہیں۔ ناظرین کو واقعہ ولادت محمدیہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے وقت ایوان کسریٰ میں سخت زلزلہ آیا اور اس کے محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے تھے اور نوشیرواں نے اس رات ایک ہیبت ناک خواب بھی دیکھا تھا کہ عربی اونٹ فارسی گھوڑوں کو کھینچے لئے جا رہے ہیں۔ جس کی تعبیر کاہنوں نے یہ دی تھی کہ اس وقت مکہ میں ایک نبی کی پیدائش ہوئی ہے اور چودہ پشتوں کے بعد سلطنت فارس پر اس نبی کے دین کا تسلط ہو جائیگا یہ واقعہ شاہان فارس کو اچھی طرح معلوم تھا۔ ادھر خاص شیرویہ کے باپ خسرو پرویز کو یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک دن وہ اپنے محل خاص میں تنہا بیٹھا ہوا تھا دروازہ پر پہرہ دار اور چوبدار متعین تھے۔ تاکہ بلا اجازت کوئی اندر نہ آسکے کہ دفعتہً ایک شخص ہاتھ میں خوبصورت لاٹھی لئے ہوئے کسریٰ کے سامنے نمودار ہوا اور اس سے کہنے لگا۔ اے کسریٰ! کیا تو مذہب اسلام قبول کرتا ہے پہلے اس سے کہ میں اس لاٹھی کو توڑ دوں؟

کسریٰ نے کہا ہاں تم اس لاٹھی کو نہ توڑو یہ سن کر وہ شخص غائب ہو گیا اور خسرو پرویز غصہ میں بھرا ہوا محل سے باہر آیا اور دربانوں سے کہنے لگا کہ اس شخص

کو میرے پاس آنے کی کس نے اجازت دی؟ دربانوں اور چوبداروں نے کہا ہم نے تو کسی کو بھی اجازت نہیں دی اور نہ ہمارے سامنے کوئی اندر گیا۔ کسریٰ نے کہا تم جھوٹے ہو اور اس غفلت پر ان کو بہت دھمکایا بات گئی آئی ہوئی ایک سال کے بعد خسرو پرویز پھر اسی محل میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ وہی شخص ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے نمودار ہوا اور کہنے لگا اے کسریٰ کیا تو اسلام قبول کرتا ہے پہلے اس سے کہ میں لاٹھی کو توڑ دوں؟ کسریٰ نے کہا ہاں ہاں تم اس لاٹھی کو نہ توڑو۔ اس کے بعد بادشاہ پھر باہر آکر دربانوں پر غصہ ہونے لگا کہ اس شخص کو میرے پاس آنے کی اجازت کس نے دی ہے سب نے انکار کیا کہ ہم نے کسی کو اجازت نہیں دی اور نہ کوئی اندر گیا ہے۔ کسریٰ اس دفعہ پہلے سے زیادہ غضبناک ہوا۔ اور لوگ حیران و پریشان اس کا منہ تکنے لگے کہ یہ قصہ کیا ہے۔

بالآخر سال بھر کے بعد وہی شخص تیسری دفعہ پھر آیا اور کہنے لگا اے کسریٰ کیا تو اسلام قبول کرتا ہے۔ پہلے اس سے کہ میں اس لاٹھی کو توڑ ڈالوں۔ کسریٰ نے کہا ہاں ہاں خدا کے واسطے تم اس لاٹھی کو نہ توڑو۔ مگر اس دفعہ اس نے نہ مانا اور کسریٰ کے سامنے ہی لاٹھی کو توڑ کر چلتا ہو گیا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کسریٰ کو ہلاک کر دیا۔

(اخرجه ابن اسحق والبیهقی وابو نعیم والخرائطی عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف انه بلغه فذکره قال الحافظ السیوطی فی الخصائص مرسل صحیح الاسناد ص ۹ ج ۲)

شیرویہ ابن پرویز کو یہ قصہ معلوم تھا۔ جس سے اسلام کی حقانیت اور سلطنت فارس کا زوال اس نے سمجھ لیا تھا۔ اسی لئے اس نے باذان کو منع کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں اس کو اپنی سلطنت پر خطرہ کا اندیشہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی تھی کہ یا اللہ کسریٰ کو اور اس کی سلطنت کو بھی پاش پاش کر دے۔ کیونکہ اس نے تیرے نبی کے نامہ کے ساتھ گستاخی کی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیرویہ کو بھی اطمینان کے ساتھ سلطنت کرنا نصیب نہ ہوئی یہ بدنصیب بھی چھ

۶ مہینہ حکومت کا ذائقہ چکھ کر راہی عدم ہوا۔ کیونکہ اس کے مقتول باپ پرویز نے زندگی سے مایوس ہوتے وقت مرتے مرتے ادویہ کے خزانہ میں سے زہر کی شیشی منگا کر اس پر لکھ دیا تھا کہ اس میں انتہا درجہ کی مہیج مقوی اور نافع دوا ہے۔

جب وہ مر گیا اور شیرویہ فرحاں وشاداں تخت پر بیٹھا تو قوت باہ کی خواہش اور عورتوں کی گرویدگی کے سبب اس شیشی میں سے زہر کھا گیا۔

آخر کار نوشیروانی خاندان چند ہی سال میں تباہ ہو گیا نحوست چھا گئی۔ اقبال کے نورانی چہرہ نے منہ چھپا لیا۔ اور ادبار کی ظلمت پسند صورت سامنے آ کھڑی ہوئی ہزاروں برسوں کے جمع کئے ہوئے خزانے دوسروں کے ہاتھ میں گئے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سراپا مہد میں سب ایسے تتر بتر ہوئے کہ نام ونشان بھی ملیا میٹ ہو گیا۔ صدق رسول اللہ ﷺ "ھلک کسری فلا کسری بعد الیوم" خاندان کسری کی وہ زبردست سلطنت جو ہزار ہا سال سے قائم تھی۔ اور دنیا کی سطح پر اپنا ثانی اور نظیر نہیں رکھتی تھی۔ نامہ مبارک کی طرح پاش پاش ہو گئی۔ اور بہت تھوڑے زمانہ میں اس گستاخی اور بے ادبی کی سزا میں نیست ونابود ہو گئے۔

شاید تاریخی دنیا میں ایسا واقعہ کوئی دوسرا نہ ملے گا جس نے رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کی تصدیق میں اس قدر جلد پلٹا کھایا ہو اور ہمیشہ کے لئے دنیا سے ایسی نیست نابود ہوئی ہو کہ کسری کا نام کتاب کے اوراق ہی میں نظر آجاتا ہے ورنہ کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ خاندان کہاں تھا اور کس کا تھا۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار [حشر:۲]

(والواقعات ماخوذة من کامل لابن الاثیر ومن السیرة الحلبیة ومن الاصابة فی معرفة الصحابة للحافظ ابن حجر.

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور جاہلی نام مابہ بن بوذیا بہبود بن بود ہے پھر غالباً

مذہب نصرانیت اختیار کرنے پر سلمان نام رکھا گیا جو اسلام کے بعد بھی باقی رہا آپ کی عمر بہت طویل ہوئی ہے بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آپ نے پایا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے کسی حواری کو پایا ہے ابوالشیخ نے طبقات اصبہانیین میں عباس بن یزید کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ اہل علم کا قول یہ ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تین سو پچاس سال کی عمر پائی ہے اور ڈھائی سو برس میں تو شک ہی نہیں (اصابہ) (اس قول کے موافق ان کا عیسیٰ علیہ السلام کو پانا تو صحیح نہیں ہوسکتا ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی حواری معمر کو پالیا ہو کیونکہ بعض حوارین کی عمر بہت طویل ہوئی ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا)

آپ کے اسلام کا قصہ مختلف طرق سے مروی ہے جن میں سب سے زیادہ صحیح وہ طریق ہے جو احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے مسند میں اختیار کیا ہے (قالہ الحافظ فی الاصابۃ)

چنانچہ اس وقت مسند احمد ہی سے اس عجیب واقعہ کو ہم نقل کرتے ہیں جس میں علماء اہل کتاب کی پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے متعلق مذکور ہے اور خود حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھی انجیل کے بہت بڑے عالم ہونے کے علاوہ مذہب نصرانیت کے جلیل القدر علما و رہبان کے صحبت یافتہ تھے ان کا حضور ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کو ان تمام پیشین گوئیوں کا مصداق سمجھنا اہل انصاف کے لئے حقانیت رسالت محمدیہ کی بہت بڑی دلیل ہے باقی معاند، ہٹ دھرم کے لئے تو کوئی دلیل بھی کافی نہیں بلکہ عناد وہ بری بلا ہے جو دلوں کو بے حس اور آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے۔

محمود بن لبید انصاری عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا قصہ مجھ سے بلا واسطہ اس طرح بیان کیا کہ میں دراصل ملک فارس کے ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں جس کا نام جی ہے جو صوبہ اصبہان میں واقع ہے (جس کو ضلع کا نام رامہرمز ہے) میرا باپ اپنے گاؤں کا سردار اور زمیندار تھا اور دنیا بھر میں مجھ سے زیادہ

اسے کوئی محبوب نہ تھا۔ اس محبت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ میرا باپ مجھے پردہ نشین لڑکیوں کی طرح ہر وقت گھر ہی میں رکھتا، باہر جانے کا اجازت نہ دیتا تھا چونکہ باپ مجوسی تھا اس لئے میں بھی اسی مذہب کے موافق آگ کی پرستش میں رات دن مشغول رہتا یہاں تک کہ مجھے اس آگ کا متولی بنا دیا گیا جو برسوں سے ایک ساعت کے لئے بھی ٹھنڈی نہ ہوتی تھی میرے باپ کے پاس زمین و جائداد بھی بہت کچھ تھی جس کی دیکھ بھال کے لئے وہ روزانہ کھیت اور جنگل کی طرف جایا کرتا، ایک دن کسی مکان کی تعمیر میں ایسا مشغول ہوا کہ کھیت پر نہ جا سکا تو مجھ سے کہا کہ آج میں تو تعمیر مکان میں مشغول ہوں کھیت کی دیکھ بھال کے لئے ذرا تم چلے جاؤ اور کچھ کام بھی بتلایا کہ وہاں جا کر فلاں فلاں بات کا انتظام درست کر دینا۔

چنانچہ میں کھیت کے ارادہ سے چلا اتفاقاً راستہ میں ایک گرجا کے اندر انجیل پڑھی جا رہی تھی اس کی آواز میرے کانوں میں پڑی چونکہ میں اب تک گھر ہی میں مقید و محبوس تھا اس لئے دنیا کی مجھے کچھ خبر نہ تھی کہ کون کس حال میں ہے اور کس کا کیا مذہب ہے یہ پہلا ہی دن تھا کہ مجھے آدمیوں کی صورت نظر پڑی اور ان کی حالت کے جانچنے کا موقعہ ملا اس لئے جب میں نے نصاریٰ کو نماز میں انجیل پڑھتے ہوئے سنا تو ان کے دیکھنے اور جانچنے کا اشتیاق ہوا۔

اور اس خیال کے آتے ہی میں گرجا کے اندر جا پہنچا وہاں جا کر جوان کی نماز کو دیکھا تو مجھے ان کا طریقہ اپنے آبائی طریقہ سے اچھا معلوم ہوا۔ اور اس مذہب کی رغبت اور مجوسیت سے نفرت و کراہت میرے دل میں پیدا ہوگئی چنانچہ غروب آفتاب تک میں انہی کے پاس رہا اور جائداد اور کھیت کا جانا سب بھول گیا پھر میں نے سوچا کہ یہاں رہ کر تو اپنے آبائی مذہب کو بدلنا دشوار ہے کہیں دوسری جگہ جا کر ایسا کرنا چاہئے اس لئے میں نے پادریوں سے پوچھا کہ تمہارے مذہب کا بڑا مرکز آج کل کہاں ہے۔ انہوں نے ملک شام کا نام لیا اس بات کو دل میں لے کر میں گھر کو لوٹا۔ یہاں میرا باپ میرے انتظار میں بے چین تھا اور ادھر ادھر بہت سے آدمیوں کو میری تلاش میں بھیج چکا تھا جب

میں اس کے پاس آ گیا تو کہنے لگا میاں آج تم کہاں رہے کیا میں نے تم کو سخت تاکید نہ کر دی تھی کام کر کے جلدی واپس آ جانا۔ میں نے اس کے جواب میں سارا قصہ سنا دیا کہ ابا جان راستہ میں مجھے کچھ لوگ ایک گرجا میں نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے تھے مجھے ان کا دین اپنے دین سے اچھا معلوم ہوا اس لئے دن بھر میں انہی کے پاس رہا اور غروب آفتاب پر وہاں سے لوٹا۔ میرے باپ نے کہا نہیں بیٹا بلکہ تیرا اور تیرے آباؤ اجداد ہی کا دین بہتر ہے۔ میں نے سختی کے ساتھ اس کی بات کو رد کیا اور کہا ہرگز نہیں بخدا انہی کا دین ہمارے مجوسیت سے اچھا ہے۔ اس پر میری طرف سے اس کو تبدیل مذہب کا خطرہ ہوا تو اس نے میرے پیر میں بیڑیاں ڈالدیں اور گھر کے اندر ہی نظر بند کر دیا۔ تا کہ پھر کبھی نصاریٰ کے پاس جا کر ان کی باتیں نہ سن سکوں۔

میں نے یہ حال دیکھ کر خفیہ طور سے نصاریٰ کو کہلا بھیجا کہ جس وقت تجار شام کا کوئی قافلہ یہاں آئے تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا۔ چنانچہ ایک قافلہ تاجران شام کا آیا اور نصاریٰ نے مجھے اطلاع کی۔ میں نے کہلا بھیجا کہ میں یہاں سے نکلنے کی تدبیر کر رہا ہوں سو جس دن یہ قافلہ روانہ ہونے لگے اس وقت مجھے پھر اطلاع کر دینا چنانچہ جب قافلہ والوں نے ملک شام کی طرف واپسی کا ارادہ کیا تو گرجا والوں نے مجھے اس کی بھی اطلاع کر دی میں نے موقع پا کر اپنے پیروں سے بیڑیاں نکال ڈالیں اور قافلہ سے آملا اور ان کے ساتھ ہی ملک شام میں داخل ہو گیا یہاں آ کر میں نے نصاری سے دریافت کیا کہ اس مذہب کا سب سے بڑا آدمی کون ہے۔ لوگوں نے مجھے ایک گرجا کے پادری کا نام بتایا میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا قصہ بیان کر کے کہا کہ میں گرجا میں رہ کر تمہاری خدمت کرنا اور تمہارے ساتھ نماز پڑھنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے اپنی خدمت میں رکھنا منظور کرتے ہو اس نے کہا آ جاؤ اور گرجا میں رہو۔

میں اس کے پاس رہنے لگا۔ مگر وہ برا آدمی نکلا کہ دوسروں کو تو صدقہ کی ترغیب دیتا تھا اور جب لوگ صدقہ خیرات کے لئے اس کے پاس رقمیں لاتے تو خود ان کو جمع کر لیتا اور مسکینوں کو ایک حبہ نہ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سونا چاندی کے

سات مٹکے بھر لئے یہ حالت دیکھ کر مجھے اس سے سخت نفرت ہوگئی پھر وہ مرگیا اور اس کے دفن کے لئے نصاری مجتمع ہوئے تو میں نے ان سے کہہ دیا کہ یہ تو بہت ہی برا آدمی تھا کہ تم کو صدقہ کا حکم کرتا اور اس کی رغبت دلاتا تھا پھر جو کچھ تم اس کے پاس لاتے سب کو اپنے پاس جمع کر لیتا اور مساکین کو کچھ نہ دیتا تھا۔ لوگوں کو اس بات سے حیرت ہوئی کہنے لگے کہ تمہارے پاس اس دعوے کی کوئی دلیل بھی ہے میں نے کہا آؤ میں تم کو اس کا خزانہ دکھلا دوں۔ چنانچہ میں نے وہ ساتوں مٹکے چاندی سونے سے بھرے ہوئے دکھلا دیئے یہ حالت دیکھ کر سب نے کہا بخدا ہم اس کو ہرگز دفن نہ کریں گے بلکہ اس کی لاش کو سولی پر لٹکا کر سب نے پتھروں سے رجم کیا۔ پھر ایک دوسرے پادری کو بلا کر اس کی جگہ بٹھلایا۔

سلمان کہتے ہیں کہ میں نے غیر مسلموں میں اس سے بہتر اور اس کے برابر دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا مشتاق اور رات دن مجاہدہ و ریاضت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اس لئے مجھے اس سے ایسی محبت ہوئی کہ اس سے پہلے کسی سے بھی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک مدت تک میں اس کی خدمت میں رہا پھر وہ بھی مرنے لگا تو مین نے کہا کہ عرصہ دراز تک میں آپ کی خدمت میں رہا ہوں اور مجھے آپ سے بے حد محبت تھی اب تقدیر الٰہی سے تم سفر آخرت کو تیار ہو بتلاؤ میں کیا کروں اور کس کے پاس جا کر رہوں یہ سن کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا عزیز من بخدا اب میں کسی کو بھی اپنے طریقہ پر نہیں پاتا لوگ (بداعمالیوں) سے تباہ ہو گئے۔ اور انہوں نے دین کو بدل دیا اور اس کا زیادہ حصہ چھوڑ دیا ہاں موصل میں ایک شخص اس نام کا ہے وہ البتہ میرے طریقہ پر ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔

چنانچہ جب وہ مرگیا اور اس کے دفن سے فراغت ہوگئی تو میں موصل والے پادری کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا حال بیان کیا اور یہ کہ فلاں پادری نے مجھے آپ کی خدمت میں رہنے کی وصیت کی ہے اور آپ کو اپنے طریقہ پر بتلایا ہے اس نے کہا بہتر ہے تم خوشی سے یہاں رہو میں اس کے پاس رہنے لگا تو واقعی میں نے اس کو بہت اچھا

پایا کہ بالکل اپنے دوست ہی کے طریقہ پر تھا، مگر اس پر بھی زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ مرنے لگا۔ میں نے اس سے بھی دریافت کیا کہ آپ کے بعد میں کس کے پاس رہوں کہا عزیز من بخدا میں کسی کو اپنے طریقہ پر نہیں پاتا بجز ایک شخص کے جو نصیبین میں رہتا ہے اس کا یہ نام ہے تم میرے بعد اس کے پاس جانا۔

چنانچہ میں اس شخص کے پاس نصیبین پہنچا اور اس سے اپنا قصہ اور موصل والے پادری کی وصیت کا حال بیان کیا کہا بہتر ہے تم میرے پاس ٹھہرو میں اس کے پاس ٹھہر گیا تو اس کو بھی میں نے بہت اچھا پایا وہ بھی اپنے دونوں ساتھیوں ہی کے طریقہ پر تھا پھر وہ بھی زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہا اور اس کا بھی وقت آ گیا تو میں نے کہا بتلاؤ تمہارے بعد کس کے پاس رہوں اس نے بھی ویسا ہی کہا جو پہلے پادریوں نے کہا تھا بخدا اپنے طریقہ پر اب کسی کو نہیں پاتا تم کو پتہ بتلاؤں بجز ایک شخص کے جو شہر عموریہ میں رہتا ہے وہ واقعی ہمارے طریقہ پر ہے اگر تم چاہو تو اس کے پاس جا رہو۔ چنانچہ میں عموریہ والے راہب کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا تم شوق سے میرے پاس رہو میں کچھ عرصہ تک اس کے پاس رہا وہ بھی بہت اچھا آدمی تھا اور بالکل اپنے ساتھیوں ہی کے طریقہ پر تھا۔ جب اس کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے حسرت کے ساتھ دریافت کیا کہ اب بتائیے کہاں جاؤں اور کس کے پاس زندگی کے دن گذاروں۔

اسقف عموریہ نے جواب دیا کہ اے عزیز طالب حق بخدا اس وقت میری نظر میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے سپرد تم کو کر جاؤں۔ لیکن اب ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ملت ابراہیمی کو روشن کرنے والے اور جلد آنے والے ہیں وہ زمین عرب میں ظاہر ہوں گے اور ایک ایسی بستی کی طرف ہجرت کریں گے جس کے دونوں طرف پتھریلی زمین ہے اور اس کے درمیان کھجوروں کے درخت بکثرت ہیں۔ اس نبی کی ذات میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں جو مخفی نہیں رہ سکتیں وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ خیرات کا مال نہ کھائیں گے ان کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت ہے پس اگر تم سے ہو سکے تو بلاد عرب میں چلے جاؤ اور اس نبی کے منتظر رہو۔

حضرت سلمان اسقف کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک تو عموریہ ہی میں رہے جہاں ان کے پاس کسب حلال سے بہت کچھ مال اور مویشی جمع ہو گئے تھے پھر ایک قافلہ تاجران عرب کا آیا تو انہوں نے ان سے کہا کہ میں سرزمین عرب میں جانا چاہتا ہوں کیا تم میرا مال و مویشی لے کر اس کے معاوضہ میں مجھے اپنے ساتھ سوار کر کے لے جا سکتے ہو وہ اس پر راضی ہو گئے تو حضرت سلمان اس قافلہ کے ساتھ عرب کی طرف روانہ ہو گئے مگر افسوس کہ رفقاء سفر نے ان کے ساتھ خیانت کی اور ان کو بے کس و تنہا پا کر اپنا غلام بنا لیا اسی طرح یکے بعد دیگرے دس ۱۰ نفر سے زیادہ کے ہاتھ فروخت ہوئے آخر وادی قسری میں عثمان اشہل نامی یہودی کے زرخرید غلام بنے۔ وہاں کی کھجوروں کو دیکھ کر ان کو خیال ہوا کہ شاید یہی وہ جگہ ہے جس کا پتہ عموریہ کے پادری نے دیا تھا کہ نبی آخر الزمان کھجوروں کی بستی کی طرف ہجرت کریں گے مگر پوری طرح یقین نہ ہوا تھا کہ ایک دن اس یہودی کا چچازاد بھائی جو مدینہ کے یہودان بنی قریظہ میں سے تھا یہاں آیا اور ان کو خرید کر اپنے ساتھ مدینہ لے گیا اس جگہ کو دیکھ کر حضرت سلمان نے فوراً پہچان لیا کہ بخدا یہی وہ جگہ ہے جس کا پتہ علماء نصاری نے مجھے بتلایا ہے انہوں نے مدینہ پہنچ جانے کو غنیمت سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر رہے۔

اس عرصہ میں مکہ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور خلعت رسالت سے حق تعالیٰ نے آپ کو نوازا۔ مگر مشاغل غلامی کی وجہ سے حضرت سلمان مکہ نہ پہنچ سکے۔ یہاں تک کہ وہ دن بھی آیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جمال جہاں آرا سے زمین مدینہ کو منور فرمایا اور چاروں طرف اس کا چرچا ہوا۔ اس وقت حضرت سلمان اپنے آقا کے باغ میں ایک کھجور پر چڑھے ہوئے کچھ کام کر رہے تھے اور آقا درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ اتنے میں آقا کا چچازاد بھائی آیا اور کہنے لگا خدا خزرج کی قوم کو تباہ کرے انہیں کیا ہو گیا۔ کہ ایک نوجوان لڑکے کے گرد جمع ہو کر اس کو نبی کہنے لگے۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ یہ کلمات سن کر میرے جسم میں لرزہ پڑ گیا اور قریب تھا کہ میں بے دست و پا ہو کر اپنے آقا کے اوپر گر پڑوں مگر میں سنبھلا اور اطمینان سے اتر کر

اس شخص سے پوچھنے لگا کہ تم کیا بات کہہ رہے تھے ذرا پھر تو کہو، اس پر میرے آقا کو غصہ آ گیا اور اس نے میرے ایک گھونسہ لگایا کہ تجھے ان باتوں سے کیا لینا، جا اپنا کام کر۔ حضرت سلمانؓ اس وقت تو خاموش ہو گئے۔

اسی دن کوئی چیز لے کر مقام قبا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ کچھ غریب لوگ بھی ہیں اس لئے میں صدقہ کا مال آپ کے واسطے لایا ہوں کیونکہ آپ لوگوں کو میں سب سے زیادہ اس کا مستحق سمجھتا ہوں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک روک لیا اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تم کھاؤ مجھے صدقہ کا مال کھانا حرام ہے۔ حضرت سلمان نے یہ دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ یہ تو پہلی علامت ہے۔ اگلے دن پھر آئے اور کوئی چیز ہدیہ کہہ کر پیش کی اس کو حضور ﷺ نے سب کے ساتھ مل کر کھایا حضرت سلمان نے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت ہے اس کے بعد ان کو تیسری علامت کی جستجو ہوئی اور حضور ﷺ کی پشت کی طرف مہر نبوت کو تلاش کرنے لگے رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے کہ ان کو مہر نبوت کی جستجو ہے تو آپ نے بدوں ان کی درخواست کے خود ہی شانہ مبارک سے چادر کو کھسکا دیا جس کے نیچے سے مہر نبوت درخشاں و تاباں چاند کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئی اس کو دیکھ کر یہ بے تابانہ روتے ہوئے حضور ﷺ کے جسم کو چمٹ گئے اور مہر نبوت کو بوسہ دینے لگے حضور ﷺ نے شفقت کے ساتھ فرمایا کہ سامنے آؤ تو یہ سامنے آ کر بیٹھ گئے اور اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ حضور ﷺ کو صحابہ کے سامنے ان کا قصہ بیان ہونے سے بہت مسرت ہوئی کیونکہ اس میں آپ کی بابت علماء نصاریٰ کی پیشگوئی اور وصیت کا ذکر تھا جو سننے والوں کے لئے زیادت یقین کا سبب تھا۔

اس کے بعد حضرت سلمانؓ مشرف باسلام ہوئے اور چونکہ یہ ابھی تک ایک یہودی کے غلام تھے اس لئے غزوہ بدر و احد میں شریک نہ ہو سکے۔ بالآخر ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے سلمان اپنی آزادی کی فکر کرو اور اپنے یہودی آقا کو کچھ دے دلا کر یکسو ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اس سے آزادی کی درخواست کی جس کو اس

شرط پر اس نے منظور کیا کہ سلمان چالیس اوقیہ سونا نقد دیں (جو ہندوستان کے تول سے کچھ اوپر سوا سیر ہوتا ہے) اور تین سو درخت کھجور کے لگادیں اور ان کی پرورش کریں جب وہ بارآور ہو جائیں تب آزاد ہوں۔ حضرت سلمان میں کہاں طاقت تھی کہ اتنی کثیر رقم جو اس وقت کے نرخ سے ڈھائی ہزار روپیہ کے برابر ہوتی ہے ادا کریں اور تین سو درختوں کے بارآور ہونے کا ذمہ لیں۔ مگر حق تعالیٰ کو گوارا نہ تھا کہ اس کے رسول کا غلام کسی یہودی کا غلام بنا رہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی اعانت کرو چنانچہ کھجور کی تین سو پودیں اسی وقت چندہ سے جمع ہو گئیں۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے لگادیا۔ حضور ﷺ کے دست اعجاز کی یہ کھلی برکت ظاہر ہوئی کہ تین سو کی تین سو پودیں اسی سال بارآور ہو گئیں جن میں سے ایک پودا بھی ضائع نہ ہوئے یہ شرط تو اس طرح پوری ہوئی دوسری شرط کا یوں انتظام ہوا کہ حضور ﷺ کے پاس مال غنیمت میں ایک بیضہ کے برابر سونا آیا تھا جو آپ نے ان کو عطا فرمایا کہ جاؤ اس کو دے کر آزاد ہو جاؤ۔ حضرت سلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے آزاد ہونے کو تو چالیس اوقیہ سونا چاہئے یہ بیضہ کیا کفایت کرے گا۔ حضور ﷺ نے وہ سونا ان کے ہاتھ سے لے کر اپنی زبان مبارک سے مس کر دیا اور دعائے برکت فرما کر پھر کہا کہ جاؤ اس کو دے کر آزاد ہو جاؤ۔ حضرت سلمان قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میں نے اسی بیضہ سے چالیس اوقیہ سونا اپنے آقا کو تول دیا جس میں ذرا بھی تو کمی نہ تھی۔ جب دونوں شرطیں پوری ہو گئیں تو یہودی نے مجبور ہو کر ان کو آزاد کیا اور اب یہ آزاد ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے اور بجائے یہودی کے غلام کہلائے جانے کے دربار نبوی سے سلمان من اہل البیت کا معزز خطاب عطا ہوا۔ یعنی اب وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں میں شمار ہونے لگے۔

یہی وہ بزرگ صحابی ہیں جن کی پشت پر ہاتھ رکھ کر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو ان کی قوم میں سے بعض افراد اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لیتے۔ چنانچہ جمہور علماء ومحدثین کے نزدیک اس بشارت کے مصداق امام

اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ بنے جو حضرت سلمان ہی کی قوم میں سے ہیں اور ابنا فارس میں باتفاق جمہور علماء امت ایسا فقیہ اور دین کی سمجھ رکھنے والا دوسرا نہیں ہوا اور یہی وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ جس وقت آیت ''وان تولو ایستبدل قوما غیر کم ثم لا یکونو ا امثالکم ''[محمد : ۳۸) نازل ہوئی جس میں اہل عرب کو متنبہ کیا گیا کہ اگر تم اطاعت الٰہی اور خدمت دین سے روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایک دوسری قوم پیدا کر دیں گے۔ پھر وہ لوگ تم جیسے نہ ہوں گے تو صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر ہم روگردانی کریں گے تو وہ ہماری جگہ کر دیئے جائیں گے اس وقت حضرت سلمان فارسیؓ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس کا مصداق یہ ہیں اور ان کے ساتھی۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو اس کو فارس کے بعض لوگ وہاں سے بھی لے آتے۔ (رواہ الترمذی ص ۱۵۸ ج ۲)

اس مقام پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا روگردانی نہ کرنا تو یقینی ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسری قوم پیدا نہ کی گئی ہو، البتہ استبدال کی نفی متیقن ہے یعنی اس وقت مومنین اہل فارس کو حضرات صحابہ کے بجائے انصار دین نہیں بنایا گیا۔ بلکہ مستقلاً ان کو بھی خادم دین بنا دیا گیا۔ اب اس مقام پر کوئی اشکال نہیں رہا۔ (قالہ سیدی حکم الامت فی تفسیرہ)

حضرت سلمان فارسیؓ سیدنا رسول اللہ ﷺ کے بعد بائیس سال زندہ رہے اور بعہد خلافت عثمانی ۳۳ھ میں وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ فتوحات اسلامیہ میں بھی بکثرت شریک ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خاندان کندہ کی ایک عورت سے نکاح بھی کیا اور مدائن کے حاکم بھی بنائے گئے۔ فتوحات فارس میں بھی بڑا حصہ لیا اور ان میں بعض مواقع پر لشکر کے سردار بھی رہے اور بعض قلعے آپ کی ہی سیاذت میں مفتوح ہوئے۔ بڑے عابد زاہد صاحب کرامات تھے۔

منجملہ آپ کی کرامات کے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ مدائن تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک مہمان بھی آپ کے ساتھ تھا کہ جنگل میں کچھ ہرن دوڑتے ہوئے اور پرندے اڑتے ہوئے نظر آئے۔ آپ نے ان کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں سے ایک ہرن اور ایک پرندہ میرے پاس چلا آئے کیونکہ میرے ساتھ ایک مہمان ہے جس کا میں اکرام کرنا چاہتا ہوں یہ کہتے ہی ایک ہرن اور ایک پرندہ آپ کے پاس آ گیا یہ کرامت دیکھ کر وہ مہمان تعجب سے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگا۔

حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ تم اس سے تعجب کرتے ہو۔ تم نے خدا کا کوئی تابعدار بندہ ایسا بھی دیکھا ہے جس کی نافرمانی کسی چیز نے کی ہو (یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی بندہ خدا کا تابعدار ہو۔ اور اس کے حکم کی مخالفت کوئی چیز کر سکے بلکہ ہر چیز اس کی تابعدار ہو جاتی ہے۔ ذکرہ فی جامع کرامات الاولیاء عن طبقات المناوی)

نیز حافظ ابونعیم حارث بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مدائن گیا تو ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں ایک سرخ چمڑا تھا جس کو وہ رگڑ کر (درست کر) رہا تھا۔ پھر دفعتاً اس نے میری طرف دیکھا اور کہا اے اللہ کے بندے! ذرا یہیں ٹھہرنا۔ میں نے اپنے پاس والے آدمی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں پھر تھوڑی دیر میں حضرت سلمان اپنے گھر سے لباس بدل کر اور سفید کپڑے پہن کر باہر آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کیا اور مجھ سے خیریت وغیرہ پوچھی۔ میں نے کہا یا ابا عبداللہ! نہ میں نے اس سے پہلے آپ کو دیکھا اور نہ آپ نے مجھ کو دیکھا ہے اور نہ آپ نے مجھ کو پہچانا نہ میں نے آپ کو پہچانا۔ (پھر یہ برتاؤ آپ نے کیونکر کیا جو شناساؤں کے ساتھ کیا جاتا ہے) فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میری روح نے تمہاری روح کو صورت دیکھتے ہی پہچان لیا ہے۔ بتلاؤ کیا تم حارث بن عمرو نہیں ہو۔ میں نے کہا بے شک میں حارث ہی ہوں۔ حضرت سلمان نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ارواح

آپس میں لشکر کی طرح جمع کی گئی ہیں تو جن میں وہاں آشنائی ہوگئی۔ وہ (یہاں بھی) باہم الفت رکھتے ہیں اور جن میں وہاں نا آشنائی رہی وہ یہاں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ اھ

نیز بیہقی اور ابو نعیم قیس سے روایت کرتے ہیں کہ۔ کہ ایک مرتبہ حضرت ابو درداء اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما ایک پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ دفعۃً پیالہ سے تسبیح کی آواز آنے لگی جس کو دونوں حضرات نے سنا۔

کذافی جامع کرامات الاولیاء (ص ۷۶ ج ۱) والواقعات ماخوذة من الاصابة والمسند لا حمد والله تعالیٰ اعلم

حقانیت (۱) اسلام پر مختلف علماء نصاریٰ کی شہادت

تاریخ مغازی صحابہ کو جن حضرات نے بغور پڑھا ہے ان کو اچھی طرح معلوم

---

(۱) یہ واقعہ اور اس کے بعد کے بھی چند واقعات تاریخ وفتوح للواقدی سے ماخوذ ہیں اور گو واقدی کو بعض ائمہ نے ضعیف کہا ہے مگر حق یہ ہے کہ وہ مثل ابن اسحاق کے مختلف فیہ ہے اس کے ضعیف و متروک ہونے پر اجماع نہیں بلکہ بہت سے ائمہ حدیث نے اس کی توثیق بھی کی ہے چنانچہ نمونہ کے طور پر تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجر و میزان ذہبی وغیرہ سے موثقین کے اقوال اس مقام پر نقل کرتا ہوں قال ابن سعد کان عالما بالمغازی والسیر والفتوح واختلاف الناس فی الحدیث والاحکام واجتماعهم. وروی عن ابراهیم الحربی کان واقدی اعلم الناس بامر الاسلام واما الجاهلیة فلم یعلم منها شیئا وعنه قال کان الواقدی امین الناس علی الاسلام. وقال موسیٰ بن هارون سمعت مصعبا الزبیری یقول مارأیت مثله قط وعن موسیٰ عن مصعب حدثنی من سمع ابن المبارک یقول کنت اقدم المدینة فما یشیلدنی ولا یدلنی علی الشیوخ الا الواقدی وعن یعقوب مولی ابی عبید الله سمعت الدراوردی یقول الواقدی امیر المومنین فی الحدیث عن یعقوب بن شیبة حدثنی بعض اصحابنا ثقة سمعت ابا عامر العقدی یقول نحن نسئل عن الواقدی وانما یسئل الواقدی عنا فما کان یفیدنا الشیوخ والاحادیث الا الواقدی ، (....بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہت سے مواقع پر نہایت سرعت کے ساتھ فتح و غلبہ اس لئے بھی حاصل ہوا ہے کہ وہاں کے باشندوں میں بعض علماء وحکماء اہل انصاف ایسے موجود تھے جنہوں نے صحابہ کی حالت اور دینی کیفیت کو دیکھ کر تصدیق کی کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کی بابت انجیل وتورات میں پیشینگوئی آچکی ہے کہ یہ لوگ نبی آخر الزمان ﷺ کی خاص جماعت ہیں اور یہ جہاں جائیں گے فتح وظفر ان کے قدم چومے گی اور نصرت الٰہی انکا ساتھ دیگی اس وقت ہم چند واقعات مغازی صحابہ رضی اللہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وقال مجاهد بن موسیٰ ماکتبت عن احدا حفظ منه وقال ابراهيم بن جابر الفقيه سمعت الصنعاني يقول ولا انه ثقة عندی ماحدثت عنه وقال ابراهيم الحربی عن مصعب الزبيری هو ثقة مأمون وكذا قال يحيیٰ الازهری قال وسألت ابن نمير عنه فقال اما حديثه هنا فمستوی واما اهل المدينة فهم اعلم به قال وسمعت ابا عبيد يقول الواقدی ثقة قال وفقه ابی عبيد من كتب الواقدی قال وسئل معن بن عيسیٰ عنه فقال اسأل انا عن الواقدی هو يسأل عنی اه (ص ۳۶۵ و ۳۶۶، ج ۹)

وفی ميزان للذهبی قال محمد بن سلام الحمجی هو عالم دبره وقال ابن سيد قال الواقدی ما من احد الا وكتبه اكثر من حفظ وحفظی اكثر من كتبی وقال جابر بن كردی سمعت يزيد بن هرون يقول الواقدی ثقة وقال ابراهيم الحربی من قال ان مسائل مالک وابن ابی ذئب توخذ من اوثق من الواقدی فلا تصدقه وقال الخطيب فی تاريخه قدم الواقدی بغداد وولی قضاء الجانب الشرقی منها وهو ممن طبق الارض شرقها وغربها ولم يخف علی احد عرف اخبار الناس امره وسارت الركبان بكتبه فی فنون العلم من المغازی والسنن والطبقات واخبار النبی صلی الله عليه وسلم والاحداث الكائنة فی وقته وبعد وفاته وكتب الفقه واختلاف الناس فی الحديث غير ذالک الی ان قال وكان جواداً مشهور بالسخاء اه.

قال مجاهد بن موسیٰ ماكتبت عن احد احفظ من الواقدی قلت صدق كان الی حفظه المنتهی فی الاخبار الی السير والمغازی والحوادث وايام الناس والفقه وغير ذلک. (......بقیہ اگلے صفحہ پر)

عنہم سے اسی قسم کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ علماء یہود و نصاریٰ کو سیدنا رسول اللہ ﷺ کی ختم رسالت و حقانیت کا کس درجہ یقین اور حضرت صحابہ کی للّٰہیت و حق پرستی کا کیسا اعتراف تھا۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا اور آفتاب نبوت تیئس سال تک مشرق و مغرب کو منور کر کے غروب ہو گیا تو مسلمانوں کو فکر ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کے لئے کس ماہتاب اسلام کو منتخب کیا جائے بالآخر سب کے اتفاق سے ابوبکرؓ صدیق رفیق غار رضی اللہ عنہ اس منصب عالی کیلئے منتخب کئے گئے کیونکہ گو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو صراحۃً اپنا خلیفہ نہ بنایا تھا مگر اشارات و کنایات سے یہ بتلا دیا تھا کہ میرے بعد ابوبکرؓ سے زیادہ منصب خلافت کا کوئی مستحق نہیں، چنانچہ اول تو آپ نے مرض وفات میں اپنی جگہ ان کو نماز کی امامت کے لئے منتخب فرمایا پھر اسی زمانہ میں ایک خطبہ کے اندر یہ ارشاد فرمایا کہ مسجد کی طرف جتنی کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں سب بند کر دی جائیں بجز ابوبکر کی کھڑکی کے کہ وہ بدستور کھلی رہے اور ایک دفعہ کسی صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وقال احمد بن علی الابار بلغنی عن سلیمان الشاذکوفی انه کتب عنه فلما اراد ان یخرج بالکتاب اتاه به فسأله فاذا هو لایغیر حرفا قال و کان یعرف رأیی سفیان ومالک مارأیت مثله قط وقال ابوداؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب .اه (ص:۱۰،ج:۱) قلت فما ظنک بالمعروف منه وقال الهیثمی الواقدی فیه کلام وقد وثقه غیر واحد .اه (ص:۲۲۸،ج:۱)

پس ہمارے نزدیک ابن اسحٰق کی طرح واقدی کو بھی حسن الحدیث کہنا چاہئے کیونکہ دونوں کا حال قریب قریب یکساں ہے اگر کسی نے واقدی کو کذاب و وضاع کہا ہے تو بعض نے ابن اسحاق کو بھی دجال کہا ہے لیکن بایں ہمہ ابن اسحٰق کی حدیث سے محدثین تصریح سماع کے بعد احتجاج کرتے ہیں تو واقدی سے بھی احتجاج درست ہونا چاہئے اور اگر احکام میں احتیاط مزید کی وجہ سے احتجاج نہ کیا جاوے تو مغازی اور سیر میں تو اس کو ضرور حجت ماننا چاہئے ورنہ بہت سے ثقات حجت نہ رہیں گے کیونکہ کلام و جرح سے خالی کون ہے بجز معدودے چند کے۔ واللہ اعلم ۱۲منہ

اپنی کوئی حاجت پیش کی تو حضورﷺ نے اس کو دوسرے وقت آنے کا حکم دیا وہ کہنے لگا یا رسول اللہ اگر میں آپ کو نہ پاؤں؟ فرمایا تو ابوبکر کے پاس جانا (اخرجہ البخاری)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر ایسے نازک وقت میں متمکن ہوئے تھے کہ وصال نبوی کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت کا شیرازہ بکھرا ہوا اور دشمنوں کا دست آز پھیلا ہوا تھا اور قبائل عرب میں جا بجا ردت کے آثار نمودار ہو گئے تھے اس نازک وقت میں سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے جس جرات وصلابت کا ثبوت دیا ہے اس کی نظیر نہیں مل سکتی حق یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی جماعت کے شیرازہ کو مجتمع کر دینا حضرت صدیقؓ ہی کے مبارک ہاتھوں کا کام تھا چنانچہ تھوڑی سی مدت میں آپ نے قبائل مرتدہ کو سیدھا کر کے پھر از سرنو اسلام میں داخل کیا اور جزیرہ عرب کو اسی حالت پر لا ڈالا جس پر سیدنا رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے تھے۔

اس مہم سے فارغ ہو کر آپ نے ملک شام کی طرف پیش قدمی اور نصاریٰ شام پر جہاد کا ارادہ فرمایا اور مشورہ کے لئے مسجد نبی میں صحابہ کو جمع کر کے حمد وصلوۃ کے بعد اس طرح تقریر فرمائی اے صاحبو! خدا تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے نوازے جان لو کہ خدا تعالیٰ نے تم کو اسلام سے معزز کر کے تمام مخلوق پر فضیلت دی اور تم کو سیدنا محمد ﷺ کی امت عادلہ بنایا اور تمہارے ایمان ویقین میں ترقی عطا فرمائی اور کھلم کھلا تمہاری مدد و نصرت کی اور تمہارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ / ۳)**

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل اپنی نعمت کو تام کر دیا اور اسلام کو تمہارے لئے دین پسند کیا۔ اس کے بعد یہ بھی جانو کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے شام کی طرف اپنی ہمت وتوجہ کو مبذول کرنا چاہا تھا کہ اسی ارادہ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے پاس بلا لیا تو سن لو کہ اب میں یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ شام کی طرف بہادر مسلمانوں کو معہ ان کے اہل وعیال کے روانہ کروں کیونکہ رسول ﷺ نے اپنے

وصال سے پہلے مجھے اس سے مطلع کیا اور فرمایا تھا کہ ساری زمین سمیٹ کر مجھے دکھلائی گئی تو میں نے مشرق و مغرب کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی سلطنت اس تمام زمین پر پھیلے گی جو مجھ کو سمیٹ کر دکھلائی گئی ہے مسلمانوں اب بتلاؤ تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔

تمام صحابہ نے بالاتفاق جواب دیا کہ اے جانشین رسول آپ ہم کو جو چاہیں حکم دیں اور جہاں چاہیں بھیجیں ہم اطاعت کو حاضر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو ہم پر فرض کیا ہے اور فرمایا ہے۔

یا یھا الذین آمنو اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم (نساء/۵۹)

اس جواب سے حضرت صدیقؓ مسرور ہوئے اور منبر سے اتر کر شاہان یمن اور سرداران مکہ کے نام دعوتی خطوط روانہ فرمائے جن کا مضمون ایک ہی تھا:۔

شاہانِ یمن اور سرداران مکہ کے نام خطوط

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

سلام علیکم فانی احمد اللہ الذی لا الہ الا ھو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقد عزمت ان اوجھکم الی بلاد الشام لتاخذوھا من ایدی الکفار والطغاۃ فمن عول منکم علی الجھاد والصدام فلیبادر الی طاعۃ الملک العلام ثم کتب "انفروا خفافاً وثقالاً وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ" ۔

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تم پر سلام ہو، اس کے بعد میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود

نہیں اور اس کے برگزیدہ رسول پر درود بھیجتا ہوں اور تم کو مطلع کرتا ہوں کہ میں نے تم کو بلاد شام کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا ہے تا کہ تم ان بلاد کو کفار و سرکشوں کے قبضہ سے نکال لو پس تم میں سے جس کا ارادہ جہاد و قتال کا ہو وہ خدائے ملک علام کی اطاعت میں سبقت کرے پھر یہ آیت لکھی انفروا خفافا و ثقالا الخ کوچ کرو ہلکے پھلکے اور بوجھل ہو کر اور اپنے جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔

حضرت صدیق یہ خطوط روانہ کر کے جواب کے منتظر رہے، شاہان یمن کے نام جو خط تھا وہ حضرت انسؓ خادم رسول اللہ ﷺ لے کر روانہ ہوئے اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ حضرت انس نے جلد واپس آ کر اہل یمن کی آمد کی خوشخبری سنائی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اے خلیفہ رسول مجھے آپ کی اس حق کی قسم جو مجھ پر ہے بخدا میں نے آپ کا خط جس کسی کو بھی پڑھ کر سنایا وہ فوراً خدا اور رسول کی اطاعت اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے میں سبقت کرتا تھا اور اب اہل یمن اپنے لشکر و ساز و سامان اور زرہ بکتر سے آراستہ ہو کر میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میں آپ کو خوش خبری سنانے کے لئے پہلے آ گیا۔

لشکر اسلام کی آمد

اے خلیفہ رسول! میں آپ کو ایسے بہادروں کی آمد کی بشارت سنا تا ہوں جو پورے بہادر ہیں اور عنقریب مع اہل و عیال کے آپ کے پاس آیا چاہتے ہیں ان کے استقبال کے لئے تیار رہئے۔ اس خبر سے حضرت صدیقؓ کو بہت مسرت ہوئی اور دن بھر قبائل یمن کا انتظار فرماتے رہے یہاں تک کہ اگلا دن ہوا اور مدینہ والوں کو جنگل کی طرف سے غبار اڑتا ہوا نظر آیا جس کی اطلاع حضرت صدیقؓ کو ہوئی تب آپ کے ہمراہ مدینہ کے مسلمان عمدہ لباس سے آراستہ ہو کر اسلامی پرچم اڑاتے ہوئے شہر سے باہر تشریف لائے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اہل یمن کا ہر ایک قبیلہ یکے بعد دیگرے آپ کے

سامنے سے گزرنے لگا جن میں سب سے آگے قبیلہ حمیر تھا جو وادی زرہون اور قوم عاد کے خودوں اور ہندی تلواروں سے آراستہ تھا اور ان کے سردار ذوالکلاع حمیری (۱) تھے جنہوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

(۱) آپ کا نام اسمیفع یا یزید ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت جریر بن عبداللہ بجلی صحابی رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا یہ اسلام لے آئے اور مسلمان ہوتے ہی چار ہزار غلام آزاد کئے پھر جب مدینہ تشریف لائے اس وقت بھی آپ کے ساتھ چار ہزار غلام تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ درخواست کی کہ ان غلاموں کو ہمارے ہاتھ بیچ دو تو جہاد کے لئے کام آجاویں گے، انہوں نے صبح ہوتے ہی سب کو آزاد کر دیا حضرت عمرؓ نے اس فعل کی وجہ دریافت کی تو فرمایا میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے شاید یہ اس کا کفارہ ہو جائے۔ وہ گناہ یہ تھا کہ میں ایک دفعہ پردہ میں جا کر دفعۃً لوگوں کے سامنے آگیا تو ایک لاکھ آدمی میرے سامنے سجدہ میں گر پڑے تھے۔

اور یعقوب بن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ جراح بن نہال سے روایت کیا ہے کہ ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ کے غلامی میں مسلمانوں کے بارہ ہزار گھر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ ان غلاموں کو ہمارے ہاتھ بیچ دو تو ہم دشمن کے مقابلہ میں ان سے کام لیں، انہوں نے فرمایا نہیں یہ تو سب آزاد ہیں غرض ذرا سی دیر میں کھڑے کھڑے سب کو آزاد کر دیا۔

آپ جنگ یرموک میں لشکر کے ایک بڑے دستہ پر افسر رہے ہیں اور جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں شہید ہوئے، آپ سلاطین یمن میں سے ہیں حضرت جریر عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رسول اللہ ﷺ کی حیات میں اسلام لائے پھر اپنی بیوی کے پاس بھی حضرت جریر کو لے گئے وہ بھی اسلام لائی اس کا نام مزیبہ بنت ابرہہ بن الصباح تھا اور کنیت ام الشرجیل۔ (کذا فی الاصابة، ص: ۱۸۲ و ص: ۱۸۳، ج: ۲) قلت فما کتبه المولوی عبد الحئی فی حاشية كلام الملوک (ص: ۴۷) انه اسلم فی ایام عمر بن الخطاب لیس بصحیح والعجب انه عزی ذلک الی الواقدی والیه عزی الحافظ فی الاصابة انه روی فی الردة باسانید له متعددة قالوا بعث النبی صلی الله علیه وسلم جریرا الی ذی الکلاع وذی عمرو (ا الحمیری وهو ایضا ملک من ملوک الیمن) فاسلما واسلمت مزیه امرأة ذی الکلاع .اھ، والله أعلم .

اتتك حـمـيـر بـالاهـلـيـن والـولـد	اهـل الـسـوابـق والـعـالـون بالرتب
اسـد غـطـارفة سـوش عـمـالـقة	يردو الكماة غداقى الحرب بالقضب
الـحـرب عـادتـنـا والضرب همتنا	وذوالـكـاع غلى فى الاهل والنسب
قـدم كـتـا بـثـنـا فـالـروم بغيتنا	والشـام مسـكـنـنـا بـالرغم للصلب
دمشق لى دون كل الناس اجمعهم	وسـاكـنيـهـا سـاهبو هم الى العطب

ترجمہ:

خاندان حمیر اپنے گھر کے لوگوں اور بچوں سمیت آپ کے حضور میں حاضر ہوگیا ہے اور یہ لوگ ہر اچھی بات میں اوروں سے آگے رہتے اور عالی رتبہ ہیں۔ شجاعت میں شیر اور چست ہیں شریف سردار ہیں اور دشمنوں کو تیز نگاہ سے دیکھنے والے عملاق بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے ہیں جو کل کو زرہ پوش بہادروں کو شمشیر ہائے براں سے ہلاک کردیں گے۔ جنگ ہماری عادت ہے اور شمشیر زنی ہی کا ہم کو (ہر وقت) دھیان ہے اور ذاالکلاع خاندان ونسب میں بلند ہے۔ پس ہمارے رسالوں کو بھیجد یجئے روم ہمارا مطلوب ہے اور شام ہمارا مسکن ہے گو اہل صلیب کو ناگوار ہو۔ دمشق میرے لئے ہے نہ کسی اور کے (کافر) باشندوں کو تو میں عنقریب ہلاکت کو پہنچادوں گا۔

تحدث بالنعمۃ کے طور پر نیز اپنے ہمراہیوں کی ہمت بڑھانے کے لئے اس قسم کے مفاخر بیان کرنا جائز ہے۔

فان لسان العرب كان يعمل عملا اشدمن السنان

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دعا دی اور وہ اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھ گئے ان کے بعد قبائل طے سامنے آئے جن کے سردار حارث بن مسعد طائی سب سے آگے تھے جب وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب آئے تو سواری سے اتر کر پیادہ پا ہونے کا ارادہ کیا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو قسم دی کہ ایسا نہ کرو چنانچہ وہ سوار ہو کر ہی نزدیک آئے اور امیر المومنین سے مصافحہ وسلام کا فخر حاصل کیا۔

اس کے بعد قبیلہ از د ایک بڑی جمعیت کے ساتھ آگے بڑھا جس کے سردار جندبؓ بن عمر و دوسی تھے اس کے بعد قبیلہ بنو عبس سامنے آیا جس کے سردار امیر میسرہؓ بن مسروفی عبسی رضی اللہ عنہ تھے پھر بنو کنانہ کا لشکر آیا اس پر عنشمؓ بن اسلم کنانی سردار تھے اسی طرح قبائل یمن آگے پیچھے آتے رہے جن کے ساتھ عورتیں اور مواشی بھی تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان تمام قبائل کی جمعیت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکر ادا کیا اور ان مسلمانوں کی ہمت وحمایت سے بہت مسرور ہوئے اور مدینہ کے گرد ان سب لشکروں کو الگ الگ جگہ دی جب چند دنوں کے قیام سے لشکر کو آرام مل گیا اور راستہ کی تھکن دور ہوگئی۔ تو حضرت خلیفۃ اللہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جن میں حضرت عمر وحضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہم سب سے آگے تھے مدینہ کے باہر تشریف لائے جس کی خبر شہر والوں کو ہوئی تو سب کے سب خوشی میں اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے جن سے پہاڑ بھی گونج اٹھتے تھے ساتھ ہو لئے۔

اس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ایک بلند ٹیلہ پر رونق افروز ہوئے تاکہ سارا لشکر آسانی سے نظر آسکے آپ نے دیکھا کہ مدینہ کا سارا جنگل لشکر کے آدمیوں سے بھرا ہوا ہے اس منظر سے آپ کا چہرہ کھل گیا اور جناب باری میں اس طرح دعا فرمائی۔ اے اللہ ان پر استقلال نازل فرما اور ان کی مدد فرما اور ان کو دشمن کے حوالہ نہ کیجئے آپ ہر بات پر قادر ہیں۔

دعا سے فارغ ہو کر سب سے اول آپ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو ہزار سواروں کا افسر مقرر کر کے ایک پرچم عطا فرمایا۔ پھر ربیعہ بن عامر کو بلایا جو قبیلہ بنو عامر کے ایک مشہور بہادر تھے جن کی شجاعت وفروسیت زمین حجاز میں ضرب المثل تھی ان کو بھی ایک جھنڈا دیا گیا اور ہزار آدمیوں پر افسر بنائے گئے۔ پھر خلیفۃ اللہ نے یزید بن ابی سفیان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو یہ ربیعہ بن عامر بلند رتبہ اور صاحب مفاخر ہیں تم کو ان کی بہادری معلوم ہے میں ان کو بھی تمہارے لشکر سے منضم کرتا ہوں اور تم کو ان پر افسر بناتا ہوں تم ان کو اپنے لشکر کے اگلے حصہ میں رکھنا اور ہر بات

میں ان سے مشورہ کرتے رہنا۔ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ادب وتعظیم کے ساتھ اس حکم کو قبول کیا اور اپنے لشکر کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

جب سارا لشکر (جس میں دو ہزار آدمی تھے) تیار ہو گیا تو یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر سب کو ساتھ لے کر حضرت صدیقؓ سے رخصتی ملاقات کرنے آئے۔ خلیفۃ اللہ اس لشکر کے ساتھ کچھ دور تک پیادہ پا چلے۔ حضرت یزید نے عرض کیا کہ اے خلیفۃ الرسول یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم سوار ہوں اور آپ پیادہ پس یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ ہم اترتے ہیں۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تم اتر سکتے ہو بس یونہی چلتے رہو۔

حضرت ابوبکرؓ کی وصیت

جب ثنیۃ الوداع تک اسی طرح پہنچ گئے تو حضرت صدیقؓ ٹھہرے اور دونوں افسروں کو یہ وصیت فرمائی کہ چلنے [1] میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو تکلیف نہ دینا اور اپنے ہمراہیوں پر غصہ نہ کرنا اور ہر کام مشورہ سے کرنا عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہ دینا، ظلم وستم کے پاس بھی نہ جانا کیونکہ ظالم قوم کبھی فلاح کو نہیں پہنچ سکتی نہ اس کو دشمن پر فتح حاصل ہو سکتی ہے اور جب دشمن کا مقابلہ ہو جائے تو خبردار پیٹھ نہ موڑنا اور جو شخص پیٹھ موڑے گا وہ خدا تعالیٰ کا غضب ساتھ لے کر لوٹے گا اور جہنم میں جائیگا اور وہ برا ٹھکانہ ہے ہاں اگر کوئی لڑنے ہی کے ارادہ سے (کاواد یکر مڑے) یا اپنی دوسری جماعت کو ساتھ لے کر لوٹنے کا ارادہ کرے تو اس کا مضائقہ نہیں۔

اور جب تم دشمن پر حملہ کر کے قابو یافتہ ہو جاؤ تو خبردار نہ تو کسی نابالغ بچہ کو قتل

---

(۱) اہل انصاف اس نصیحت کو غور سے ملاحظہ فرمائیں کیا اس کی نظیر اسلام کے سوا کسی قوم میں مل سکتی ہے، اور کیا آج اگر کوئی قوم ان وصیتوں میں سے کسی وصیت پر عمل کرتی ہے تو وہ اسلام ہی کی منت کش نہیں یقیناً ہے پھر یقیناً ہے مگر افسوس بعض لوگ ناشکری کر کے اسلام کے اس احسان کو ظاہر نہیں کرتے۔۱۲ منہ

کرنا نہ بوڑھے کو نہ عورت کو نہ شیر خوار بچوں کو اور نہ کسی جانور کو بے فائدہ ذبح کرنا ہاں کھانے کے لئے حلال جانوروں کے ذبح کا مضائقہ نہیں اور عہد کر کے دھوکہ نہ دینا اور صلح کر کے نہ توڑنا۔ اور تم کو کچھ آدمی گرجاؤں میں ملیں گے جو دنیا سے بے لاگ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان سے تعرض نہ کرنا نہ ان کے گرجاؤں کو منہدم کرنا اور میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

اس کے بعد دونوں سرداروں سے معانقہ ومصافحہ کیا اور ربیعہ بن عامر کو مخاطب کر کے فرمایا اے ابن عامر بنوالاصفر کو اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر اچھی طرح دکھلانا۔ خدا تعالیٰ تم کو امید میں کامیاب فرمائے اور ہمارے تمہارے سب کے گناہ معاف فرمائے۔ خلیفۃ اللہ تو یہ فرما کر واپس ہوئے اور امیر یزید بن ابی سفیان نے تیزی کے ساتھ شام کی طرف چلنا شروع کیا۔ ربیعہ بن عامر نے کہا اے یزید تمہاری یہ چال کیسی ہے کیا تم بھول گئے کہ حضرت صدیقؓ نے تم کو نرم چال چلنے کا حکم فرمایا تھا تاکہ لوگوں کو آسانی ہو حضرت یزیدؓ نے جواب دیا کہ اے عامر تم جانتے ہو کہ حضرت صدیقؓ ہمارے پیچھے اور لشکر بھی بھیجنے والے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ ان سب سے پہلے زمین شام میں داخل ہو جاؤں شاید کہ ان کے پہنچنے سے پہلے کوئی قلعہ ہمارے ہاتھ پر فتح ہو جائے جس سے ہم کو تین باتیں حاصل ہوں گی۔

(۱) اللہ عزوجل کی خوشنودی (۲) خلیفۃ اللہ کی مسرت (۳) غنیمت جو کچھ بھی ہاتھ لگ جائے۔ یہ جواب سن کر ربیعہؓ نے کہا کہ یہ بات ہے تو اب خدا پر بھروسہ کر کے جس طرح چاہو چلو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ چنانچہ لشکر نے وادی القری کا راستہ اختیار کیا تاکہ تبوک اور جابیہ کو ہوتے ہوئے دمشق پہنچ جائیں لشکر اسلام کی روانگی کی خبر عرب متنصرہ (۱) کے ذریعہ سے ہرقل کو بھی پہنچی تو اس کو فکر لاحق ہوا جب اس کے نزدیک یہ خبر پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تو اس نے اپنے عمائد سلطنت کو دربار میں جمع کیا اور اس

---

(۱) عرب متنصرہ وہ عربی النسل لوگ تھے جو سرحد شام یا ملک شام میں رہتے اور رومیوں کے قرب کی وجہ سے نصرانی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے۔ ۱۲ منہ

طرح تقریر کی کہ:

ہرقل کی تقریر

اے بنو الاصفر! تمہاری سلطنت کے زوال کا وقت آ گیا کیونکہ تم پہلے نیک باتوں کا حکم کرتے اور بری باتوں سے روکتے تھے نماز کی پابندی کرتے زکوٰۃ ادا کرتے تھے جس کا تم کو تمہارے آباؤ اجداد نے اور علماء ورہبان نے امر کیا تھا اور ان حدود کو قائم کرتے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے انجیل میں حکم فرمایا تھا جب تک تم اس پر قائم رہے اس وقت تک ایشیائی سلاطین میں سے جس کی طرف بھی تم نے ارادہ کیا یا اس نے شام کا رخ کیا تم نے اس کو مغلوب کر لیا چنانچہ کسریٰ نے فارسی لشکروں سے تم پر حملہ کیا اور شکست کھا کر پچھلے پاؤں لوٹ گیا، مگر اب تم نے اپنی حالت کو بدل دیا اور طریقہ کو بگاڑ دیا اور ظلم وستم پر کمر باندھ لی ہے تو اب تمہارے پروردگار نے ایسی قوم کو تمھارے ملک کی طرف بھیجا ہے جس سے زیادہ کمزور جماعت ہمارے خیال میں کوئی نہیں ان کو ان کے نبی کے خلیفہ نے ملک شام کی طرف اس لئے بھیجا ہے تا کہ یہ ملک ہمارے ہاتھ سے لے لیں اور ہم کو یہاں سے نکال باہر کریں۔

اراکین سلطنت نے جواب دیا کہ جہاں پناہ وہ ہم کو کیا نکالتے ہم ابھی ان کو یہاں سے بھگا دیتے ہیں پھر مدینہ پر قبضہ کر کے اس کے کعبہ کو بھی منہدم کر دینگے۔ ہرقل نے اپنی قوم کا غیظ وغضب اور جوش وخروش دیکھ کر ان میں سے آٹھ ہزار ۸۰۰۰ سوار منتخب کئے جو سب سے زیادہ بہادر تھے اور ان پر پانچ بہادروں کو افسر مقرر کیا جن میں ایک بطالیق تھا دوسرا اس کا بھائی جرجیس تیسرا لوقا بن سمعان چوتھا صلیب بن حنا پانچواں ہرقل کا کوتوال تھا چنانچہ یہ لوگ بادشاہ سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور عرب متنصرہ بطور رہنما کے آگے آگے ان کے ساتھ ہو ۔

ادھر حضرت یزید بن ابی سفیان وربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہما اپنی مختصر جماعت کو لیکر رومیوں سے تین دن پہلے زمین تبوک میں داخل ہو چکے تھے (جو شام وعرب کی

سرحد میں واقع ہے) چوتھے دن مسلمانوں نے شام کی طرف بڑھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ سامنے سے رومی لشکر کا غبار نظر آیا جس کو دیکھ کر مسلمان ٹھہرے اور فوراً آمادہ کارزار ہو گئے اور حضرت ربیعہ اپنے ہزار آدمیوں کو لیکر کمین گاہ میں جا پہنچے اب صرف ایک ہزار آدمی حضرت یزید کے ساتھ رہ گئے جن کو لے کر وہ آٹھ ہزار رومیوں کے مقابلہ میں آئے اور صفیں آراستہ کر کے مسلمانوں کو اس طرح نصیحت کرنا شروع کی۔

حضرت یزید رضی اللہ عنہ کی تقریر

میرے دوستو! تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور بارہا ملائکہ سے تمہاری مدد کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرمایا ہے۔

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين

(بقرة / ۲۴۹)

کتنی ہی دفعہ تھوڑی سی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کے ساتھ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت تلوار کے سایہ کے نیچے ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمھارا یہ لشکر پہلا لشکر ہے جو سرزمین شام میں بنوالاصفر کے مقابلہ کو آیا ہے اور شامی لشکر اب آیا ہی چاہتا ہے پس خبردار تم دشمن کا حوصلہ نہ بڑھانا اور کمزوری ظاہر کر کے ان کو طمع کا موقعہ نہ دینا۔ تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

رومی لشکر سے مقابلہ

حضرت یزیدؓ مسلمانوں کو نصیحت ہی فرما رہے تھے کہ رومی پرچم ہوا میں اڑتا ہوا سامنے آ گیا اور لشکر غبار سے ظاہر ہو گیا۔ رومی لشکر نے اسلامی لشکر کی قلت کو دیکھ کر دندان آز تیز کئے اور یہ سمجھے کہ ہزار آدمی ہمارے مقابلہ میں کیا جم سکتے ہیں ان کا تو ایک ہاتھ میں فیصلہ ہے چنانچہ باہم رومی زبان میں بڑانے لگے کہ جلدی سے ان پر حملہ کرو۔

ہاں یہی لوگ ہمارے ملک کو چھیننے آئے ہیں افسروں کا اتنا کہنا تھا کہ معاً حملہ شروع ہو گیا جس کا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہایت ہمت وشجاعت اور قوت قلب سے جواب دیا گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔تلوار سے تلوار اور نیزے سے نیزے ٹکرانے لگے، بہادر فنون حرب کے جوہر دکھلا رہے اور بزدل بھاگنے کا موقع ڈھونڈ رہے تھے۔شجاعت و ہمت نے صحابہ کے قدم چوم لئے استقلال و ثابت قدمی نے ان کے سر پر سایہ کیا کیونکہ آٹھ ہزار آدمیوں کے مقابلہ میں ایک ہزار کا جمارہنا کچھ آسان بات نہ تھی۔

حضرات صحابہ ایک دوسرے کی ہمت افزائی کرتے اور جنت کی بشارتیں سنا رہے تھے کہ دفعتہً رومیوں نے ان کو اپنے بیچ میں لے کر چاروں طرف سے گھیر لیا اور سمجھے کہ اب یہ سب ہمارے قبضہ میں ہیں کیونکہ کمین گاہ میں چھپنے والوں کی ان کو خبر نہ تھی یہ حالت دیکھ کر ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو لے کر لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے کمین گاہ سے نکلے اور پوری ہمت کے ساتھ لشکر روم پر حملہ آور ہوئے اس فوج کو دیکھ کر رومیوں کے دل ٹوٹ گئے اور خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے اسی درمیان میں حضرت ربیعہ کی نظر بطالیق پر پڑی جو اپنی قوم کو لڑائی پر ابھار رہا تھا تو آپ نے دوڑ کر اس کے پیٹ میں نیزہ مارا جو کوکھ میں ہوتا ہوا کمر سے پار ہو گیا رومی اپنے افسر کو مقتول دیکھ کر میدان میں نہ جم سکے اور ایک دم سے بھاگ پڑے اور کامیابی و فتح مندی کا چھتر مسلمانوں کے سر پر سایہ فگن ہوا۔

اس معرکہ میں رومیوں کے ایک ہزار دو سو آدمی کام آئے اور مسلمان ایک سو بیس شہید ہوئے رومی شکست کھا کر بھاگے جا رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے کہ جرجیس نے جس کا بھائی بطالیق قتل ہو چکا تھا ان کو غیرت دلائی اور کہا اے قوم تم بادشاہ کے سامنے کس منہ سے جانے کا ارادہ کرتے ہو حالانکہ مسلمانوں نے تمہارے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور زخمیوں سے زمین بھر دی ہے۔اور سن لو میں تو اپنے بھائی کا انتقام لئے بغیر نہیں لوٹوں گا یا اسی کے پاس پہنچ کر رہوں گا۔اس بات پر سب لوگ ٹھہر گئے اور سب نے اس کی رائے کو پسند کیا اور دوبارہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور خیمے قائم کر کے

راحت وآرام کے لئے چند روز تک ایک میدان میں قیام کیا۔

رومی لشکر کا قاصد

پھر عرب متنصرہ میں سے ایک شخص کو جس کا نام قداح تھا بلایا اور اس سے کہا کہ تو اپنے خاندانی بھائیوں (یعنی مسلمانوں) کے پاس جاؤ اور ان کو ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچادے کہ ہم ان کے سرداروں اور ذی رائے افسروں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے ارادوں کو معلوم کریں کہ وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں چنانچہ قداح گھوڑے پر سوار ہوکر لشکر اسلام کی طرف چلا مسلمانوں نے اس کو اپنے لشکر کی طرف آتا ہوا دیکھا تو قبیلہ اوس کے چند مسلمانوں نے اس کو ٹوکا کہ کہاں جاتے ہو اور کیا کہنا چاہتے ہو۔

مجھے سرداراں روم نے یہ پیام دیکر بھیجا ہے کہ ہم مسلمانوں کے ذی رائے افسروں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں شاید اس طرح دونوں لشکروں کے لئے صلح کی کوئی بہتر صورت نکل آئے۔ قداح کا یہ پیغام حضرت یزیدؓ اور ربیعہؓ تک پہنچایا گیا تو حضرت ربیعہؓ بن عامر نے فرمایا کہ رومیوں سے گفتگو کرنے کیلئے میں جاتا ہوں حضرت یزید نے فرمایا کہ تمہارا جانا مناسب نہیں ہے مجھے تمہاری جان کا خطرہ ہے کیوں کہ تم نے کل ان کے ایک بڑے افسر کو قتل کردیا ہے (ممکن ہے کہ وہ تم کو تنہا پاکر اس کے عوض میں قتل کرنا چاہیں)

ربیعہ بن عامر: قل لن یصیبنا الا ما کتب الله لنا هو مولنٰا وعلی الله فلیتو کل المومنون .(توبة / ۵۱)

جان لو کہ ہم کو وہی پیش آسکتا ہے جو خدا تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں لکھ دیا ہے (مقدر سے کچھ زائد پیش نہیں آسکتا) اور اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب ہیں (وہ ان کی طرف سے جو بات بھی پیش آئیگی ہم اس پر راضی ہیں۔

ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود

اور اللہ تعالیٰ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور میں تم کو اور سب مسلمانوں کو وصیت کرتا ہوں کہ سب کا دھیان میری ہی طرف رہے اگر دشمنوں کو میری

ساتھ بدعہدی کرتا ہوا دیکھیں تو سب کے سب حملہ کر ڈالیں یہ کہہ کر ربیعہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور لشکر روم کی طرف چلے جب ان کے سردار کے خیمہ کے پاس پہنچے تو قداح نے کہا اے ربیعہ! شاہ ہرقل کے لشکر کا ادب کرو اور گھوڑے سے اتر جاؤ۔

ربیعہ: میں عزت کو چھوڑ کر ذلت اختیار نہ کروں گا اور نہ میں اپنا گھوڑا کسی دوسرے کے حوالہ کروں گا۔ میں تو خاص تمھارے افسر کے خیمہ کے سامنے پہنچ کر اتروں گا اگر یہ بات منظور نہیں تو ابھی واپس ہوا جاتا ہوں کیوں کہ ہم نے تمہارے پاس کوئی قاصد نہیں بھیجا اول تم ہی نے قاصد بھیجا ہے (پس تم کو ہم سے شرطیں کرنے کا حق نہیں بلکہ ہم کو حق ہے کہ جو چاہیں شرطیں کریں)

قداح نے حضرت ربیعہ کے اس جواب سے رومیوں کو مطلع کیا اور انہوں نے باہم ایک دوسرے سے کہا کہ عربی سچ کہتا ہے وہ جہاں چاہے اترے اترنے دو چنانچہ حضرت ربیعہ سردار کے خیمہ پر اترے اور گھٹنوں کے بل گھوڑے کی لگام ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئے اس کے بعد جرجیس سے اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت ربیعہ ؓ کا جرجیس سے گفتگو

جرجیس: اے عربی نژاد ہمارے نزدیک کوئی قوم تم سے زیادہ کمزور نہ تھی اور ہم کو کبھی اس کا وہم بھی نہ ہوتا تھا کہ تم ہمارے اوپر حملہ کر کے چڑھائی کرو گے اب بتلاؤ کہ تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔

ربیعہ بن عامر: ہم تین باتوں میں سے ایک بات چاہتے ہیں (۱) یا تو تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ اور ہمارا کلمہ پڑھ لو (۲) اگر اس سے انکار کرو تو ہماری رعایا بن کر جزیہ دینا منظور کرو (۳) اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو پھر ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

جرجیس: ۔تم نے اہل فارس کی طرف پیش قدمی کیوں نہ کی تم کو چاہئے تھا کہ ہم سے دوستی کو قائم رکھ کر فارسیوں پر پہلے حملہ کرتے۔

ربیعہ: ہم نے تمہاری طرف اس لئے پیش قدمی کی ہے کہ تم ہم سے قریب تھے اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسی کا حکم کیا ہے (کہ جو کافر ہم سے قریب ہوں اول ان سے مقابلہ کیا جائے) **یا ایھاالذین امنو قاتلو االذین یلونکم من الکفار ولیجد وافیکم غلظة** (توبہ/۱۲۳) اے مسلمانو! پہلے ان کافروں سے قتال کرو جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیے کہ ان کو تمہاری بہادری اور مضبوطی کا مشاہدہ ہو جائے۔

جرجیس: کیا تم ہم سے اس طرح مصالحت کر سکتے ہو کہ ہم تم کو فی کس ایک دینار اور دس وسق غلہ دے دیں اور تم صلح نامہ پر اس شرط سے دستخط کر دو کہ نہ تم ہمارے اوپر حملہ کرو نہ ہم تمہارے اوپر حملہ کریں۔

ربیعہ: یہ صورت ناممکن ہے بس ہمارے تمہارے درمیان یا تلوار فیصلہ کریگی یا تم جزیہ دینا یا اسلام قبول کرو۔

جرجیس: تمہارے دین میں ہمارا داخل ہونا ممکن نہیں اگر چہ ہم سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے کیونکہ ہم اپنے دین کے بدلہ دوسرا دین قبول کرنا پسند نہیں کرتے اور جزیہ دینا تو اس سے بھی زیادہ ناگوار ہے۔ اس سے تو ہمارا قتل ہو جانا ہی اچھا ہے اور تم ہم سے زیادہ جنگ وجدال کے عاشق نہیں ہو کیونکہ ہمارے اندر بڑے بڑے بہادر سردار اور شاہزادے جنگ آزما شمشیر زن موجود ہیں۔

اس کے بعد جرجیس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کسی بڑے پادری کو بلاؤ تا کہ اس بدوی سے مذہبی مناظرہ کرے چنانچہ شاہ ہرقل نے پہلے ہی اس لشکر کے ساتھ ایک بڑے عالم کو جو مذہب نصرانیت کا بڑا ماہر اور مذہبی بحث میں کامل تھا روانہ کر دیا تھا دربان نے فوراً اس کو حاضر کیا جب وہ دربار میں آکر مسند پر بیٹھا تو جرجیس نے کہا اے باپ ذرا اس عربی سے ان کے دین اور شریعت کا حال دریافت کرو (تا کہ اس کا اندازہ لگایا جائے کہ ان کا مذہب حق ہے یا باطل) پادری نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس طرح گفتگو شروع کی۔

پادری کا اقرار حق

پادری۔اے عربی ہم کو اپنی کتابوں سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ زمین حجاز میں ایک نبی عربی ہاشمی قریشی کو ظاہر کریں گے جن کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک رات میں آسمان کی سیر کرائیں گے تو بتلاؤ اس علامت کا ظہور ہوا ہے یا نہیں۔

ربیعہ۔ہاں ہمارے نبی کو آسمانوں کی معراج ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بھی اس کو بیان فرمایا ہے:

سبحان الذی اسری بعبده لیلا من المسجدالحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من ایا تنا. (بنی اسرائیل/۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا جس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ اپنے بندہ کو اپنی نشانیاں دکھلائے

پادری۔ہم اپنی کتاب میں یہ بھی پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نبی اور ان کی امت پر ایک مہینہ کا روزہ فرض کریں گے جس کا نام رمضان ہے۔

ربیعہ: ہاں ہم کو قرآن کریم میں اس کا بھی حکم ہوا ہے:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه (بقره/۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کی واضح وبین دلائل اور حق وباطل کا فیصلہ کرنے والا ہے پس جو اس مہینہ کو پائے وہ اس کا روزہ رکھے۔

پادری: ہم اپنی کتاب میں یہ بھی پاتے ہیں کہ (اس نبی کی امت میں) جو کوئی ایک نیکی کرے گا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

ربیعہ: ہاں حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

من جاء بالحسنة فله عشرامثالها ومن جآء بالسیئة فلا یجزی الا

مثلھا وھم لا یظلمون (انعام / ۱٦٠)

جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کے لئے دس نیکیوں کا ثواب ہے اور جو گناہ کرے گا اس کو ایک ہی گناہ کی سزا دی جائیگی اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

پادری: ہم اپنی کتاب میں پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کی امت کو ان پر درود بھیجنے کا حکم کرینگے۔

ربیعہ: بے شک سچ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے

ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی ، یا ایھا الذین امنو اصلو علیه وسلمو تسلیما○ (احزاب/٥٦)

کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت و برکت نازل کرتے ہیں اے مسلمانو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو۔

پادری: ان جوابوں کو سن کر حیرت زدہ ہو گیا اور اس نے اپنے سرداروں کو خطاب کر کے کہا کہ بے شک حق انہی کے ساتھ ہے۔

جرجیس کی موت اور مسلمانوں کی کامیابی

اس پر قریب تھا کہ جرجیس کے دل میں اسلام کی حقانیت کا اثر پیدا ہو کہ دفعتہً ایک دربان نے کہا حضور یہ ربیعہ جو آپ کے سامنے ہے اسی نے کل آپ کے بھائی کو قتل کیا ہے یہ سن کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور جوش غضب میں حضرت ربیعہ پر حملہ کرنا چاہتا ہی تھا کہ وہ اس بات کو سمجھ گئے اور بجلی کی طرح اپنی جگہ سے جست کر کے انہوں نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور جرجیس کی گردن پر ایسی پھرتی سے وار کیا کہ ایک منٹ میں اس کا سر تن سے جدا ہو گیا اس کے بعد فوراً ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ سرداران روم نے ان کو گھیر لیا تو ربیعہ نے بھی ان پر وار کرنا شروع کیا۔

یزید بن ابی سفیان نے یہ منظر دیکھ کر مسلمانوں کو للکارا کہ دشمنان خدا نے

رسول اللہ ﷺ کے صحابی سے دھوکہ کیا ہے پس جلد ان پر حملہ کرو اور کسی کو یہاں سے جانے نہ دو اس آواز کے سنتے ہی مسلمان شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے لشکر سے لشکر ٹکرا گیا اور رومیوں نے مسلمانوں کی شمشیرزنی کی دھاک مان لی۔ اس حملہ کو شروع ہوئے زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ مسلمانوں کا دوسرا لشکر حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی کی ماتحتی میں دور سے نمودار ہوا اور اسلامی پرچم لہراتا ہوا دکھائی دیا جس کے دیکھنے سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور نہایت جوش کے ساتھ حملہ کرنے لگے کہ تھوڑی دیر میں حضرت شرجیل بن حسنہ بھی اپنے لشکر سمیت نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کے ساتھ حملہ میں شریک ہو گئے اور ایسا شیرانہ حملہ کیا کہ رومیوں کی آٹھ ہزار کی جماعت میں سے ایک شخص بھی بھاگ نہ سکا۔

کیونکہ مسلمانوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا تھا بالآخر فتحمندی اور کامیابی کا سہرا مسلمانوں کے سر رہا اور رومیوں کو بری طرح شکست نصیب ہوئی اس کے بعد مسلمانوں نے کفار کا سب مال واسباب جمع کر کے حضرت صدیق اکبر خلیفۃ الرسول کی خدمت میں روانہ کیا جس کو دیکھ کر حضرت صدیق نے سجدہ شکر ادا کیا کیونکہ مقدمۃ الجیش کی کامیابی عظیم الشان فتح کے لئے نیک فال تھی۔

اہل مکہ و طائف کو دعوتِ جہاد

اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے اہل مکہ و اہل طائف کو دعوت جہاد کا خط لکھا جس کو سن کر حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل اور حارثؓ بن ہشام اور ابوسفیانؓ بن حرب اور دوسرے سرداران قریش کئی سو آدمیوں کا لشکر ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں حاضر ہو گئے اور ان کے پیچھے بنوہوازن و بنوکلاب اور دیگر قبائل عرب کا عظیم الشان لشکر بھی یہاں پہنچ گیا تو حضرت خلیفۃ الرسول نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسلامی پرچم عطا کیا اور فرمایا کہ میں نے تم کو اہل مکہ و اہل طائف کے لشکر کا افسر مقرر کیا ہے۔ اب تم ارض فلسطین کا رخ کرو اور اس کے فتح کرنے کی کوشش کرو اور عبیدہ بن الجراح سے خط و

کتابت کرتے رہنا بدون ان کے مشورہ کے کوئی کام نہ کرنا اور اگر کسی وقت وہ تم سے کمک اور مدد طلب کریں تو فوراً ان کی مدد کو پہنچنا یا اپنے لشکر میں سے ایک رسالہ بھیجدینا اچھا اب جاؤ خدا تمہارے کاموں میں برکت دے یہ حکم سنتے ہی حضرت عمروؓ بن العاص نے اپنے لشکر کو اپنے جھنڈا کے نیچے چلنے کا حکم دیا چنانچہ اہل مکہ نے پیش قدمی کی اور ان کے پیچھے بنو کلاب اور قبائل طے اور بنو ہوازن وثقیف روانہ ہوئے اور مہاجرین وانصار حضرت ابوعبیدہ امین الأمۃ کے ہمراہی میں چلنے کیلئے ٹھہرے رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی نصیحت

جس وقت حضرت عمروؓ بن العاص مدینہ سے کوچ کرنے لگے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کچھ دور تک ان کے ساتھ اس طرح وصیت کرتے ہوئے ساتھ چلے کہ اے عمرو! اپنے ظاہر و باطن میں خدا تعالیٰ کے خوف کو ملحوظ رکھنا اور اپنی خلوتوں میں اس سے حیا کرتے رہنا کیونکہ وہ تم کو ہر عمل میں دیکھ رہا ہے۔

اور اس بات کو سمجھ لو کہ میں نے تم کو ان لوگوں پر مقدم کیا ہے جو اسلامی سبقت میں تم سے زیادہ بڑھے ہوئے اور احترام میں تم سے مقدم ہیں پس تم آخرت کے لئے عمل کرنے والے بنو اور اپنے کام میں خدا کی رضا کو مقصود بناؤ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ پدر شفیق بن کر رہنا اور سفر میں ان کی حالت کی رعایت رکھنا کیونکہ ان میں بعض کمزور بھی ہیں جو سرعت سیر کے متحمل نہیں ہوسکتے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا مددگار ہے وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر کے رہے گا گو مشرکین کو (یہ غلبہ) ناگوار ہے اور دیکھو اپنے لشکر کو اس راستہ سے نہ لے جانا جس راستہ سے یزید بن ربیعہ اور شرجیل بن حسنہ گئے ہیں بلکہ تم ایلہ کا راستہ اختیار کرو یہاں تک کہ زمین فلسطین میں پہنچ جاؤ۔ اور اپنے جاسوسوں کو ہر طرف بھیجتے رہو کہ وہ ابوعبیدہ کی خبریں تم کو برابر پہنچاتے رہیں اگر وہ اپنے دشمن پر غالب ہو جائیں تو تم اہل فلسطین سے مقابلہ کی تیاری کرنا اور اگر وہ تم سے امداد مانگیں تو پے در پے ان کی امداد کے لئے ایک لشکر کے بعد دوسرا بھیجتے رہو۔ اور

سہیل بن عمرو عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام اور سعید بن خالد مشہور بہادروں کو اپنے لشکر کے اگلے حصہ میں رکھنا اور خبردار جس کام کے لئے میں تم کو بھیج رہا ہوں اس میں سستی نہ کرنا کمزوری کو اپنے پاس تک نہ آنے دو۔

اور اپنے دل میں یوں نہ کہنا کہ ابوبکر نے مجھے ایسے دشمن کے مقابلہ میں ڈال دیا ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کی مجھ میں طاقت نہیں کیونکہ اے عمرو تم نے بہت دفعہ دیکھا ہے کہ ہم نے کفار کی بڑی بڑی جمیعتوں کا کتنی قلیل جماعت کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری کس طرح نصرت فرمائی ہے اے عمرو! تمہارے ساتھ بعض مہاجرین وانصار اہل مدینہ میں ہیں ان کا اکرام کرنا اور ان کا حق پہچاننا اور اپنی سلطنت وامارت کی وجہ سے ان پر دست درازی نہ کرنا اور نخوت شیطانی کو اپنے دماغ کے اندر جگہ دے کر یہ نہ سمجھنا کہ مجھے ابوبکر نے ان سب کے اوپر افسر اس لئے بنایا ہے کہ میں ان سے افضل وبہتر ہوں۔ خبردار نفس کے دھوکوں سے ہوشیار رہنا اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ معمولی آدمیوں کی طرح مل جل کر رہنا اور اپنے ارادوں میں ان سے مشورہ کرتے رہنا۔

اور ہاں نماز کا پوری طرح خیال رکھنا۔ وقت پر اذان دو اور بدون اذان کے جس کو سب لشکر والے سن لیں کبھی نماز نہ پڑھو۔ پھر (خیمہ سے) باہر نکل کر ان لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھاؤ جو تمھارے ساتھ نماز پڑھنا چاہیں کہ یہ ان کے واسطے افضل ہے اور جو تنہا نماز پڑھے اس کی نماز بھی درست ہے اور دشمن سے ہوشیار رہو اور اپنے ساتھیوں کو حفاظت اور پہرہ کا حکم دو اس کے بعد تم بھی ان کی حالت کی خبر لیتے رہو اور رات کو اپنے ساتھیوں کے پاس دیر تک بیٹھا کرو ان سے الگ نہ رہو بلکہ سب کے شریک حال بنو اور ان میں مل جل کر بیٹھا کرو اور لوگوں کا پردہ فاش نہ کرو اور جب دشمن سے مقابلہ کی نوبت آئے تو خدا تعالیٰ سے ڈرو (اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور لڑائی کے وقت کوئی کام خلاف حکم خداوندی مت کرو بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو)

اور جو کلمہ پڑھ لے اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ جو ہتھیار ڈال دے اس کو امن دو اور

جہاد سے صرف خدا کی رضا طلب کرو نا موری اور مال ومتاع دنیوی کو مقصود نہ بناؤ نہ اپنی بہادری جتلانے کے لئے قدم بڑھاؤ) اور جب اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرو تو مختصر کرو اور اپنے نفس کو درست رکھو رعیت تمہارے لئے درست ہو جائیگی کیونکہ امام ان افعال کے متعلق جو وہ رعیت کے ساتھ کرتا ہے خدا کے یہاں تنہا جوابدہ ہوگا اور جب دشمن کو دیکھو تو جم کر مقابلہ کرو اور پیچھے ہٹنے کا نام نہ لو کہ اس میں تمہارے لئے فخر ہے اور اپنے ساتھیوں کو تلاوت قرآن کی پابندی کا حکم دو اور جاہلیت کے واقعات کے ذکر سے منع کرو کیونکہ اس سے باہم عداوت پیدا ہوگی اور دنیا کی رونق پر نظر نہ کرنا تاکہ تم ان لوگوں سے جاملو جو تم سے پہلے دربار الٰہی میں پہنچ چکے ہیں اور تم ان مقتداؤں جیسے بننے کی کوشش کرو جن کی قرآن میں مدح کی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وجعلنٰهم ائمة يهدون بامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات واقام الصلوة وايتاء الزكرة وكانوا لناعابدين ۝ (انبیاء ۷۳/)

ترجمہ: کہ ہم نے ان کو ایسا مقتدا بنایا تھا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک افعال کرنے اور ناشائستہ افعال کے ترک کرنے کی وحی بھیجی تھی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا تھا اور وہ ہمارے عبادت گذار بندے تھے۔ حضرت صدیق ؓ جس وقت عمرو بن العاص کو یہ نصیحت فرمارہے تھے حضرت امین الامۃ ابوعبیدۃ بھی وہاں حاضر تھے یہ نصیحت ختم کر کے حضرت صدیق نے حکم دیا کہ اچھا اب اللہ کے نام پر کوچ کرو اور دشمنان خدا سے مقابلہ کرو اور میں تم کو خوف خداوندی اور تقوی کی مکرر وصیت کرتا ہوں کیونکہ اللہ اسی کا مددگار ہے جو اس (کے احکام) کا مددگار ہے اس پر سب مسلمانوں نے حضرت خلیفۃ الرسول کو ادب کیساتھ سلام کیا اور رخصتی ملاقات کر کے یہ نو ہزار کا لشکر فلسطین کی فتح کے لئے روانہ ہوگیا اگلے دن حضرت صدیق ؓ نے دوسرا علم تیار کر کے حضرت امین ابوعبیدہ کو عطا فرمایا۔ اور ان کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کو لیکر جابیہ کا رخ کریں۔

ہرقل شاہ روم کا حقانیت اسلام کے متعلق اقرار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جس وقت فلسطین کی طرف حضرت عمرو بن العاص کی سیادۃ میں لشکر روانہ فرمارہے تھے اسی وقت تاجران شام کا ایک قافلہ مدینہ میں آیا ہوا تھا جس میں عیسائی عرب بھی تھے اور اہل شام جاہلیت کے زمانہ سے اس وقت تک برابر تجارت کیلئے مدینہ آیا جایا کرتے تھے جو گیہوں اور جو اور زیتون و انجیر اور کپڑے وغیرہ شام سے مدینہ میں بیچتے تھے۔

یہ قافلہ مدینہ سے اس وقت واپس ہوا جب کہ حضرت عمرو بن العاص اپنے لشکر کو لے کر فلسطین کی طرف روانہ ہو چکے تھے اس قافلہ کے بعض افراد نے اس عظیم الشان لشکر کی روانگی کا حال ہرقل سے جا کر بیان کیا تو اس وحشتناک خبر کو سن کر ہرقل نے اپنے ارباب حل وعقد وارا کین دولت وعمائد سلطنت کو دربار میں جمع کیا اور سب کو اس واقعہ پر مطلع کر کے کہا اے بنو الاصفر جس بات سے میں نے تم کو بہت پہلے ڈرایا تھا اب وہ سامنے آگئی اور یقیناً اس نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت میرے پائے تخت کی مالک اور میری سلطنت پر قابو یافتہ ہوگی (کتب سابقہ کا) وعدہ اب عنقریب پورا ہونے والا ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جانشین (خلیفہ) نے تم پر لشکر کشی شروع کر دی اور بہت جلد ان کا لشکر تمھارے سر پر پہنچا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ایک چوبدار کو حکم دیا کہ عیسائی عربوں میں سے جو شخص یہ خبر لے کر آیا ہے اس کو دربار میں حاضر کرو چنانچہ مخبر کو لایا گیا اور یوں گفتگو شروع ہوئی۔

ہرقل: اس بات کو کتنے دن ہوئے اور فلسطین کی طرف لشکر کو روانہ ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے۔

مخبر: یہ آج سے پچیس دن پہلے کی بات ہے

ہرقل: آج کل مسلمانوں کا بادشاہ کون ہے

مخبر: بادشاہ اسلام کا نام ابو بکرؓ صدیق ہے اور وہی آپ کی سلطنت پر لشکر کشی

کر رہے ہیں۔

ہرقل: تو نے ابو بکرؓ کو دیکھا ہے۔

مخبر: خوب اچھی طرح دیکھا ہے بلکہ انہوں نے مجھ سے چار درم میں ایک چادر بھی خریدی تھی جس کو اسی وقت اپنے کندھے پر ڈال کر چلے گئے اور وہ اسی طرح رہتے ہیں جیسے اور مسلمان رہتے ہیں کسی سے کچھ امتیاز نہیں رکھتے صرف کپڑے پہن کر چلتے پھرتے ہیں بازاروں میں گشت لگاتے رعایا کے لوگوں سے ملتے جلتے اور کمزور آدمی کا حق زبردستی سے دلواتے ہیں۔

ہرقل: اچھا ذرا ان کا حلیہ تو مجھ سے بیان کرو۔

مخبر: ان کا گندمی رنگ ہے اور رخسار ستے ہوئے (بھرے ہوئے نہیں)

ہرقل: مجھے اپنے دین کی قسم نبی عربی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جس دوست کے متعلق ہماری کتابوں میں پیشین گوئی ہے کہ وہ ان کے بعد خلیفہ ہوگا وہ یہی شخص ہے اور ہماری کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس خلیفہ کے بعد ایک دوسرا دراز قد آدمی خلیفہ ہوگا جو شیر کی طرح حملہ کرنے والا ہے اس کے ہاتھوں پر عظیم الشان فتوحات ہونگی اور وہی رومیوں کو ملک شام سے جلاوطن کرے گا۔

مخبر: یہ بات سن کر بے ساختہ چلا اٹھا اور کہنے لگا کہ بہاں پناہ جس دوسرے شخص کا آپ نے تذکرہ کیا ہے میں نے اس کو بھی دیکھا ہے وہ ہر وقت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ ساتھ رہتا ہے (مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں)

ہرقل: کچھ دیر کو سناٹے میں آ گیا پھر سنبھل کر کہنے لگا کہ بخدا وہ بات (جو کتابوں میں تھی) سچی ہوگئی اور میں نے رومیوں کو فلاح وصلاح کی طرف بہت کچھ دعوت دی مگر انہوں نے میری ایک نہ مانی۔ اور اب عنقریب میری سلطنت جاتی رہے گی۔

حقانیت اسلام

جو لوگ اشاعت اسلام کو جبر وتشدد اور شمشیر زنی کا نتیجہ بتلاتے ہیں وہ ان

واقعات کو آنکھیں کھول کر دیکھیں اور بتلائیں کہ ان قسیسین اور رہبان و علماء اہل کتاب کی گردن پر کون سی تلوار چلی تھی جس نے ان کو حقانیت اسلام کی تصدیق پر مجبور کیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسیحیت و یہودیت کے ماہر و منصف علماء ہمیشہ اپنی کتابوں کی پیشینگوئی کی بنا پر حقانیت اسلام کی گواہی دینے پر مجبور ہوتے تھے جب کہ ان کو کھلی آنکھوں نظر آجاتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں وہ سب باتیں موجود ہیں جو انجیل و تورات میں ان کے متعلق بہت پہلے بیان کردی گئی تھیں پھر آج اس زمانہ حریت میں جب کہ ہر شخص ہر جگہ آزاد ہے کہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے کسی پر کوئی جبر و تشدد کرنے والا نہیں ہے خصوصاً ہندوستان اور یورپ اور سرزمین امریکہ میں تو مسلمانوں کی سلطنت بھی اس وقت نہیں ہے۔

ان مقامات میں جو اسلام کی روز افزوں ترقی ہے ہم کو بتلایا جائے کہ یہ کس جبر و تشدد اور کس کی شمشیر زنی کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان کا خطہ تو ہمارے سامنے ہے جس میں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں ہندو اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے ہیں اور ہر سال مسلمانوں کی مردم شماری میں اضافہ ہو رہا ہے باوجودیکہ مخالفین ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کوشش کر رہے ہیں کہ دیہات کے جاہل اور ناواقف مسلمانوں کو طمع اور لالچ دلا کر یا ناجائز دباؤ ڈال کر اسلام سے مرتد بنا دیں مگر یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک طرف دو چار کو مرتد بناتے ہیں اور دوسری طرف ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں انہی کے پرانے بھائی اسلام کی طرف جھکے چلے جا رہے ہیں یہ صاف اور روشن دلیل ہے اسلام کے سچے اور پاک مذہب ہونے کی کہ اس میں ایک مقناطیسی روحانی قوت ہے جو خود بخود دلوں پر اپنا سکہ بٹھا رہی ہے اور علاوہ ان روزمرہ کے مشاہدات کے کبھی کبھی خلاق عالم مذہب اسلام کی حقانیت پر ایسی غیبی شہادتیں بھی قائم کرتا ہے جن میں اسباب ظاہر کو اصلا دخل نہیں ہوتا اور جن کو دیکھ کر مخالفین اسلام ہمہ تن

حیرت بن جاتے ہیں۔

اسی سال کا واقعہ ہے کہ ۵ شعبان ۱۳۴۵ھ یوم سہ شنبہ مطابق ۲ فروری ۱۹۲۷ء کو افق مغرب میں ایک تارہ ٹوٹتا نظر آیا جس کی شعاع میں نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاف نمایاں ہوا کہ ہزاروں ہندو عیسائی اور مسلمانوں نے دیکھا اور دوستوں کو گھروں سے بلا کر دکھایا۔ ہندوستان کے متعدد اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی اور جبلپور وغیرہ متعدد مقامات سے نمائندگان اخبار نے اس واقعہ کی اطلاع دی اور بے شمار دستخطوں سے جن میں مختلف مذاہب کے لوگ شریک تھے بذریعہ خطوط کے بھی اس کی تصدیق ہوئی یہ ایک آسمانی شہادت تھی کہ اسلام آسمانی مذہب ہے جو کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتا اور اس کا چمکانے والا خود وہی خلاق عالم ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور چاند سورج اور ستاروں سے ملک کو زینت دی۔ ذرا کوئی بتلائے کہ ستاروں کی روشنی کو کس تلوار نے سیدنا محمد ﷺ کا نام مبارک چمکانے پر مجبور کیا تھا کیا مسلمانوں نے ستاروں پر بھی کوئی جہاد کیا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر/۲)(۱)

یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم ویابی اللّٰہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون (توبۃ/۳۲)(۲)

حضرت خالد بن ولیدؓ کی امارت

حضرت صدیقؓ نے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح امین الامۃ کو عساکر اسلامیہ کا سردار بنا کر فتح شام کے لئے روانہ فرمایا اور حضرت عمرو بن العاص کو ایک مختصر لشکر کا جس کی مقدار نو ہزار تھی افسر بنا کر فلسطین فتح

---

(۱) سوائے آنکھ والو! عبرت حاصل کرو۔

(۲) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور (دین اسلام) کو اپنے منہ سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے بغیر نہیں مانے گا اگرچہ کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔

کرنے کیلئے مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے اپنی مختصر جماعت کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ رومیوں کی جماعت کو شکست دے کر بہت جلد فلسطین کو فتح کر کے ایک خط حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی خدمت میں روانہ کیا کہ میں بحمداللہ فتح فلسطین سے فارغ ہو چکا ہوں اگر آپ کو میری ضرورت ہو تو حاضر خدمت ہونے کو تیار ہوں۔

اور ایک خط حضرت خلیفۃ المسلمین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضور میں ارسال کیا جس میں فتح کی بشارت کے ساتھ جنگ کی تمام کیفیت کا ذکر تھا۔ جس کو پڑھ کر حضرت صدیق اور تمام مسلمان مسرور ہوئے اور بعض لوگ خوشی میں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کے نعرے لگانے لگے۔

اس کے بعد حضرت صدیق نے قاصد سے (جن کا نام ابو عامر دوسی تھا) حضرت ابوعبیدہ کا حال دریافت کیا تو ابو عامرؓ نے عرض کیا کہ وہ شام کی سرحد پر پہنچ چکے ہیں مگر اندر گھسنے کی جرأت نہیں کرتے کیونکہ ان کو جاسوسوں سے معلوم ہوا ہے کہ مقام اجنادین کے گرد ہرقل کے عساکر بے شمار مقدار میں جمع ہو رہے ہیں حضرت ابوعبیدہ کو ان کے بیچ میں گھسنے سے مسلمانوں کی جانوں پر خطرہ ہے یہ خبر سن کر حضرت صدیقؓ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوعبیدہ بہت نرم دل نرم طبیعت ہیں وہ رومیوں کے مقابلہ کے لئے کافی نہیں ہیں اس لئے آپ نے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کو تمام عساکر اسلامیہ کا اعلیٰ افسر بنانے کا ارادہ کیا اور مسلمانوں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا سب نے آپ کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا تو آپ نے فوراً ایک فرمان حضرت خالدؓ کے نام جاری کیا کہ میں نے تم کو عساکر اسلامیہ کا اعلیٰ افسر مقرر کیا ہے اور تم کو سب سے پہلے فتح شام کا حکم دیتا ہوں۔

حضرت خالد اس وقت ارض عراق کے فتح کرنے میں مشغول تھے اور مقام قادسیہ کو فتح ہی کرنا چاہتے تھے کہ یہ فرمان آپ کے پاس پہنچا جس کو پڑھتے ہی زبان سے یہ فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کی اور اس کے بعد خلیفۃ الاسلام کی اطاعت کیلئے ہر

وقت جان و دل سے حاضر ہوں اور اسی وقت راتوں رات زمین عراق سے کوچ کر کے شام کا رخ کر دیا اور حضرت ابوعبیدہؓ کے نام ایک اطلاعی خط اس مضمون کا کہ مجھے حضرت خلیفۃ المسلمین نے تمام عساکر اسلامیہ کا اعلیٰ افسر بنا کر فتح شام کیلئے مامور فرمایا ہے اسلئے میرے آنے تک آپ جہاں ہیں اسی جگہ رہیں ایک تیز رو سانڈنی سوار کے ہاتھ بھیج دیا اور اس کو تاکید کر دی کہ میرے پہنچنے سے پہلے تم یہ خط حضرت ابوعبیدہؓ کو پہنچا دو۔

حضرت خالد بن ولیدؓ عراق سے براہ سماوہ روانہ ہو کر مقام ارکہ پر پہنچے جو عراق سے ملک شام جانے والوں کے لئے جنکشن تھا اس مقام پر تمام قافلوں کو رومی حکام روک لیتے تھے۔

اور کسی کی مجال نہ تھی کہ بدون ان کی اجازت کے آگے بڑھ سکے اس شہر پر ہرقل کی طرف سے ایک بہادر سردار والی و حاکم تھا حضرت خالدؓ نے اس پر حملہ کیا اور اس کا سامان اپنے قبضہ میں لے لیا یہ حالت دیکھ کر شہر والے قلعہ میں داخل ہو کر پناہ گزیں ہو گئے۔

رومی دانش مند کی شہادت اور وارکہ کی فتح

قلعہ میں ایک حکیم رومیوں کے بڑے حکماء میں سے موجود تھا جس نے کتب سابقہ کا بخوبی مطالعہ کیا تھا اور آئندہ ہونے والی لڑائیوں کی پیشین گوئی سے خوب واقف تھا جب اس حکیم نے اسلامی لشکر کو حملہ کرتا ہوا دیکھا تو اس کا رنگ اڑ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے میرے دین و مذہب کی قسم ہے کہ وہ وقت نزدیک آ گیا لوگوں نے کہا کیا بات ہے صاف صاف کہو حکیم نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک عظیم الشان جنگ کی پیشین گوئی موجود ہے جس میں مسلمانوں کا ذکر ہے اور یہ کہ اس قوم کا پہلا جھنڈا جو اس ملک میں ظاہر ہو گا وہ رایت منصورہ ہے پس جاؤ دیکھو اگر جھنڈا سیاہ ہے اور مسلمانوں کا سردار چوڑے منہ کا دراز قد چوڑے سینہ والا مضبوط آدمی ہے جس کے چہرہ پر چیچک کے

نشانات ہیں تو سمجھ لو کہ یہی وہ شخص ہے جو ملک شام میں اسلامی لشکر کا سردار ہوگا اور اس کے ہاتھ سے شام فتح ہو جائیگا۔

یہ بات سن کر کچھ لوگ اسلامی لشکر کو دیکھنے آئے تو ان کو سیاہ جھنڈا حضرت خالد بن ولید کے سر پر نظر آیا اور ان کا حلیہ بعینہ وہی تھا جو حکیم نے بیان کیا تھا یہ صورتحال دیکھ کر سب لوگ والی شہر کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ حکیم سمعان جو کچھ کہتا ہے حکمت وحق کے موافق کہتا ہے اور اس وقت اس نے ہم سے یہ بات بیان کی ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہے ہم نے کھلی آنکھوں اس کی تصدیق کا مشاہدہ کرلیا ہے اب ہماری رائے یہ ہے کہ ہم کو اہل عرب سے صلح کرلینی چاہئے تاکہ ہمارے جان و مال خطرہ سے مامون ہو جائیں۔

والی ارکہ نے جواب دیا کہ مجھے کل تک کی مہلت دو میں سوچ سمجھ کر تمھیں کل کو جواب دوں گا۔

اس کے بعد وہ رات بھر غور کرتا رہا آدمی ہوشیار سمجھدار اور تجربہ کار تھا آخر اس کے دل نے یوں کہا کہ اگر میں اہل شہر کی مخالفت کرتا ہوں تو اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو عرب کے حوالہ نہ کر دیں اور یہ بات متحقق ہو چکی ہے کہ روبیس نے فلسطین میں عظیم الشان لشکر کے ساتھ عرب کا مقابلہ کیا تھا مگر شکست کھا کر بھاگا۔

غرض اسی طرح وہ اپنے آپ کو سمجھاتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور اس نے اپنی قوم کو بلا کر دریافت کیا کہ تم نے کیا رائے پاس کی ہے سب نے کہا ہماری رائے تو یہی ہے کہ عرب سے مصالحت کر لی جائے والی ارکہ نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں جو کچھ تم نے طے کرلیا ہے میں اس کی مخالفت نہ کروں گا یہ سن کر سردارن ارکہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کے متعلق گفتگو کرنے لگے حضرت خالدؓ نے صلح کی درخواست منظور فرمالی اور ان سے نرمی کے ساتھ گفتگو اور نہایت وسعت اخلاق و مدارات سے پیش آئے۔

یہ خبر باشندگان قدمہ کو پہنچی (جو مقام ارکہ سے قریب مضبوط قلعہ کا شہر تھا) اس

پر ایک بہادر سردار کوکب نامی والی تھا اس نے اپنی رعایا کو جمع کیا اور کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ عربوں نے شہر ارکہ اور سخنہ فتح کر لئے ہیں۔ اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ اہل عرب عدل وانصاف سے پیش آتے ہیں اور ان کا طریقہ حکومت بہت اچھا ہے وہ فساد کے خواہاں نہیں ہیں اور گو ہمارا یہ قلعہ بہت مستحکم ہے جس پر کوئی قبضہ نہیں کرسکتا مگر ہم کو جنگ کرنے میں اپنے باغات اور کھیتوں کی تباہی کا خطرہ ہے پس ہمارا اس میں کچھ نقصان نہیں کہ ہم بھی اہل عرب سے مصالحت کرلیں اگر بعد میں غلبہ ہماری قوم کو ہوا تو صلح فسخ کردیں گے اور عرب ہی غالب ہوئے تو ہم امن وامان سے زندگی بسر کرتے رہیں گے اس رائے سے باشندگان قدمہ بہت خوش ہوئے۔

اور سب نے حضرت خالدؓ کی ضیافت کا سامان شروع کیا اور لشکر کے گھوڑوں کیلئے چارہ دانہ جمع کرلیا یہاں تک حضرت خالدؓ ارکہ سے روانہ ہوکر جب اس مقام پر پہنچے تو سب کے سب خادم بن کر آپ کے سامنے حاضر ہوئے اور شاندار استقبال کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان پر رحم وکرم کی ایک نظر ڈالی اور سالانہ تین سو اوقیہ سونے پر صلح منظور فرما کر صلح نامہ مکمل فرمادیا پھر یہاں سے کوچ کرکے مقام حوران کی طرف روانہ ہوئے اس وقت عامرؓ بن الطفیل جن کو حضرت خالدؓ نے اپنا خط دے کر بھیجا تھا حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس پہنچ چکے تھے حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کا خط پڑھا اور تبسم فرماتے ہوئے زبان سے یوں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی اور خلیفہ اسلام کی اطاعت بسروچشم منظور ہے پھر مسلمانوں کو اپنی معزولی اور خالد بن ولید کی حکم برداری سے مطلع کیا۔

(یہ ہے اسلام کی بے نظیر اخوت وصداقت اور مساوات کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنی معزولی کیلئے خلیفہ اسلام کے فرمان کا بھی انتظار نہ فرمایا صرف حضرت خالدؓ کے خط سے ہی اپنے کو معزول کردیا اور نہایت خوشی کے ساتھ خود ہی اپنی زبان سے سب کو اطلاع کردی یہی تعلیم ہے اسلام کی اور اسی سے مسلمان دنیا میں کامیاب ہوتے تھے۔

مگر افسوس آج یہ اخوت ہمارے اندر باقی نہیں رہی ہر شخص اپنے دوسرے

بھائی سے حسد کرتا اور اس کے عروج کو دیکھ کر آنکھوں میں خون اتارتا ہے اسی کا نتیجہ ہے جو آج ہم کو تنزل و ادبار کی صورت میں نظر آرہا ہے مسلمانوں یاد رکھو شریعت کی تعلیم جس طرح تمہاری آخرت سنوارنے کی کفیل ہے بخدا اسی طرح دنیا کی ترقی بھی اسی کی اتباع میں منحصر ہے مگر تم اس کو چھوڑ کر نہ معلوم کہاں کہاں مارے مارے پھر رہے ہو۔)

روماس والی بصری کی حقانیت اسلام کی شہادت

حضرت خالدؓ اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ کی قیام گاہ سے بہت نزدیک تھے اور ایک دوروز میں ان کے پاس پہنچ سکتے تھے مگر خلاف توقع ان کو یہاں پہنچنے میں بہت دیر ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خالدؓ کا خط پہنچنے سے پہلے حضرت ابوعبیدہؓ نے کاتب وحی حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں چار ہزار صحابہ کا لشکر بصریٰ شہر فتح کرنے کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ حاکم بصری جس کا نام روماس تھا ایک بہت بڑا بہادر سردار تھا جس کی قدر و منزلت ہرقل کے دربار میں بہت زیادہ تھی وہ کتب سماویہ اور اخبار ماضیہ کا بڑا عالم تھا۔

رومی دور دراز کے فاصلہ سے اس کی زیارت اور کلمات حکمت سننے کے لئے سال میں ایک بار بے شمار تعداد میں یہاں آتے اور کچھ دن قیام کر کے واپس چلے جایا کرتے تھے اس لئے یہ شہر بڑا آباد اور اس کی آبادی بہت رونق دار تھی اس میں ہزاروں شہسوار ہر دم رہا کرتے تھے۔

اہل عرب بھی یمن و حجاز (۱) سے اپنا تجارتی سامان لا کر یہاں فروخت کرتے اور بہت نفع حاصل کر کے واپس جایا کرتے تھے۔ اور جن دنوں یہاں میلہ لگتا تھا ان ایام میں روماس کے لئے وسط میدان میں کرسی بچھائی جاتی تھی جس پر بیٹھ کر آنے جانے

---

(۱) میں کہتا ہوں کہ بصرہ میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی مال لیکر تجارت کی غرض سے تشریف لائے ہیں، غرض یہ ہمیشہ سے تجارتی منڈی مشہور تھی۔۱۲۔ ظ

والے آدمیوں کو وہ علم وحکمت کی باتیں سنا کر مستفید کرتا تھا جس وقت حضرت شرحبیل بن حسنہ اپنے اسلامی لشکر کو لے کر یہاں پہنچے ہیں تو اس وقت بصری میں میلہ لگنے کا موسم تھا اور روماس والی بصری کرسی پر بیٹھا ہوا لوگوں کو علم وحکمت کی باتیں سنا رہا تھا کہ دفعۃً اسلامی لشکر کی آمد سے شہر میں ایک شور وغوغا بلند ہوا اور روماس نے جلدی سے ہتھیار زیب تن کر کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی قوم کو للکارا کہ بس شور وغوغا نہ کرو میں ان لوگوں سے گفتگو کر کے ابھی ان کا مطلب معلوم کیے لیتا ہوں۔

یہ کہہ کر روماس اسلامی لشکر کے قریب آیا اور بلند آواز سے کہا کہ اے قوم عرب! میں روماس والی بصری ہوں۔ تمہارے سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس آواز کے ساتھ ہی حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ اپنے لشکر سے نکل کر اس کے پاس پہنچ گئے اور اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

روماس: آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں

حضرت شرحبیلؓ: ہم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں جو نبی امی قریشی ہاشمی ہیں جن کی بعثت کی پیشین گوئی انجیل وتورات میں موجود ہے۔

روماس: خدا نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا (آیا وہ اب تک زندہ ہیں یا وفات پا گئے)

حضرت شرحبیلؓ: اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر کے اپنے پاس بلالیا۔

روماس: پھر آپ کے بعد کون خلیفہ ہوا؟

حضرت شرحبیلؓ: آپ کے بعد عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول مقرر ہوئے۔

روماس: مجھے اپنے دین کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو اور یقیناً تم شام وعراق پر قابض ہو جاؤ گے مگر اس وقت مجھ کو تم پر خطرہ ہے کیوں کہ تمہاری جمعیت بہت تھوڑی ہے اور ہماری جماعت بہت زیادہ ہے بہتر ہے کہ اس وقت تم چلے جاؤ ہم تم سے کسی طرح کا تعرض نہ کرینگے۔

اور اے عربی تم کو میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ ابو بکر میرے دوست اور رفیق ہیں اگر اس وقت وہ خود موجود ہوتے تو مجھ سے لڑنے کا کبھی نام نہ لیتے۔

حضرت شرحبیلؓ: یہ خیال تم اپنے دل سے نکال دو۔ دین کے معاملہ میں وہ اپنے بیٹے اور بھتیجے کی بھی رعایت نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ اسلام نہ لے آئیں۔ ابو بکر صدیق کو کسی طرح کا ذاتی اختیار حاصل نہیں وہ قانون الٰہی کے اسی طرح مکلف ہیں جس طرح ایک ادنیٰ مسلمان اس کا پابند ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے تم سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے (اسلئے وہ کسی تعلق کی بناء پر بھی اس سے پہلو تہی نہیں کر سکتے)

اور جب تک تین باتوں میں سے ایک بات کا فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک ہم یہاں سے ہٹ نہیں سکتے۔

(۱) یا تو تم اسلام قبول کر کے ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ

(۲) یا جزیہ دے کر ہماری رعایا بن جاؤ

(۳) اگر ان میں سے کوئی صورت منظور نہیں تو پھر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ

روماس: مجھے اپنے دین و ایمان کی قسم اگر معاملہ میرے ہی اختیار میں ہوتا تو میں تم سے لڑنے کا کبھی نام نہ لیتا کیونکہ مجھ کو تمہاری حقانیت کا خوب علم ہے مگر تم دیکھ رہے ہو کہ یہاں رومی اقوام کا اجتماع ہو رہا ہے اور ان کے بڑے بڑے سردار موجود ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ ان سے معاملہ میں گفتگو کر کے ان کی رائے بھی معلوم کروں

حضرت شرحبیلؓ۔ اچھا جاؤ اور ان سے مشورہ کر لو مگر یہ یاد رکھو کہ ان تین صورتوں کے سوا جو میں نے بتلائی ہیں چوتھی کوئی صورت نہیں۔

روماس: حضرت شرحبیلؓ کی گفتگو سے متاثر ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور سب کو جمع کر کے اس طرح تقریر کی اے دین نصرانیت کا دم بھرنے والو! اور اے بپتسمہ پر جان دینے والو! سن لو! اور کان کھول کر سنو کہ تمہاری جلا وطنی اور گھر بار کے لٹنے اور مال و اولاد کے برباد ہونے کا وقت آ گیا جس کی پیشین گوئی خود تمہاری کتابوں میں مذکور ہے۔ میرے دوستو وہ یہی وقت ہے جو تمہارے سامنے ہے اور میری رائے تو یہ ہے کہ

تمہارے پاس نہ روبیس کے برابر لشکر ہے نہ تم خود روبیس جیسے بہادر ہو جو فلسطین کے میدان میں لشکر جرار کے ساتھ عرب کے ایک چھوٹے سے دستہ فوج سے نبرد آزما ہوا جس کا نتیجہ سب کو معلوم ہے کہ روبیس خود بھی تباہ ہوا اور اس کا لشکر بھی موت کے گھاٹ اتر گیا اور کچھ تھوڑے سے آدمی شکست کھا کر بھاگ گئے (اب تم ہی غور کرلو کہ ان عربوں سے مقابلہ کرنا کس قدر عقل سے بعید ہے)

نیز مجھے خبر ملی ہے کہ مسلمانوں میں ایک بہادر شخص خالد بن ولیدؓ نامی ارض سماوہ کی طرف سے عراق پر حملہ آور ہوا اور اس نے شہرار کہ وسخنہ وتدمر وحوران کو چند دنوں میں فتح کرلیا ہے اور اب بہت جلد وہ یہاں پہنچنا چاہتا ہے (اس کے مقابلہ کی تو کسی میں بھی ہمت نہیں) اس لئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم ان عربوں کو جزیہ دے کر اپنے کو ان کی حفاظت میں دیدیں اور اس طرح اس بلائے بے درمان کو اپنے سر سے ٹال دیں۔

روماس اپنی تقریر کو پورا بھی نہ کرنے پایا تھا کہ رومیوں نے چاروں طرف سے اس پر لعنت ونفرتیں شروع کی اور غصہ میں آگ بگولا ہو کر اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔

روماس نے اپنی قوم کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر بات کو ٹالا اور یہ کہہ کر ان کے غصہ کو ٹھنڈا کیا کہ اے قوم میں تو ان باتوں سے تمھاری مذہبی حمیت اور قومی غیرت وشجاعت کا امتحان کرنا چاہتا تھا اور جو میرا مقصد تھا میں اس میں کامیاب ہو گیا۔ اب تم ہو اور یہ عربی لشکر ہے ہاں بڑھو اور ان پر حملہ کردو اور ان کے مقابلہ میں سب سے پہلے جانے والا شخص میں ہوں۔

رومی یہ سن کر خوش ہو گئے اور فوراً جنگی کاروائیوں میں مشغول ہو گئے اپنے لشکر کو ترتیب دینے لگے اور چمکدار آہنی زرہیں زیب تن کی اور نفیس گھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ کے لئے آمادہ ہو گئے۔

حضرت شرحبیلؓ کی تقریر

حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ نے رومیوں کا یہ رنگ دیکھ کر فوراً مسلمانوں کو للکارا

اوراس طرح ان کو جہاد پر ابھارنے لگے کہ پیارے مسلمانوں خدا کی رحمت تمہارے سر پر ہے تم کو معلوم ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت تلوار کے سایہ تلے ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین قربانی وہ قطرہ خون ہے جو اللہ کے راستہ میں گرے یا وہ آنسو ہے جو خدا کے خوف سے رات کی تاریکی میں آنکھ سے نکلے ہاں بڑھو دشمن سے دل کھول کر مقابلہ کروان کے سینوں کو تیروں کی نوک سے چھلنی بنادو اور تیروں کو ایک ساتھ ملا کر چھوڑو تا کہ ضائع نہ جائیں۔ پھر یہ آیت پڑھی:

یا ایھا الذین امنو اتقو اللہ حق تقا تہ و لا تموتن الا

وانتم مسلمون ۝ (آل عمران ۱۰۲)

اے ایمان والو اللہ سے پوری طرح ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے

اور اسلام کے سوا کسی حالت میں جان نہ دو۔

یہ کہہ کر آپ نے کفار پر حملہ کیا اور تمام مسلمانوں نے دل کھول کر آپ کا ساتھ دیا۔ چونکہ رومی لشکر کی شمار بارہ ہزار تھی اور اسلامی لشکر کی چار ہزار۔ اس لئے رومیوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر یہ سمجھ لیا کہ اب ہم بازی لے لینگے اور اس طمع نے ان کے حوصلے ایسے بلند کئے کہ وہ بڑھ بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے لگے۔

مسلمانوں نے اس وقت نہایت استقلال وثبات قدمی کا ثبوت دیا کہ صبح سے لے کر دوپہر تک برابر مقابلہ میں ڈٹے رہے آفتاب سر پر آ گیا اور وسط فلک پر پہنچ کر ڈھلنے لگا تو اہل نظر سوچنے لگے کہ دیکھئے کس کی قسمت کا پلہ جھکتا ہے اور کس کا نصیب بلند ہو۔

اس وقت شرحبیلؓ نے خدائے قدوس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر یوں عرض معروض شروع کی کہ اے ہمیشہ زندہ قائم رہنے والے، اے زمین و آسمان کے بنانے والے اے بزرگی وعزت کے بادشاہ، اے سچے خدا اے الہ العالمین! مسلمانوں کو کافروں پر توحید والوں کو مشرکوں پر غلبہ دے۔

حضرت شرحبیلؓ کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی مدد

حضرت شرحبیلؓ نے ابھی دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ خدا کی مدد آ پہنچی اور سمت حوران سے اندھیری رات جیسا تاریک غبار بلند ہوا جس کو ہوا نے چاک کیا تو اس کے نیچے سے اسلامی جھنڈے چمکتے ہوئے نمودار ہوئے اور سب سے آگے دو شہسوار گھوڑے دوڑاتے باگیں چھوڑے ہوئے چلے آ رہے تھے جب وہ اسلامی لشکر سے نزدیک ہوئے تو دونوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ایک نے نہایت جوش وخروش سے للکار کر کہا اے شرحبیلؓ اے ابن حسنہ! خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد آ پہنچی میں ہوں فارس صندید بطل مجید (۱) خالد بن ولیدؓ اور دوسری طرف سے یہ آواز آئی مسلمانو ہمتیں بلند کرو خدا کی مدد سے مطمئن ہو جاؤ میں ہوں بہادر شہسوار خلیفہ اسلام کا نامور فرزند عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق۔

ان بہادروں کی آواز تھی یا بجلی کی طاقت ان کا نعرہ تکبیر تھا یا آب حیات کی موج کہ دفعتہً مسلمانوں کے اندر شجاعت کی ایک لہر دوڑ پڑی اور سب نے دل کھول کر دشمن کو پامال کرنا شروع کیا کہ اتنے میں رایۂ اعقاب کے نیچے جس کو رافع بن عمیرہ طائی اٹھائے ہوئے تھے حضرت خالد بن ولید کا پورا لشکر نمودار ہوا جس میں قبیلہ لخم وجذام کے بہادر سوار تھے انہوں نے پہنچتے ہی ہر طرف سے اسلامی لشکر کو سلام کرنا اور مبارکباد دینا شروع کیا۔

حضرت خالدؓ کا نعرہ سن کر رومیوں کی آوازیں پست اور حوصلے زیر ہو گئے۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ بھی جلدی سے میدان جنگ سے نکل کر حضرت خالد کے استقبال کو بڑھے اور سلام مسنون ومصافحہ ومعانقہ سے دونوں طرف سے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا اے شرحبیلؓ کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ شہر ملک شام وعراق کی سب سے بڑی منڈی ہے جس میں بے شمار رومی لشکر اور ان کے بہادر ہر وقت

---

(۱) بہادر شہسوار اچھا حملہ کرنے والا۔

رہتے ہیں خصوصاً آج کل کہ میلہ کا وقت ہے پھر تم نے اپنے آپ کو اور اپنے قلیل التعداد لشکر کو یہاں پھنسا کر خطرہ میں کیوں ڈالا؟

حضرت شرحبیل نے عرض کیا کہ یہ سب کچھ حضرت عبیدہؓ کے حکم سے ہوا ہے۔
حضرت خالد نے یہ سن کر سکوت کیا پھر فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ کے خلوص نیت میں کچھ شبہ نہیں مگر وہ سید ھے سادے مسلمان ہیں لڑائی کے ہتھکنڈوں اور موقع کی نزاکت و چالاکیوں سے واقف نہیں ہیں پھر آپ نے تمام اسلامی فوج کو میدان سے ہٹ جانے اور راحت و آرام کے لئے اپنے پڑاؤ پر چلے جانے کا حکم دیا یہ دیکھ کر رومی بھی میدان سے ہٹ گئے اور دونوں لشکر راحت و آرام میں مشغول ہوئے۔

روماس والی بصرہ کا اسلام

رومیوں نے باہم حضرت خالدؓ کی بہادری کا تذکرہ شروع کیا اور یہ سوچا کہ ابھی تو یہ سفر سے تھکے ہوئے آرہے ہیں اس وقت ہم ان کو زیر کر سکتے ہیں اور اگر کچھ دن آرام کرنے کا موقع مل گیا تو پھر یہ کسی کے قبضہ میں آنے والے نہیں اسلئے بہتر یہ ہے کہ کل کو سب سے پہلے رومی لشکر کی طرف سے جنگ کی ابتداء ہو اور مسلمانوں کو مزید راحت کا موقعہ نہ دیا جائے۔ مگر ان کو یہ خبر نہ تھی کہ بھوکا شیر اور زیادہ جوش کے ساتھ حملہ کرتا ہے چنانچہ اگلا دن ہوا اور سب سے پہلے بصری کے رومی لشکر نے جنگ کی طرف پیش قدمی کی۔

حضرت خالدؓ نے ہنس کر فرمایا کہ رومی یہ سمجھ کر کہ ہم سفر کی وجہ سے چکنا چور ہو رہے ہیں ہماری طرف بڑھ رہے ہیں اچھا تم بھی خدا کی نصرت و حمایت پر بھروسہ کر کے تیار ہو جاؤ۔

چنانچہ اس حکم کے ساتھ ہی اسلامی لشکر مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہو گیا اور حضرت خالدؓ نے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ میمنہ پر رافع بن عمیرہؓ طائی کو مقرر کیا اور میسرہ پر ضرار بن ازور کو جو باوجود کمسن نوجوان ہونے کے جنگی کارروائی میں مشہور

تھے اور پیدل فوج پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ کو افسر کیا اور اپنے خاص لشکر کو جو جیش الزحف کہلاتا تھا دو حصوں پر منقسم کیا ایک حصہ پر میتب بن نجبیہ فزاری کو افسر کیا اور دوسرے پر مذعور بن غانم اشعری کو۔ اور سب کو حکم دیا کہ جس وقت میں اشارہ کروں اسی وقت گھوڑے کو داکر حملہ کر دینا۔ لشکر کی ترتیب سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ وسط لشکر میں کھڑے ہو گئے اور سب کو اپنی بلیغ و فصیح تقریر سے جنگ پر ابھارنے لگے۔ وعظ و تلقین سے اخلاص وصدق کی ترغیب دینے لگے اور قریب تھا کہ اس سے فارغ ہو کر حملہ کا حکم دیں کہ دفعتہً رومی لشکر کی صفیں پھٹ گئیں۔ اور ان کے درمیان سے ایک قوی ہیکل خوش پوشاک سوار نکلا جس کے بدن پر اور گھوڑے کے زین ولگام پر سونا چاندی اور یاقوت و جواہرات چمک رہے تھے۔

اس بہادر جوان نے دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر عربی فصیح میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے جماعت عرب میں حاکم بصری ہوں میرے مقابلہ کے لئے تمہارے سردار کے سوا اور کوئی قدم نہ بڑھائے۔

یہ سن کر حضرت خالد غضبناک شیر کی طرح اس کی طرف بڑھے اور نزدیک پہنچ کر ٹھہر گئے اور دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہونے لگی۔

والی بصری: کیا آپ لشکر عرب کے سردار ہیں؟

حضرت خالدؓ: ہاں مسلمان مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں اور اگر میں ان کی اطاعت سے پھر جاؤں تو پھر میرے لئے کسی مسلمان پر سرداری یا امارت کا کوئی حق باقی نہ رہے گا۔

والی بصری: میں شاہان روم میں سے ایک بادشاہ اور ان کے عقلاء میں سے ایک عاقل ہوں اور سچ یہ ہے کہ صاحب بصیرت پر حق مخفی نہیں رہ سکتا (اس لئے میں آپ سے مذہب کے متعلق کچھ گفتگو کر کے حق کو باطل سے ممتاز کرنا چاہتا ہوں) مجھے کتب سابقہ اور اخبار ماضیہ کا بخوبی علم ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم عرب میں ایک نبی امی قرشی ہاشمی جن کا نام محمد ﷺ ہے مبعوث کریں گے۔

حضرت خالدؓ: یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی اور وہ نبی ہمارے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

والی بصری: کیا ان پر کوئی کتاب بھی نازل ہوئی ہے؟

حضرت خالدؓ: ہاں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کتاب کا نام قرآن کریم ہے۔

والی بصری: کیا اس کتاب میں شراب تم پر حرام کر دیگئی ؟

حضرت خالدؓ: ہاں اور جو شخص شراب پیتا ہے ہم اس پر حد جاری کرتے ہیں اور جو زنا کرتا ہے اس کے درے لگاتے ہیں اور نکاح کے بعد جو زنا کرے اس کو سنگسار کر دیتے ہیں۔

والی بصری: کیا تمہارے اوپر نماز بھی فرض کی گئی ہے؟

حضرت خالدؓ: ہاں دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔

والی بصری: کیا تم پر جہاد بھی فرض کیا گیا ہے؟

حضرت خالدؓ: ہاں اگر جہاد ہم پر فرض نہ ہوتا تو ہم تم سے لڑائی کرنے کو نہ آتے۔

والی بصری: بخدا مجھے یقین ہو گیا کہ آپ لوگ حق پر ہیں اور مجھے آپ سے محبت ہے میں نے اپنی قوم کو آپ سے بہت کچھ ڈرایا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ مجھے اہل عرب کے مقابلہ سے خطرہ ہے۔ مگر قوم نے میری ایک نہ مانی۔

حضرت خالدؓ: پھر تم کو **اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله** کا اقرار کر لینا چاہئے، تا کہ تم ہر خطرہ سے مطمئن ہو جاؤ اور ہم تم دونوں ایک دوسرے کے نفع و نقصان میں شریک ہو جائیں۔

والی بصری: میں دل سے مسلمان ہو چکا مگر ابھی اس کا اظہار نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میری قوم مجھے اور میرے اہل و عیال کو قتل و قید نہ کر دیں البتہ میں اپنی قوم کی طرف واپس جا کر اس کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کروں گا شاید خدا تعالیٰ ان کو راہ راست پر لے آئے۔

حضرت خالدؓ: بہت اچھا، لیکن اگر تم بغیر حملہ اور مقابلہ کے واپس گئے تو لوگ تم

کو متہم کرینگے (کہ والی بصری مسلمانوں سے مل گیا ہے اور اس صورت میں تمہاری کسی بات کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا) اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم مجھ پر حملہ کرو تا کہ تم پر کوئی تہمت نہ لگ سکے چنانچہ اس کے بعد باہم وار ہونے لگے اور حضرت خالد نے دونوں لشکر کے بہادروں کو فنون حرب کے خوب کرتب دکھلائے جس سے روماس (والی بصری) دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کہ بس اب زیادہ مقابلہ کی مجھ میں تاب نہیں آپ ایک حملہ قوت کے ساتھ مجھ پر کر دیجئے تا کہ دیرجان مجھ کو پسپائی میں معذور سمجھے جس کو ہرقل نے ایک لشکر کا سردار بنا کر میری مدد اور کمک کے لئے بھیجا ہے۔ اور مجھے اس کی طرف سے آپ پر اندیشہ ہے۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ اللہ عزجل اس کے مقابلہ میں ہماری مدد فرمائیگا۔ تم بے فکر رہو یہ کہہ کر آپ نے روماس پر شدت سے حملہ کیا جس کی تاب نہ لا کر وہ بھاگ پڑا اور اپنے لشکر میں خوفزدہ ہو کر جا گھسا رومی لشکر نے اس سے مسلمانوں کا حال دریافت کیا تو اس نے اس طرح تقریر کی۔

روماس کی معزولی اور دیرجان کی پسپائی

روماس: اے قوم عرب! بڑے بہادر اور قوی ہیں۔ تم ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور یقیناً وہ ملک شام اور تمام قلمروئے روم پر قابض ہونگے۔ پس میری رائے تو یہ ہے کہ تم اہل عرب کی اطاعت قبول کرلو اور اہل ارکہ و تدمر و حوران کی طرح ان کی پناہ میں داخل ہو جاؤ۔

رومی لشکر: اپنے حاکم کی زبان سے ایسی کمزوری کی بات سن کر ششدر رہ گیا اور ان کے غصہ کی کچھ انتہا نہ رہی۔ سب نے روماس کی خیر خواہانہ تقریر کو بزدلی پر محمول کر کے اسے ڈانٹا اور قتل کرنے کو آمادہ ہو گئے مگر ہرقل کا خوف اس کے قتل سے مانع ہوا اور سب نے متفق اللسان ہو کر روماس سے کہا کہ بس آپ جایئے اور چوڑیاں پہن کر گھر میں اپنے محل میں بیٹھ جایئے۔ عربوں سے ہم خود نمٹ لیں گے۔

اس کے بعد اہل بصری نے دیرجان کو اپنا حاکم بنایا اور کہا کہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ سے فارغ ہو کر تمہارے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں جائیں گے اور روماس کی جگہ تم کو عہدہ حکومت دینے کی درخواست کرینگے۔ پس تم مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کرو ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر دیرجان خوشی میں پھولا نہ سمایا اور مغرور ہو کر صف سے باہر نکلا اور حضرت خالدؓ کو اپنے مقابلہ کے لئے طلب کیا۔ حضرت خالدؓ نے اپنا گھوڑا بڑھانا چاہا کہ دفعتہً حضرت خلیفہ اسلام کے نامور فرزند عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے سامنے آکر عرض کیا کہ اے امیر اس نامعقول کی سرکوبی کو میں جانا چاہتا ہوں (کیونکہ ہر شخص کا یہ رتبہ نہیں کہ آپ سے نبرد آزمائی کا طالب ہو) حضرت خالدؓ نے فرمایا اچھا تم ہی اس کا دماغ درست کر آؤ۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ شیر کی طرح میدان میں آئے اور دیرجان پر سختی کے ساتھ حملہ کیا جس کو اس نے بڑی بہادری سے روکا اور اب دونوں طرف سے برابر کے وار ہونے لگے دونوں طرف کے بہادر فنون حرب کا تماشہ دیکھنے لگے۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ دیرجان نے اپنے حریف کی قوت اور اپنی کمزوری کو محسوس کیا اور سمجھ گیا کہ میں زیادہ مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا اس لئے موقعہ پاکر بھاگا اور لشکر میں جا گھسا۔ دیرجان کی پسپائی نے رومیوں کے دلوں کو بہت زیادہ مرعوب کر دیا اور وہ حیران تھے کہ اب کیا کریں حضرت خالد نے اس کمزوری کو بھانپ لیا اور فوراً تمام لشکر کو یکبارگی یورش کا حکم دیدیا اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی رومیوں کے سر خاک وخون میں گرنے لگے شہر کی فصیل پر ناقوس بجنے لگا پادریوں نے شور وغوغا بلند کیا صلیب پرستوں نے کلمات کفر سے آسمان سر پر اٹھالیا۔

جس کا جواب مسلمانوں نے اپنے خارا شگاف نعرہ تکبیر سے دیا۔ مسلمانوں نے کلمہ توحید بلند کیا تو درخت اور پتھر آسمان وزمین سب نے ان کی آواز پر لبیک کہا شہر بصری کی زمین بھی اس کو سن کر رونے لگی کہ دیکھئے مجھے وہ دن کب نصیب ہوتا ہے جب میرے اندر یہ پیارا مبارک کلمہ اور پاکیزہ کلام پڑھا جائے اور بلند کیا جائے کہ دفعتہً خدا

کی آسمانی مدد نے اس کو تسلی دی کہ اے زمین بصری خوش ہو کہ تیری پاکی کے دن آ گئے تیرا نصیب جاگ گیا تو شرک وکفر کی گندگی سے ملوث نہیں رہ سکتی کیونکہ تیرے اوپر محبوب رب العالمین خاتم المرسلین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم پڑ چکے ہیں۔ تیری منڈی میں سرتاج انبیاء نے خدیجہؓ کی تجارت کا سامان فروخت کیا ہے اے زمین بصری تجھے مبارکباد ہو کہ تجھ پر خدا کا بول بالا ہوا اور شرک وکفر کا کلمہ پست ہو گیا کیونکہ دیرجان کا لشکر مسلمانوں کی تاب مقاومت نہ لا کر سراسیمہ ہو کر بھاگا۔ زمین نعشوں سے پٹ گئی شہر پناہ کے دروازے پر پہنچ کر بے خودی میں رومیوں نے اپنے ہی بھائیوں کو قتل کرنا شروع کیا اور بہزار دقت قلعہ میں گھس کر اس کے دروازوں اور برجوں میں پناہ لی اور قلعہ بند ہو کر ہرقل کو اس واقع کی اطلاع دینے اور کمک طلب کرنے کی ٹھان لی۔

مسلمانوں نے نہایت شجاعت وبسالت سے رومیوں کو پسپا کر کے ہر طرف سے بصریٰ کا محاصرہ کر لیا اب شام کا وقت ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے نمازوں سے فارغ ہو کر کھانا پکانے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی فکر کی اور اس سے فراغت کر کے فوج کا زیادہ حصہ راحت وآرام کے ساتھ سو گیا۔

روماس کی تدبیر اور بصرہ کی فتح

اس رات کو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سو جوانوں کے ساتھ اسلامی لشکر کا پہرہ دے رہے تھے کہ تھوڑی دیر میں ان کو ایک شخص باہر سے لشکر میں آتا ہوا دکھائی دیا حضرت عبدالرحمٰن اس کی طرف جھپٹے اور گرفتار کرنا چاہا کہ اس نے ہنس کر کہا کہ اے عبدالرحمٰن تم مجھ کو بھول گئے میں روماس والی بصریٰ ہوں اور اسی وقت حضرت خالد سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دونوں حضرت خالد کے خیمہ کی طرف چلے۔ حضرت خالد نے روماس کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور تبسم کے ساتھ دریافت کیا کہ کہو تم کس حال میں ہو۔ روماس نے کہا اے امیر میری قوم نے مجھ کو دھتکار دیا اور کہا گھر میں بیٹھ رہ ورنہ قتل کر دیا جائیگا۔ اے امیر

میرا مکان شہر پناہ سے متصل ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ اپنے بہادر جوانوں میں سے سو ۱۰۰ آدمی کر دیں تا کہ وہ شہر پر قبضہ کرلیں اور اندر پہنچ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیں تا کہ آپ کا لشکر شہر کے اندر داخل ہو جائے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہم کو تمہاری درخواست منظور کر لینے میں کچھ تامل نہیں۔ اے عبدالرحمٰن خدا پر بھروسہ کرو اور تم اپنے ساتھ سو ۱۰۰ جوانوں کو لے کر روماس کے ہمراہ چلے جاؤ میں اپنے لشکر کو دیوار قلعہ کے نیچے جمع کرتا ہوں۔ جس وقت تم نعرہ تکبیر بلند کرو گے اسی وقت فصیل کے ذریعہ یا دروازہ کے راستہ سے ہم بھی شہر میں گھس جائیں گے۔

چنانچہ اس تدبیر سے ایک رات میں بصریٰ کا قلعہ فتح ہو گیا اور مسلمانوں کو روماس کے اسلام پر اطمینان اور اس کے قلبی ایمان کا یقین ہو گیا۔ صبح ہوئی اور اہل بصری نے روماس کو بری نظروں سے گھورنا شروع کیا۔ جس سے روماس کو اپنی قوم کی طرف سے خطرہ کا اندیشہ ہو گیا تو اس نے حضرت خالد سے عرض کیا کہ میں ابھی اس شہر میں رہتا نہیں جب تک تمام ملک شام پر مسلمانوں کا کامل قبضہ نہ ہو جائے اس لئے آپ کچھ آدمی میرے گھر کا سامان منتقل کرنے اور اہل وعیال کو لے آنے کیلئے مقرر فرما دیجئے تا کہ میں آپ کے ہمرکاب رہنے کا شرف حاصل کرسکوں۔ حضرت خالد نے فوراً چند آدمیوں کو اس کام کے لئے متعین کر دیا۔

روماس کی بیوی کا خواب اور اسلام

جب یہ مسلمان روماس کے مکان پر پہنچے اور اس کے اہل وعیال کو اپنے ساتھ لانا چاہا تو روماس کی بیوی نے کہا کہ میں روماس کے ساتھ نہیں رہ سکتی مجھ کو اس سے الگ کرادو کیونکہ اب وہ میرے کام کا نہیں ہے اور میں اس مقدمہ کا مرافعہ تمہارے امیر حضرت خالد کی عدالت میں کرنا چاہتی ہوں۔ اسلامی لشکر کے سپاہی اس کو حضرت خالد کے خیمہ میں لائے جہاں پہنچ کر روماس کی بیگم نے اس طرح تقریر کی:۔

اے امیر اسلام! میں آپ کی پناہ میں داخل ہو کر اپنے خاوند روماس پر دعویٰ

کرنا چاہتی کہ وہ مجھ سے دستبردار ہو جائے کیونکہ میں نے آج کی رات خواب میں ایک نہایت خوبصورت حسین وجمیل شخص کو جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا دیکھا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آج کی رات یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو جائیگا اور اس کے بعد تمام ملک شام وعراق پر اسلامی جھنڈا لہرائیگا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میرا نام محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور میں خواب ہی میں مسلمان ہوگئی آپ نے مجھے خواب ہی میں قرآن کریم کی دو سورتیں سکھلائیں جو مجھ کو اب تک یاد ہیں۔

یہ گفتگو ترجمان کی وساطت سے ہو رہی تھی اور حضرت خالدؓ نہایت تعجب کے ساتھ اس کو سن رہے تھے جب حضور کا نام مبارک آیا تو حضرت خالدؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جوش محبت میں بے اختیار رونے لگے۔ پھر آپ نے ضبط وتحمل سے کام لے کر ترجمان سے فرمایا کہ بیگم سے کہو کہ ذرا وہ دو سورتیں تو ہم کو سنائے۔ چنانچہ اس نے سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد بے تکلف آپ کو سنا دی۔ اور حضرت خالد کے سامنے اپنا اسلام دوبارہ تازہ کیا اور کہا اے امیر میں مسلمان ہو چکی ہوں اسلئے روماس کے ساتھ نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ بھی اسلامی مذہب قبول نہ کرلے ورنہ مجھ سے قطع تعلق سمجھے۔

حضرت خالدؓ اس کا یہ مطالبہ سن مسکرائے۔ اور روماس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ سبحان اللہ خدا نے کس طرح بیگم کو تمھارا موافق بنا دیا اس کے بعد ترجمان سے فرمایا کہ روماس والی بصریٰ کی بیگم سے کہہ دو کہ تمھارا خاوند تم سے پہلے مشرف باسلام ہو چکا ہے اس لئے اب قطع تعلق یا علیحدگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر روماس کی بیگم بہت خوش ہوئی اور دونوں کو حقانیت اسلام کا عین الیقین ہو گیا پھر ملک شام فتح ہو جانے پر حضرت عمرؓ نے روماس ہی کو بصریٰ کا والی اور با اختیار حاکم بنا دیا فاعتبروا یا اولی الأبصار۔

ناظرین! آپ نے اس واقعہ سے اندازہ کر لیا ہوگا کہ باانصاف علماء یہود ونصاریٰ اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کو جانتے ہوئے کیونکر حقانیت اسلام کے سامنے

گردنیں جھکاتے تھے اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی فتوحات اور روز افزوں ترقی اور کامیابی میں اس امر کو بھی بہت بڑا دخل ہے کہ اہل کتاب ان کی گفتگو سن کر وطرز عمل کو دیکھ کر فوراً تاڑ لیتے تھے کہ یہی وہ امت ہے جس کی پیشین گوئی تورات وانجیل میں موجود ہے۔

فتح دمشق کے لئے روانگی

اس مضمون میں ہمارا زیادہ تر مقصود ان واقعات کو جمع کرنا ہے جن میں علماء یہود ونصاری نے اسلام کی حقانیت کا اقرار اپنی زبان سے کیا اور بتلایا کہ یہی وہ دین ہے جس کی پیشین گوئی انجیل وتورات میں مذکور ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی آخرالزماں ہیں جن کی بعثت کے ہم منتظر تھے لیکن اس وقت ہم جس واقعہ پر قلم اٹھا رہے ہیں شاید ناظرین کو اس کے متعلق یہ سوال پیدا ہو کہ اس کے ذکر میں ہم مقصود سے ہٹ گئے ہیں کیونکہ اس میں علماء اہل کتاب کا کوئی اقرار یا شہادت مذکور نہیں مگر ہم ان کا اطمینان کر دینا چاہتے ہیں کہ انشاء اللہ اس واقعہ میں بھی ان کو مقصود کی جھلک ضرور نظر آئے گی گو سارے واقعہ میں نہ سہی اس کے کسی خاص حصہ ہی میں سہی اور گو اس کیلئے پورا واقعہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ اس میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخلاق حمیدہ اور تواضع واخلاص کا وہ اعلیٰ نمونہ موجود ہے جس کی نظیر اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں مل سکتی اور یہی وہ چیز ہے جس کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی سرعت وکثرت فتوحات میں بڑا دخل ہے اسلئے ہم اس واقعہ کو بسط تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں (۱) اور ساتھ ساتھ ان نتائج پر بھی ہم متنبہ کرتے رہیں گے جو اس واقعہ سے نکلتے ہیں۔

---

(۱) اور اس میں ہم نے واقدی کے بیان پر اعتماد کیا ہے دو وجہ سے (۱) یہ کہ واقدی کا امر مغازی میں حجت ہونا مسلم ہے گو احادیث احکام میں کلام ہے۔ (۲) یہ واقدی کے بیان پر وہ اشکالات واقع نہیں ہوتے جو دوسرے مورخین کے بیانات پر وارد ہوتے ہیں جن کے حل کرنے میں ہمارے بعض اکابر کو بھی دردسری کا سامنا ہوا ہے۔ ۱۲ منہ

اور پر فتح بصری کا حال گذر چکا ہے اور یہ پہلا عظیم الشان شہر ہے جو بلاد شام میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوا اس کے انتظام وتدبیر سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ نے ایک خط حضرت ابوعبیدہؓ کے نام جو ابھی تک اندرون شام میں نہ گھسے تھے اس مضمون کا لکھا کہ اے امین الامۃ میں اپنے لشکر کو لئے ہوئے دمشق کی طرف پیش قدمی کر رہا ہوں آپ بھی اپنے لشکر سمیت ہم سے وہاں آکر مل لیں اور دوسرا خط حضرت صدیق اکبرؓ کے نام فتح بصری کی بشارت دیتے ہوئے اس مضمون کا لکھا کہ میں حسب ارشاد والا شام کی مہم کو سرانجام دینے کیلئے ملک شام پہنچ گیا ہوں اور آج دمشق کی طرف جارہا ہوں آپ ہمارے لئے نصرت وفتح کی دعا کیجئے "والسلام علیک وعلی من معک ورحمة الله"۔

یہ خطوط روانہ کر کے آپ نے بصری سے کوچ کیا اور مقام ثنیۃ پر پہنچ کر رایت عقاب (۱) کو گاڑ دیا اسی لئے اس مقام کا نام ثنیۃ العقاب مشہور ہو گیا۔ یہاں پڑاؤ کر کے آپ آگے بڑھے اور مقام دیر میں قیام کیا جو دیر خالد کے نام سے مشہور ہے اور کچھ دنوں حضرت ابوعبیدہ کے انتظار میں آپ یہیں مقیم رہے ملک شام کے دیہات میں جب لشکر اسلامی کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو دیہات والے اپنے اپنے گاؤں سے بھاگ کر دمشق میں جمع ہو گئے اور ان پناہ گزینوں کی وجہ سے دمشق میں بے شمار مخلوق اکٹھی ہو گئی اور سوار پلٹن بارہ ہزار مسلح ان کے علاوہ تھے۔ جنہوں نے شہر پناہ کو ہر قسم کے اسلحہ اور استحکامات سے مضبوط کر رکھا تھا۔

ہرقل شاہ روم کی ترغیب جنگ

ہرقل شاہ روم کو جب یہ اطلاع ملی کہ حضرت خالدؓ نے ملک شام میں فتوحات کا سلسلہ جاری کر دیا ہے اور اب وہ دمشق کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے ہیں تو اس کے

---

(۱) یہ سیاہ جھنڈا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالدؓ کو جیش عراق کی امارت کے وقت عطا فرمایا تھا۔۱۲ منہ

غیظ وغضب کی کچھ انتہا نہ رہی اس لئے اس نے اپنے عمائد سلطنت اور فوجی بہادروں کو جمع کر کے اس طرح تقریر کی۔

اے بنو الاصفر! میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا اور تم کو بہت کچھ ڈرایا تھا مگر تم نے میری ایک نہ مانی لو اب سن لو کہ اہل عرب نے ارکہ اور تدمر اور سخنہ وبصری کو تو فتح کرلیا ہے اور اب وہ شام کی چوٹی یعنی دمشق کو فتح کرنا چاہتے ہیں پس میری بے چینی کا کچھ حال نہ پوچھو کیونکہ دمشق ملک شام کی جنت ہے اب تم بتلاؤ کہ اہل عرب کے مقابلہ کے لئے کون اپنے کو پیش کرتا ہے جو مجھے اس فکر سے نجات دے اور اسلامی لشکر کو شکست دے کر میرا دل ٹھنڈا کرے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو شخص ان کو شکست دیدے گا میں اس کو تمام علاقے کا بادشاہ بنادوں گا جو مسلمانوں نے فتح کیا ہے۔

کلوص بن حنا کی روانگی

ہرقل کی یہ تقریر سن کر کلوص بن حنا جو رومیوں میں بڑا بہادر اور شہسوار تھا جس کی شجاعت کے کارنامے جنگ روم وفارس میں بہت کچھ ظاہر ہو چکے تھے کھڑا ہوا اور کہا جہاں پناہ میں اس مہم کے لئے حاضر ہوں میں ابھی ان سب کو شکست دے کر الٹے پاؤں لوٹا دوں گا۔ ہرقل اس کی شجاعت سے خوب واقف تھا اس لئے خوش ہو کر اس نے سونے کی ایک صلیب اس کے حوالہ کی اور پانچ ہزار جوانوں کا افسر بنا کر اس کو دمشق کی حفاظت کے لئے روانہ کیا۔

کلوص بن حنا صلیب کو آگے کر کے اس روز انطاکیہ سے روانہ ہوا اور حمص میں ایک دن ٹھہر کر بعلبک پہنچا تو وہاں کی عورتیں روتی پیٹتی ہوئی اس کے سامنے آکر کہنے لگیں کہ اے بہادر سرداران عربوں نے تو شہر ارکہ وحوران و بصری کو فتح کرلیا ہے۔ کلوص نے پوچھا کہ اہل عرب نے حوران و بصری کو کس طرح اپنے قبضہ میں کرلیا یہ تو بڑے مستحکم اور مضبوط قلعے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ عرب کا پہلا لشکر تو اپنی جگہ سے ذرا بھی آگے نہیں بڑھا مگر یہ شخص جو عراق سے لشکر لے کر آیا ہے جس کا نام خالد بن ولیدؓ ہے

اس نے یہ تمام شہر فتح کئے ہیں۔کلوص نے پوچھا کہ اس کے ساتھ کتنا لشکر ہے لوگوں نے کہا صرف پندرہ سو سوار ہیں کلوص یہ سن کر تکبر و غرور سے کہنے لگا کہ مسیح کی قسم میں اس کا سر اپنے نیزہ کی نوک پر رکھ لوں گا تم مطمئن رہو یہ کہہ کر وہ بعلبک سے روانہ ہوا اور دمشق پہنچ کر دم لیا۔

دمشق میں ہرقل کی طرف سے عزرائیل نام ایک سردار حاکم تھا جب اس کو اپنی امداد کے لئے کلوص کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے لشکر اور درباریوں سمیت اس کا استقبال کیا۔اور وہ فرمان پڑھ کر سنایا گیا جو ہرقل نے کلوص کے متعلق لکھا تھا۔ جب فرمان شاہی کو سب نے سن لیا تو کلوص نے اہل دمشق سے کہا کہ کیا آپ لوگوں کو یہ منظور ہے کہ میں تمہارے دشمن کا مقابلہ کروں اور اس کو تمھارے شہر سے ہٹادوں۔ سب نے بالاتفاق کہا ہاں ہم یہی چاہتے ہیں۔کلوص نے کہا پھر یہ تو جب ہوسکتا ہے کہ تم عزرائیل کو یہاں سے نکالدو تا کہ میں تنہا اس کام کو اپنی رائے و تدبیر سے انجام دوں۔

اہل دمشق نے کہا بھلا یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ ہم اس حالت میں اپنے حاکم کو شہر سے نکالدیں کہ دشمن ہمارے سر پر موجود ہے (اس وقت تو ہم کو بہادروں کی سخت ضرورت ہے) عزرائیل کو بھی کلوص کی یہ بات ناگوار ہوئی اور اس کے منہ پر اس نے سخت جواب دیا بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ دونوں سردار باری باری اہل عرب کا مقابلہ اس طرح کریں کہ ایک دن کلوص اپنی فوج لے کر میدان میں جائے اور ایک دن عزرائیل۔

اس رائے پر دونوں نے بظاہر اتفاق کرلیا لیکن دلوں میں دونوں کے ایک دوسرے کی عداوت مستحکم ہوگئی (اور اس میں مسلمانوں کی ایک غیبی امداد تھی کہ خدا نے ان کے دشمنوں میں پھوٹ ڈالدی) جب اہل دمشق کو شاہی امداد کے پہنچنے سے کسی قدر قوت حاصل ہوگئی تو اب وہ بہت بے تابی کے ساتھ لشکر اسلام کا انتظار کرنے لگے۔ چنانچہ باب جابیہ سے دو تین میل تک ایک دستہ فوج روزانہ گشت لگاتا تھا کہ شاید ابوعبیدہؓ ابن الجراح کا لشکر آتا ہوا دکھائی دے کہ ایک دن دفعتہً حضرت خالد بن ولیدؓ ثنیۃ

العقاب کی طرف سے اسلامی پرچم اڑاتے ہوئے دمشق کے قریب پہنچ گئے۔

دمشق کا پہلا معرکہ

حضرت خالدؓ کی مختصر فوج کو دیکھتے ہی ٹڈی دل رومی لشکر نے فوراً پیش قدمی شروع کی حضرت خالدؓ نے جو یہ منظر دیکھا تو آپ نے جلدی سے مسیلمہ کذاب کی مضبوط زرہ زیب تن کی اور مسلمانوں کو للکارا کہ بس آج کے بعد دوسرا دن نہیں ہے (جو کچھ کرنا ہے آج ہی کرلو) دیکھو دشمن کا لشکر تمہاری طرف بڑھا چلا آرہا ہے پس تم بھی جہاد کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور دین الٰہی کی مدد کرو خدا تمہاری مدد کریگا اور اپنی جانوں کو اللہ کے ہاتھ بیچ ڈالو اور گھبراؤ نہیں تمہاری مدد کو حضرت ابوعبیدہ ابن جراح کے ساتھ تمہارے بھائی مسلمان ابھی کچھ دیر میں آیا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ لشکر کے سامنے آئے اور بلند آواز کے ساتھ ان کو للکارا جس سے کفار کے دل لرز گئے اور سب سے پہلے حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور ضرار بن ازور رضی اللہ عنہم نے رومی لشکر پر حملہ کر کے ان کی پیش قدمی کو روکا۔ حضرت ضرار نے پہلے حملہ میں رومی لشکر کے میمنہ سے پانچ سواروں کو اور میسرہ سے پانچ بہادروں کو تہہ تیغ کیا اور دوسرے حملہ میں قلب لشکر سے چھ جوانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور اگر رومیوں کے تیر بارش کی طرح ان پر نہ برستے تو وہ جلدی ہٹنے والے نہ تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کے اس زبردست حملہ کا شکریہ ادا کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے کہا ہاں اے عبدالرحمٰن! اب تم حملہ کرو خدا تمہاری جوانی میں برکت دے چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن نے بھی حضرت ضرارؓ ہی کی طرح زبردست حملہ کیا اور میمنہ و میسرہ اور قلب لشکر سے بہت جوانوں کو زمین پر سلا دیا۔

ان کے بعد حضرت خالد نے نیزہ بلند کیا اور اپنے شیرانہ حملہ سے رومیوں کو لرزا دیا اور فنون حرب کے وہ کرتب دکھلائے کہ رومیوں کے دلوں پر آپ کے رعب شجاعت نے سکہ جما دیا۔ کلوص حضرت خالدؓ کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ اسلامی لشکر کے

سردار یہی ہیں اور سمجھ گیا کہ یہ میرے ہی ارادہ سے حملہ کرتے ہوئے بڑھے چلے آرہے ہیں اس لئے کلوص خوفزدہ ہو کر پیچھے کو ہٹنے لگا حضرت خالدؓ نے اس کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر سختی کے ساتھ حملہ کیا تاکہ صف کے اندر سے اس کو باہر نکال لائیں مگر رومی چاروں طرف سے حضرت خالد کو لپٹ گئے اور ان پر تیر برسانے لگے۔ حضرت خالدؓ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور برابر حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ بیس جوانوں کو موت کی نیند سلا کر گھوڑے کو میدان میں لائے اور دونوں لشکروں کے بیچ میں کھڑے ہو کر رومی لشکر کو للکارا کہ جس کو میرے مقابلہ کی ہمت ہو وہ میدان میں میرے سامنے آئے؟

مگر صدائے برنخاست رومی کچھ ایسے ٹھنڈے پڑے کہ کسی کو بھی حضرت خالدؓ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ جواب دیا تو یہ دیا کہ میدان میں کسی اور کو بھیجو تو ہم مقابلہ کو تیار ہیں اس جواب پر حضرت خالد نے ہنس کر فرمایا ارے نادانوں میں تو اہل عرب کا ایک معمولی آدمی ہوں اور ہم سب میدان جنگ میں برابر ہیں کوئی مجھ سے کم نہیں۔

اس پر عزرائیل نے کلوص کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ بادشاہ ہرقل نے تجھے اپنے لشکر کا افسر بنا کر اہل عرب کے مقابلہ کو بھیجا ہے پس جاؤ اپنے ملک وقوم کی حمایت میں شجاعت کے جوہر دکھلاؤ۔

کلوص نے جواب دیا کہ پہلے تجھ کو بڑھنا چاہئے کیونکہ تو اس ملک میں بہت زمانہ سے رہتا ہے اور تجھے یہ دعویٰ ہے کہ بدون ہرقل کے حکم کے تو کبھی یہاں سے نہیں نکل سکتا۔ لشکر نے جب یہ منظر دیکھا کہ ہر سردار ایک دوسرے پر بات کو ٹال رہا ہے اور کوئی پیش قدمی کے لئے تیار نہیں ہوتا تو انہوں نے قرعہ اندازی پر فیصلہ کا مدار رکھا کہ جس کے نام قرعہ نکل آئے وہی حضرت خالد کے مقابلہ کو بڑھے، کلوص نے کہا کہ اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم سب یکبارگی حملہ کر دیں کہ مسلمانوں پر اس کی ہیبت زیادہ ہوگی مگر لشکر نے اس بات کو منظور نہ کیا اور کہا کہ مسلمانوں کا سردار جب خود میدان میں تنہا کھڑا ہوا مقابل کو بلا رہا ہے تو اس کے مقابلہ کو سردار ہی کا جانا مناسب ہے ایک آدمی کی آواز

پر تمام لشکر کا حملہ آور ہونا شجاعت و مردانگی سے بعید ہے۔ کلوص با دل ناخواستہ قرعہ اندازی پر راضی ہو گیا کیونکہ اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے انکار پر اصرار کیا اور یہ خبر ہرقل کو پہنچ گئی تو وہ مجھ کو ذلیل کر کے نکال دیگا یا قتل کر دے گا۔

بالآخر قرعہ اندازی ہوئی اور کلوص ہی کے نام قرعہ نکلا۔ عزرائیل نے کہا لو اب تو نکلو اور شجاعت کے جوہر دکھلاؤ کلوص میدان میں آنے پر مجبور ہوا اور اپنے ساتھیوں کو چلتے ہوئے تاکید کرنے لگا کہ دیکھو میرا خیال رکھنا؟ اگر مجھے حضرت خالدؓ کے مقابلہ میں کمزور دیکھو تو یکبارگی حملہ کر کے مجھے بچالینا۔ اس کے ساتھیوں نے حقارت آمیز نظر سے اس کو دیکھا اور کہا کہ ایسی بات کمزور و بزدل آدمی کہا کرتا ہے جو کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ کلوص نے بات بنائی اور کہنے لگا کہ میرا مدمقابلہ ایک وحشی آدمی ہے جس کی زبان بھی میں سمجھ نہیں سکتا اس لئے میرے ساتھ ایک ترجمان کا ہونا ضروری ہے تاکہ میں اس کی بات سمجھ سکوں اور اپنی بات سمجھا سکوں یہ سن کر ایک شخص جرجیس نام اس کے ساتھ چلا تاکہ حضرت خالد کے اور اس کے درمیان ترجمانی کا کام انجام دے جب یہ دونوں اپنے لشکر سے جدا ہو کر میدان میں نکل آئے تو کلوص نے جرجیس سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جس شخص کے مقابلہ کو میں جا رہا ہوں وہ بڑا بہادر ہے پس اگر تو اسے مجھ پر غلبہ پاتا ہوا دیکھے تو میری مدد کرنا اور خود بھی اس پر حملہ کر دینا تاکہ ہم دونوں مل کر اس کے مقابلہ میں یہ دن ختم کر دیں اور کل کو عزرائیل میدان میں نکلے اور اس کے ہاتھوں قتل ہو جائے تو ہم عزرائیل کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور میں تم کو اپنا خاص دوست بنا لوں گا۔ جرجیس نے کہا کہ میں جنگ سے واقف نہیں مجھے لڑنا نہیں آتا۔ میں تو صرف گفتگو سے اس کو مرعوب کرنے کی کوشش کروں گا۔ کلوص یہ جواب سن کر مایوسی کے ساتھ خاموش ہو گیا۔

جب یہ دونوں حضرت خالدؓ کے قریب پہنچے اور اسلامی لشکر نے دیکھا دو آدمی حضرت خالدؓ کے مقابلہ کو آ رہے ہیں تو رافع بن عمیرہ طائی نے حضرت خالد کی مدد کو آنا چاہا۔ مگر حضرت خالدؓ نے ان کو للکارا کہ خبردار تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا انشاء اللہ میں ان

دونوں سے تنہا نمٹ لوں گا۔کلوص پر اس بات سے اور بھی ہیبت طاری ہوئی اور اس نے جرجیس سے کہا کہ جلدی ان سے پوچھو کہ تم کون ہو کیا چاہتے ہو اور ذرا ان کو اچھی طرح ہماری شوکت و شجاعت سے مرعوب کرنے کی کوشش کرو۔

چنانچہ جرجیس آگے بڑھا اور اس طرح تقریر شروع کی۔

میدانِ جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مرعوب کرنے کی کوشش

جرجیس: اے بہادر عرب! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں غور سے سنو! ہماری اور تمہاری ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے اپنی بکریوں کو ایک چرواہے کے سپرد کیا تھا مگر وہ درندوں کے مقابلہ میں کمزور تھا جرات کے ساتھ درندوں سے بکریوں کو نہ بچا سکتا تھا اس لئے ایک شیر آتا اور ہر رات بے فکری سے ایک بکری لے جاتا۔ مالک نے جب یہ دیکھا کہ بکریاں ختم ہونے کے قریب ہیں تو اس نے سمجھ لیا کہ اس کا سبب بجز چرواہے کے کمزوری کے اور کچھ نہیں ہے اس نے اس کو الگ کر کے دوسرے غلام کو بکریوں کی حفاظت کے لئے مقرر کیا جو بہادر اور ہوشیار تھا وہ رات بھر بکریوں کا پہرہ دیتا اور جرات کے ساتھ ان کی حفاظت کرتا تھا کہ دفعتہً شیر نے اپنی عادت کے موافق بکریوں پر حملہ کیا اور ایک بکری اٹھا کر چلنے لگا۔

غلام نے یہ منظر دیکھ کر شیر پر حملہ کیا اور ایک درانتی سے جو اس کے ہاتھ میں تھی شیر کا پیٹ چاک کر کے اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد ہی درندہ کو بکریوں کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پس اسی طرح تم اہل عرب میدان خالی دیکھ کر ملک شام کی بھیڑوں پر حملہ کرنے لگے حالانکہ تم سے زیادہ کمزور کوئی بھی قوم نہیں تم لوگ بھوکے کمزور مسکین ہو جو اور جو کھانے والے اور کھجور کی گٹھلیاں چوسنے والے ہو مگر ہمارے ملک میں آ کر تم کو قسم قسم کی لذیذ غذائیں ملنے لگیں اس لئے تمہارے حوصلے بڑھ گئے اور دو چار میدان میں بزدل کم حوصلہ رومیوں کو شکست دے کر تم نے یہ سمجھ لیا کہ سب رومی ایسے ہی ہیں۔ پس ہوشیار ہو جاؤ کہ شاہ ہرقل نے تمہارے مقابلہ کو اب ایسے جوانمرد

بھیجے ہیں جن کی نظیر نہیں مل سکتی اور وہ بڑے بڑے بہادروں کو خیال میں بھی نہیں لاتے خصوصاً یہ جوانمرد جو میرے ساتھ ہے یہ تو بہت ہی نڈر اور منچلا ہے اس سے ہوشیار رہنا مبادا یہ تمہارا وہی حال نہ کردے جو غلام نے شیر کا حال کیا تھا اور جلدی اس شیر دل بہادر کے حملہ سے پہلے یہ بتلادو کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا اے دشمن خدا! واللہ ہم تو تم کو ایسا سمجھتے ہیں جیسا کہ شکاری کے جال کے پرندے ہوتے ہیں کہ جب وہ جال کو دائیں بائیں پھینکتا ہے تو جو پرندہ اس کے نیچے آجاتا ہے وہ نکل نہیں سکتا ہاں جو بچ گیا ہو نکل بھاگا اور تم نے جو ہمارے ملک کی خشکی اور قحط کا ذکر کیا ہے واقعی وہ ملک ایسا ہی ہے مگر اب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کے عوض دوسرا ملک دیدیا ہے اب ہم کو جوار اور جو کے عوض خدا نے گیہوں گھی اور میوے اور شہد عطا کر دیا ہے ان چیزوں کو خدا نے ہمارے واسطے پسند کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان چیزوں کا ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور تم نے جو یہ سوال کیا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں تو سن لو! کہ ہم تین باتوں میں سے ایک بات چاہتے ہیں۔

(۱) یا تو تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ

(۲) یا جزیہ ادا کرو یعنی ہماری رعایا بننا منظور کرو

(۳) یا مقابلہ اور لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اور تو نے جو اس بے چارہ مسکین سے جس کو تم خود بھی میرے مقابلہ میں حقیر وذلیل سمجھتے ہو خواہ مخواہ مجھے ڈرایا ہے تو سن لے اگر یہ بادشاہ ہرقل کی سلطنت کا رکن ہے تو میں سلطنت اسلام کا رکن ہوں میں بہادر شہسوار خالد بن ولید سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔

جرجیس: یہ پرزور جواب سن کر زرد پڑ گیا۔ اور مارے خوف کے پیچھے کو ہٹنے لگا تو کلوص نے اس کو ٹوکا کہ اے بزدل تو نے گفتگو تو اس طرح شروع کی تھی جیسے شیر حملہ کرتا ہو اب پیچھے کو کیوں ہٹنے لگا۔

جرجیس: مجھے یہ خبر نہ تھی کہ یہ مسلمانوں کا سب سے بڑا بہادر دلیر اور جوانمرد

خالد بن ولیدؓ نامی افسر ہے یہی تو ہے جس نے تمام ملک شام کو تہ و بالا کر ڈالا ہے اور ہر طرف سے رومیوں پر بلا نازل کر دی ہے۔

کلوص: اچھا تم ان سے درخواست کرو کہ لڑائی کو کل پر رکھیں آج موقوف کر دیں چنانچہ جرجیس نے حضرت خالدؓ کے سامنے یہ درخواست پیش کی کہ حضور ہمارا یہ افسر اتنی مہلت چاہتا ہے کہ اپنی قوم سے جا کر لڑائی کے معاملہ میں مشورہ کرے اس لئے آج جنگ کو ملتوی کر دیا جائے۔

کلوص کی گرفتاری:

حضرت خالدؓ: تم مجھے دھوکہ اور فریب دینا چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر آپ نے جرجیس کی طرف نیزہ سیدھا کیا جس کو دیکھ کر جرجیس کی تو زبان بند ہو گئی اور وہ الٹے پیروں پیچھے کو بھاگا اس کے بعد حضرت خالدؓ نے کلوص کو مقابلہ کے لئے للکارا اور دونوں طرف سے تلوار اور نیزے کے وار ہونے لگے۔ کلوص حضرت خالدؓ کے وار سے کترانے لگا جس کو حضرت خالدؓ نے بھانپ لیا اور اس کی کمزوری کو محسوس کر کے آپ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور زین سے اکھاڑ کر ہاتھوں پر اٹھا لیا مسلمانوں نے حضرت خالد کا یہ کارنامہ دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور بہادر افسر حضرت خالد کی طرف دوڑ پڑے (کیونکہ اس وقت رومی لشکر کے یکبارگی حملہ کر دینے کا اندیشہ تھا) حضرت خالد نے کلوص کو ان کے حوالہ کیا کہ اس کو مضبوطی کے ساتھ باندھ لو چھوٹنے نہ پائے یہ حالت دیکھ کر کلوص رومی زبان میں بڑبڑانے لگا تو مسلمانوں نے ترجمانی کے لئے روماس کو بلایا کہ ذرا سننا یہ کیا کہتا ہے؟ روماس نے کہا کہ وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میں جزیہ دینا منظور کرتا ہوں حضرت خالد نے یہ سن کر فرمایا کہ ابھی تو اس کو قید ہی میں رکھا جائے (کیونکہ مقابلہ کے بعد قیدی کو غلام بنانا یا ذمی بنا لینا حاکم اسلام کے اختیار میں ہے اب وہ اس پر مجبور نہیں کہ اس کو ذمی ہی بنائے ہاں مقابلہ سے پہلے اگر یہ جزیہ منظور کر لیتا تو اب اس کو ذمی بنا لینا لازم تھا) اس کے بعد حضرت خالدؓ نے رومی لشکر پر حملہ کا ارادہ کیا تو کلوص نے

بلند آواز سے پکارا کہ آپ کو اپنے دین و پیغمبر کی قسم ذرا میری ایک بات سن لیجئے حضرت خالدؓ اس کے قریب آئے اور روماس سے فرمایا اس سے پوچھو کیا کہتا ہے تو اس نے اس طرح تقریر شروع کی۔

کلوص : آپ کو معلوم ہے کہ میں ہرقل کا درباری ہوں ہرقل نے مجھے پانچ ہزار کی جمعیت کے ساتھ تمہارے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا تاکہ تم کو اس کے ملک سے ہٹادوں مگر جب میں یہاں پہنچا تو عزرائیل والی دمشق سے میرا ایک بات پر تکرار ہوگیا اور وہ بھی ایک بڑی جمعیت کیساتھ آپ کے مقابلہ کو میدان میں آیا ہوا ہے تو میں تم کو تمہارے دین کی قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ تمہارے سامنے آجائے تو اس کو زندہ نہ چھوڑنا جان سے مارڈالنا اور اگر وہ خود مقابلہ کو نہ نکلے تو آپ اس کو بلائیں اور بلا کر مارڈالیں کیونکہ اس وقت وہی بڑا سردار ہے اگر آپ نے اس کو مارڈالا تو دمشق آج ہی فتح ہے۔

حضرت خالدؓ کے رجزیہ اشعار:

حضرت خالدؓ نے روماس سے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ تم اطمینان رکھو ہم نہ تمہارے حال پر رحم کریں گے نہ عزرائیل پر اور نہ کسی مشرک پر۔ اس گفتگو کے بعد آپ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے رومی فوج پر حملہ کردیا:

لك الحمد مولانا على كل نعمة	وشكرلما اوليت من سابغ النعم
مننت علينا بعد كفر وظلمة	واجرتنا من حندس الظلم والظلم
واكرمتنا بالهاشمى محمد	وكشفت عنا ماتلاقى من الهمم
فتمم اله العرش ماقد نرومه	وعجل لاهل الشرك بالبؤس والقم
والقيهمو ربى سريعا بغيهم	بحق نبى سيد العرب والعجم

ترجمہ:۔

بارالٰہا! میں ہر نعمت پر آپ کی حمد کرتا ہوں اور آپ نے جو ہم کو بڑی بڑی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کا شکر بجالاتا ہوں خداوند! آپ نے ہم کو کفر اور (جہل کی) اندھیرے

سے نکال کر ہم پر ایمان اور ہدایت کی روشنی سے بڑا احسان فرمایا اور ہم کو ظلم کی تاریکی اور تمام گناہوں کی تاریکیوں سے نجات دی۔ اور آپ نے ہم کو نبی ہاشمی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے مکرم و معزز فرمایا اور ہمارے سارے غموم وہموم زائل کر دیئے۔

اے خدائے عرش عظیم ! ہماری مراد کو پوری طرح ظاہر فرما دے اور اہل شرک پر جلدی مصیبت اور عذاب نازل کر دیجئے اور ان کو ظلم و بغاوت کے سبب تباہ کر دے بطفیل نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو عرب و عجم کے سردار ہیں۔

ترجمان رومی کی حالت

اب ذرا جرجیس کا حال سنو جب وہ حضرت خالدؓ کے سامنے سے بھاگا اور رومیوں نے خوف ودہشت سے اس کو کانپتا ہوا دیکھا تو ایک نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ آخر اس خوف و ہراس کا کچھ سبب بھی ہے۔ کہا اے قوم میرے پیچھے موت ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور ایک شیر ہے جس کے وار کوئی نہیں روک سکتا وہ اس لشکر عرب کا سردار ہے اس نے قسم کھائی ہے کہ رومی جہاں بھی بھاگ کر جائیں گے ان کے تعاقب میں ہر جگہ پہنچے گا میں نے تو بڑی کوشش سے اپنی جان بچائی ہے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ اس شخص سے مصالحت کرلو اور اس کے حملہ سے پہلے ہی کچھ سمجھوتا کرلو ورنہ وہ تم میں سے کسی کو جیتا نہ چھوڑے گا۔

رومیوں نے جرجیس کی یہ تقریر سن کر ایک نفرت وحقارت آمیز نگاہ سے اس کو دیکھا اور افسروں نے غضب آلودہ نظر سے اسے گھورا اور للکارا کہ بس خاموش خاموش گھر میں چوڑیاں پہن کر جا بیٹھو۔ تیری گردن زدنی ہونے کو تو یہی بات کافی تھی کہ تو دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگا ہے اس پر طرہ یہ کہ دوسروں کو بھی بزدلی اور نامردی کا سبق پڑھانا چاہتا ہے۔

حضرت خالدؓ سے عزرائیل کی گفتگو اور مقابلہ

اس گفتگو کے درمیان میں کلوص کے پانچ ہزار جوانوں نے بیک آواز عزرائیل کو للکارا کہ تم بادشاہ ہرقل کے یہاں ہمارے سردار کلوص سے زیادہ معزز نہیں ہو اور ہمارے تمہارے درمیان یہ معاملہ طے پایا تھا کہ پہلے ایک افسر حملہ کرے پھر دوسرا۔ چنانچہ کلوص تو اپنے فرض کو انجام دے چکا اب تم حضرت خالدؓ کے مقابلہ کو نکلو اور ان کو قتل یا قید کر کے ہمارے افسر کو قید سے چھڑا لاؤ۔ ورنہ ہم مسیح کی قسم کھا کر کہتے ہیں اگر اس میں تم نے پس و پیش کیا تو مسلمانوں سے پہلے ہم تمھارے اوپر حملہ کر دیں گے۔ عزرائیل نے نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے اس لشکر کو سنبھالا اور کہا نادانو! کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ میں اس بدوی کے مقابلہ سے ڈر گیا یا اس کی بہادری کے غلغلہ سے گھبرا گیا ہوں ہرگز نہیں؟ اور کلوص کے ساتھ جو میں نے گفتگو کی تھی اس سے مقصود صرف یہ تھا کہ میں تم لوگوں پر کلوص کی کمزوری اور بزدلی ظاہر کر دوں اور اب دونوں لشکروں کو معلوم ہو جائیگا کہ نیزہ بازی اور تلوار بازی کے وقت میدان جنگ میں کون زیادہ ثابت قدم بڑا دلیر بڑا بہادر، پختہ شہسوار ہے میں یا کلوص، یہ کہہ کر عزرائیل فوراً اپنے گھوڑے سے اترا اور بدن پر ہتھیار لگائے اور ہر قسم کے سامان سے مسلح ہو کر اس نے دوسرا گھوڑا طلب کیا جو دشمن کے مقابلہ کے لئے زیادہ موزوں تھا اور پھرتی کے ساتھ سوار ہو کر باگیں چھوڑے ہوئے شیر اسلام! حضرت خالدؓ بن ولید بطل صندید کے سامنے جا کھڑا ہوا اور بلند آواز سے عربی زبان میں للکار کر کہا۔ اے عربی جوان! ذرا میرے پاس کو آؤ مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے (عزرائیل عربی خوب جانتا تھا)

خالدؓ: اے دشمن خدا تو ہی اپنے سر کے بل میرے پاس آ۔ یہ کہہ کر حضرت خالدؓ نے اس پر پھرتی کے ساتھ حملہ کرنا چاہا تو

عزرائیل بولا اے عربی جوان ذرا سنبھل کر اگر تم میرے نزدیک نہیں آتے تو میں ہی تمہارے پاس آتا ہوں حضرت خالدؓ سمجھ گئے کہ اس کے دل پر رعب و ہراس

غالب ہو چکا ہے۔ س لئے آپ نے بھی حملہ میں توقف کرنا مناسب سمجھا چنانچہ عزرائیل خود ہی حضرت خالدؓ کے قریب آیا اور اس طرح گفتگو ہونے لگی۔

عزرائیل اے عربی جوان۔ تم نے کیا سمجھ کر میرے اوپر حملہ کا ارادہ کیا تم کو اپنی جان کا کچھ بھی خطرہ نہیں یا اپنی جان پیاری نہیں اور کم از کم تم کو یہ تو وسوسہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر تم مارے گئے تو تمہارے بعد لشکر اسلام بدون سردار کے رہ جائیگا۔

خالدؓ اے دشمن خدا تو نے میرے دو آدمیوں کا حملہ نہیں دیکھا جنہوں نے ابھی ابھی تیرے لشکر کو دائیں بائیں سے تہ و بالا کر دیا تھا (یہ حضرت ضرار و عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے حملہ کی طرف اشارہ تھا جنہوں نے لشکر کی صف آرائی کے وقت رومی لشکر کے میمنہ و میسرہ پر حملہ کر کے بہت سے بہادروں کو تہہ تیغ کر دیا تھا) اور اگر میں ان کو واپس نہ بلاتا تو خدا کی مدد سے وہ دو ہی تیرے تمام لشکر کے لئے کافی تھے تجھے خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیسے کیسے جوان ہیں میرے ساتھ ایسے بہادر ہیں جو موت کو راحت اور زندگی کو وبال جان سمجھتے ہیں۔ اور ہاں ذرا میں یہ تو معلوم کرلوں کہ میرا مقابل کون شخص ہے۔

عزرائیل: کیا آپ مجھے نہیں جانتے میں مملکت شام کا بہادر شہسوار فارس کے لشکر کو تہہ تیغ کرنے والا اتر کی عساکر کو شکست دینے والا ہوں۔

خالدؓ: اتنی باتیں بنانے سے کیا نفع نام تو بتلاؤ۔

عزرائیل: میرا نام وہ ہے جو موت کے فرشتہ کا نام ہے میرا نام عزرائیل ہے۔

خالدؓ: بہت خوب اچھا اب سنبھل جاؤ کہ وہی موت کا فرشتہ جس کے نام تو نے اپنا نام رکھا ہے تیرے دیدار کا مشتاق ہے اور جان نکالنے کو تیرے سر پر آپہنچا ہے۔

عزرائیل: ذرا حملہ سے پہلے مجھے یہ تو بتلاؤ کہ تم نے اپنے قیدی کلوص کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

خالدؓ: اس کے گلے میں آہنی طوق اور پیروں میں مضبوط بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔

عزرائیل: تم نے اس کو قتل کرنے میں دیر کیوں کی وہ تو بڑی بلا کا آدمی ہے۔

خالدؓ: میں نے اس لئے توقف کیا تا کہ تجھے اور اسے ساتھ ساتھ جہنم رسید

کروں۔

عزرائیل: اگر آپ کلوص کا سر میرے پاس لے آئیں تو میں آپ کو ایک ہزار مثقال سونا اور دس ریشمی جوڑے اور پانچ گھوڑے دونگا۔

حضرت خالدؓ: یہ تو اس کی دیت ہوئی اب بتلا تم اپنی دیت میں کیا دو گے؟

عزرائیل: یہ جملہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہم جس قدر تمھاری عزت کرتے ہیں تم اسی قدر ہماری توہین کرتے ہو اچھا اب بچنا کہ میں تم کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ یہ سخت بات سن کر حضرت خالدؓ کو سخت غصہ آیا آپ نے پوری قوت کے ساتھ اس پر حملہ کیا جس کو عزرائیل نے بہت ہوشیاری سے روکا اور واقعی عزرائیل بلاد شام میں نمبر اول کا بہادر تھا (ورنہ حضرت خالدؓ کے اس حملہ کا روکنا کسی معمولی آدمی کا کام نہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے عزرائیل کی شجاعت و جوانمردی دیکھ کر تبسم کیا (گویا اس کی بہادری کی داد دی) تو عزرائیل کہنے لگا کہ مسیح کی قسم میں اگر چاہتا تو اب تک تم کو فنا بھی کر چکتا مگر میں نے اس لئے آپ پر رحم کیا کہ میں آپ کو قید کرنا چاہتا ہوں تا کہ لوگ تم جیسے بہادر کو میرا قیدی دیکھ کر میری شجاعت کی داد دیں اس کے بعد پھر میں آپ کو اس شرط پر رہا کر دونگا کہ تم بلاد شام سے نکل جاؤ اور ادھر کا کبھی رخ نہ کرو۔

حضرت خالدؓ: اے دشمن خدا کیا میرا ایک ہی حملہ روکنے سے تیرا اتنا حوصلہ بڑھ گیا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ لشکر جس نے تدمر و حوران و بصریٰ جیسے شہروں کو زیر نگین کیا ہے اپنی جانیں جنت کے عوض اللہ کے ہاتھ بیچ چکا ہے) اگر میں نہ ہوا تو اس لشکر کا ہر فرد تیری جان لینے کو موجود ہے) اور تجھے ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اپنے مدمقابل پر کون غالب آتا اور اس کو ماتحت بناتا ہے یہ کہہ کر حضرت خالدؓ نے فنون حرب کے کرتب دکھلانے شروع کئے جن کو دیکھ کر عزرائیل محو حیرت ہو گیا اور نادم ہو کر کہنے لگا اے عربی جوان تم کو میدان جنگ میں دل بہلانا بھی آتا ہے یا نہیں؟ (مطلب یہ تھا کہ اب کچھ دیر کو جارحانہ کاروائی بند کر کے تفریحانہ وار ہونے چاہئیں جیسا کہ پہلوان جب تھک جاتے ہیں تو اکھاڑے میں ایک دوسرے سے الگ ہو کر دور ہی دور سے ہاتھ ملایا کرتے

ہیں اور پینترا بدلا کرتے ہیں اور کچھ دیر تک اس طرح راحت حاصل کر کے پھر ایک دوسرے کو لپٹ جاتا ہے) حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ میدان جنگ میں تو میری تفریح اسی میں ہے کہ اپنے پروردگار کو راضی کرنے کے لئے دشمن کی گردن پر تلوار ماروں اس کے سوا کسی بات میں مجھے تفریح حاصل نہیں۔ عزرائیل نے باتوں ہی باتوں میں موقعہ پا کر نہایت تیزی کے ساتھ حضرت خالدؓ کی گردن پر چمکتی ہوئی تیز تلوار سے پوری قوت کے ساتھ وار کیا جس کو حضرت خالدؓ نے پھرتی کے ساتھ پینترا بدل کر روکا کہ ذرہ برابر بھی آپ کے جسم پر اس کی تلوار کا اثر نہ ہوا۔

عزرائیل حضرت خالدؓ کی اس پھرتی اور ثبات قدمی کو دیکھ کر محو حیرت ہو گیا اور سمجھ گیا کہ اس بہادر شیر پر قابو یافتہ ہونا میری قدرت سے باہر ہے یہ خیال دل میں آیا ہی تھا کہ عزرائیل پچھلے پاؤں لوٹا اور اپنے لشکر کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت خالد نے بھی اس کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا مگر اس کا گھوڑا ان کے گھوڑے سے تیز نکلا اسلئے حضرت خالد اس کو پکڑ نہ سکے۔ عزرائیل ان کے پیچھے رہ جانے سے یہ سمجھا کہ شاید خالد مجھ سے ڈر گئے اسی لئے پاس آنے کی ہمت نہیں کرتے اس خیال نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا اور بھاگتے بھاگتے اس نے اپنے گھوڑے کو روکا تا کہ حضرت خالدؓ قریب آجائیں تو لوٹ کر دوبارہ حملہ کرے۔ عزرائیل نے اپنا گھوڑا روکا ہی تھا کہ حضرت خالد اس کے سر پر آپہنچے مگر ان کا گھوڑا پسینہ میں نہا رہا تھا یہ حال دیکھ کر عزرائیل نے کہا اے عرب یہ مت سمجھنا کہ میں تجھ سے ڈر کر بھاگا ہوں بلکہ یہ بھی میری ایک چال تھی اور مجھے تیری جوانی پر بھی ترس آتا ہے۔ تو اپنی جان پر رحم کر اور میرے سامنے سے ہٹ جا اور اگر تجھے مرنا ہی منظور ہے تو لے سنبھل جا کہ موت تیرے سر پر کھیل رہی ہے میں عزرائیل ملک الموت ہوں۔ جان نکالنا ہی میرا کام ہے۔ حضرت خالدؓ یہ سن کر گھوڑے سے کود پڑے اور تلوار سوت کر شیر کی طرح اس کی طرف بڑھے۔ عزرائیل نے جوان کو پیادہ پا دیکھا تو اس کی خوشی کی کچھ انتہا نہ رہی اس نے سمجھ لیا کہ اب میرے ہاتھ سے ان کا بچ کر جانا محال ہے۔

چنانچہ اس نے حضرت خالدؓ کے گرد اپنے گھوڑے کو چکر دیا اور موقعہ پا کر ان کے سر پر تلوار سے وار کیا حضرت خالدؓ نے پینترہ بدل کر اس کے حملہ کو ناکام کر دیا پھر ایک ہیبت ناک نعرہ سے میدان جنگ میں تہلکہ ڈال دیا اور اس کے گھوڑے کے اگلے پیروں پر اس زور سے تلوار ماری کہ ایک پیر کٹ کر الگ جا پڑا اب عزرائیل بھی زمین پر آرہا مگر وہ گرتے ہی اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت خالد بھی اس کے پیچھے دوڑے اور آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک کر فرمایا اے دشمن خدا! جس ملک الموت کے نام پر تو نے اپنا نام رکھا ہے وہ تیری بزدلی کو دیکھ کر غصہ میں بھر گیا ہے اور اب دیکھ وہ تیرے پاس آنے کا مشتاق ہے تاکہ تیری جان نکال لے یہ کہہ کر آپ نے اس کو ہاتھوں پر اٹھا لیا اور چاہا کہ زمین پر پٹک دیں، رومیوں نے عزرائیل کو اس طرح حضرت خالدؓ کے قبضہ میں دیکھ کر دفعتہً حملہ کر کے اپنے بہادر کو چھڑانا چاہا کہ اچانک اسلامی لشکر اور بہادران توحید کی سپاہ سامنے سے حضرت ابوعبیدہؓ کے پرچم کے نیچے تیزی کے ساتھ محاذ جنگ کی طرف آتے ہوئے دکھائی دی جس سے رومیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اپنی جگہ سے ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے بلکہ خوفزدہ مرعوب ہو کر اسلامی لشکر کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے محاذ جنگ میں پہنچتے ہی سب سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ کا حال دریافت کیا لوگوں نے عرض کیا کہ وہ میدان جنگ میں تشریف فرما ہیں اور ابھی ابھی رومیوں کے ایک بڑے بہادر کو انہوں نے مقابلہ کے بعد گرفتار کر لیا ہے۔

حضرات صحابہؓ کی دیانت وحقانیت

حضرت ابوعبیدہؓ یہ سنتے ہی حضرت خالدؓ کی طرف چلے اور جب قریب پہنچے تو گھوڑے سے اتر کر پیادہ پا جانیکا ارادہ کیا مگر حضرت خالدؓ نے ان کو قسم دے کر فرمایا کہ آپ ایسا نہ کریں (واقدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ کو حضرت خالدؓ سے بہت محبت تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے محبت تھی) اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا اے ابوسلیمان (یہ حضرت خالد کی کنیت ہے) بخدا مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس

خط سے بہت خوشی ہوئی جس میں انہوں نے تم کو مجھ سے مقدم اور مجھ پر اعلیٰ حاکم بنایا ہے اور میرے دل کو اس سے ذرا ناگواری نہیں ہوئی کیونکہ میں تمہارے جنگی کارناموں سے واقف ہوں (اور فنون حرب میں کامل ہونے سے ناآشنا نہیں ہوں) حضرت خالدؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں بدون آپ سے مشورہ کئے کوئی کام نہ کروں گا۔ اور اگر حکم امام کی اطاعت لازم نہ ہوتی تو میں اس منصب کو ہرگز قبول نہ کرتا کیونکہ آپ اسلام لانے میں مجھ سے مقدم ہیں اور میں تو رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہی ہوں اور آپ کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ابوعبیدہؓ اس امت کے امین ہیں۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کے اس جواب کا شکریہ ادا کیا اور ان کا گھوڑا آگے بڑھا کر فرمایا کہ بس اب تم بھی سوار ہو جاؤ چنانچہ حضرت خالدؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ سے جنگ کی کیفیت اور کلوص وعزرائیل کی گرفتاری کا حال بیان کر کے فرمانے لگے کہ اے امیر اب رومیوں کے حوصلے ان دو بہادروں کی گرفتاری سے بہت کچھ پست ہو گئے ہیں اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب اچھی طرح قائم ہو چکا ہے یہی باتیں کرتے ہوئے دونوں دیر خالدؓ تک پہنچے اور گھوڑوں سے اتر کر خیموں میں آرام کرنے کے لئے داخل ہوئے تو ہر مسلمان ایک دوسرے کو سلام کرنے اور مبارکباد دینے لگا۔

اگلا دن ہوا اور لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ کی طرف بڑھے دونوں لشکروں نے اپنے ساز وسامان کو اچھی طرح آراستہ کر کے شان شوکت کا اظہار کیا اور اہل دمشق نے توما کو جو ہرقل کا داماد تھا اپنا حاکم وسردار مقرر کر کے میدان کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ اس منظر کو دیکھ کر حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمایا کہ ان لوگوں کے حوصلے پست اور قلوب مرعوب ہو چکے ہیں اس لئے پورے لشکر کے ساتھ یکبارگی آپ کو رومیوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا بہت اچھا ایسا ہی کیجئے چنانچہ دونوں حضرات نے

پوری جمعیت کے ساتھ رومی سپاہ پر سخت حملہ کیا مسلمانوں نے بیک آواز نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے زمین شام لرز گئی اور حضرات صحابہ نے پوری طاقت کے ساتھ شمشیر زنی کے کرتب دکھلانے اور جہاد کے جوہر ظاہر کرنے شروع کئے جس سے رومی ایسے سراسیمہ اور پریشان ہو گئے کہ ایک مسلمان کے مقابلہ میں سو۱۰۰سو۱۰۰ کافروں کو جمنے کا حوصلہ نہ تھا۔

چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں رومی پشت دکھا کر بھاگے اور مسلمانوں نے دیر خالدؓ سے دروازۂ دمشق تک ان کے تعاقب میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے دمشق کے باشندوں نے اپنے لشکر کو شکست کھا کر بھاگتا ہوا دیکھ کر فوراً شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے اور ان میں سے کسی کو بھی شہر میں گھسنے کا موقع نہ دیا۔

قیس بن ہبیرہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے اس لشکر میں سے کسی کو بچ کر نکلنے کی مہلت نہ دی بلکہ جو لوگ قتل سے رہ گئے تھے ان سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب معرکہ ختم ہو گیا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا تو حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں دمشق کے باب شرقی پر قیام کروں اور آپ باب جابیہ پر نزول کریں اور اس طرح چاروں طرف سے شہر کا مضبوط محاصرہ کر لیا جائے حضرت ابو عبیدہؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور شہر کو پوری طرح محاصرہ میں لے لیا گیا۔

مسلمانوں کے اخلاق:

ف: حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت خالدؓ بن ولید کی گفتگو میں جو اوپر گزر چکی ہے ناظرین کو غور کرنا چاہئے کہ وہ ابو عبیدہؓ جو چار دن پہلے تمام لشکر کے اعلیٰ افسر تھے آج حضرت خالدؓ کے ماتحت ہیں مگر وہ اپنی ماتحتی سے پوری طرح مسرور ہیں اور حضرت خالدؓ کی افسری سے ذرہ برابر بھی ان کے دل میں ناگواری نہیں بلکہ پیادہ پا ہو کر ان سے مصافحہ اور سلام کرنے کے مشتاق ہیں۔ ادھر حضرت خالدؓ کے دل میں ان کی یہ وقعت ہے کہ ان کو قسم دے کر پیادہ پا ہونے سے روکتے اور علی الاعلان ان کے فضائل و مناقب کا اعتراف کرتے اور اپنے کو ان کے مشورہ کا محتاج ظاہر کرتے ہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی وہ بے نظیر تہذیب تھی جس کی وجہ سے ان میں کامل اتحاد و اتفاق قائم تھا اور یہی وہ اخلاق تھے جن سے کفار کے قلوب خود بخود اسلام کے مسخر و گرویدہ ہو جاتے تھے۔ افسوس آج یہ اخلاق ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے آج اگر کسی اعلیٰ افسر کو کسی کا ماتحت بنا دیا جائے۔ تو اس کی ناگواری کی کچھ حد نہیں رہتی اور وہ خفیہ طور پر اپنی پوری طاقت سے اعلیٰ افسر کو زک دینے کی کوشش کرتا اور اس کو بدنام کرنے اور نالائق ثابت کرنے کی سعی کرتا ہے اور اس کا انجام جو کچھ ہوتا ہے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ تاریخ کے اوراق خود بتلا رہے ہیں کہ اس نفسانیت سے عالم میں کیا کیا فساد برپا ہوئے۔

یہ حالت مسلمانوں کی ابھی کچھ تھوڑے عرصہ سے ہوگئی ہے ورنہ صحابہ کے بعد بھی زمانہ دراز تک مسلمان نفسانیت سے بری تھے مجھے تاریخ ہند میں محمد بن قاسم (فاتح اول ہندوستان جس نے سندھ اور ملتان کا علاقہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی خلافت میں فتح کیا تھا) کا واقعہ یاد ہے کہ جس وقت خلیفہ نے سولہ ۱۶ سال کی عمر میں اس کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیجا اور اس نے سابق گورنر سے چارج لیا تو سابق گورنر نے محمد بن قاسم کی نوعمری پر نظر کر کے اس کے منہ پر یہ الفاظ کہے کہ خلیفہ نے سخت غلطی کی کہ تم جیسے نوعمر و ناتجربہ کار کو خراسان جیسے باغی علاقے کا گورنر بنا کر بھیجا۔

محمد بن قاسمؒ اگر نفسانیت سے کام لیتا تو معزول گورنر کو اپنی اور خلیفہ وقت کی توہین کے جرم میں جیل خانہ کی سزا دیدیتا مگر اس نے نہایت تواضع اور بردباری سے کام لیکر یہ جواب دیا کہ خلیفہ کی اس غلطی کو تو آپ معاف فرمائیں اور میں اگر نوعمر و ناتجربہ کار ہوں تو ملک میں آپ جیسے تجربہ کار عقلاء موجود ہیں میں آپ حضرات کے مشورہ سے کام کیا کروں گا تو میری نوعمری و ناتجربہ کاری کے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ اس جواب کو سن کر معزول گورنر کی شرمندگی کی کچھ حد نہ رہی اور وہ خاموش سر جھکا کر اپنے گھر کو روانہ ہوا۔

محمد بن قاسمؒ کے حسن انتظام و خوبی تدبیر و کمال سیاست کو دیکھ کر پھر حاضر

خدمت ہوا اور اس کی قابلیت وخوبی انتظام کا اعتراف ان لفظوں میں کرنے لگا کہ میں اپنی حماقت کا اعتراف کرتے ہوئے اقرار کرتا ہوں کہ خلیفہ نے آپ کو گورنر خراسان بنانے میں ذرا غلطی نہیں کی واقعی آپ سے بہتر اس منصب کے لئے کوئی نہ تھا آپ نے ایک ہفتہ میں وہ کام کر دکھایا جو دوسروں سے سات برس میں نہ ہو سکا) ابن قاسم کے اخلاق کا یہ وہ نمونہ ہے جس کی نظیر آج علماء بھی پیش نہیں کر سکتے۔

شام میں مسلمانوں کی تعداد اور رومیوں کی بے چینی

واقدی فرماتے ہیں کہ ہم فتح دمشق کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ملک شام میں اس وقت لشکر اسلام کی شمار کس قدر تھی اویس بن خطاب کا قول ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ حجاز ویمن وحضرموت وعمان وطائف وحوالی مکہ کے بہادر مجاہدین ۳۷ ہزار تھے اور حضرت عمروؓ بن العاص کے ساتھ نو ہزار (جو مقام فلسطین پر مقیم تھے) اور حضرت خالد کے ساتھ جو لشکر عراق سے آیا تھا اس کی شمار پندرہ سو سے زائد نہ تھی۔ غرض حدود شام میں اس وقت اڑتالیس ہزار مجاہدین کا اجتماع تھا (جن میں سے بجز حضرت عمروؓ بن العاص کی جماعت کے باقی سب جمعیت دمشق کے محاصرہ میں موجود تھی) اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو کمک بعد میں ارسال فرمائی وہ اس کے علاوہ تھی جس کو اپنے موقعہ پر بیان کیا جائیگا۔

پس انتالیس ہزار میں سے آدھی جمعیت کو حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھ باب شرقی پر رکھا اور نصف باقی حضرت ابوعبیدہ کے ہمراہ باب جابیہ پر مقیم تھے اہل دمشق اس باقاعدہ محاصرہ کو دیکھ کر مرعوب وخوفزدہ ہو گئے سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ حضرت خالد نے کلوص اور عزرائیل کو (جو ابھی معرکہ جنگ میں گرفتار ہوئے تھے اور رومیوں کو ان کی شجاعت وسیاست پر بہت ناز تھا اور وہ اس کوشش میں تھے کہ فدیہ دے دلا کر یا کسی اور تدبیر سے ان بہادروں کو قید سے چھڑا لیں) اپنے سامنے بلا کر اسلام کی دعوت دی جس کا جواب دونوں نے بے رخی سے دیا اس پر آپ نے حضرت ضرار کو حکم دیا کہ ان دونوں

کی گردن ماردی جائے جس کی فوراً تعمیل کی گئی۔ دمشق کے باشندوں نے اپنے بہادروں کا یہ انجام دیکھ کر ہرقل کے نام خط لکھا جس میں اپنی تمام مصیبت اور سرگزشت لکھنے کے ساتھ کلوص وعزرائیل کا جو حشر ہوا تھا اس کو بھی ظاہر کردیا اور مسلمانوں کے موجودہ محاصرہ کی بھی اطلاع دی کہ مسلمانوں نے باب شرقی اور باب جابیہ پر لشکر ڈال کر ہر طرف سے شہر کو محصور کرلیا ہے اور وہ اپنے جوانوں اور بچوں سمیت دمشق کے گرد پڑے ہوئے ہیں اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کا بھی تذکرہ کیا کہ وہ سرزمین بلقاء ومسافت عراق کو طے کر کے درمیانی شہروں کو فتح کرتے ہوئے دمشق پر پہنچ گئے ہیں پس یا تو امداد سے ہم کو قوت دی جائے ورنہ ہم دمشق کو بھی مسلمانوں کے حوالہ کردیں گے۔ اس کے بعد یہ خط ایک بہادر آدمی کے حوالہ کیا گیا جس کو پوری اجرت دے کر رات کے وقت اندھیرے میں شہر پناہ کی دیوار سے کمند کے ذریعہ نیچے اتارا گیا چنانچہ یہ قاصد بہت تیزی کے ساتھ منازل طے کرتا ہوا ہرقل کے پاس پہنچا جو اس وقت انطاکیہ میں مقیم تھا بادشاہ کی طرف سے اس کو دربار شاہی میں پہنچنے کی اجازت دی گئی۔

ہرقل کی پریشانی اور جنگ کی تیاری

اور اس نے اہل دمشق کا خط بادشاہ کے حوالہ کیا جس کو پڑھ کر ہرقل نے ہاتھ سے ڈال دیا اور فرط غم میں اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے پھر اس نے اپنے تمام ارکان دولت اور بہادران فوج کو جمع کر کے اس طرح تقریر کی۔

اے بنوالاصفر! میں نے تم کو اہل عرب کی طرف سے پہلے ہی خبردار کردیا اور بتلادیا تھا کہ وہ میرے تخت سلطنت پر ضرور قبضہ کرینگے مگر تم نے میری بات کو ہنسی مذاق میں اڑادیا اور میری جان لینے کے درپے ہوگئے۔ اب سن لو کہ یہ بہادران عرب ایک خشک قحط زدہ زمین سے نکل کر جہاں ان کو بجز جو اور جوار کے کچھ نہ ملتا تھا ہمارے سرسبز وشاداب شہروں میں گھس آئے ہیں جہاں میوے اور پھل پھلوری بکثرت ہیں اسلئے ان کو ہماری زمین پسند آگئی اور اب ان کو اس کے فتح کرلینے سے کوئی چیز روکنے والی نہیں

ہے کیونکہ وہ لوگ ارادے کے پکے، دل کے بہادر اور جنگ وجدال میں بڑے مضبوط ہیں۔ اور اگر مجھے عار مانع نہ ہوتی تو میں خود ہی ملک شام کو ان کے لئے چھوڑ کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ جاتا مگر بدنامی کے خیال سے میں ایسا نہیں کر سکتا اور اب میں خود ہی اپنے خاندان و مذہب کی عزت کے لئے ان کے مقابلہ کو جاتا ہوں۔ رومیوں نے اپنے بادشاہ کی یہ تقریر سنی تو سب نے اس کو اس ارادہ سے روکا اور کہا کہ اہل عرب کی حیثیت اتنی نہیں کہ آپ خود ان کے مقابلہ کو جائیں بلکہ آپ کا پائے تخت میں رہنا ہی زیادہ عزت و رعب کا باعث ہے لہٰذا کسی دوسرے شخص کو ان کے مقابلہ میں بھیجنا چاہئے۔ ہرقل نے کہا پھر تم ہی تجویز کرو کہ اس مہم کے قابل کون ہے؟

سب نے وردان والی حمص کا نام پیش کیا کہ اس جیسا بہادر نبرد آزما ہمارے اندر کوئی نہیں اس کے کارنامہائے شجاعت کو جنگ روم و فارس میں ایک زمانہ دیکھ چکا ہے ہرقل نے وردان کے حاضر کئے جانے کا حکم دیا اور وہ بہت جلد اس کے سامنے پہنچا۔

بادشاہ نے اس کو مخاطب کر کے اس طرح تقریر کی کہ میں نے تجھ کو صرف اس لئے آگے بڑھایا ہے کہ تو میری شمشیر براں اور بھروسہ کا آدمی ہے پس ابھی اور اسی وقت تیار ہو جا، دیر نہ کر، میں نے تجھے بارہ ہزار کے لشکر کا سردار بنا دیا ہے پس مسلمانوں کے مقابلہ میں جلدی پہنچ کہ وہ میرے پائے تخت پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ اور بعلبک پہنچ کر اجنادین کے رومی لشکر کو یہ حکم دیدے کہ زمین بلقاء اور جبال سواد میں منتشر ہو جائیں اور عمرو بن العاص کے لشکر میں سے کسی کو ابوعبیدہ تک نہ پہنچنے دیں۔

وردان نے شاہی حکم کو بسر و چشم قبول کیا اور کہا جہاں پناہ کو بہت جلد معلوم ہو جائیگا کہ میں خالد بن ولیدؓ کا سر اتارے بغیر نہ لوٹوں گا اس کے بعد میں حجاز کی سرزمین میں گھس پڑوں گا اور وہاں سے مکہ مدینہ کو تاخت و تاراج کئے بدون واپس نہ ہوں گا۔

ہرقل یہ سن کر خوشی سے جامہ میں نہ سمایا اور کہنے لگا انجیل کی قسم اگر تو نے ایسا کر دیا اور اپنی بات کا پکا نکلا تو جتنا ملک مسلمانوں نے فتح کیا ہے سب تجھے دیدوں گا اور تجھے اپنا ولی عہد بنا دوں گا۔ کہ میرے بعد تیرے سوا کوئی بادشاہ نہ بنے (حلوائی کی دکان

پرنانا جی کی فاتحہ اسی کو کہتے ہیں۔ ہرقل خوب جانتا تھا کہ نہ ایسا ہوگا نہ مجھے کچھ دینا پڑیگا اس لئے جتنی چاہو باتیں بنالو)

اس کے بعد ہرقل نے وردان کو سونے کے کنگن پہنائے اس کے سر پر تاج رکھا اور سونے کی بیش قیمت صلیب دی جس کے چاروں گوشوں میں چار یاقوت لگے ہوئے تھے جن کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا تھا اور کہا جب عرب سے مقابلہ پیش آئے تو اس صلیب کو اپنے آگے رکھنا یہ تیری مدد کرے گی۔

وردان نے صلیب کو ادب سے چوما اور گرجا میں جا کر بپتسمہ لیا۔ پادریوں نے اس کو گرجا کی دھونی میں بسایا اور سب نے اس پر دعا کے طور پر نماز پڑھی پھر اس سے فارغ ہوکر بارہ ہزار لشکر کے ساتھ شہر سے باہر پڑاؤ کیا اگلے دن جب کوچ کا وقت آیا تو ہرقل مع ارا کین دولت کے اس کو رخصت کرنے کے لئے حمص کے لوہے کے پل تک آیا اور یہاں پہنچ کر اس کو رخصت کیا۔

وردان کوچ کرتا ہوا حما پہنچا اور یہاں منزل کر کے اسی وقت اجنادین کے رومی لشکر کے نام خط لکھا کہ تمام راستوں کو بند کردو تاکہ عمرو بن العاص کا لشکر حضرت خالد تک نہ پہنچنے پائے اس کے بعد وردان نے اپنے لشکر کے بہادروں کو جمع کیا اور کہا میری رائے میں یہ آتا ہے کہ میں موضع مارس کے راستہ سے مسلمانوں پر دفعۃً چھاپا ماروں کہ ان کو میری خبر بھی نہ ہو اور ایک شخص بھی بچ کر نہ جا سکے چنانچہ اسی خیال سے اس نے وادی الحیاۃ کا راستہ اختیار کیا اور رات کا وقت کوچ کے لئے تجویز کیا مسلمان اس وقت دمشق کے محاصرہ میں مشغول تھے اور بیس دن محاصرہ کو گذر چکے تھے کہ دفعۃً جاسوس نے آکر اطلاع دی کہ اجنادین میں رومی لشکر بے شمار جمع ہوا ہے اور اب وردان بھی تازہ دم فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر آرہا ہے۔

وردان کے مقابلہ میں لشکر ضرار

حضرت خالد بن ولیدؓ اس خبر کو سنتے ہی گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت ابو

عبیدہؓ سے مشورہ کرنے کے لئے دمشق کے باب جابیہ پر آئے اور کہا اے امین الامۃ! میرے رائے یہ ہے کہ آپ دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف پیش قدمی کریں کیونکہ وہاں رومی لشکر کثیر تعداد میں جمع ہو رہا ہے اس سے مقابلہ کرنا مقدم ہے جب خدا ہم کو ان پر غالب کر دے گا اس وقت دمشق والوں سے نمٹ لیں گے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ یہ رائے میری سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ ہمارے یہاں سے ہٹتے ہی دمشق والے ہمارے مفتوحہ مقامات پر قبضہ کرلیں گے

حضرت خالدؓ نے فرمایا بے شک آپ صحیح فرماتے ہیں پس اب میری یہ رائے ہے کہ ان کے مقابلہ میں ایک بہادر کو بھیج دیا جائے جو موت سے نہیں ڈرتا اور بہادروں کے مقابلہ میں منجھا ہوا ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حیرت کے ساتھ پوچھا وہ کون ہے کہا وہ ضرار بن ازور ہے جس کے باپ دادے قتال ہی میں جان دے چکے ہیں۔

امین الامۃ نے نام سنتے ہی فرمایا بے شک تم سچ کہتے ہو واقعی وہ بہادر جانباز ہے اس کو ضرور بھیج دو۔ حضرت خالدؓ یہ حکم لے کر اپنی جگہ واپس آئے اور فوراً حضرت ضرار کو بلایا اور فرمایا اے ضرار! میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایسے پانچ ہزار بہادروں کا جو اللہ کے ہاتھ اپنی جانیں بیچ چکے اور دنیا پر لات مار کر آخرت کے مشتاق بن گئے ہیں افسر بنا کر ان دشمنوں کے مقابلہ میں بھیجوں جو ہمارے سر پر پہنچا چاہتے ہیں تم ان کو راستہ ہی میں روکو اگر غلبہ کی امید ہو تو ان سے مقابلہ کرو اور اگر اپنے کو ان کے مقابلہ سے کمزور دیکھو تو فوراً میرے پاس قاصد کے ذریعہ اطلاع بھیجو پھر میں خود دیکھ لوں گا۔

حضرت ضرارؓ نے کہا وافرحتاہ! اے خالدؓ خدا کی قسم میرے دل کو اس سے بڑھ کر کسی بات سے خوشی نہیں ہوئی تم حکم دو تو میں تنہا ان کے مقابلہ میں پہنچ جاؤں حضرت خالدؓ نے فرمایا میں جانتا ہوں تم ضرار ہی ہو مگر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو بلکہ لشکر کو ساتھ لے کر جاؤ حضرت ضرارؓ یہ حکم سن کر جلدی سے تیار ہوئے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا ذرا توقف کرو لشکر کو تیار ہونے دو حضرت ضرار نے کہا بخدا میں اب نہیں ٹھہر سکتا خدا نے جس کے حصہ میں سعادت لکھ دی ہے وہ خود مجھ سے آملے گا یہ کہہ کر جھنڈا ہاتھ میں لے کر گھوڑا دوڑاتے ہوئے دشمن کی طرف چل پڑے اور بیت الہیا میں پہنچ کر دم لیا جہاں بت بنا کرتے تھے۔

یہاں پہنچ کر اسلامی لشکر بھی حضرت ضرار سے آملا سب کے سب دشمن کا انتظار کرنے لگے کہ دفعتہً حضرت ضرار نے دیکھا کہ رومی لشکر ٹڈی دل چلا آرہا ہے جو زرہ بکتر سے مسلح اور پورے ہتھیاروں سے آراستہ ہے جس پر آفتاب کی شعائیں ایسی پڑ رہی ہیں جیسے آئینہ پر دھوپ پڑتی ہے۔

مسلمانوں نے اس بے شمار لشکر کو دیکھ کر حضرت ضرار سے کہا کہ یہ تو عظیم الشان لشکر ہے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے ہم واپس جائیں اور اس کے مقابلہ میں نہ آئیں۔ حضرت ضرار نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم میں تو شمشیر زنی کروں گا اور ان لوگوں کا راستہ اختیار کروں گا جو خدا سے دل لگا چکے اللہ تعالیٰ مجھے دشمن کے مقابلہ پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہوا کبھی نہ دیکھیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء بغضب من الله .[الانفال/۱۶] (۱)

حضرت ضرار یہ کہہ کر خاموش ہوئے تو رافع بن عمرہؓ طائی نے اس طرح تقریر کی اے قوم ڈر کس کا؟ یہ کافر ہیں کیا چیز؟ خدا نے بہت سے معرکوں میں تمہاری مدد کی ہے پس امداد الٰہی پر نظر رکھو اور جان لو کہ مدد خداوندی صبر و استقلال کے ساتھ ساتھ ہے ہماری قلیل جماعت نے ہمیشہ بڑی بڑی جماعتوں کا مقابلہ کیا ہے۔ پس ان سچے مسلمانوں کے آثار قدم پر چلو اور رب العالمین کی طرف عجز و انکسار سے متوجہ ہو جاؤ اور وہی بات کہو جو طالوت کی قوم نے جالوت کا مقابلہ کرتے ہوئے کہی تھی:

---

(۱) اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا۔

ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقد امنا وانصرنا علی القوم الکفرین [بقرة: ۲۵۰]

اے خدا! ہمارے اوپر صبر کو ڈال دے اور ہمارے قدموں کو جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔

مسلمانوں نے یہ تقریر سنی تو سب یک زبان ہو کر بولے کہ بے شک خدا ہم کو دشمن کے مقابلہ سے بھاگتا ہوا کبھی نہ دیکھے گا ہم اللہ کے دشمنوں سے ضرور جہاد کریں گے؟ حضرت ضرار یہ سن کر خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ میرا لشکر دنیا پر لات مار کے آخرت کا مشتاق ہو گیا ہے تو انہوں نے سب کو بیت الہیا کے قریب ایک کمین گاہ میں چھپا دیا اور خود بھی ایک جگہ پر چھپ گئے اس وقت آپ کا حلیہ یہ تھا کہ شوق شہادت میں بدن پر پاجامہ کے سوا کوئی لباس نہ تھا ایک عربی گھوڑا ران کے نیچے تھا اور ہاتھ میں ایک لمبے نیزہ کے سوا کوئی ہتھیار نہ تھا۔

حضرت ضرارؓ کی بہادری وگرفتاری

جس وقت دشمن کا لشکر کمین گاہ کے پاس سے گذرنے لگا تو سب سے پہلے مقابلہ پر آنے والے حضرت ضرار تھے آپ نے تکبیر کا نعرہ لگایا جس کا سب مسلمانوں نے بیک آواز جواب دیا کہ کفار کے دل لرز گئے اور دفعتہً انہوں نے اپنے کو اسلامی لشکر سے محصور پایا جس کے آگے آگے حضرت ضرار ننگے بدن اپنے لمبے نیزہ سے غضبناک شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے ان کے حملہ سے کفار کے دلوں پر رعب چھا گیا۔

وردان قلب لشکر میں تھا اور اس کے سر پر جھنڈوں اور صلیبوں کا جھمگھٹا تھا چہار طرف سے رومی لشکر اسے گھیرے ہوئے تھا کہ حضرت ضرار کی نظر اس پر پڑی اور سمجھ گئے کہ سب کا افسر یہی ہے اس لئے آپ نے اسی کی طرف نیزہ سیدھا کیا اور سب سے پہلے علم بردار کے سینہ میں نیزہ مارا جس سے وہ گھوڑے کے نیچے آ رہا اور فوراً جہنم رسید ہوا پھر میمنہ میں سے ایک بہادر کو گرایا اور قلب لشکر پر ایسا سخت حملہ کیا کہ دفعتہً

صلیب بردار کے قریب پہنچ گئے جو وردان کے آگے صلیب کو لئے کھڑا تھا جس کے یاقوت چاروں طرف سے چمک رہے تھے حضرت ضرار نے اس کے سینہ میں اس زور سے نیزہ مارا کہ کمر کے پار ہو گیا اور صلیب اس کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑی۔ وردان نے صلیب کو زمین پر گرا ہوا دیکھ کر اپنی ہلاکت کا یقین کرلیا اور چاہا کہ گھوڑے سے اتر کر یا جھک کر صلیب اٹھا لے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی کیونکہ مسلمانوں نے بہت جلد صلیب کے گرد حصار قائم کرلیا تھا حضرت ضرارؓ نے بآواز بلند فرمایا کہ یہ صلیب میری ہے ذرا میں اس رومی کتے سے نمٹ لوں تو اس پر قبضہ کروں گا، وردان عربی سمجھتا تھا یہ گفتگو سن کر سمجھ گیا کہ ضرارؓ مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو اس نے قلب لشکر سے نکل کر بھاگنے کا قصد کیا۔

رومی لشکر کے بہادروں نے کہا اے سردار! کیا تم اس شیطان سے بھاگتے ہو جس سے کم تر سامان کسی کے پاس بھی نہیں گو حملہ بڑا زبردست کرتا ہے۔ حضرت ضرار وردان کی حالت دیکھ کر سمجھ گئے کہ اس کے دل پر رعب چھا گیا اور بھاگنا چاہتا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو للکارا کہ بڑھو بڑھو پیچھے نہ ہٹو انشاء اللہ تم ہی غالب ہو یہ کہہ کر قلب میں گھس گئے اور نیزہ سیدھا کر کے گھوڑے کو ایڑ دی تو چاروں طرف سے کائی سی پھٹنے لگی رومی چلا دیئے کہ اس سوار کو چاروں طرف سے گھیر لو نکلنے نہ پائے۔ حضرت ضرار رومی دلدل کو چیرتے پھاڑتے آگے بڑھ رہے تھے اور مسلمان بھی ان کے پیچھے پیچھے حملہ کر رہے تھے کہ دفعتہً حضرت ضرارؓ چاروں طرف سے گھر گئے اور اب وردان نے خود حضرت ضرارؓ کی طرف نیزہ سیدھا دیکھا اور چاہا کہ ان کو گھوڑے سے گرا کر قید کرلے کیونکہ ان کے نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ مگر حضرت ضرار کی یہ حالت تھی کہ وہ برابر اپنے کام میں مشغول تھے جو ان کے پاس آتا اس کو بھالے سے گرا کر ختم کر دیتے جب بہت سے بہادروں کو گرا چکے تو وردان کے بیٹے نے ان کے بازو پر تیر مارا جس سے بازو کمزور ہو گیا اور حضرت ضرارؓ کو بھی تکلیف کا احساس ہوا آپ نے غضب ناک شیر کی طرح وردان کے بیٹے پر حملہ کیا اور اس کے دل پر نیزہ مارا جو کمر سے پار ہو گیا مگر نیزہ کو نکالنے لگے تو اس کی بھال باہر نہ آئی صرف بانس کا ٹکڑا ہاتھ میں رہ گیا اب تو رومیوں

کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے زبردست حملہ کر کے ان کو زندہ گرفتار کر لیا۔

حضرات صحابہ نے جو یہ منظر دیکھا تو ان کی آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا اور سب نے ملکر زبردست حملہ کیا تا کہ ضرارؓ کو چھڑا لیں مگر ناکام رہے اب سب کے حوصلے پست ہو گئے اور بھاگنے کو تیار ہو گئے تو رافع بن عمیرہ طائی نے للکارا اے حاملان قرآن! کہاں جاتے ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو شخص دشمن کے مقابلہ سے بھاگتا ہے وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہوتا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ بہشت کے بعضے دروازے مجاہدین کے سوا کسی کے لئے نہیں کھلتے۔ پس جمے رہو استقلال سے کام لو۔ اور جنت کی طرف لپکو وہ تمہارے واسطے کھلی ہوئی ہے اے حاملان قرآن! کفار پر حملہ کرو صلیب پرستوں کو تہ تیغ کرو، سب سے آگے آگے میں حملہ کرتا ہوں اگر تمہارا سردار قید یا قتل ہو گیا تو خدا تو زندہ ہے جس کے لئے موت نہیں وہ تم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے جس کو کبھی نیند نہیں آتی۔ یہ آواز سن کر مسلمان سنبھلے اور سب نے رافع بن عمیرہ کے ساتھ دوبارہ حملہ کیا اور از سرنو بازار جنگ گرم ہو گیا۔

یہ حالت دیکھ کر اسلامی جاسوس نے حضرت ضرار کی گرفتاری اور مسلمانوں کی بے قراری کی اطلاع بہت جلد حضرت خالدؓ کو پہنچائی تو وہ بھی گھبرا گئے اور پوچھا کہ رومیوں کی کتنی تعداد ہے کہا بارہ ہزار ہیں اور والی حمص وردان ان کا افسر ہے اور اس کا بیٹا ضرارؓ کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے حضرت خالدؓ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مجھے اتنی جمعیت کی خبر نہ تھی میں تو سمجھا تھا کہ تھوڑی سی جماعت ہو گی افسوس میں نے اپنے بھائیوں کو خطرہ میں ڈال دیا اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس سارا حال کہلا بھیجا اور ان سے مشورہ دریافت کیا حضرت ابو عبیدہؓ نے جواب دیا کہ اپنی جگہ پر کسی معتمد کو چھوڑ کر تم خود مسلمانوں کی امداد کو چلے جاؤ انشاءاللہ تم دشمن کو پیس ڈالو گے۔

حضرت خالدؓ نے یہ حکم پاتے ہی فوراً حضرت میسرہؓ بن مسروق عبسی کو اپنی جگہ قائم کیا اور ایک ہزار کا لشکر ان کے پاس چھوڑا اور تاکید کر دی کہ دیکھو دشمن کو تمھاری طرف سے کوئی موقعہ نہ ملے حضرت میسرہ بن مسروق نے اس حکم کو بسر و چشم قبول کیا اور

بقیہ لشکر کو حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دو اور نیزے سیدھے کرلو اور جب دشمن کے قریب پہنچو تو ایک دم سے اس پر ٹوٹ پڑو کیا عجب ہے کہ ہم ضرار کو چھڑالیں اگر کم بختوں نے ابھی تک ان کو زندہ چھوڑا ہوگا اور اگر وہ ان کا خاتمہ کر چکے ہیں تو انشاء اللہ ہم ان کا پورا بدلہ لیں گے مگر مجھے خدا سے امید ہے کہ ضرار کی موت کا صدمہ ہم کو نہ پہنچائیں گے۔

حضرت خولہؓ کی بہادری

یہ کہہ کر حضرت خالدؓ رزمیہ اشعار پڑھتے ہوئے لشکر سے آگے بڑھ گئے دفعۃً آپ کی نظر ایک سوار پر پڑی جو ایک لمبے گھوڑے پر لمبا نیزہ ہاتھ میں لئے منہ پر نقاب ڈالے ان سے بھی آگے تیزی کے ساتھ جا رہا ہے اس کی حالت سے شجاعت ٹپک رہی ہے اس کی کمر پر سبز عمامہ کا پٹکا ہے جس کو پیچھے لاکر سینے پر لپیٹ رکھا تھا کپڑے تمام سیاہ ہیں اور ان کے نیچے زرہ بکتر اور تمام ہتھیار لگے ہوئے تھے۔ حضرت خالد نے اس کی حالت و شجاعت دیکھ کر دل میں کہا کاش مجھے خبر ہوتی کہ یہ سوار کون ہے مگر بخدا وہ بڑا بہادر سوار ہے اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اس سوار کے پیچھے گھوڑا دوڑایا مگر یہ سوار سب سے پہلے کفار کے لشکر پر بجلی کی طرح آ گرا۔

رافع بن عمیرہ طائیؓ رومیوں کے مقابلہ میں برابر ڈٹے ہوئے تھے کہ دفعۃً ان کی نظر اس سوار پر پڑی جو رومی لشکر پر شعلہ نار کی طرح حملہ کر رہا تھا جس سے ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں پھر ان کے بیچ میں گھس گیا اور ایک چکر لگا کر بہت سوں کو تہ تیغ کر کے بجلی کی طرح نکل آیا کہ نیزہ کی بھال خون میں بھری ہوئی تھی اور اس کی کلائی سے دشمن کا خون ٹپک رہا تھا اس کے بعد نہایت بے باکی اور بے جگری سے دوبارہ رومی لشکر کے اندر گھسا اور لشکر کو چیرتا پھاڑتا ادھر سے ادھر جا نکلا۔

رافع بن عمیرہؓ اور ان کے ہمراہیوں کو اس کے پرزور حملے دیکھ کر پورا یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ حضرت خالدؓ ہی ہیں کیونکہ ایسے حملے انہی کے ہوا کرتے ہیں مگر ان کی

حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی جب حضرت خالدؓ کو لشکر جرار کے ساتھ اس سوار کے پیچھے آتا ہوا دیکھا تو حضرت رافع بن عمیرہؓ نے آگے بڑھ کر حضرت خالدؓ سے دریافت کیا کہ یہ سوار کون ہے جس نے آپ سے پہلے پہنچ کر لشکر کفار میں تہلکہ ڈال دیا اور اللہ کے راستہ میں جان بازی کا پورا حق ادا کر دیا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا میں تم سے زیادہ اس سوار سے نا آشنا اور اس کے افعال واحوال سے سخت حیرت واستعجاب میں ہوں۔

حضرت رافعؓ نے عرض کیا اے امیر عسکر اسلام! یہ شخص کفار کی جمعیت میں گھسا ہوا اور چار طرف سے نرغہ میں پھنسا ہوا ہے جلدی حملہ کیجئے تا کہ وہ کفار کے ہاتھوں میں قید نہ ہو جائے یہ سن کر حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو للکارا کہ اے جماعت موحدین؟ سب ملکر یکبارگی حملہ کرو اور اس شخص کی امداد کرو جس نے اللہ کے دین کی حمایت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس آواز کے سنتے ہی مسلمانوں کے خون میں جوش اسلامی کی ایک لہر دوڑ گئی اور ہر شخص حملہ کے لئے بے تاب ہو گیا۔ چنانچہ گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دی گئیں۔ نیزوں کی نوکیں دشمنوں کی طرف سیدھی کر دی گئیں اور ایک نے دوسرے سے پہلو ملا کر حضرت خالدؓ کے پیچھے پیچھے رومیوں پر حملہ کر دیا کچھ دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ وہ سوار قلب لشکر سے آگ کا شعلہ بنا ہوا نکلا اور رومیوں کے گھوڑے اس کے تعاقب میں چلے آرہے تھے جب کوئی بہادر رومی اسکے قریب پہنچتا پینترا بدل کر اس پر وار کرتا اور زمین پر گرا دیتا۔

حضرت خالدؓ یہ منظر دیکھ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ دفعتۃً اس سوار کے پاس پہنچ گئے۔ خون میں سر سے پیر تک ڈوبا ہوا تھا حضرت خالدؓ نے بلند آواز سے پر جوش لہجہ میں اس کو شاباش دی کہ اے جوان جس نے اللہ کے راستہ میں خوب جاں بازی کی اور دشمنوں پر اپنی شجاعت کا سکہ بٹھلا دیا۔

خدا کے لئے تو اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا اور ہمیں اپنی صورت دکھلا؟ سوار نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور تیسری بار پھر رومیوں کے درمیان جا گھسا اور ہر طرف سے ان کی صفوں کو تہ وبالا کرنے لگا رومی چلائے کہ اب کے اسکو جانے نہ دینا سب ملکر اسے

گھیر لو اور گرفتار کر کے باندھ لو مگر وہ ایسا بائے بے درمان تھا کہ کسی کو اس کے پاس جانے کی ہمت نہ تھی ادھر مسلمان بھی گھبرائے کہ کہیں یہ سوار قید نہ ہو جائے اس لئے کوشش کر کے بعض لوگ اس کے قریب پہنچے اور ایک نے اس کو ٹوکا کہ اے معزز بہادر تیرا سردار تجھ سے خطاب کر رہا ہے اور تو اس سے بے رخی کرتا ہے جلدی اپنا نام اور حسب ونسب بتلا تا کہ تیری تعظیم پہلے سے زیادہ کی جائے اس نے اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا اور برابر رومی دلدل میں گھستا چلا گیا جب بہت دور پہنچ گیا تو حضرت خالد خود اس کے قریب پہنچے اور فرمایا اے بھلے آدمی تو نے میرے اور سب مسلمانوں کے دلوں کو اپنے کارناموں کی وجہ سے تردد میں ڈال رکھا ہے۔ یہ تو بتلا تو کون ہے اور تیرے چہرہ پر نقاب کس لئے ہے۔ حضرت خالدؓ کا اصرار دیکھ کر سوار نے زنانی آواز میں جواب دیا کہ اے امیر! میں نے صرف حیا وشرم کی وجہ سے آپ کی بات کا جواب نہ دیا تھا کیونکہ آپ میرے محترم سردار ہیں اور میں ایک پردہ نشین عورت ہوں مجھے اس سخت جان بازی پر اس امر نے مجبور کیا ہے کہ میرا جگرا اپنے بھائی کی گرفتاری کی خبر سن کر آتش فراق سے جل گیا اور رنج وغم سے کباب ہو گیا ہے میں خولہ بنت ازور ہوں ضرار بن ازور کی بہن جوان کافروں کے ہاتھوں قید ہے۔ حضرت خالدؓ نے اس کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں اپنی جان پر رحم کرو ہم سب مل کر یکبارگی حملہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تمہارے بھائی کو قید سے چھڑا لیں گے۔

چنانچہ حضرت خالدؓ نے سب مسلمانوں کو دوبارہ یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیا اور سب کے ساتھ خولہ بن ازور نے بھی حملہ کیا۔ رومی خولہ کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور کہنے لگے اگر اسلامی لشکر کے سارے جوان ایسے ہی ہیں جیسا یہ بہادر ہے تو ہم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے پھر حضرت خالدؓ کا حملہ ہوا تو رومیوں کا لشکر درہم برہم اور ان کو میدان میں جمنا دشوار ہو گیا وردان نے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو للکارا کہ تھوڑی دیر اور جمے رہو تمہارا استقلال دیکھ کر یہ مسلمان خود بھاگ جائیں گے اور ابھی اہل دمشق تمہاری مدد کو آ جائیں گے۔ وردان کے خوف سے رومی لشکر تھوڑی دیر کو اور جم گیا تو

حضرت خالدؓ نے ایک خارا شگاف نعرہ تکبیر بلند کر کے سختی کے ساتھ حملہ کیا اور وار پر وار کرنا شروع کئے کہ رومیوں کے میمنہ ومیسرہ کو دائیں بائیں سے متفرق کر دیا پھر آپ نے وردان کی طرف رخ کیا جو صلیبوں اور جھنڈوں کے جھرمٹ میں کھڑا ہوا تھا مسلمانوں نے بھی نہایت جان بازی کے ساتھ حضرت خالدؓ کے حملہ کا ساتھ دیا اور خولہ بنت ازور کی تو یہ حالت تھی کہ ان کو ایک جگہ قرار نہ تھا وہ میمنہ سے میسرہ تک اور میسرہ سے میمنہ تک حملہ کرتے ہوئے نکل جاتی کیونکہ ان کی نگاہیں اپنے بھائی کی صورت کو تلاش کر رہی تھیں مگر افسوس کہیں ان کی پیاری صورت نظر نہ پڑی نہ کچھ نشان معلوم ہوا۔

ظہر کے وقت تک دونوں لشکروں میں سخت گھسان رہا بالآخر تھک کر دونوں الگ الگ ہو گئے اور خدا نے مسلمانوں کو کفار پر پورا غلبہ عطا فرمایا کیونکہ اس جنگ میں کفار کے بے شمار آدمی کام آئے اور ان کے حوصلے بالکل پست ہو چکے تھے کہ اگر وردان کا خوف نہ ہوتا تو وہ کبھی کے بھاگ کھڑے ہوتے جب مسلمان معرکہ جنگ سے واپس آئے تو حضرت خولہ نے ایک ایک سے پوچھنا شروع کیا کہ کسی نے ضرار بن ازور کو بھی دیکھا ہے؟ جب کسی نے ان کا کچھ پتہ نہ دیا تو زار زار رونے لگیں اور فرط غم سے کہنے لگیں۔

میرے پیارے بھائی! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ دشمن نے تجھے کس میدان میں پھینک دیا یا نیزوں سے چھید کر ختم کر دیا یا تلوار سے مار ڈالا۔ پیارے بھائی تیری بہن تجھ پر قربان! خدا کی قسم اگر مجھے تیری صورت نظر آ جاتی تو دشمنوں کے پنجہ سے ضرور چھڑا لیتی۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ مجھے تیری صورت پھر بھی دیکھنا نصیب ہوگی یا نہیں۔ پیارے بھائی تم نے اپنی بہن کے دل میں اپنی جدائی سے ایسی چنگاری لگا دی ہے جس کے شعلے بجھ نہیں سکتے کاش مجھے یہی معلوم ہو جاتا کہ تم اپنے باپ سے مل چکے ہو جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے جام شہادت نوش کر چکے ہیں اگر ایسا ہے تو تم پر قیامت تک کے لئے میری طرف سے سلام! یہ درد بھرے کلمات حضرت خالدؓ اور سب مسلمانوں کے دلوں پر تیر کی طرح لگے اور بے ساختہ سب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

حضرت ضرارؓ کی رہائی:

اور حضرت خالدؓ نے یہ قصد کیا کہ اسی وقت لوٹ کر دوبارہ حملہ کر دیا جائے کہ دفعتہً رومیوں کی ایک جماعت سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی مسلمان اس کے مقابلہ کو تیار ہوئے سب سے آگے حضرت خالدؓ تھے اور ان کے پیچھے بہادر مسلمانوں کی جمعیت تھی جب رومی نزدیک آئے تو انہوں نے نیزے اور تلواریں پھینک دی اور پناہ و امن کی درخواست کی حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ ہم نے تمھاری درخواست قبول کی اور تم کو امن دے دیا میرے پاس آؤ اور جو کہنا چاہتے ہو کہو وہ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت خالدؓ نے فرمایا بتلاؤ تم کون لوگ ہو! انہوں نے عرض کیا کہ ہم وردان کے لشکری ہیں حمص کے رہنے والے ہیں اور ہم کو یہ بات ثابت ہوگئی کہ وردان نہ آپ کی اطاعت کرے گا اور نہ اس کو آپ کے مقابلہ کی طاقت ہے اس لئے ہم اپنے لئے امن کی درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو بھی اپنے مصالحین میں داخل کر لیجئے اور جو کچھ جزیہ ہم پر مقرر کیا جائیگا ہر سال ہم اس کے ادا کرنے کو تیار ہیں اور حمص کے تمام باشندے بھی ہمارے معاہدہ پر راضی ہیں۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ میں اس جگہ تو صلح نہیں کر سکتا بلکہ جس وقت حمص پہنچوں گا اس وقت اگر تم چاہو گے صلح کی تکمیل کر دوں گا باقی اگر تمہارا جی چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ جنگ کا خاتمہ کریں تم ہمارے ساتھ رہو۔ پھر حضرت خالد نے ان سے حضرت ضرارؓ کا حال دریافت کیا کہ تم کو ہمارے اس آدمی کی بھی کچھ خبر ہے جس نے وردان کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔

رومیوں نے کہا وہ بہادر جو ننگے بدن لڑتا تھا جس نے رومیوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے حضرت خالدؓ نے فرمایا ہاں ہاں میں اسی کو دریافت کرتا ہوں۔ رومیوں نے کہا اس کو تو وردان نے قید کر کے خچر پر سوار کر کے سو آدمیوں کی حفاظت میں حمص بھیج دیا ہے تاکہ وہاں سے ہرقل کے پاس بھیج دیا جائے اور اس کی جنگی کیفیت سے بادشاہ کو

مطلع کیا جائے۔ حضرت خالد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا انشاء اللہ اب ضرار کو قید سے رہا کرلیا جائے گا پھر فوراً حضرت رافعؓ بن عمیرہ کو بلا کر فرمایا کہ تم سے زیادہ بلاد شام کے راستوں کو کوئی نہیں جانتا اور اس کے ساتھ تم تدبیر و سیاست کے بھی خوب ماہر ہو۔

پس تم ان لوگوں کا تعاقب کرو جو ضرار کو حمص لئے جا رہے ہیں اور جس کو چاہو اپنے ساتھ لے لو حضرت رافع نے اس حکم کو بڑی خوشی سے قبول کیا اور سو ۱۰۰ مضبوط بہادر مسلمان جوانوں کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لئے اور کوچ کا ارادہ کیا تو حضرت خولہ بنت ازور یہ خبر سن کر حضرت خالد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ رافع بن عمیرہ میرے بھائی کی تلاش کو جا رہے ہیں اس خوشخبری سے میری مسرت کی کچھ انتہا نہ رہی اسلئے میں طاہر مطہر سید البشر سیدنا محمد ﷺ کا واسطہ دے کر درخواست کرتی ہوں کہ مجھے بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے تا کہ میں بھی ان کی امداد کروں۔

حضرت خالدؓ نے ان کو اجازت دے دی اور حضرت رافع سے فرمایا کہ تم کو ان کی شجاعت و بسالت کا درجہ معلوم ہے اسلئے ان کو بھی اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت رافع نے بخوشی منظور کیا اور حضرت خولہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہوئیں جس وقت سلیمہ گھاٹی کے قریب یہ دستہ پہنچا تو حضرت رافع نے راستہ کو غور سے دیکھ کر فرمایا اے قوم خوش ہو جاؤ کہ ضرار کے لیجانے والے ہنوز یہاں سے آگے نہیں بڑھے ہیں پس تم وادی الحیاۃ کی گھاٹیوں میں چھپ جاؤ کہ عنقریب وہ یہاں آیا چاہتے ہیں چنانچہ یہ لوگ کمین گاہوں میں چھپنے بھی نہ پائے تھے کہ دور سے گرد اڑتی نظر آئی۔

حضرت رافعؓ نے مسلمانوں کو ہوشیار ہو جانے کی تاکید کی کہ تھوڑی ہی دیر میں رومی دستہ حضرت ضرار کو حراست میں لئے ہوئے پہنچا۔ حضرت رافع نے ضرار کو دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا مسلمانوں نے بھی ان کی تکبیر کا جواب اسی طرح نعرہ تکبیر سے دیا اور ایک دم سب نے حملہ کر دیا زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ضرار کے چھڑا لینے میں مسلمانوں کو کامیاب کر دیا اور رومی دستہ کا ایک متنفس بھی بچ کر نہ جا سکا

بلکہ سب ہمیشہ کے لئے وہیں سو رہے۔

وردان کا فرار اور اجنادین کی طرف روانگی

مسلمانوں کا لشکر حضرت ضرار کے چھڑانے میں کامیاب ہو کر تھوڑی دور بھی نہ جانے پایا تھا کہ رومیوں کا بڑا لشکر جو وردان کی قیادت میں تھا شکست کھا کر بھاگتا نظر آیا۔ حضرت رافع نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ان بھاگ کر آنے والوں کو چن چن کر پکڑنا شروع کیا کیونکہ حضرت خالدؓ نے رافع بن عمیرہ کو حضرت ضرار کی رہائی کے واسطے سو سواروں کے دستہ کے ساتھ روانہ کر کے طلب شہادت کے لئے وردان پر سخت حملہ کیا اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں نے بھی رومیوں کو ایسا لرزا دیا کہ ان کے قدم نہ جم سکے اور شکست کھا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے سب سے پہلے جس شخص کا قدم میدان سے اکھڑا وہ وردان ہی تھا یہ منظر دیکھ کر مسلمانوں نے رومیوں کا تعاقب کیا اور وادی الحیاۃ تک ان کو مارتے گرفتار کرتے چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت رافعؓ بن عمیرہ اور ان کے ہمراہیوں سے ملاقات ہوئی اور حضرت ضرار کو دیکھ کر مسلمانوں کی خوشی دوچند ہوگئی۔ سب نے ان کو مبارکباد دی اور حضرت خالدؓ نے رافع بن عمیرہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی تدبیر و شجاعت کی داد دی۔ اس کے بعد اسلامی لشکر دمشق کی طرف روانہ ہوا۔

جہاں حضرت ابو عبیدہؓ بدستور محاصرہ پر جمے ہوئے تھے ان کو مسلمانوں کی فتح و نصرت کی اطلاع پہنچی تو وہ اور ان کے جملہ ہمراہی بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوئے۔ ہرقل کو وردان کی شکست اور اس کے بیٹے ہمدان کے قتل کی اطلاع پہنچی تو اسکو مملکت شام سے اپنی سلطنت کے زوال کا یقین ہو گیا اس کے بعد اس نے وردان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بھوکے ننگے عربوں نے تجھے شکست فاش دی اور تیرے بیٹے کو قتل کر دیا مسیح اس پر بھی رحم کرے اور تجھ پر بھی مجھے اگر تیری شجاعت و جنگ بازی اور سپاہ گری پر پورا اعتماد نہ ہوتا اور یہ نہ سمجھتا کہ مدد تیرے ساتھ نہیں تو یقیناً تجھ پر میرا غضب نازل ہوتا اور تو سخت عتاب میں گرفتار ہوتا مگر جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔

اب میں نے اجنادین میں نوے ہزار کی جمعیت بھیجی ہے اور تجھ کو اس کا قائد و سپہ سالار بناتا ہوں اسی وقت تو اجنادین کو روانہ ہو جا اور دمشق والوں کی مدد کرو اور کچھ دستہ ہائے فوج کو اس کام کے لئے مقرر کر دے کہ فلسطین سے مسلمانوں کی فوج کو اس طرف آنے سے روکتے رہیں تا کہ مسلمانوں کی منتشر قوت ایک جگہ مجتمع نہ ہو سکے۔

یہ خط ہرقل نے ڈاک کے گھوڑے پر روانہ کیا جو بہت جلد وردان کے پاس پہنچا اس کو پڑھ کر وردان کا رنج وغم کسی قدر کم ہوا اور اس نے فوراً اجنادین کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کی وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی رومی لشکر بڑی کثیر تعداد میں شان وشوکت وساز وسامان کے ساتھ جمع ہوا ہے اور سب کے سب اس کے استقبال کو آرہے ہیں جب قریب پہنچے ادب کے ساتھ وردان کو سلام کیا اور اس کے بیٹے کی موت پر تعزیت نامہ پیش کیا وردان نے سب کا شکریہ ادا کر کے ہرقل کا فرمان ان کو پڑھ کر سنایا جس میں لکھا تھا کہ لشکر اجنادین کا افسر وردان کو مقرر کیا جاتا ہے اس کو سب نے غور سے سنا اور بسر وچشم وردان کی قیادت کو تسلیم کیا۔

فتح دمشق کے لئے مسلمانوں کی تیاری

اب مسلمانوں کا حال سنو! حضرت خالدؓ بن ولید وردان کو شکست دیکر دمشق کے باب مشرقی پر حصار مضبوط کرنے کو تشریف لائے ہی تھے کہ دفعتہً عباد بن سعد حضرمی حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کاتب وحی کے پاس سے اس مضمون کا خط حضرت خالد کے نام لے کر حاضر ہوئے کہ اے امیر! اجنادین سے نوے ہزار کی تعداد میں ٹڈی دل رومی لشکر آپ کے مقابلہ کو روانہ ہو گیا ہے اس کے مقابلہ کیلئے جلد تدبیر وسامان کر لینا چاہیے۔ والسلام۔

حضرت خالدؓ یہ خبر سن کر حضرت ابو عبیدہؓ کے خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امین الامۃ یہ عباد بن حضرمی جو حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کاتب وحی کے فرستادہ بصریٰ سے آئے ہیں۔ اطلاع دیتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے وردان کو اجنادین کی سپاہ کا قائد بنا کر ہمارے مقابلہ کیلئے بھیجا ہے جس کی شمار نوے ہزار ہے۔

اس کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے۔

حضرت ابو عبیدؓ نے فرمایا اے ابو سلیمان![1] تم دیکھ رہے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ملک شام میں متفرق مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں چنانچہ شرحبیلؓ بن حسنہ ارض بصریٰ میں اپنی فوج کے ساتھ مقیم ہیں اور معاذ بن جبلؓ حوران میں یزید بن ابی سفیانؓ بلقاء میں نعمان بن مغیرہؓ تدمر میں اوز عمرو بن العاصؓ فلسطین میں۔ پس میری رائے یہ ہے کہ ان سب کو اس مضمون کا خط لکھ دیا جائے کہ سب ہم سے آ کر مل جائیں اس کے بعد ہم دشمن کے مقابلہ کا ارادہ کریں گے ہم کو اللہ تعالیٰ سے نصرت و معونت کی امید ہے۔ حضرت خالدؓ نے یہ رائے پسند کی اور فوراً حضرت عمرو بن العاصؓ کے نام مندرجہ ذیل مضمون کا خط لکھا۔

بسم الله الرّحمٰن الرّحيم

اما بعد! فان اخوانكم المسلمين [2] قدعولوا على المسير الى اجنادين فان هناك تسعين الفا من الروم وهم يريد ون المسير الينا يريدون [3] ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون. فاذاوصل اليك كتابي هذافاقدم علينا بمن معك الى اجنا دين تجدنا هناك ان شاء الله تعالىٰ والسلام عليك وعلى من معك من المسلمين [4] ورحمة الله وبركاته۔

ترجمہ:۔ اما بعد تمہارے مسلمان بھائیوں نے اجنا دین کی طرف کوچ کا ارادہ کرلیا ہے کیونکہ وہاں نوے ہزار رومیوں کا اجتماع ہو رہا ہے اور وہ ہماری طرف

---

(۱) یہ حضرت خالدؓ کی کنیت ہے۔۱۲منہ

(۲) لم يقل انى قد عزمت على كذا احترازا عن التكبر بل قال ان اخوانكم المسلمين قد عولوا على كذا. ۱۲منه

(۳) مااحسن موقعه من هذا المقام فقد جمع بين الانذار والتبشير فافهم. ۱۲ ظ

(۴) فيه من حسن معاشرة الصحابة حيث سلم على جميع اخوانه المسلمين وله تاثير فى القلوب ياخذ بمجامعها. ۱۲ ظ

آنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کے نور (اسلام) کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پوری طرح پھیلا کر رہیں گے گو کافر اس سے جلتے رہیں پس میرے خط کو دیکھتے ہی تم مع اپنی فوج کے اجنادین پہنچ جاؤ انشاء اللہ ہم کو بھی وہیں پاؤ گے والسلام علیک وعلی من معک من المسلمین ورحمة اللّٰه وبرکاته۔ اور اسی مضمون کے خطوط تمام امراء کے نام بھیجے گئے جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔

اس کام سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو کوچ کا حکم دیا چنانچہ فوراً ہی خیمے اکھاڑ کر اونٹوں پر لادے گئے اور سامان غنیمت گھوڑوں پر رکھا گیا اور اسلامی لشکر نعرہ تکبیر لگاتا ہوا اجنادین کو روانہ ہوا۔ اس وقت حضرت خالدؓ نے امیر عسکر امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ سے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ لشکر کے پچھلے حصے میں مال غنیمت اور عورتوں، بچوں کی حفاظت کے لئے آپ مجھ کو مقرر کر دیں اور بہادر صحابہ کو لیکر اگلے حصے میں آپ رہیں، حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ میں پیچھے رہوں اور مقدمۃ الجیش میں تم رہو کیونکہ اگر دشمن کی فوج وردان کی ماتحتی میں ہمارے لشکر پر آپڑی اور تم سب سے آگے ہوئے تو وہ آسانی کے ساتھ عورتوں بچوں اور مال غنیمت تک نہ پہنچ سکیں گے بلکہ تم ان کو اسی جگہ روک دو گے اور میں آگے ہوا تو وہ مجھ کو تو تھوڑی دیر میں پسپا کر دیں گے۔

حضرت خالدؓ نے عرض کیا بہت اچھا میں آپ کی مخالفت نہیں کر سکتا آپ پیچھے ہی رہیں میں آگے بڑھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو بآواز بلند اس طرح ہوشیار کیا کہ اے دوستو! تم اس وقت ایک بڑے لشکر کے مقابلہ کو جا رہے ہیں پس اپنی ہمتوں کو جگاؤ اور دلوں کو سمجھا لو کہ خدا تعالیٰ نے تم سے نصرت وحمایت کا وعدہ کیا ہے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ یاد رکھو غلبہ کا مدار لشکر کی شمار پر نہیں بلکہ صبر واستقلال اور خدائے ذوالجلال کی مدد پر ہے۔

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين ۔[البقرة:۲۴۹][۱]

یہ نصیحت کر کے حضرت خالدؓ آگے بڑھے اور لشکر کو ساتھ لے کر اجنادین کی طرف متوجہ ہوئے ۔اور حضرت ابوعبیدہؓ ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ عورتوں بچوں اور غنیمت کی نگہبانی کے لئے پیچھے رہ گئے ۔

اہل دمشق نے جو یہ منظر دیکھا وہ یہ سمجھے کہ مسلمانوں کا لشکر اجنادین کی رومی جمعیت کی خبر سننے سے خوفزدہ ہو گیا اور ملک شام سے فرار ہونا چاہتا اور شکست کھا کر یہاں سے پسپا ہو کر جا رہا ہے اس لئے دمشق والوں کے حوصلے بڑھنے لگے اور انہوں نے مسلمانوں کے تعاقب کا ارادہ کیا مگر چند عقلاء نے ان کو توقف کی رائے دی کہ پہلے یہ تو دیکھ لو کہ مسلمانوں نے کونسا راستہ اختیار کیا ہے ۔اگر وہ بعلبک کی سڑک پر جا رہے ہیں تو شکست کھا کر نہیں بھاگے بلکہ بعلبک وحمص کو فتح کرنے جا رہے ہیں اور اگر سرج لاہط کا راستہ اختیار کیا ہے تو بے شک وہ حجاز کی طرف بھاگنا اور ملک شام کو خیر باد کہنا چاہتے ہیں ۔

لیکن عوام کالانعام عقلاء کی باتوں پر کب کان دھرتے ہیں سب نے ان کو بے وقوف بنایا اور کہا مسلمانوں کی حالت موجودہ صاف بتلا رہی ہے کہ وہ اجنادین کے لشکر سے مرعوب ہو کر بھاگ رہے ہیں اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ خواہ مخواہ راستوں کے امتحان سے اس کا فیصلہ کیا جائے ۔

مسلمانوں کے خلاف بولص کی تیاری

اس کے بعد سب کے سب بولص کے پاس گئے جو بڑا بہادر اور نصاریٰ میں بہت معزز تھا ۔ ہرقل تک اس کی عظمت کرتا تھا ۔اور کم بخت شہسوار تیر انداز بھی غضب کا

---

(۱) بارہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب ہوئی اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔

تھا چنانچہ ایک دفعہ اس نے ایک درخت پر تیر مارا تو درخت کے اندر گھس گیا اسی سے اس کی کلائی کی قوت کا اندازہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ تمام رومیوں میں مشہور ہو گیا جس پر بولص کو ناز تھا مگر اب تک یہ شخص مسلمانوں کے مقابلہ میں کبھی نہ آیا تھا۔

جب اہل دمشق اس کے پاس آئے تو اس نے پوچھا کہ میرے پاس کیوں آئے ہو کس مصیبت نے تم کو گھیرا؟ لوگوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر تو حیات ابدی کا طالب اور ملک و بادشاہ اور مسیح کی نظر میں باوقعت بننا چاہتا ہے تو مسلمانوں کا تعاقب کر اور اس دستہ فوج کو جو سب سے پیچھے رہ گیا ہے اپنے قبضہ میں کر لے اور غلبہ کی توقع دیکھے تو سارے لشکر کا مقابلہ کر کے مسلمانوں کو شکست دیدے۔

بولص نے کہا میں اس وقت تک تم سے صرف اسلئے الگ ہو رہا ہوں کہ تم دشمن کے مقابلہ میں بہت بودے کم ہمت اور بزدل واقع ہوئے ہو جاؤ مجھے اہل عرب سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اہل دمشق نے کہا کہ ہم انجیل کی اور دین مسیح کی قسم کھا کر تجھ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر تو ہماری قیادت منظور کر لے گا تو ہم ضرور ثبات قدمی دکھلائیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پسپا نہ ہو گا اور جو شخص بھی دشمن سے بھاگے تو فوراً اس کی گردن مار دینا کوئی تجھ سے باز پرس نہ کرے گا۔

بولص نے سب سے پختہ عہد لیکر قیادت منظور کی اور گھر جا کر سلاح حرب زیب تن کرنے لگا تو اس کی بیوی نے پوچھا ہتھیار کیوں لگا رہے ہو، کہاں کا ارادہ ہے؟

بولص: میں عربوں کے تعاقب میں جا رہا ہوں کیونکہ اہل دمشق نے مجھے اپنا حاکم و قائد تسلیم کر لیا ہے۔

بیوی: تم ایسا ارادہ نہ کرو اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے رہو کیونکہ میں نے آج کی رات ایک وحشتناک خواب دیکھا ہے جس سے مجھ کو تیرے اوپر خطرہ ہے۔

بولص: تو نے کیا خواب دیکھا ہے ذرا میں بھی تو سنوں۔

بیوی: میں نے یہ دیکھا کہ تو اپنی تیر کمان سے پرندوں کا شکار کر رہا ہے اور وہ

یکے بعد دیگرے گر رہے ہیں مگر گرتے ہی فوراً اوپر کو اڑ جاتے ہیں۔ میں پرندوں کی اس حالت سے تعجب کر رہی ہوں کہ دفعتہً ایک بادل گرجتا ہوا تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر گر پڑا کچھ دیر تو تم نے اس کا مقابلہ کیا پھر الٹے پاؤں بھاگ پڑے اور وہ بادل جس پر بھی حملہ کرتا ہے فوراً ہلاک کر دیتا ہے اس کے بعد ہیبت کی وجہ سے میں رونے لگی اور اسی حالت میں بیدار ہوگئی۔

بولص: کیا تو نے مجھے بھی میدان جنگ میں پچھڑا ہوا دیکھا ہے۔

بیوی: ہاں تجھے ایک بڑے شہسوار نے پچھاڑا تھا۔

بولص نے یہ سن کر بیوی کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اور کہا تیرا ناس ہو مسیح تجھے کبھی خوشخبری نہ سنائے اہل عرب کا خوف تیرے دل میں ایسا جاگزیں ہوا ہے کہ تو خواب میں بھی ان کو دیکھنے لگی۔ اب تو میں ضرور ان کے مقابلہ کو جاؤں گا اور (خاکم بدہن) ان کے امیر کو تیری خدمت کے لئے غلام بناؤں گا اور اس کے لشکر سے بکریاں اور سور چرانے کا کام لوں گا۔

بیوی: تم جو چاہو کرو میں نے تمھاری خیر خواہی سے اتنی بات کہہ دی تھی۔

بولص: اپنی بیوی کو دھمکا کر باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دمشق کے لشکر کا جائزہ لینے لگا تو چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اس کے سامنے آئے جو تمام بہادروں میں منتخب اور جنگ آزمودہ تھے۔ اس جمعیت کو دیکھ کر بولص خوش ہوا اور مسلمانوں کے تعاقب میں چل پڑا۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ لشکر کے پچھلے حصہ میں تھے اس لئے بولص کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا کہ مٹھی بھر ایک ہزار آدمی تو ایک حملہ میں گرفتار ہو سکتے ہیں اگر موقع ہوا تو اسلامی لشکر کے اگلے حصہ کو بھی دیکھ لیں گے ورنہ پچھلا حصہ ہی قبضہ میں کر لینا بڑی کامیابی ہے۔ وہ اس خیال کو دل میں لئے ہوئے بڑی سرعت کے ساتھ قدم بڑھا رہا تھا کہ حضرت ابوعبیدہ کے جاسوس نے ان کو خبردار کیا کہ دشمن آپ کے تعاقب میں غبار اڑتا ہوا سر پر آ پہنچا اور تھوڑی دیر میں آپ محصور ہوا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ سولہ ہزار کی جمعیت ہے اور

آپ کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے پیچھے مڑ کر غبار کو دیکھا تو فرمایا بے شک دمشق والوں کے حوصلے ہماری کوچ سے بلند ہو گئے اور اب وہ ہمارے اندر طمع کرنے لگے یہ بات پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ سیلاب کی طرح دشمن کی فوج سر پر آ پہنچی جس کے آگے آگے بولص تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ منظر دیکھ کر اپنے سواروں سمیت بولص کا رخ کیا کہ دفعتہً اس کے بھائی بطرس نے مال غنیمت اور عورتوں کی جماعت پر حملہ کر کے مال غنیمت کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا اور چند عورتوں کو گرفتار کر کے دمشق کی طرف واپس ہو گیا اور کچھ دور جا کر اپنے بھائی کا انجام دیکھنے کو ٹھہر گیا۔

اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا واللہ! خالد بن ولیدؓ(۱) ہی کی رائے صحیح تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے رہنا چاہتے اور مجھے آگے کرنا چاہتے تھے مگر میں نے ان کی رائے کو نہ مانا اس لئے دمشق والوں کے حوصلے بڑھ گئے اگر خالد پیچھے ہوتے تو ان کو اس قدر جرات نہ ہوتی اور ہوتی بھی تو وہ بہت جلد ان کو پسپا کر دیتے یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ بولص حضرت ابو عبیدہؓ کے ارادہ سے آگے بڑھا۔ جھنڈے اور صلیبیں اس کے سر پر سایہ کر رہی تھیں اور وہ ان کے جھرمٹ میں بے باکانہ قدم بڑھاتا چلا آرہا تھا کہ مسلمانوں نے اس کو پیش قدمی سے روکا اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی مسلمان صرف ایک ہزار تھے اس لئے ان کے بچے اور عورتیں بولص کے بے شمار لشکر کے حملے سے گھبرا گئے اور زمین سحورا کے غبار نے ان کو ایک دوسرے سے ایسا چھپا دیا کہ گویا مسلمان اس میدان میں تھے ہی نہیں۔

---

(۱) حضرات صحابہؓ کی للّٰہیت ملاحظہ ہو، کس طرح ایک سردار اپنے ہم سر کی تعریف کرتا اور اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے۔۱۲ ط

بولص کی گرفتاری

سہیل بن صباح کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوعبیدہؓ بری طرح گھر گئے اور بہادروں کے حوصلے بھی پست ہونے لگے تو میں نے اپنا نیزہ سیدھا کیا اور گھوڑے کی باگیں چھوڑ کر تیزی کے ساتھ حضرت خالدؓ کے پاس پہنچنے کی کوشش کی میرا گھوڑا بہت تیز صبا رفتار تھا اس لئے تھوڑی دیر بھی نہ گزری کہ میں حضرت خالدؓ کے لشکر سے جا ملا اور میں نے ان کو چلا کر پکارا کہ اے امیر جلدی حضرت ابوعبیدہؓ کی اور مسلمانوں کے بال بچوں کی خبر لیجئے کہ دمشق کی دوش نے ان کو گھیر لیا اور کچھ عورتوں بچوں کو گرفتار بھی کر لیا ہے اور ان پر ایسی بلائے بے درمان نازل ہوئی ہے جس کی مدافعت ان کی طاقت سے باہر ہے حضرت خالدؓ نے یہ خبر سن کر فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون میں نے تو حضرت ابوعبیدہؓ سے پہلے ہی کہا تھا کہ مجھے لشکر کے پچھلے حصے میں رہنے دیجئے مگر خدا کو امر مقدر پورا کرنا تھا اس لئے انہوں نے میری بات نہ مانی (۱) اس کے بعد فوراً رافع بن عمیرہ طائیؓ کو ایک ہزار شہسواروں کا افسر بنا کر آگے چلنے کا حکم دیا پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ کو دو ہزار کا افسر بنا کر ان کے پیچھے روانہ کیا اور ان کے بعد باقی ماندہ لشکر کو لیکر حضرت خالدؓ بنفس نفیس دشمن کو پامال کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

---

(۱) یہ ہے حضرات صحابہ کی تہذیب اور نیک نیتی کہ اس وقت حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کی شان میں کوئی کلمہ تنقیص وتحقیر کا استعمال نہیں کیا صرف یہ فرمایا کہ تقدیر میں یہ بات لکھی ہوئی تھی اس لئے وہ میری بات کیونکر مان لیتے اس عنوان میں ان کی طرف سے ایک عذر بھی بیان کر دیا۔ مسلمانو! یاد رکھو جو افسر دوسرے افسر کی تحقیر کرتا ہے وہ اپنی وقعت بھی رعایا کے دل سے کم کرتا ہے کیونکہ جب رعیت اپنے ایک افسر کو نظر حقارت سے دیکھنے کی عادی ہوگی تو رفتہ رفتہ تمام افسروں کا رعب اس کے دل سے نکل جائے گا۔ پس یہ صورت عقل کے بھی خلاف ہے اور شریعت کے بھی اس سے بہت بچنا چاہئے، افسوس آج کل ہم کو اس طرف اصلا التفات نہیں اس لئے رہنمایان قوم ایک دوسرے کی تذلیل وتحقیر کے درپے ہیں جس کا انجام بد ان کے سامنے آتا ہے۔ ۱۲ منہ

حضرت ابو عبیدہؓ ابھی تک ثبات قدمی کے ساتھ بولص کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے اور پورے جوش کے ساتھ رومیوں کے حملوں کو روک رہے تھے کہ اسلامی پرچم حضرت خالدؓ کے سر پر لہراتا ہوا ان کو نظر آیا جس کو دیکھتے ہی حضرت ابو عبیدہؓ کے لشکر نے بیک آواز نعرہ تکبیر بلند کیا اور بولص کی فوج میں زلزلہ آ گیا حضرت خالدؓ کے لشکر نے یہاں پہنچتے ہی چاروں طرف سے بولص کے لشکر کا محاصرہ کیا اور اپنے شیرانہ حملہ سے فوج دشمن میں تہلکہ ڈال دیا جس سے صلیبیں سرنگوں ہو گئیں رومی جھنڈے جھک گئے اور بولص کی فوج کو اپنی کم بختی کے دن نظر آنے لگے کہ دفعتہً حضرت ضرار بن ازور آگ بگولہ بنے ہوئے بولص کی طرف بڑھے۔ بولص ان کو اپنی طرف نیزہ سیدھا کئے ہوئے دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا بدن پر لرزہ پڑ گیا اور حضرت ابو عبیدہؓ کی خوشامد کرنے لگا کہ اے عربی سردار تم کو اپنے دین کی قسم اس شیطان کو میرے پاس سے ہٹا دو اور تم خود مجھے اپنے ہاتھ سے مار دو۔ حضرت ضرارؓ نے ہنس کر فرمایا واقعی اگر میں تیرے مارنے میں کمی کروں تو شیطان ہوں گا۔ یہ کہہ کر نیزہ سے حملہ کیا مگر بولص اسی وقت گھوڑے سے کود کر بھاگ پڑا حضرت ضرارؓ نے بھی اپنا گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا اور تھوڑی ہی دور پر جا پکڑا اور فرمایا شیطان سے بچ کر تو کہاں جا سکتا ہے پھر چاہا کہ تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیں کہ بولص نے یہ کہہ کر ان کو روکا کہ اے عربی تو مجھے زندہ ہی گرفتار کر لے کہ میرے زندہ رہنے میں مسلمانوں کی ان عورتوں اور بچوں کی زندگی ہے جو میرا بھائی ابھی گرفتار کر کے لے گیا ہے۔ حضرت ضرارؓ یہ سن کر رک کے اور ان کو بھی بولص کا زندہ گرفتار کر لینا قرین مصلحت معلوم ہوا۔ چنانچہ مشکیں باندھ کر اسے مضبوط جوانوں کی حفاظت میں دیدیا گیا یہ تو بولص کی کیفیت تھی اور اس کی باقیماندہ فوج کی یہ حالت ہوئی کہ چھ ہزار میں سے سو سے زیادہ بچ کر نہیں بھاگے۔

مسلمان عورتوں کی گرفتاری اور ان کی بہادری

اسلامی لشکر اس مہم کو سرانجام دے چکا تو حضرت ضرارؓ کو معلوم ہوا کہ گرفتار شدہ

عورتوں میں ان کی بہن خولہ بنت ازورؓ بھی ہیں اس کا ان کو بہت صدمہ ہوا (کیونکہ حضرت خولہؓ حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھیں گو شجاعت میں بھی خاص حصہ رکھتی تھیں مگر گرفتار قیدی شجاعت کیا دکھلا سکتا ہے اس وقت تو ان کی عفت وعصمت کی سب سے زیادہ فکر تھی) اس لئے حضرت ضرارؓ فوراً حضرت خالدؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو اس سانحہ سے خبردار کیا حضرت خالدؓ نے فرمایا اے ضرار گھبراؤ نہیں ہم نے بھی رومیوں کی ایک بڑی تعداد گرفتار کر لی ہے اور تم نے ان کے افسر بولص کو قید کر رکھا ہے (جس کے معاوضہ میں ہمارے سب قیدی رہا ہو جائیں گے) اور میں بہت جلد مسلمانوں کی عورتوں بچوں کو دشمن کے پنجہ سے چھڑانے کو جانے والا ہوں اور دمشق تک اس کے تعاقب کا ارادہ کر رہا ہوں۔

اس کے بعد ایک ہزار کی جمعیت اپنے ساتھ لی اور باقی لشکر کو حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ اجنادین کی طرف روانہ کیا تا کہ وردان کے لشکر کو اسلامی مفتوحہ علاقہ کی طرف بڑھنے کی جرات نہ ہو۔ پھر رافع بن عمیرہؓ طائی اور میسرہ بن مسروق عبسی اور ضرار بن ازور رضی اللہ عنہم کو اپنے لشکر کا مقدمۃ الجیش بنا کر دمشق کی طرف سب سے آگے بھیجا تا کہ پطرس کی فوج کا پتہ لگائیں اور گرفتار شدہ مسلمان عورتوں کی خبر لائیں اور خود ایک ہزار لشکر کے ساتھ اطمینان سے روانہ ہوئے۔

پطرس مسلمان عورتوں کو گرفتار کر کے اسی وقت میدان سے ہٹ گیا اور دمشق کی طرف روانہ ہو گیا تھا مگر ایک نہر پر پہنچ کر اس نے پڑاؤ کر دیا اور لشکر سے کہا کہ مجھے اپنے بھائی بولص کا انتظار ہے جب تک اس کی خبر نہ مل جائے میں یہاں سے آگے نہ بڑھوں گا اور دمشق میں بھائی سے الگ ہو کر داخل نہ ہوں گا اس کے بعد حکم دیا کہ گرفتار شدہ مسلمان عورتیں اسکے سامنے پیش کی جائیں چنانچہ وہ سامنے لائی گئیں تو خولہ بنت ازور کو اس نے اپنے واسطے منتخب کیا اور کہا کہ ان کے بارے میں کوئی شخص طمع نہ کرے یہ میری ہو چکیں۔

لشکر نے کہا بے شک یہ تمہارے قابل اور تم اس کے قابل ہو اس کے بعد

درباریوں نے بقیہ عورتوں کے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ میری ہے اور وہ فلانے کی ہے اور ہر ایک نے اپنے واسطے ایک ایک کو منتخب کرلیا اس تقسیم سے فارغ ہو کر سب کی رائے یہ ہوئی کہ بولص کے لشکر کا انجام دیکھ کر اس تقسیم کو نافذ کیا جائے اور اس وقت تک ان سب کو ایک خیمہ میں نظر بند رکھا جائے جب یہ سب عورتیں خیمہ کے اندر بھیج دی گئیں تو خولہ بنت ازور کھڑی ہوئیں اور سب عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا۔

اے خاندان حمیر کی شاہزادیو! اے قوم تبع کی یادگار! کیا تم کو یہ گوارہ ہے کہ رومی کتے تمہاری عصمت وعفت کو برباد کریں اور تمہارے بچے ان کی غلامی کریں۔ آج تمہاری وہ شجاعت و بسالت کیا ہوئی جس کے چرچے عرب کے قبیلوں اور دیہات وشہر کی مجلسوں میں ہم سنا کرتے تھے کیونکہ اس وقت میں تم کو اس صفت سے بالکل کورا دیکھ رہی ہوں۔ میری رائے میں تو ان سب مصیبتوں کے مقابلہ میں ہمارا جان سے مارا جانا بہت آسان ہے۔

خولہ بنت ازورؓ تقریر کر کے بیٹھنے نہ پائی تھیں کہ عفرہ بنت غفار ان کو جواب دینے کھڑی ہوئیں اور کہا اے بنت ازور! تم سچ کہتی ہو خدا کی قسم ہماری شجاعت وبسالت ویسی ہی ہے جیسی تم نے سنی ہم نے بڑے بڑے معرکوں میں کارنمایاں کئے اور بڑے بڑے میدان فتح کئے ہیں۔ ہم گھوڑے کی سواری کے عادی اور رات کو سفر کرنے پر دلیر ہیں۔ مگر بہادری تو تلوار اور ہتھیار ہی سے ظاہر کی جاسکتی ہے۔ اور ہم تو اچانک غفلت کی حالت میں دشمن کے پنجوں میں اس حالت سے گرفتار ہو گئے کہ کسی کے پاس ایک بھی ہتھیار نہیں اب تو ہم بکری بھیڑوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اپنی بہادری کا جوہر کیونکر دکھلائیں۔

حضرت خولہؓ نے جواب دیا کہ اے حمیر و تبع کا نام زندہ رکھنے والی شاہزادیو! تم قدم بڑھاؤ اور ان خیمے کے ستون اور اس کی میخیں نکال کر ان مردودوں پر حملہ کردو خدا سے امید ہے کہ وہ ہماری مدد کرے گا یا ہم کو اس عار سے نجات مل جائیگی جس کے تصور سے بھی ہم کو وحشت ہوتی ہے۔ عفرہ بنت غفار نے یہ تدبیر سن کر شکریہ ادا کیا اور کہا

خدا کی قسم تم نے ایسی بات بتلائی جو ہماری تمنا کے عین موافق ہے۔

اس کے بعد سب عورتیں کھڑی ہوگئیں اور خیمہ کے ستون بانس وغیرہ نکال کر سب نے بیک آواز نعرہ تکبیر بلند کیا آگے آگے خولہ بنت ازورتھیں اور ان کے پیچھے عفرہ بنت غفار وام ابان بنت عتبہ وسلمہ بنت ذارع ولبنیٰ بنت حازم ومزرعہ بنت عملوق وسلمہ بنت النعمان وغیرہ وغیرہ۔

جب یہ میدان میں آگئیں تو حضرت خولہؓ نے ان کو تاکید کی کہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہونے پائے بلکہ حلقہ باندھ کر سب ساتھ رہو اگر ایک دوسرے سے الگ ہوگئی تو دشمن غالب آجائے گا اس کے بعد فرمایا کہ ان ستونوں اور بانسوں سے دشمن کے نیزوں اور تلواروں کو بے کار کردو اور ان کے گھوڑوں پر قبضہ کر کے سوار ہو جاؤ اس نصیحت سے فارغ ہو کر حضرت خولہؓ نے حملہ میں پیش قدمی کی اور ایک رومی کے سر پر خیمہ کا ستون مارا جس کے پڑتے ہی وہ زمین پر لوٹنے لگا رومی اس منظر کو دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ کیا قصہ ہے کسی نے کہا کہ مسلمانوں کی عورتیں خیمے کے ستون اکھاڑ کر ہم سے لڑنے کو آمادہ ہوگئی ہیں۔

یہ سن کر پطرس جھلا گیا اور للکار کر عورتوں سے کہنے لگا تمھارا ناس ہو یہ کیا نا معقول حرکت ہے۔ عفرہ بنت غفارؓ نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ ہماری حرکتیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں اب ہم ان ستونوں سے تمھاری کھوپڑیاں توڑ کر ناک کے راستے تمہارا بھیجا نکال دیں گے اور بہت جلد تم کو دوزخ کے تنور میں جھونک دیں گے۔

پطرس یہ جواب سن کر آگے بڑھا اور فوج کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ ان پر تلوار سے حملہ نہ کرو نہ کسی کو جان سے مارو بلکہ سب کو زندہ گرفتار کرلو۔ اور خولہ بنت ازورؓ کو جو گرفتار کرے خبردار اس کو ذرہ برابر ایذا نہ پہنچائے۔ یہ کہہ کر پطرس نے اپنی فوج سے سب کا محاصرہ کر کے بیچ میں ان کو لے لیا اور زندہ گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر اس کی کس کو مجال تھی کیونکہ جو بھی آگے بڑھتا تھا عورتیں اس کے گھوڑے کی ٹانگوں پر ستون اور بانس مار کر اسے گرا دیتیں اور قتل کر کے اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیتیں

تھوڑی ہی دیر میں ان سولہ عورتوں نے تیس مردوں کو جان سے مار دیا اور سب کی سب گھوڑوں پر سوار نیزہ، تلوار اور ہر قسم کی ہتھیاروں سے مکمل ہو گئیں۔
یہ منظر دیکھ کر بطرس کے غصہ کی کچھ انتہا نہ رہی وہ گھوڑے سے کود پڑا اور اس کا لشکر بھی پیادہ پا ہو گیا پھر سب نے مل کر تلوار اور تیر و تفنگ سے عورتوں پر حملہ کر دیا عورتیں بھی برابر ایک دوسرے کو جوش دلا رہی اور یوں کہہ رہی تھیں کہ بزدلوں کی طرح جان نہ دینا بہادروں کی طرح عزت کی موت مرنا! اور حضرت خولہ ان اشعار سے اپنی بہنوں کو جوش دلا رہی تھیں۔

نحن بنات تبع و حمیر　　　وضربنا فی الحرب لیس ینکر

لاننا فی الحرب نارتسعر　　　الیوم تسقون العذاب الاکبر

ہم تبع حمیر کی بیٹیاں ہیں۔ لڑائی میں ہماری شمشیر زنی سے کوئی نا آشنا نہیں ہے۔ ہم لڑائی میں آگ کے شعلہ کی طرح بھڑکتے ہیں۔ آج تم کو سخت عذب کا مزا چکھایا جائے گا۔
پطرس نے حضرت خولہؓ کے یہ اشعار سنے اور ان کے حسن و جمال پر ایک نظر ڈالی تو اس کا دل پہلو سے نکلنے لگا اور بے تاب ہو کر کہنے لگا کہ اے عربی عورت بس کر بس کر میں تیری ایسی عزت کروں گا کہ خوش ہو جائیگی۔ کیا تیرے واسطے یہ تھوڑی بات ہے کہ مجھ جیسا شخص تیرا خادم اور غلام ہو جس سے تمام نصرانی ڈرتے اور شاہ ہرقل تک میری تعظیم کرتا ہے۔ علاوہ ازیں میرے پاس بہت سے گاؤں بہت سے پرگنے (جاگیر) اور ہر قسم کا مال اور سب قسم کے مویشی بھی ہیں جو سب تیرے قدموں پر نثار ہیں جس سے تو دمشق والوں کی آقا اور سردار بن جائے گی۔ تو اپنی جان پر رحم کر اور اپنے ہاتھوں اپنی موت کو نہ بلا۔ خولہؓ نے جواب دیا ارے ملعون ہزاروں ملعونوں کے بچے خدا کی قسم اگر مجھے موقعہ مل گیا تو میں تیرا سر گردن سے الگ کر دوں گی میں تو تجھے اپنے اونٹوں کا چرواہا بنانا بھی گوارہ نہیں کرتی۔ اپنا شوہر اور ہمسر بنانا تو ضرور گوارا کروں گی۔
اس جواب سے پطرس آگ بگولہ ہو گیا اور اپنے لشکر کو للکار کر کہنے لگا کہ بس

بس اب ان پر رحم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں یکبارگی حملہ کردو اور سب کو جان سے مار ڈالو۔ اگر تم ان سے بھی ہار گئے تو ملک شام میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے لوگ ہمیشہ تم کو یہ طعن دیا کریں گے کہ یہ عورتوں سے ہار گئے تھے۔ مسیح بن مریم کے غصہ سے ڈرو اور سب کو پوری طرح گھیر کر فنا کردو۔ چنانچہ رومیوں نے ایک زبردست حملہ کیا اور پیش قدمی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا مگر یہ عورتیں بھی پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر جمی ہوئی تھیں انہوں نے بہت دلیری کے ساتھ ان کی پیش قدمی کو روکا اور جو آگے بڑھا اس کو جہنم رسید کیا۔

یہ جنگ اسی طرح جاری تھی کہ حضرت خالد کا لشکر بھی آ پہنچا ان کو دور سے میدان میں غبار اٹھتا اور تلواریں چمکتی ہوئی نظر آئیں تو اپنے دوستوں سے فرمایا کوئی ہے جو ان لوگوں کی خبر لائے۔ رافع بن عمیرہ طائی آگے بڑھے کہ میں اس خدمت کو انجام دینا چاہتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے گھوڑے کی باگیں چھوڑ دیں اور بہت جلد مسلمان عورتوں کے جان بازانہ حملہ کو دیکھ کر واپس ہوئے اور حضرت خالدؓ کو ساری کیفیت سے خبردار کیا حضرت خالدؓ یہ خبر سن کر بے ساختہ بولے اے رافع! تعجب نہ کرو یہ عورتیں تبع اور عمالقہ کی نسل سے ہیں ان کے بڑے بڑے کارنامے مشہور ہیں اور اگر یہ خبر صحیح ہے جو تم کہہ رہے ہو تو وہ ہمیشہ کے لئے عرب کی سب عورتوں پر سبقت لے گئیں اس خبر کو سن کر مسلمانوں کے چہرے خوشی سے جگمگانے لگے اور حضرت ضرارؓ فوراً آگے بڑھے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا اے ضرار سنبھل کر کام کرو جلدی نہ کرو جو شخص اطمینان سے کام کرتا ہے وہ اپنی تمنا میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

حضرت ضرارؓ نے عرض کیا کہ مجھے اب صبر نہیں میں اپنی بہن کی امداد میں توقف نہیں کرسکتا حضرت خالدؓ نے فرمایا مطمئن رہو انشاء اللہ اب فتح ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ بھی تیزی کے ساتھ آگے بڑھے اور لشکر اسلام نے بھی گھوڑے چھوڑ دیئے۔

جب دشمن کے قریب پہنچ گئے تو حضرت خالدؓ نے فرمایا اے قوم سب کے سب

میدان میں پھیل کر دشمن کی فوج کا محاصرہ کرلو اس طرح امید ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو چھڑانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پھر حضرت خالدؓ آگے بڑھے تو عورتوں کو گھمسان کی لڑائی میں گھرا ہوا پایا۔

ادھر حضرت خولہؓ نے اسلامی پرچم حضرت خالدؓ کے سر پر لہراتا ہوا دیکھا تو جوش مسرت میں بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے اور اپنے ساتھ والیوں کو جوش دلانے لگیں کہ اے تبع کی شاہزادیوں رب کعبہ کی قسم! تمہاری فتح کا وقت آ گیا تمہارے بہادر سردار شہسوار تمہاری مدد کو آ پہنچے ہمت کرو حوصلہ بڑھاؤ اور رومی لشکر کو تہہ و بالا کردو۔

ادھر پطرس نے جو محمدی لشکر کا پرچم لہراتا ہوا دیکھا تو اس کا دل دھڑکنے لگا شانے پھڑکنے لگے اور لرزہ براندام ہو گیا اور اس کا لشکر بھی حواس باختہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا۔ پطرس سنبھلا اور چلا کر عورتوں سے کہنے لگا اے بہادر عورتو! میرے دل میں اب تمہارے متعلق شفقت ورحمت پیدا ہو گئی ہے کیونکہ ہمارے بھی بہنیں بیٹیاں ہیں۔ میں نے تمہارا قصور معاف کیا اور صلیب کے صدقہ میں سب کو آزاد کیا۔ تم اپنے سرداروں کو بھی اس کی اطلاع کر دینا۔ یہ کہہ کر وہ لشکر اسلامی کی طرف متوجہ ہونا چاہتا تھا کہ اس کو دو شہسوار قلب لشکر سے نکل کر اس کی طرف آتے ہوئے نظر آئے جن میں ایک تو زرہ بکتر سے پوری طرح آراستہ تھا دوسرا ننگے بدن ایک لمبا نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ حضرت خالد اور حضرت ضرار تھے جو شیر کی طرح گھوڑے دوڑائے چلے آ رہے تھے حضرت خولہ نے اپنے بھائی کو دیکھ کر دور ہی سے پکارا کہ اے بھائی تم کہاں ہو ادھر آؤ۔

پطرس اور بولص کا انجام

اب تو پطرس کی جان نکل گئی اور خوشامد کے ساتھ کہنے لگا اے خولہ تم اپنے بھائی سے مل لو میں نے تم کو اسکے حوالہ کر دیا یہ کہہ کر پیچھے کو ہٹا اور میدان سے بھاگ پڑا

حضرت خولہؓ نے تعاقب کیا اور مذاق کے طور پر فرمایا کہ بہادروں کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ محبت والفت ظاہر کر کے جفا اور بے وفائی پر کمر باندھنے لگیں۔

پطرس نے کہا اب میرے دل سے تمہاری محبت کا ولولہ جاتا رہا مجھے معاف کرو حضرت خولہ نے کہا لیکن مجھے تو بہر حال تمہاری محبت کا حق ادا کرنا ضروری ہے یہ کہہ کر اس کے پیچھے گھوڑنے کو ڈال دیا اور حضرت ضرار بھی اسی کی طرف متوجہ ہوئے جب دونوں نے اس کو جا گھیرا تو پطرس کہنے لگا اے عربی تو اپنی بہن کو لے جا، خدا برکت دے وہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ قبول فرمائیے۔

حضرت ضرارؓ نے فرمایا میں نے ہدیہ قبول کیا اور شکریہ کے طور پر اس کا بدلہ بھی تم کو دینا چاہتا ہوں جو سوائے نیزے کی نوک کے اور کچھ نہیں اس کو تم میری طرف سے قبول کرو۔ یہ کہہ کر حضرت ضرار نے اس کی طرف نیزہ کو سیدھا کیا اور حضرت خولہ نے دوڑ کر اس کے گھوڑے کی ٹانگوں پر تلوار ماری تا کہ آگے نہ بڑھ سکے گھوڑے نے ادھر ٹھوکر کھائی ادھر پطرس منہ کے بل زمین پر گرا اور گرتے گرتے حضرت ضرار نے اس کی کوکھ میں اس طرح نیزہ مارا کہ دوسری طرف سے پار ہو گیا۔

حضرت خالدؓ نے اس وار کو دیکھ کر بلند آواز سے شاباشی دی کہ اے ضرار خدا تجھے خوش رکھے خوب نیزہ مارا اور جو اس طرح نیزہ بازی کرتا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے باقی ماندہ رومی لشکر پر یورش کی۔ بس ایک چکر سے زیادہ نہ ہوا تھا کہ تین ہزار رومی قتل ہو گئے اور رہے سہے گرفتار یا فرار ہو گئے جن کا دمشق کے قریب تک مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ جب یہ بھاگے ہوئے رومی دمشق کے دروازہ پر پہنچے تو کسی نے ان کے لئے دروازہ بھی نہ کھولا کیونکہ وہ اسلامی لشکر سے اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ دروازہ کھولنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی آخر کار مسلمان مظفر و منصور وہاں سے واپس ہوئے۔

اور گھوڑے اور ہتھیار اور سامان غنیمت جمع کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کے لشکر

میں جا ملنے کو روانہ ہوئے اس وقت حضرت ضرار نے پطرس کا سر اپنے نیزے کی نوک پر اٹھا رکھا تھا اسی شان سے حضرت خالد کا لشکر مرج الصفیر میں حضرت ابو عبیدہ کے لشکر سے مل گیا اور دونوں طرف سے جوش مسرت میں نعرۂ تکبیر بلند کیا گیا مسلمان آپس میں ملنے لگے ایک دوسرے کو سلام کیا مبارکباد دی پھر حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کے سامنے خولہ بنت ازور اور ان کے ساتھیوں کے کارنامے کا تذکرہ کیا سب کو سن کر بے انتہا خوشی ہوئی اور مسلمانوں کو یقین ہو گیا ہے کہ ملک شام ہمارا ہو چکا کیونکہ ہماری عورتیں بھی رومی لشکر کو کچھ حقیقت نہیں سمجھتیں۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے بولص کو بلایا اور فرمایا کہ اسلام لے آ ورنہ تیرا بھی وہی حشر ہوگا جو تیرے بھائی کا ہوا وہ گھبرا کر کہنے لگا کہ میرے بھائی کے ساتھ تم نے کیا کیا فرمایا ہم نے اس کو مار ڈالا اور یہ اس کا سر تیرے سامنے ہے یہ سنتے ہی حضرت ضرارؓ نے اس کا سر بولص کے سامنے پھینک دیا جس کو دیکھ کر وہ رونے لگا اور کہنے لگا کہ بھائی کے بعد مجھے زندہ رہنے کی کچھ خوشی نہیں یہ سنتے ہی حضرت خالدؓ کے حکم سے میتب بن یحییٰ فزاری نے بولص کی گردن پر ایک تلوار ماری اور سر تن سے جدا کر دیا۔ (۱)

---

(۱) یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے بولص کو غلام کیوں نہ بنالیا؟ قتل کی کیا ضرورت تھی جواب یہ ہے کہ سلاطین و نواب غلامی کو قتل سے بھی بدتر سمجھتے ہیں اگر اس کو غلام بنایا جاتا تو یقیناً کسی وقت موقع پا کر فرار ہو جاتا یا مسلمانوں میں رہ کر جاسوسی کرتا اور اپنے بھائی کے خون کا انتقام لینے کی فکر میں رہتا اس لئے غلام نہ بنایا اور ہر چند کہ یہ احتمالات اس کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں بھی تھے کہ شاید وہ نفاق کے ساتھ مسلمان ہوتا اور دل میں مسلمانوں سے عداوت رکھتا اور انتقام لینے کیلئے موقع کا منتظر رہتا مگر اسلام ظاہر کر دینے کے بعد ہمارے ذمہ اسلام کا قبول کر لینا اور ان احتمالات کو دل سے نکال دینا فرض ہے کہ اس وقت سیاسی مصالح پر خاک ڈال دینا اور معاملے کو خدا کے سپرد کر دینا واجب ہے (.... بقیہ اگلے صفحہ پر)

اجنادین کی طرف لشکر اسلام کی پیش قدمی

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب وحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالدؓ کو اجنادین میں نوے ہزار رومیوں کے اجتماع کی جب خبر دی ہے تو حضرت خالدؓ نے حضرت شرحبیلؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور یزید بن ابی سفیانؓ وغیرہ تمام قائدان عسکر اسلام کو اجنادین میں جمع ہو جانے کے لئے خطوط روانہ کئے تھے سب حضرات نے خط دیکھتے ہی اجنادین کا رخ کیا اور حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ نے بھی بولص اور پطرس کا مع ان کے فوج کے خاتمے کر کے اجنادین کی طرف کوچ کیا۔

حضرت سفینہ مولی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں معاذ بن جبلؓ کے لشکر میں تھا میں نے دیکھا کہ تمام قائدان عسکر اسلام ماہ صفر ۲۰ھ کی ایک ہی تاریخ میں اجنادین پہنچ گئے گویا سب کے سب ایک ہی قافلہ میں آ رہے تھے چنانچہ ہر لشکر دوسرے لشکر کو دیکھ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور یہی اسلام کی بہت بڑی حقانیت ہے کہ اس نے دشمن کے ہاتھ میں اپنی جان بچا لینے کیلئے ایک بہت آسان تدبیر اور مضبوط ڈھال دیدی ہے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم) کہہ دے اس کے بعد اہل اسلام اس کا کچھ بھی نہیں کر سکتے بلکہ اس کلمہ کو زبان سے ادا کر دینے کے بعد اگر کوئی اس کو مار دے تو مسلمان اس کی جان کے لاگو ہو جاتے ہیں تو یہ ایسی آسان تدبیر ہے کہ جس کے ذریعے سے دشمنان اسلام اپنی جان کو بہت آسانی کے ساتھ بچا کر مسلمانوں کے گھر کے بھیدی بن کر ان کو نقصان پہنچا سکتا ہے مگر مذہب اسلام نہایت فراخدلی کے ساتھ کفار کو اس تدبیر سے منتفع ہونے کا موقع دیتا ہے اور ان خطرات کا پرواہ نہیں کرتا جو اس سے پیدا ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کو حقانیت پر بھروسہ ہے اس کو یقین ہے کہ ایک مرتبہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دینا اثر سے خالی رہنے والا نہیں یہ ضرور دشمن کے دل کو موم اور حقانیت کا غلام اور اسلام کا خیر خواہ بنا دیگا الا نادر او النادر کالمعدوم فاعتبروا یا اولی الابصار ۱۲ مترجم)

کر اسکی طرف ملاقات اور سلام ومصافحہ کے لیے دوڑتا تھا اور باہم اسلامی اجتماع سے سب کے دل تازہ ہور ہے تھے اس کے بعد ہم نے رومی لشکر کو سامنے سے آتا ہوا دیکھا جس کا شمار کرنا بھی ناممکن تھا جب وہ ہمارے قریب پہنچے تو اپنی زینت وآرائش کو پوری طرح ظاہر کرنے لگے پھر لشکر کی ترتیب دی گئی تو کل ساٹھ لائنیں تھیں ہر لائن میں ایک ہزار سوار تھے (کل ساٹھ ہزار ہوئے یہ تو لشکر کا اگلا حصہ تھا اور پچھلے حصے میں تیس ہزار اور تھے جو بعد میں پہنچے کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ رومیوں کی کل تعداد میدان اجنادین میں نوے ہزار تھی ۱۲)

ضحاک بن عروہ کہتے ہیں کہ ہم عراق میں بھی گئے تھے کسریٰ کے لشکر بھی ہم نے دیکھے مگر رومی لشکر کے برابر ہتھیار اور شمار کسی بادشاہ کے لشکر کی نہیں دیکھی اگلا دن ہوا تو رومی لشکر نے ہماری طرف پیش قدمی شروع کی یہ صورت دیکھ کر ہم بھی ہوشیار اور آمادۂ کارزار ہو گئے حضرت خالدؓ نے فوراً سوار ہو کر اسلامی صفوف کے درمیان گشت لگانا شروع کیا اور اس طرح تقریر کی۔

مسلمانو! خوب سمجھ لو اس دن کے بعد تم ایسا رومی لشکر کبھی نہ دیکھو گے اگر خدا نے اس لشکر کو تمہارے ہاتھوں شکست دیدی پھر کبھی وہ اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہوسکیں گے پس سچے دل سے جہاد کرو اور دل کھول کر اپنے دین کی مدد کرو۔ اور خبر دار دشمن کو پشت نہ دکھلانا ورنہ اس کا انجام جہنم کا عذاب ہوگا باہم کندھے ملالو اور مضبوط ہاتھوں سے تلوار چلانا اور اپنے ارادوں کو ہوشیار کرلو اور جب تک میں حکم نہ دوں حملہ نہ کرنا۔

وردان نے اسلامی لشکر کی صف بندی دیکھی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کر کے اس طرح تقریر کی۔

اے بنوالاصفر! خوب سمجھ لو بادشاہ کو تمہارے اوپر بڑا اعتماد ہے اگر آج تم نے شکست کھائی تو پھر کبھی نہ سنبھل سکو گے اور یہ عرب تمہارے ممالک پر قبضہ کرلیں گے اور تمہارے بیوی بچوں کو قید کر کے غلام بنالیں گے پس استقلال سے کام لو اور یکدم سے حملہ کرو متفرق طور سے حملہ نہ کرنا اور غور سے دیکھ لو کہ تم مسلمانوں سے تین حصے زیادہ ہو

ان کے ایک آدمی کے مقابلے میں ہم تین تین آدمی ہیں اب بھی اگر تم بھاگے تو بڑی بے غیرتی ہے۔

حضرت ضرارؓ کی بہادری

جب دونوں لشکر حملہ کے لیے تیار ہو گئے تو حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو للکارا کہ اے اسلامی جماعت! تمہارے اندر کون بہادر ایسا ہے کہ جو رومی لشکر پر تنہا حملہ کر کے ان کے دلوں میں رعب ڈال دے یہ آواز سنتے ہی حضرت ضرارؓ بن ازور سامنے آئے کہ اے امیر! اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں حضرت خالدؓ نے فرمایا ہاں، ہاں خدا کی قسم تم اس کے لائق ہو۔ مگر اے ضرار! جب تم رومی لشکر کے قریب پہنچ جاؤ تو خبردار اپنی جان کو ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کرنا جو تمہاری طاقت سے باہر ہو اور اپنے نفس کو دھوکہ میں نہ ڈالنا کہ سارے لشکر پر حملہ کردو (اور ان کے بیچ میں گھس جاؤ کہ خدا نے اس کا حکم نہیں کیا اس کا ارشاد یہ ہے کہ اپنی جانوں کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو! حضرت ضرارؓ نے اس نصیحت کو سن کر گھوڑے کی باگیں چھوڑ دی اور ہوا بن کر رومی لشکر کی طرف چلے۔

وردان کی نظر اسلامی لشکر کی طرف لگی ہوئی تھی اس نے حضرت ضرارؓ کو تنہا اپنے لشکر کی طرف آتا ہوا دیکھا تو اس نے اپنے بہادروں سے کہا کہ یہ سوار اسلامی جاسوس معلوم ہوتا ہے کوئی ہے جو اس کو میرے پاس پکڑ لائے اس آواز کے ساتھ ہی تیس رومی جوان تیار ہوئے اور حضرت ضرارؓ کو گرفتار کرنے چلے۔ جب یہ نزدیک آ گئے تو حضرت ضرارؓ ان کے آگے سے بھاگ پڑے رومی جوان یہ سمجھے کہ ہم سے ڈر کر بھاگے ہیں حالانکہ وہ ان کو وردان کے لشکر سے دور لا کر مقابلہ کرنا چاہتے تھے (کیونکہ حضرت خالدؓ نے فرمادیا تھا کہ جان بوجھ کر اپنے کو خطرے میں نہ ڈالنا) رومی جوان بھی ان کے تعاقب میں دور تک چلے آئے تو انہوں نے دفعۃً اپنے گھوڑے کی باگ موڑ کر اپنا نیزہ سیدھا کیا اور ایک سوار کو گرا دیا پھر دوسرے کو گرایا اور جان سے مار ڈالا اس کے بعد شیر

کی طرح ایسا زبردست حملہ کیا کہ تین چار کو گرادیا جس سے رومی جوانوں کے دلوں میں رعب چھا گیا اور وہ سب الٹے پاؤں بھاگے۔

حضرت ضرارؓ نے دور تک ان کا تعاقب بھی کیا یہاں تک کہ انیس جوان مار ڈالے جب دیکھا کہ اب رومی لشکر قریب آ گیا تو ان سب کا سامان اور گھوڑے لے کر حضرت خالد کے پاس واپس آ گئے حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ میں نے تم سے کیا کہا تھا؟ کیا میں نے تم کو طاقت پر ناز کرنے اور اپنے کو خطرے میں ڈالنے سے منع نہ کیا تھا؟ حضرت ضرار نے جواب دیا کہ رومی مجھے پکڑنا چاہتے تھے تو مجھے خدا سے شرم آئی کہ وہ مجھے کافروں کے سامنے سے بھاگتا ہوا دیکھے اس لیے میں نے خالصاً للہ سچے دل سے ان پر حملہ کیا اور خدا نے میری مدد کی بخدا اگر مجھے آپ کی ملامت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں رومیوں کے پورے لشکر پر حملہ کئے بغیر واپس نہ ہوتا۔

اے امیر خالد! یقین جانو! یہ سارا لشکر ہمارے لیے غنیمت ہے انشاء اللہ ہم ان پر غالب آئیں گے (کیونکہ گو دیکھنے میں وہ بہت ہیں مگر دل کے تھوڑے ہیں)۔

حضرت خالدؓ اور بہادر خواتین کی گفتگو

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے لشکر اسلام کو ترتیب دینا شروع کیا میمنہ میسرہ اور ہراول پر بڑے بڑے بہادر جلیل القدر صحابہ کو مقرر کر کے صفیں آراستہ کیں پھر خاتونانِ اسلام کی طرف چلے جن میں حضرت خولہ بنت ازورؓ عفیرہ بنت غفار، مزروعہ بنت عملوک، سلمہ بنت ذارع، لبنٰی بنت سوار کے علاوہ ام ابان بنت عتبہ بھی تھیں جن کی شادی میدان جنگ ہی میں ہوئی تھی اور اب تک ان کے ہاتھوں میں شب زفاف کی مہندی اور سر میں عطر خلوق کی خوشبو باقی تھی آپ نے ان بہادر عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے خاندان تبع اور عمالقہ کی یادگار! اور اے سرداران عرب کی بیٹیو! تم نے وہ کارنامے کیے ہیں جو ہمیشہ تمہارا نام روشن رکھیں گے تم نے اپنے پروردگار کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی بہادری سے خوش کیا ہے۔ خدا نے تمہارے لئے جنت کے دروازے اور دشمن کے

لیے آگ سے بھری ہوئی خندقیں کھول دی ہے۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے اگر رومیوں کی کوئی جماعت یا پلٹن تمہاری طرف آ نکلے۔ تو اس کو موت کے گھاٹ اتار دینا اور اگر کسی مسلمان کو میدان سے بھاگتا ہوا دیکھو تو خیمہ کی چوبیں اور پہاڑ کے پتھر اس کے لئے تیار رکھنا چوبوں اور پتھروں سے اس کے گھوڑے کا منہ پھیر دینا اور بال بچوں کو دکھا کر کہنا کہ ان کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو اس طرح تم مسلمانوں کو جنگ پر پہلے سے زیادہ مستعد بنا دو گی۔

خاتونان اسلام نے جواب دیا اے امیر! خدا کی عزت اور جلال کی قسم ہم کو تو زیادہ خوشی اس وقت ہوگی جب آپ ہم کو لشکر کے آگے بڑھا دیں پھر دیکھئے کہ ہم ان رومیوں کو میدان جنگ میں آنے کا کیسا مزہ چکھاتیں ہیں۔ حضرت خولہ بنت ازور نے کہا کہ اے امیر آپ کچھ فکر نہ کریں ہم کو خدا پر بھروسہ ہے اور کسی کے حملے کا اندیشہ نہیں۔

حضرت خالدؓ کی مجاہدین اسلام کے سامنے تقریر

حضرت خالدؓ نے بہادر عورتوں کا جوابات سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کو دعائیں دیتے ہوئے لشکر اسلام کی صفوں مین چکر لگانے لگے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا اور بلند آواز سے فرمایا اے اسلام کے جان نثارو! جہاد میں ثابت قدم رہو اپنے دین کی حفاظت ونصرت کے لئے دل کھول کر لڑو اور اپنے بیوی بچوں کو دشمن کے حوالہ کر کے بھاگنے کا وسوسہ دل میں نہ لاؤ کہ اس میں دنیا کی بھی رسوائی ہے اور آخرت کی بھی بربادی۔ میرے دوستو! یہاں نہ تمہارے واسطے مضبوط قلعے ہے جن میں پناہ لے لو نہ کمین گاہیں اور خندقیں ہیں جن میں چھپ رہو بس تم ہو اور تلوار ہے اور میدان ہے شانوں سے شانیں ملا لو تلواروں کو نیام سے باہر کر لو بھالے نیزے سیدھے کر لو تیروں کو کمانوں پر چڑھا لو اور تیر چلانے میں اس بات کا خیال رکھو کہ ساری فوج کے تیر ایک ساتھ کمانوں سے نکلیں گویا ایک ہی کمان سے نکل رہے ہیں جنت کے لئے تیار ہو جاؤ اور جب تک میں حکم نہ دوں اس وقت تک حملہ نہ کرو۔ یاایھا الذین امنوا اصبرو

وصابروا ورابطوا واتقو اا للّٰہ لعلکم تفلحون[آل عمران: ۲۰۰] اے ایمان والو! صبر واستقلال سے کام لو دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو اور حدود اسلام کی نگہبانی کرو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ رومیوں کے اس لشکر کو شکست دیدینے کے بعد تمہارا مقابلہ ان جیسے بہادروں اور سرداروں سے نہ ہو گا مسلمان جو پہلے ہی سے جہاد کے مشتاق تھے حضرت خالد کی تقریر سے بہت زیادہ جوش میں بھر گئے۔ ہر شخص تلوار سونتے ہوئے نیزے اور تیر سیدھا کئے ہوئے میدان میں کود پڑنے کو تیار ہو گیا حضرت خالد فوج کا چکر لگا کر قلب لشکر میں ٹھہر گئے جہاں حضرت عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، قیس بن حبیرہ، رافع بن عمیرہ طائی، ذوالکلاع حمیری، میتب بن نجیہ فزاری بڑے بڑے صحابہ موجود تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

میدان جنگ میں پادری کی حضرت خالدؓ سے گفتگو

تھوڑی دیر یہاں توقف فرما کر آپ نے آہستہ آہستہ لشکر اسلام کو آگے بڑھانے شروع کیا وردان نے یہ منظر دیکھا تو اس نے اپنے لشکر کفر کو حرکت دی جس کے سپاہیوں سے تمام زمین پھٹی پڑی تھی۔ رومیوں نے صلیبوں اور جھنڈوں کو آگے بڑھایا اور کفر کی گیت گاتے ہوئے مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے۔ جب دونوں لشکر میدان جنگ میں آگئے تو ایک بوڑھا سیاہ زرہ پہنے ہوئے رومیوں کے صف سے نکلا اس کے ساتھ چند رومی اور بھی تھے مسلمانوں کے لشکر کے قریب آ کر بوڑھے نے بلند آواز سے کہا کہ تمہارا سردار کون ہے مجھے ان سے چند باتیں کرنی ہے یہ سنتے ہی حضرت خالدؓ شیر کی طرح لشکر اسلام کی طرف سے اس کے پاس جا پہنچے اور دونوں میں اس طرح گفتگو ہونے لگے۔

پادری: کیا آپ ہی مسلمانوں کے سردار اور اس فوج کے افسر ہیں۔

حضرت خالدؓ: ہاں جب تک میں خدا کی طاعت اور اس کے سچے رسول ﷺ

کی سنت پر قائم ہوں اس وقت تک یہ لوگ مجھے اپنا امیر سمجھے ہوئے ہیں اور اس سے ذرہ بھی سرمو تجاوز کروں تو پھر نہ میری اطاعت ان پر لازم نہ مجھے حکومت کا کوئی حق۔

پادری: تم اسی بات کی وجہ سے غالب و فاتح ہوا گر تم اس طریقے سے ذرا بھی ہٹو گے تو پھر کبھی فاتح نہیں بن سکتے اس کے بعد کہنے لگا کہ اے سردار عرب تم نے اس وقت اس سرزمین کی طرف قدم بڑھایا ہے کہ جس کی طرف رخ کرنے کی کسی بادشاہ کو بھی جرأت نہیں ہوئی، فتح کرنا تو بہت دور رہا۔ شاہ فارس نے اس کا خیال خام پکایا تھا مگر منہ کی کھا کر لوٹ گیا۔ جرامقہ نے فوج کشی کی اور ہزار ہا قربانیاں کی مگر ناکام واپس ہوئے اب تم آئے ہو اور اس میں شک نہیں کہ تم نے کچھ فتوحات بھی حاصل کیں مگر یاد رکھو کہ ہمیشہ فتح نہیں ہوا کرتی اب تک ہمارے بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ اہل عرب کے پاس کوئی باقاعدہ منظم طاقت نہیں نہ متمدن سلطنتوں میں ان کا شمار ہے تمہاری طرف التفات نہیں کیا تھا مگر جب تم نے ہمارا کچھ علاقہ مفتوح کرلیا تو وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہوا ہے۔

لیکن میرے مذہب کے معزز ارا کین اور لشکر کے ذمہ دار افسروں نے محض ہمدردی انسانی کے غرض سے مجھے آپ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ ہم تمہارے ہر سپاہی کو ایک ایک دینار اور ایک ایک جوڑا اور امیر لشکر کو سو اشرفیاں اور دس جوڑے اور خلیفہ اسلام حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک ہزار اشرفیاں اور سو جوڑے دینے کو تیار ہیں اگر تم اپنے لشکر کو ہمارے ملک سے ہٹالو ورنہ یاد رکھو کہ ہمارے ٹڈی دل لشکر کے آگے تمہاری مٹھی بھر جماعت کی کچھ ہستی نہیں اور یہ بھی سمجھ لینا کہ یہ لشکر ویسا نہیں جیسا ابتک تمہارے مقابلہ میں آتا رہا بلکہ اس میں شاہ ہرقل نے چن چن کر بہادر جرنل اور تجربہ کار جنگ آزمودہ جوان بھرتی کیے ہیں تم اپنی جانوں پر رحم کرو اور ملک شام کی فتح کی ہوس نہ کرو۔

حضرت خالدؓ: جب تک تم ہماری تین باتوں میں سے کسی ایک بات کو نہ مانو گے ہم ہرگز نہ لوٹیں گے یا تو ہمارا مذہب اختیار کرلو پھر ہم تم بھائی بھائی ہوجائیں گے

یا ہماری رعیت بننا قبول کرو اور جزیہ ادا کرو (جو حفاظت اور نگہبانی کا ٹیکس ہے) اس صورت میں تم اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہو اور ہم اپنی جان کے برابر تمہاری حفاظت کریں گے کوئی شخص تمہاری جان و مال و آبرو پر حملہ نہ کر سکے گا اور اگر کریگا تو ہم تمہاری پوری امداد کریں گے۔ اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوتو لڑائی کا میدان ہے اور تم ہو پھر تلوار ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ اور تم نے جو اپنے ٹڈی دل لشکر سے ہمیں ڈرایا ہے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی برحق محمد ﷺ کی زبانی نصرت و مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ بشارت بھی دی ہے کہ ہماری حکومت قیصر و کسریٰ کے پایۂ تخت تک پہنچ کر رہے گی اگر تم نے ہمارے مقابلہ کا ارادہ کیا تو بہت جلد دیکھو گے کہ تمہارے کپڑے اور قیمتی جوڑے اور تمہارا سونا چاندی بلکہ تمہارا سارا ملک ہمارے قبضے میں ہوگا اور تمہاری اولاد اور بیویاں، بیٹیاں ہمارے غلام اور باندیاں ہونگیں۔

پادری: اس برجستہ اور دلیرانہ جواب سے مرعوب ہو کر کہنے لگا کہ اچھا میں آپ کا یہ جواب وردان تک پہنچا دونگا۔ آگے وہ جانے اور اس کا کام۔

رومی اور مسلمانوں میں لڑائی کے احوال

حضرت خالدؓ تو پادری کو رخصت کر کے اپنے لشکر میں آئے اور وردان نے جواب کو سن کر کہا کہ جن لوگوں سے اب تک ان کا مقابلہ ہوا ہے ہم کو بھی ویسا ہی سمجھ لیا ہے ہم نے جس قدر لڑائی کو ڈھیل دی اور ان لوگوں کی طرف سے بے فکری ظاہر کی اسی قدر ملک گیری کی ہوس ان کے دلوں میں زیادہ ہوگئی بس اب لڑائی کی دیر ہے کہ یہ لوگ خاک و خون میں تڑپتے ہوئے نظر آئیں گے وردان نہایت جوش میں تھا اور اس نے اسی وقت لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا پیدل فوج جس کے ہاتھوں میں تیر کمان اور برچھے تھے سب سے پہلے میدان کی طرف بڑھی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے رومی فوج کی پیش قدمی دیکھ کر مسلمانوں کو للکارا کہ میرے دوستو! جنت کے دروازے تمہارے لئے کھل گئے رحمت کے فرشتے نزدیک

آ گئے حوران بہشتی تمہارے انتظار میں بناؤ سنگار کرتی ہوئی بے قرار ہیں'' ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ ''[توبہ : ۱۱۱] بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید چکے ہیں اب یہ جان تمہاری جان نہیں بلکہ خدا کی ہو چکی پھر اس کو خدا کے حوالہ کرنے میں پس و پیش نہ ہونا چاہیے اس کی چیز اس کو دیدو اور اپنی چیز جلدی سے لے لو تا کہ دائمی زندگی اور راحت کی زندگی حاصل ہو ہاں ہاں حملہ کرو خدا تمہارے حملے میں برکت دے۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا اے معاذ ذرا صبر کرو میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں یہ کہہ کر اپنے صفوں کو اس خوبی سے مرتب کیا کہ وہ پہاڑ کی طرح کھڑی ہوئی نظر آنے لگیں ہر سپاہی کا مونڈھے سے مونڈھا ملا ہوا تھا اور قدم سے قدم پھر فرمایا کہ یہ لشکر تم سے دگنا ہے ذرا لڑائی کو عصر کے وقت تک ٹلاتے رہو کیونکہ اسی وقت ہمارے رسول اللہ ﷺ نے اکثر فتح پائی ہے اور دیکھو پیٹھ دے کر بھاگنے سے ہمیشہ بچتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تم کو ہر وقت دیکھ رہے ہیں اور وہ اس مسلمان کو پسند نہیں کرتے جو دشمن خدا کے سامنے سے بھاگے اچھا اب خدا کا نام لے کر حملہ کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے حکم کی دیر تھی کہ لڑائی شروع ہو گئی۔

رومیوں کے ارمنی دستہ نے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کئے جن سے چند آدمی شہید اور کچھ زخمی ہو گئے چونکہ حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو لڑائی کے ٹالنے کا حکم دیا تھا اس لئے مسلمانوں کی طرف سے بھرپور وار نہ ہوتا تھا۔ رومی برابر اپنا حوصلہ بلند کئے ہوئے بڑھے چلے آرہے تھے کہ حضرت ضرارؓ یہ صورت دیکھ کر تڑپ گئے اور حضرت خالد کے پاس حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اب کس بات کی دیر ہے اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے انوار کی تجلی ہم کو منور فرما رہی ہے ایسا نہ ہو کہ دشمنان خدا ہم کو بزدل اور سست سمجھنے لگے آپ جلدی ہم کو بھرپور حملے کا حکم دیں اگر وقت عصر کا انتظار ہے تو چند جوانوں کو حکم دیجئے کہ لشکر کفر پر سختی کے ساتھ حملہ کر کے ان کی پیش قدمی کو روکے اور حملے کے وقت تک لڑائی کو طول دیتے رہیں۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ اے ضرار اس کام کے لئے بھی تم ہی موضوع ہو جلدی سے آگے بڑھو اور رومیوں کے دلوں میں رعب ڈالو حضرت ضرارؓ نے کہا کہ خدا کی قسم میرے دل میں اس سے زیادہ کسی چیز کی محبت نہیں ضرار اپنی جان کو اللہ کے ہاتھوں بیچ چکا ہے یہ کہہ کر آپ نے بولص کی زرہ پہنی اور منہ پر نقاب ڈالا اور پطرس کے گھوڑے پر جو ہاتھی کی کھال کا نمدہ تھا اس کو اپنے گھوڑے پر کسا اور اسی کا لباس پہن کر گھوڑے پر بیٹھے تو بالکل رومی سوار معلوم ہوتے تھے گھوڑے کی باگ دشمن کی طرف پھیر کر ایک آن میں رومی لشکر کے قریب جا پہنچے۔ اور برچھا سنبھال کر صفوں میں گھس گئے رومیوں نے آپ پر تیر برسانے اور پتھر پھینکنے شروع کئے مگر اس خدا کے شیر کو کوئی چیز روکنے والی نہ تھی وہ برابر صفیں چیرتے اور بہادروں کو کاٹتے ہوئے چلے جا رہے تھے یہ ایسا زبردست حملہ تھا کہ جس میں تیس جوان پیدل اور سوار موت کے گھاٹ اتر گئے اس حملے نے رومی فوج میں ہلچل ڈال دی وہ آپ کی بہادری اور مردانگی کو حیرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے کہ آپ نے سر سے خود اور چہرے سے نقاب ہٹا کر ان کو للکارا کہ اے بنو الاصفر میں ہوں ضرار بن ازور جس نے وردان کے بیٹے حمران کو موت کی نیند سلا دیا ہے میں رحمٰن کے منکروں کے لئے بلائے درمان ہوں جس کو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کرنا ہو تو میرے سامنے آئے۔

رومیوں نے آپ کی صورت دیکھی تو پہچان گئے اور الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے ان کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی پیش قدمی رکی اور تھوڑی دیر میں الٹی گنگا بہنے لگی وردان نے اپنے بہادروں سے پوچھا کہ یہ کون بدوی ہے جس کے حملے سے مرعوب ہو کر تم پیچھے ہٹنے لگے لوگوں نے کہا کہ یہ وہی ہے جو کبھی ننگے بدن لڑتا ہے کبھی ایک بہانے سے حملہ کرتا ہے وردان نے حضرت ضرارؓ کا نام سنا تو بے ساختہ ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کہ میرے لخت جگر کا قاتل یہی ہے میری دلی خواہش ہے کہ اپنے پیارے بیٹے کا اس سے انتقام لوں اور میں سچ کہتا ہوں کہ جو شخص میرا بدلہ اس سے لیگا وہ جو کچھ مانگے گا اس کو دونگا ایک بہادر یہ سن کر آگے بڑھا جو والی طبر یہ تھا اور حضرت ضرار کا پورا

جوڑ تھا اس نے کہا کہ میں آپ کا بدلہ لینے کو جاتا ہوں آپ بےفکر رہیں یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کی باگ حضرت ضرارؓ کی طرف موڑی اور تین گھنٹے تک دونوں بہادر فن حرب کے جوہر دکھاتے رہے آخر میں حضرت ضرارؓ نے نیزہ کا ایسا جچا تلا بھرپور وار کیا کہ زرہ کو چیرتا ہوا اس کے کلیجے کے پار ہو گیا اور والئ طبریہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔

وردان کہنے لگا کہ یہ بھی اس کو گرفتار نہ کر سکا اور پکڑ بھی لاتا تو میں یقین نہ کرتا اب میں اپنے سوا کسی کو اس کے مقابلہ میں بھیجنا نہیں چاہتا یہ کہہ کر وہ ایک عربی گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک زرہ کے اوپر دوسری زرہ پہنی جس میں موتی ٹکے ہوئے تھے سر پر تاج رکھا اور اس شان سے میدان کا رخ کیا کہ فوراً والئ عمان نے اس کے رکاب کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ کو ایک بدوی کے مقابلہ کو جانا مناسب نہیں اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں مگر یہ بتلا دیجئے کہ اگر میں اس کو مارنے یا گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو اس کے صلہ میں کیا آپ مجھے اپنے دامادی کی عزت سے نوازکر اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دیں گے وردان نے کہا اس صورت میں اس عزت کا مستحق تم سے زیادہ کوئی نہیں ہو سکتا اپنی بیٹی کو ضرور تیری نظر کرونگا یہ سارا لشکر اور اس کے تمام افسر میرے اس وعدہ پر گواہ ہیں۔

یہ سن کر والئ عمان آگ بگولہ ہو کر حضرت ضرارؓ کی طرف آیا اور سامنا ہوتے ہی وار کر دیا حضرت ضرارؓ نے بڑی ہوشیاری سے اس کے وار کو خالی دے کر جوابی حملہ کیا اور اب دونوں میں وار پر وار ہونے لگے اور دیر تک دونوں لڑائی کے جوہر دکھاتے رہے یہاں تک کہ لوگ گھبرا گئے تو حضرت خالدؓ نے ضرار بن ازور کو للکارا کہ یہ سستی اور دیر کیسی؟ دوزخ تمہارے حریف کے انتظار میں ہے اور اللہ عزوجل تم کو دیکھ رہا ہے ہوشیار خبردار مردانہ وار حملہ کر کے جلد اس دشمن کو ٹھکانے لگاؤ حضرت ضرارؓ اس تنبیہ سے جوش میں بھر گئے ادھر رومیوں نے بھی والئ عمان کو للکار کر ابھارا جس سے وہ بھی مستعد ہو کر حملہ کرنے لگا مگر کسی کا پلہ بھاری نہ ہوا دن چڑھ گیا آفتاب آگ برسانے لگا دونوں بہادر پسینے پسینے ہو گئے گھوڑوں میں دم نہ رہا تو والئ عمان نے اشارہ کیا کہ گھوڑوں کو چھوڑ کر پیادہ ہو جانا چاہئے۔ حضرت ضرارؓ نے بھی اپنے گھوڑے پر رحم کر کے زمین پر اترنے کا ارادہ کیا کہ

اتنے میں والیٔ عمان کا غلام اس کے لئے دوسرا گھوڑا لاتا ہوا نظر آیا اس کو دیکھتے ہی حضرت ضرارؓ نے چلا کر اپنے گھوڑے سے کہا کہ تھوڑی دیر کے لئے اور چست و چالاک بن جا ورنہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک مزار پر جا کر تیری شکایت کرونگا گھوڑا یہ سن کر ہنہنایا اور ٹاپیں بھرنے لگا حضرت ضرارؓ نے اس کو غلام کی طرف دوڑالیا اور والیٔ عمان کے پاس پہنچنے سے پہلے اس کا کام تمام کر کے دوسرے تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے گھوڑے کو اسلامی لشکر کی طرف چھوڑ دیا اس کے بعد آپ والیٔ عمان کی طرف لپکے اس نے یہ دیکھ کر کہ تازہ دم گھوڑا ان کے قبضہ میں آ چکا ہے اپنی ہلاکت کا یقین کرلیا حضرت ضرارؓ نے بھی اس کی صورت سے تاڑ لیا کہ اب اس کے دل میں بہادری کا نام ونشان باقی نہیں اور نہ اس میں حملے کا حوصلہ۔ چاہا کہ ایک وار میں کام تمام کردوں کہ دفعتہً رومی فوج کا ایک دستہ والیٔ عمان کی امداد کو چل پڑا کیونکہ وردان نے آثار سے سمجھ لیا تھا کہ اگر اس وقت اپنے بہادر کی مدد نہ کی گئی تو کوئی دم کا مہمان ہے اس لئے اپنے ساتھ دس جوانوں کو لے کر بڑی تیزی سے والیٔ عمان کی امداد کو چلا۔

حضرت خالدؓ نے ان لوگوں کو میدان کی طرف آتے ہوئے اور وردان کے سر پر تاج چمکتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس دستہ میں فوج کا افسر ہے کیونکہ تاج افسر ہی کے سر پر ہوا کرتا ہے فوراً اسلامی لشکر کو آواز دی کہ تم میں سے بھی دس بہادر اپنے بھائی کی امداد کو پہنچ جائے تاکہ پلہ برابر رہے اس کے بعد سب سے آگے حضرت خالدؓ بڑھے اور ان کے پیچھے پیچھے دس چیدہ بہادر نکلے سب نے گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دی اور بڑی تیزی کے ساتھ حضرت ضرارؓ کی طرف چلے جو نہایت جوانمردی کے ساتھ رومی دستہ کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے تھے۔

حضرت خالدؓ نے قریب پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا کہ اے ضرار! اے ابن ازور! گھبراؤ نہیں ان کافروں سے خوف نہ کرنا خدا نے تمہارے لئے مدد بھیج دی ہے حضرت ضرارؓ نے جواب دیا کہ بے شک خدا کی نصرت قریب ہے حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچتے ہی چاروں طرف سے رومی دستہ کو گھیر لیا اور ان کو بیچ میں لے کر ایک ایک

بہادر نے ایک ایک رومی کی طرف رخ کیا، وردان کو حضرت خالدؓ نے للکارا او نامرد! ادھر آ تجھ کو شرم نہیں آتی کہ میرے ایک جوان کے مقابلے میں گیارہ گیارہ آدمی بھیجتا ہے اور انتہا ہی نامردی یہ کہ تو خود بھی میدان میں آ گیا حالانکہ افسر کو صرف افسر کے مقابلے میں نکلنا چاہئے۔ اس معقول الزام کو سن کر وردان نے مارے ندامت کے گردن جھکا لیں اس کی آنکھ اوپر کو نہ اٹھتی تھی مگر اب سوا مقابلہ کے چارہ کیا تھا۔

کیونکہ حضرت خالدؓ کی شمشیر براں اس کے سر پر چمکنے والی تھی اس نے مجبورا شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر حضرت خالدؓ پر سختی کے ساتھ حملہ کیا ادھر والی عمان کی یہ حالت تھی کہ اس کے حواس گم ہو گئے تھے خوشی رنج سے بدل گئی کیونکہ اس کا گھوڑا بے حس وحرکت ہو گیا تھا اور خود اس کے ہاتھوں میں دم باقی نہ تھا گھبراہٹ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ موقع ہو تو میدان سے نکل بھاگوں حضرت ضرارؓ اس کی پریشانی کو تاڑ گئے اور نہایت پھرتی کے ساتھ آپ نے نیزہ کا ایک وار کیا والی عمان نے نیزہ اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر فورا اپنے کو گھوڑے سے گرا دیا اور بے تحاشہ بھاگا حضرت ضرارؓ نے تعاقب کر کے تھوڑی دور پر اس کو جا لیا اور گھوڑے سے کود کر بغل میں دبا لیا اب دونوں میں کشتی ہونے لگی والی عمان بڑا بھاری بھرکم تھا اور حضرت ضرارؓ دبلے پتلے مگر خدا نے ایمان کی قوت آپ کے اندر ایسی بھر دی کہ تھوڑی دیر میں اس کے پٹکے میں ہاتھ ڈال کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور سر سے اوپر اٹھا کر زمین پر دے مارا اور سینے پر بیٹھ گئے والی عمان نے وردان کو پکارا اے سردار مجھے اس بلا سے نجات دے ورنہ میں ہلاک ہوا وردان نے بہت حقارت کے ساتھ جواب دیا کہ او بدبخت! اور مجھے ان درندوں سے بچانے والا کون ہے جو میں تجھ کو بچاؤں حضرت خالد نے موقع کو غنیمت جان کر وردان پر سختی کے ساتھ حملہ کیا ادھر حضرت ضرارؓ نے والی عمان کی گردن پر تلوار چلا دی جس سے وہ اونٹ کی طرح بڑ بڑانے لگا رومی لشکر نے یہ منظر دیکھا تو اپنے بہادروں کی امداد کو سب کے سب آگے بڑھنے لگے اسلامی لشکر کو بھی حرکت ہوئی اور وہ بھی نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے میدان کی طرف پیش قدمی کرنے لگے حضرت ضرارؓ نے رومی لشکر کو بڑھتا ہوا دیکھ کر

پھرتی کی کہ فوراوالی عمان کا سرتن سے جدا کر کے فورا کھڑے ہو گئے۔

حضرت خالدؓ نے وردان سے مقابلہ کر رہے تھے کہ اتنے میں دونوں لشکر آ ملے اور رومیوں نے وردان کو بچالیا، اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی تیروں کی بارش ہونے لگی تلواروں کی بجلیاں کوندنے لگی نیزے خون سے پیاس بجھانے لگے سپاہیوں کے سرتن سے جدا ہو کر خاک وخون میں لوٹنے لگے۔ مغرب کے قریب تک یہی حال رہا آخر کار جب سورج بھی اس منظر کی تاب نہ لا سکا اور خونی چادر اوڑھ کر افق مغرب میں منہ چھپانے لگا تو دونوں فوجیں اپنے اپنے مورچے پر واپس آ گئیں اس معرکہ میں تین ہزار رومی کام آئے جن میں دس والیان ملک بھی تھے اور مسلمان کل تیس شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون!

ناظرین اس کا اندازہ خود کر سکتے ہیں کہ دونوں لشکر میدان سے کس حال میں لوٹے ہونگے وردان کی تو یہ حالت تھی کہ اس کا دل مسلمانوں کی شجاعت اور استقلال سے مرعوب ہو کر ایسا بے قابو ہو گیا تھا کہ اس کو اپنے صحیح سالم بچ آنے کا بڑی دیر میں یقین آیا اور بار بار یہ خیال کرتا تھا کہ گویا میری جان بدن سے نکل چکی، ہاتھ پاؤں بیکار ہو چکے ہیں دیر کے بعد حواس درست ہوئے تو اس نے اپنے بہادروں اور سپہ سالاروں کو جمع کر کے اس طرح تقریر کی۔

وردان کی تقریر اور فوجی افسروں سے مکالمہ

اے دین مسیحی کے جان نثارو! ان عربوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے مجھے تو وہ غالب ہوتے نظر آتے ہیں یہ لوگ مغلوب ہونے والے نہیں کیونکہ میں ان کی تلواروں کی کاٹ تمہاری تلواروں سے تیز پاتا ہوں اور تمہاری تلواروں کو کند۔ ان کے گھوڑے بھی لڑائی میں تمہارے گھوڑوں سے زیادہ مضبوط اور دیر تک جمنے والے ہیں اور تمہارے گھوڑے ذراسی دیر میں ہانپنے لگتے ہیں اور میں اہل عرب کے بازو سخت اور تمہارے بازو سست دیکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ اپنے پرودگار کے بہت

زیادہ فرمانبردار اور دل سے اس کے احکام کو ماننے والے ہیں اور تم ظلم وتعدی (۱) میں منہمک ہو کر اپنی سیاہ کاری اور بدکرداری کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو رہے ہو تمہارے دلوں پر گناہوں کی سیاہی نے بزدلی کو جما دیا ہے اور وہ لوگ اپنے پروردگار کی اطاعت کی روشنی سے مضبوط دل لے کر میدان میں اترتے ہیں اگر تمہاری یہی حالت رہی ہو تو یقیناً تم اپنی دولت وثروت سے ہاتھ دھو کر رہو گے بس بہتر یہ ہے کہ تم اپنے دلوں سے گناہوں کا زنگ دور کرو اور سچے دل سے توبہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ فتح کا جھنڈا تمہارے سر پر لہرائے گا کامیابی کا سہرا تمہارے سر رہے گا اقبال تمہارے قدم چومے گا ورنہ ہلاکت وبربادی تمہارے سامنے ہے ذلت ورسوائی کے گڑھے میں گرنے کو ہر وقت تیار رہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمارے اوپر ایسی قوم کو مسلط کیا ہے جسے ہم کسی شمار میں بھی نہ لاتے تھے انہوں نے تمہارا ملک بہت کچھ فتح کر لیا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری عورتوں ماؤں اور بہنوں اور بال بچوں کو باندی غلام بنا لیا ہے نہ معلوم تم نے اپنی عورتوں کی اس بے حرمتی پر کیونکر صبر کر لیا؟

اس تقریر کو سن کر رومی لشکر دھاڑیں مار کر رونے لگا اور غصہ کے ساتھ تلواروں کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم آخر دم تک لڑیں گے اور جب تک ایک متنفس بھی باقی ہے ہم لڑائی سے منہ نہ موڑیں گے عرب ہم سے زیادہ بہادر نہیں ہو سکتے۔ بس کل کو ہم انہیں تلواروں کے گھاٹ اتار دیں گے نیزوں سے باندھ لیں گے

---

(۱) یہ ایک نصرانی افسر کا خیال ہے کہ بہادری خدا کی اطاعت سے اور بزدلی خدا کی نافرمانی سے پیدا ہوتی ہے، مسلمانو! کیا یہ بات افسوسناک نہیں کہ آج کل ہم مسلمانوں میں بعضے ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کو ضروری خیال نہیں کرتے بلکہ خدا کی نافرمانی کر کے ہی فلاح وبہبود کے خواب دیکھ رہے ہیں اور یہاں سے یہی معلوم ہوا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ترقی کا بڑا سبب ان کی دینداری اور تقویٰ تھا اور اسی سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اسلام کی اشاعت تلوار سے نہیں کیونکہ تلواریں تو مسلمانوں سے زیادہ دوسری قوموں کے پاس تھیں۔ ۱۲ منہ

اور تیروں سے چھلنی بنا دیں گے۔

یہ جواب سن کر وردان کا چہرہ خوشی سے جگمگانے لگا اس نے فوج کے افسروں کو مخاطب کر کے کہا کہ شاہی فوج کا جواب آپ نے سنا؟ اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے۔ ایک بہادر افسر نے کھڑے ہو کر کہا اے وردان! تجھ کو ان عامیوں کی بات پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے اچھی طرح سمجھ لے کہ تیرا پاؤں ایسے زنجیر میں الجھا ہے کہ جس سے کسی طرح چھٹکارا نہیں مل سکتا کیا تو نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ ان کا ایک بہادر ہمارے سارے لشکر کو بھی خاطر میں نہیں لاتا، تنہا ایک آدمی ہماری پوری جماعت پر حملہ کر ڈالتا ہے اور جب تک دس بیس کو فنا نہیں کر دیتا لوٹنے کا نام نہیں لیتا کیونکہ ان کے نبی (ﷺ) نے جو کچھ ان سے کہہ دیا ہے وہ اس پر بڑی مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جس کو وہ مار ڈالے وہ جہنم میں جائیگا اور ہمارے ہاتھ سے ان میں کا جو مارا جائے وہ سیدھا جنت میں پہنچتا ہے جہاں حوریں اور غلمان اور بڑی راحت کے سامان ہیں اس لئے ان کے نزدیک زندگی اور موت دونوں برابر ہیں بلکہ ان میں ہر شخص شہید ہونے کے لئے بے قرار نظر آتا ہے اسی لئے وہ بے دھڑک اپنے کو خطرے میں ڈال دیتا ہے تا کہ جام شہادت نصیب ہو جائے یہ بات ہمارے لشکر میں کہاں؟ یہ تو اپنی جان کی فکر میں رہتے ہیں مجھے ایسی قوم سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہاں اگر کسی ترکیب سے تو ان کے سردار تک پہنچ جائے اور اس کو مار ڈالے تو پھر یہ سارا لشکر خود ہی [1] بھاگ جائے گا۔ مگر ان کے سردار تک پہنچنا کوئی آسان کام نہیں اس لئے حیلہ اور مکر

---

(۱) اس تقریر میں بھی صاف اقرار ہے کہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز خدا کو راضی کرنا ہے اسی خیال سے مسلمان فلاح پاتے رہے اور جب سے خدا کو راضی کرنے کا خیال ان کے دلوں سے کم ہو گیا اسی وقت سے وہ مصائب کا شکار ہو رہے ہیں اور یہ جو اس شخص نے کہا کہ مسلمانوں کے افسر کو مار دیا جائے تو سارا لشکر خود ہی بھاگ جائیگا یہ اس کی خام خیالی تھی ورنہ حضرات صحابہ افسر کے واسطے نہیں لڑتے تھے وہ تو صرف خدا کے لئے جان بازی کرتے تھے اور خدا حی وقیوم ہے وہ افسر کے مارے جانے کے بعد بھی مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کو موجود ہے۔ ۱۲ منہ

کی ضرورت ہے۔ وردان نے کہا ان لوگوں پر کسی کا حیلہ اور مکر نہیں چل سکتا کیونکہ وہ بڑے ہوشیار ہے حیلہ ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

وردان کی سازش اور مسلمانوں کی فتح

بہادر مقرر نے کہا کہ (اس کی ایک ترکیب ہے) کہ تو کسی بہانے سے ان کے سردار کو گفتگو کے واسطے بلا اور مجلس گفتگو کے قریب اپنے اپنے بڑے بڑے جوانمرد کمین گاہ میں چھپادے جب تم دونوں آپس میں گفتگو کرنے لگو تو موقع پا کر تو اس کا گلا دبا لینا پھر اپنے آدمیوں کو آواز دینا سب مل کر اس کا کام تمام کردیں گے وردان یہ سن کر مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گیا کہ واقعی یہ بڑی اچھی تدبیر ہے اگر چل جائے مگر (۱) ان مسلمانوں پر کسی تدبیر کے بھی چلنے کی امید نہیں۔

یہ تو غضب کے ہوشیار ہیں اس کے بعد اس نے ایک نصرانی عرب کو جو حمص کا باشندہ داؤد نام تھا بلایا اور کہا مجھے تیری فصاحت اور بلاغت اور کمال حجت اور جرأت کا

---

(۱) میرے دوستو! صحابہ میں یہ عقل اور ہوشیاری کہاں سے آئی تھی جو بار بار وردان کو تھرا رہی ہے کیا انہوں نے کیمبرج کی ڈگری حاصل کی تھی یا پریوی کونسل کے جج رہے ہیں یا جرمن وامریکہ کے سائنس اسکول میں تعلیم پائی تھی؟ نہیں نہیں وہ تو ان چیزوں کے نام سے ہی آشنا نہ تھے پھر یہ ہوشیاری ان میں کہاں سے آئی جس نے متمدن سلطنتوں کو انگشت بدندان کر رکھا تھا، سنو اور غور سے سنو! کہ یہ ہوشیاری ان کو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے درس عظیم سے حاصل ہوئی تھی جو اب بھی قرآن وحدیث کے اوراق میں تمہارے سامنے ہے مگر ہم نے اس کو صرف اوراق میں بند کر کے گھر کے اندر ایک تختہ پر تبرک بنا کر رکھ دیا ہے اور حضرات صحابہ اس کو پڑھتے اور سمجھتے اور اس پر کاربند ہوتے تھے اگر ہم بھی ایسا ہی کریں تو ساری دنیا ہمارے سامنے بیوقوف ونادان بن جائیں اور ہماری عقل کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکے۔ چند خوانی حکمت یونیاں۔ حکمت ایمانیاں راہم بخواں۔ مدحت اخلاق کو سمجھو نہ اخلاقی پسند۔ خوب کہنا اور ہے اور خوب ہونا اور ہے۔ اکبر حسین ۱۲ منہ

حال معلوم ہے میں چاہتا ہوں کہ تم ان عربوں سے جا کر کہو کہ کل جنگ ملتوی رکھے اور صبح سویرے ہی ان کا سردار میرے پاس تنہا آجاوے میں بھی اس کے پاس تنہا آؤنگا دونوں صلح کے متعلق بات چیت کریں گے شاید صلح نامہ مکمل ہو جائے۔

داؤد: مجھے آپ کی اس حالت پر افسوس آتا ہے۔ شاہ ہرقل نے تو آپ کو لڑائی کا حکم دیا ہے اور یہ کہ عربوں کو حدود شام سے باہر کر دیا جائے جو علاقہ انہوں نے فتح کیا ہے ان سے واپس لے لیا جائے اور آپ اس کے خلاف کرتے ہیں اگر آپ عربوں سے مصالحت کی ابتدا اپنی طرف سے کریں گے تو دنیا آپ کو ڈرپوک، بزدل کہے گی مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا کہ صلح کے متعلق سفارت کا کام انجام دوں اگر بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ میں درمیانی سفیر تھا تو وہ فوراً مجھے قتل کر دیگا۔

وردان: مجھے تیری عقل پر افسوس ہے کہ تو اپنے سردار کو بے وقوف بتلاتا اور اس کے حکم سے سرتابی کرتا ہے دراصل میں نے ایک چال چلی ہے کہ اس بہانے سے مسلمانوں کے سردار کو تنہا بلا کر قتل کر دوں تو یہ قوم خود بخود بھاگ جائے گی یا تلوار کے گھاٹ اتر جائے گی اس کے بعد وردان نے اپنی تدبیر کا سارا کچا چٹھا داؤد کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔

داؤد: اے وردان یاد رکھ کہ مکار اور فریبی ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ تو مرد میدان بن کر مسلمانوں سے مقابلہ کر اور اس بے ہودہ ارادہ کا خیال دل سے نکال دے۔

وردان: میں نے تم کو مشورہ دینے کے لیے نہیں بلایا میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ میرا پیغام مسلمانوں کے سردار کو جلد سے جلد پہنچا دو تم کو میرے حکم کی تعمیل لازم ہے بیہودہ بکواس اور بحث ومباحثہ کا کچھ حق نہیں۔

داؤد: چونکہ عربی نژاد تھا جسکی رگ رگ میں شرافت اور حریت کا جوہر موجود تھا اس کو وردان کی یہ سخت کلامی بہت ناگوار ہوئی مگر مصلحت وقت سمجھ کر ٹال گیا اور دل دل میں وردان سے انتقام لینے کا خیال پکاتا رہا اور ظاہر میں یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ بہت بہتر

ہے میں اس فرض کو انجام دونگا مگر دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ وردان کا اپنے بیٹے کے پاس جانے کا ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ جو اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔

اس کے بعد داؤد اسلامی لشکر کے قریب پہنچا اور بلند آواز سے کہا کہ اے جماعت عرب! کیا تم قتل اور خونریزی سے باز نہ آؤ گے؟ کیا اللہ تعالیٰ تم سے اس کے متعلق باز پرس نہ فرمائیں گے۔ سنو! ہمارے تمام سردار اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ آپ لوگوں سے صلح کر لی جائیں پس تمہارے سردار کو چاہئے کہ جو پیغام میں لایا ہوں اس کو سن لے یا اپنی طرف سے کسی دوسرے کو بھیج دے کہ جو کچھ میں کہوں سردار تک پہنچا دے۔ داؤد نے ابھی بات پوری بھی نہ کی تھی کہ حضرت خالدؓ ایک نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے قیمتی گھوڑے پر سوار ہو کر شعلۂ جوالہ کی طرح نکلے اور داؤد کے پاس پہنچ گئے داؤد نے جو اس شان سے ان کو آتا ہوا دیکھا تو سہم گیا اور کہنے لگا اے بہادر عرب ذرا سنبھلو !میری بات سنو! میں لڑنے کو نہیں آیا ہوں نہ میں شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا خواہاں بلکہ میں قاصد اور ایلچی ہوں جو پیام لے کر میں آیا ہوں آپ اس کو سن لیں جو جواب آپ دیں گے میں اپنے افسر تک پہنچا دونگا۔ حضرت خالد نے تبسم کرتے ہوئے نیزہ کا رخ اس کی طرف سے ہٹا دیا اور فرمایا تم کو جو کچھ کہنا ہے اطمینان سے کہو میں بھی تم سے لڑنے نہیں آیا لیکن ہتھیار ہمارا جوہر ہے ہم کسی حال میں اسکو اپنے سے جدا نہیں کرتے خواہ جنگ ہو یا صلح رزم ہو یا بزم خوشی یا غم تم اپنے افسر کا پیام بیان کرو مگر راستی اور سچائی کو ہاتھ سے جانے نہ دینا کیونکہ جھوٹا اور فریبی ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتا ہے داؤد نے کہا اے سردار عرب! بے شک تم سچ کہتے ہو اس کے بعد داؤد نے وردان کی تمام گفتگو بیان کی اور کہا کہ وہ آپ سے تنہا مل کر صلح کی بات چیت کرنا چاہتا ہے۔

حضرت خالدؓ نے تمام گفتگو بڑے غور سے سنی پھر فرمایا کہ وردان کے دل میں اگر کسی قسم کا حیلہ ومکر ہے تو تم کو یاد رکھنا چاہئے کہ مکر وحیلہ ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اس فن میں ہمارے برابر شاید کوئی نہ ہو وہ ایسی باتیں کر کے خود موت کے منہ میں جانا چاہتا ہے اور اگر اس کی بات صدق پر مبنی ہے تو تم اس سے کہہ دو کہ تین باتوں میں سے

ایک بات اس کو ضرور ماننا پڑے گی۔ یا اسلام لے آئے یا جزیہ دینا منظور کرے یا لڑائی کو تیار ہو جائے۔ ہمارا یہی جواب ہے خواہ تنہائی میں گفتگو ہو یا مجمع میں اسکے سوا کوئی بات منظور نہ کی جائیگی۔

داؤد: حضرت خالدؓ کے اس جواب سے مرعوب ہو کر کانپنے لگا اور اسکے ضمیر نے کہا کہ وردان تو مکر وفریب کر کے برباد ہوگا ہی میں کس لئے اس کے ساتھ تباہ و برباد ہوں مجھے مسلمانوں کے سردار سے جو اصلی بات ہے سچ سچ کہدینا چاہیے کیونکہ وردان نے جو تدبیر سوچی ہے وہ اس میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا خالد بن ولید وہ بہادر جرنیل ہے جو تنہا ہزاروں کو کافی ہے دس بارہ جوان کمین گاہ میں چھپ کر اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں خصوصا جبکہ وہ سمجھ بھی گئے ہیں کہ وردان مجھ سے فریب و دغا کرنا چاہتا ہے اس صورت میں تو وہ اچھی طرح تیار ہو کر آئیں گے دل میں یہ سوچ کر وہ کہنے لگا۔ اے سردار عرب! وردان کا پیام تو میں نے آپکو پہونچا دیا اب ایک بات اپنی طرف سے کہنا چاہتا ہوں کہ حقیقت میں آپ نے خوب سمجھا واقعی وردان نے آپ کے ساتھ فریب و دغا کا قصد کیا ہے آپکو ہوشیار رہنا اور اپنی جان کی حفاظت کرنا چاہئے اس کے بعد اس نے سارا قصہ بیان کر کے اپنے لئے اور اپنے اہل عیال کیلئے امان کی درخواست کی۔

حضرت خالدؓ. اگر تو جاسوسی نہ کرے اور عہد کر کے غداری نہ کرے تو تیرے اور تیرے اہل وعیال کے لئے امان ہے۔

داؤد: اگر میں غداری کرنیوالا ہوتا تو آپ سے یہ راز سربستہ کیوں کہدیتا۔

حضرت خالدؓ: (ہاں یہ سچ ہے اور میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم غدار نہیں ہو مگر ضابطہ کی بات کو ہر حال میں بیان کرنا ضروری ہے اس لئے میں نے صاف کہدیا کہ جب تک غداری نہ کرو تمہارے لئے مع اہل عیال کے امان ہے) اچھا اب یہ بتلاؤ کہ وردان نے دس جوانوں کیلئے کمین گاہ کہاں تجویز کی ہے۔

داؤد: لشکر کے دائیں جانب رتیلے ٹیلہ کے پاس یہ کہہ کر داؤد نے واپسی کی اجازت مانگی اور وردان سے جا کر حضرت خالدؓ کا جواب بیان کیا کہ وہ گفتگو کرنے کے

لئے تنہا آنے کو تیار ہیں یہ سنکر وردان بہت خوش ہوا اور کہنے لگا مجھے اب صلیب سے پوری کامیابی کی امید ہے اور میں ضرور مظفر و منصور ہوں گا اس کے بعد دس بہادروں کو بلایا کہ پیادہ پا آہستہ آہستہ کمین گاہ میں جا کر چھپ رہیں ادھر خالدؓ اپنے لشکر میں ہنستے ہوئے واپس ہوئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے فرمایا اے ابو سلیمان (یہ حضرت خالد کی کنیت ہے ۱۲) خدا تم کو ہمیشہ ہنسائے کس بات پر ہنسی آ رہی ہے حضرت خالد نے اس کے جواب میں داؤد نصرانی کے پیام لانے اور وردان کے فریب کرنیکا پورا حال بیان کیا۔

حضرت ابو عبیدہ: پھر آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت خالدؓ: میں انشاء اللہ تن تنہا گفتگو کرنے جاؤں گا۔

حضرت ابو عبیدہ: بخدا میں جانتا ہوں کہ تم ان سب کے مقابلہ کو کافی ہو مگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ جان بوجھ کر اپنی جان کو معرض ہلاکت میں ڈالا جائے بلکہ وہ تو یہ فرماتے ہیں **واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم** [انفال/ ٦٠] دشمن کے مقابلہ کیلئے جتنی قوت اور گھوڑے تیار کر سکتے ہو کرو تا کہ اس سے اپنے اور خدا کے دشمن کو مرعوب کر دو۔ وردان نے آپ کے لئے دس آدمی متعین کئے ہیں تو آپ بھی دس آدمی اسکی کمین گاہ کے قریب متعین کر دیں بدون اسکے میرا اطمینان نہ ہوگا اور یقین ہے مخبر نے آپ کو کمین گاہ کا موقعہ بھی ضرور بتلا دیا ہوگا۔

حضرت خالدؓ: ہاں اس نے ہر بات کا پورا پتہ دیدیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ: بس تو آپ اپنے دس بہادروں کو حکم دیں کہ کمینگاہ کے قریب ہی چھپ کر بیٹھ جائیں جس وقت وہ ملعون اپنے آدمیوں کو آواز دے آپ اپنے آدمیوں کو آواز دیدیں انشاءاللہ یہ تو وردان کے دس بہادروں کو کافی ہو جائیں گے اور تم وردان کا خاتمہ کر دینا۔ ادھر ہم حملہ کیلئے پوری طرح تیار کھڑے ہونگے جب تم دشمن خدا وردان کا فیصلہ کر چکو گے ہم اپنی پوری جمعیت کیساتھ اسکی فوج پر حملہ آور ہوں گے۔ اللہ

تعالیٰ جل مجدہ کی ذات سے ہم کو قوی امید ہے کہ نصرت ہمارے ساتھ ہوگی اور فتح وظفر ہمارے قدم چومے گی۔

حضرت خالدؓ: بہت بہتر میں آپ کے خلاف نہیں کرسکتا اسکے بعد آپ نے رافع بن عمیرہ طائی مسیّب بن نجیہ فزاری حضرت معاذ بن جبل وضرار بن ازور حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل وعدی بن حاتم وغیرہ دس بہادروں کو بلایا اوران کو رومیوں کے حیلہ اور مکر سے مطلع کر کے فرمایا کہ آپ سب صاحبان رات کو فلاں ٹیلہ کے نیچے چھپ کر بیٹھ جائیں اور جب میں آواز دوں میری آواز کے ساتھ ہی سب نکل آئیں اور ایک ایک بہادر رومیوں کے ایک ایک سپاہی کو دبالے اور وردان دشمن خدا کو میرے لیے چھوڑ دینا انشاء اللہ میں اس کو کافی ہونگا۔

حضرت ضرارؓ نے اس رائے کو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ہم اسی وقت دشمن کی کمین گاہ پر پہنچ جائیں اگر وہ سور ہے ہوں تو صبح سے پہلے ہی انکا فیصلہ کر کے خود اسی کمین گاہ میں بیٹھ جائیں پھر جس وقت وردان اپنے آدمیوں کو آواز دیگا اس کی آواز پر ہم فوراً نکل آئیں گے اور وہ اپنے آدمی سمجھ کر بےفکری کے ساتھ اپنی جگہ پر جما رہے گا بھاگنے کا قصد نہ کرے گا پھر ہمارے ہاتھ سے اس کا بچ کر نکلنا دشوار ہے اور دوسری صورت میں یہ خطرہ ہے وردان کے آدمی اس کی آواز کے ساتھ ہم سے پہلے آپ پر ٹوٹ پڑیں اور ہم کسی قدر تاخیر سے پہونچیں تو معاملہ نازک ہو جائیگا اور ہم کو اپنی غفلت پر افسوس کرنا پڑیگا۔

حضرت خالدؓ نے ہنس کر فرمایا کہ ضرار جو صورت تم نے سوچی ہے اگر یہ پوری ہو جائے تو کیا کہنا؟ پھر تو وردان کی حسرتوں کا اچھی طرح خون ہو جائیگا اچھا جاؤ خدا تمہاری نیتوں میں برکت دے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو اور مجھے خدائے قدوس کی ذات سے قوی امید ہے کہ تم اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گے۔

حضرت ضرارؓ نے جب دیکھا کہ میری تجویز باتفاق آراء پاس ہوگئی تو فوراً کھڑے ہوئے اور ہتھیار زیب تن کر کے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر رومی کمین گاہ کی

طرف بڑھنے لگے۔ مسلمانوں نے ان کے لئے کامیابی کی دعا کی اور سب نے سلام ودعا کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

اس وقت حضرت ضرارؓ جوش میں بھرے ہوئے رجز یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنے ساتھیوں کو خدا کی نصرت پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دے رہے تھے آفتاب غروب ہو چکا تھا اور اطراف عالم میں رات نے تاریک پردہ چھوڑ کر تمام حیوانات وانسان کو اپنے اپنے مسکن میں بسیرا کرنے کیلئے متوجہ کر دیا تھا۔ مگر اللہ کے جانباز عشاق اس وقت بھی اس کے راستہ میں جہاد کے لئے سخت اندھیری میں سر بکف چلے جا رہے تھے کہ تھوڑی دیر میں رومی کمین گاہ کے قریب پہونچ گئے تو حضرت ضرار نے کہا کہ سب لوگ یہیں ٹھہر جائیں پہلے میں رومیوں کی خبر لے لوں وہ کمین گاہ میں پہونچ گئے یا نہیں اور بیدار ہیں یا سو رہے ہیں یہ کہہ کر آہستہ آہستہ پہاڑ اور ریت کے ٹیلوں کی آڑ میں چھپ کر چلے موقعہ پر پہونچ کر دیکھا کہ دس کے دس سپاہی بے خبر پڑے سو رہے ہیں کیونکہ دن بھر کے تھکے ہارے ہوئے تھے ادھر جنگ کے التوا کے سبب دل بے فکر تھے اس لئے ایسے گھوڑے بیچ کر سوئے کہ ہمیشہ ہی کو سو گئے حضرت ضرارؓ نے چاہا کہ اکیلے ہی سب کا کام تمام کر دیں پھر آپ نے سوچا کہ شاید ایک کے قتل ہونے سے لاش کے تڑپنے پر دوسرے لوگ بیدار ہو جائیں اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔

اس لئے الٹے پاؤں لوٹے اور ساتھیوں کو خوشخبری سناتے ہوئے تاکید کی کہ تلواریں سوت لیں اور دشمن کے سر پر پہنچ کر ایک ایک مسلمان ایک ایک کافر کو تلوار کے گھاٹ اتار دے سب کے وار ایک ساتھ پڑیں آگے پیچھے نہ ہوں نیز آپس میں کوئی کسی سے بات چیت بھی نہ کرے چپ چاپ چلے چلو آواز نہ ہونے پائے یہ وصیت کر کے حضرت ضرار آگے بڑھے اور باقی رفقاء بھی ان کے ہمراہ تلواریں نیام سے باہر کر کے کمین گاہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر مسلمان متفرق ہوئے ایک ایک آدمی ایک ایک کافر کے سر پر کھڑا ہو گیا، یکبارگی دس ہاتھ بلند ہوئے اور ایک دم سے کافروں کی گردنوں پر دس تلواریں اس طرح گر کر صاف نکل گئیں جیسے بجلی تڑپ کر زمین سے

آسمان پر چلی جاتی ہے یہ ایسا وار تھا جس سے دشمن بجائے بیدار ہونے کے ہمیشہ کو سو گیا۔

پھر صحابہ نے ان ہتھیار اور سامان کو اپنے قبضے میں کیا اور حضرت ضرار نے اپنے ساتھیوں کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ یہ پہلی فتح ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہم کو امید ہے کہ کامل فتح کا سہرا بھی ہمارے ہی سر رہے گا۔ اس کے بعد سب کے سب اپنے پروردگار کی نصرت کا ترانہ حمد و نعت کے ساتھ صبح تک گاتے رہے یہاںتک کہ ستاروں نے منہ چھپانا شروع کیا اور صبح کی روشنی رات کی تاریکی کو چیرتی ہوئی نمودار ہوئی تو سب نے اول فریضۂ خداوندی ادا کیا پھر رومی مقتولوں کے لاشیں پہاڑ کے ایک غار میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی اور اپنا لباس اتار کر رومیوں کا لباس پہن کر بیٹھ گئے تاکہ دشمن کی طرف سے کوئی قاصد آئے تو دفعۃً مسلمانوں کی صورت دیکھتے ہی واپس نہ ہو جائے بلکہ رومی دستہ سمجھ کر قریب آئے اور تلوار کے گھاٹ اتارا جائے۔

ادھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی لشکر اسلام کو صبح کی نماز پڑھا کر آئیں۔ حرب پر مرتب کیا سرخ لباس زیب تن کیا سر پر زرد عمامہ باندھا رومی بھی مسلمانوں کی تیاری دیکھ کر صف بندی میں مشغول ہوئے جھنڈے اور صلیبیں بلند کیں یہ سامان تیار ہو ہی رہا تھا کہ قلب لشکر رومی سے ایک سوار نکلا اور بلند آواز سے پکار کر کہنے لگا اے جماعت عرب! یہ صف بندی اور جنگی تیاری کیسی؟ کیا جو معاہدہ کل ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا تھا وہ توڑ دیا گیا یہ آواز سنتے ہی حضرت خالد میدان میں نکل آئے اور فرمایا ہمارا شیوہ غداری نہیں اگر وردان اس معاہدہ پر قائم ہے تو ہماری طرف سے بھی اس کے خلاف اقدام نہ ہوگا۔

سوار: وردان آپ کا منتظر ہے اور تنہا آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے کہ شاید آپ دونوں افسروں میں مصالحت و مفاہمت ہو جائے۔

حضرت خالدؓ: تم واپس جا کر اسے اطلاع دیدو کہ میں بھی اس کے پاس پہنچا چاہتا ہوں وہ اس جگہ پر تنہا آجائے جو گفتگو کے لیے متعین کی گئی ہے۔

سوار نے یہ سنتے ہی لوٹ کر وردان کو اطلاع دی کہ لشکر اسلام کا سردار جائے معینہ پر تنہا آنے کو تیار ہے یہ سن کر وردان کی خوشی کی حد نہ رہی دشمن خدا ہنس کر بولا کہ آج خالدؓ میرے پنجہ سے نکل کر نہیں جا سکتے یہ کہہ کر اس نے بہت قیمتی زرہ زیب تن کی جڑاؤ گلو بند گلے میں ڈالا مرصع تاج سر پر رکھا اور بیش قیمت تیز رو خچر پر سوار ہو کر اس گھاٹی کی طرف روانہ ہوا جو کمین گاہ سے متصل تھی حضرت خالد بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور وردان کے زرق برق لباس کو دیکھ کر فرمایا کہ انشاء اللہ یہ سب ساز وسامان مسلمانوں کے لئے غنیمت ہوگا۔

چلتے ہوئے آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو یہ وصیت فرمائی کہ آپ حملہ کے لئے پوری طرح تیار رہیں مجھے امید ہے کہ ضرار اور انکے ساتھی اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو چکے ہیں تو جب مجھے حملہ کرتے ہوئے دیکھا جائے آپ بھی اپنی پوری جمعیت سے حملہ آور ہو جائیں اس کے بعد مسلمانوں کو سلام کر کے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے (جن میں بارگاہ خداوندی قدوس سے نصرت اور گناہوں کی مغفرت کی درخواست تھی) وردان کی طرف چلے خدا کا دشمن آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ آج یہ میرے پنجہ میں ایسے پھنسے ہیں کہ بچ کر جانا محال ہے یہ سوچ کر وہ ٹیلہ کے اور بھی قریب پہنچ گیا تا کہ کمین گاہ کے سپاہیوں کو موقع واردات پر پہنچنے میں ذرا بھی توقف نہ ہو جب حضرت خالد اس کے نزدیک پہنچ گئے تو وردان خچر سے اتر پڑا حضرت خالد بھی اپنے عربی گھوڑے سے اتر کر اس کے پاس ٹیلے کی آڑ میں بیٹھ گئے اور اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت خالدؓ: کہئے آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ مگر دیکھو کہ راستی اور صداقت کو ہاتھ سے نہ دینا اور یہ سمجھ لینا کہ تم ایسے شخص کے سامنے بیٹھے ہو جو کسی کے دھوکے میں آنے والا نہیں اور نہ اس کو کسی کے مکر وحیلہ کی پرواہ ہے کیونکہ مکر وحیلہ اور تدبیر اور خداع اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اس بات کو ذہن نشین کر کے جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو!۔

وردان: بہادر جرنل! اس وقت معاملہ میرے اور آپ کے درمیان ہے اس

جنگ سے آپ کو جو کچھ منشأ ہو صاف صاف بتلا دیجئے اور بے فائدہ مخلوق خدا کی خونریزی سے ہاتھ روک لیجئے کیونکہ خدا کے یہاں آپ سے اس کے متعلق باز پرست کی جائے گی۔

اگر آپ کو دنیا کی خواہش اور مال ومتاع کی ضرورت ہے جیسا کہ عرب کی حالت خود ہی بتلا رہی ہے کہ یہ قوم سب سے زیادہ کمزور مفلس قحط زدہ ملک کے رہنے والی ذلیل تر زندگی بسر کرنے والی سامان تمدن وعیش سے بالکل الگ تلگ رہنے والی ہے تو میں آپ کو صدقہ وخیرات کے طور پر مال دینے میں بخل سے کام نہ لونگا اب جو کچھ آپ کا منشأ ہو بیان کیجئے مگر جہاں تک ہو تھوڑی رقم پر قناعت کیجئے کیونکہ اس وقت تک کی فتوحات میں آپ نے ہم سے بہت کچھ لے لیا ہے پھر بھی آپ کے حرص کی آگ نہیں بجھی۔

حضرت خالدؓ: نصرانی کتے! تو ہمیں صدقہ وخیرات کیا دیگا وہ دن دور نہیں کہ تمہارے مالدار خود ہمارے صدقات وخیرات کا منہ تکیں گے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تمہارے اموال کو مباح اور تمہاری اولاد وازواج کو غلام باندی بنانا جائز کر دیا ہے بس تین باتوں کے سوا چوتھی کوئی صورت نہیں۔ یا تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے مسلمان ہو جاؤ تو اس صورت میں ہم تم کو اپنا بھائی سمجھیں گے اگر اس سے انکار ہے تو ذلت وخواری کے ساتھ جزیہ دینا منظور کر و اس صورت میں تم اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہو اور ہم تمہارے جان ومال کی حفاظت کا ذمہ دار ہونگے اگر اس سے بھی انکار ہے تو ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کریگی اور اس سے بہتر کسی چیز کا فیصلہ نہیں اور واللہ! ہم لڑائی کے سب سے زیادہ مشتاق اور ہر دم شہادت کے لئے آمادہ ہے۔

اور ہماری ذلت اور کمزوری کا جو تو نے ذکر کیا ہے تو خدا کی قسم ہم تم کو کتے سے بھی کم تر سمجھتے ہیں کیا تو نے دیکھا نہیں ہمارا ایک آدمی تمہارے ہزار آدمیوں میں حملہ کرتا ہوا گھس جاتا ہے اور تمہارے کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتا کہ اسی برتہ (بھروسہ) پر تم کو قوت کا دعوی ہے اور اسی منہ سے ہم کو کمزور کہتے ہو۔ وردان! تیری یہ باتیں مصالحت

اور مفاہمت کی باتیں نہیں بلکہ کچھ اور پتہ دے رہی ہے کیا مجھے لشکر اسلام سے دور اور علیحدہ دیکھ کر تیرا کچھ حوصلہ بڑھ گیا۔ یا اکیلا سمجھ کر تیرے دل میں گدگدیاں ہوتی ہیں تو بسم اللہ میں موجود ہوں اور انشاء اللہ تیری فوج کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے تجھ کو میں جہنم میں پہنچا ہی دونگا۔

وردان تو اپنی کمین گاہ کے دستہ پر گھمنڈ کر کے یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح حضرت خالد کو مشتعل کر کے جنگ پر آمادہ کر دوں اس لئے یہ جواب اس کے نزدیک لڑائی کا بہانہ کرنے کو بہت کافی تھا وہ فوراً جھلا کر اٹھا اور ایک جست لگا کر آگے بڑھا بڑھ کر حضرت خالد کے دونوں بازو پکڑ لئے اور فرط خوشی میں چلانے لگا کہ میرے بہادرو جلدی دوڑو! صلیب نے میری مدد کی سردار عرب میرے قبضہ میں آگیا ہے حضرت خالدؓ نے بھی لپٹ کر اس کے بازوؤں کو مضبوط پکڑ لیا دونوں بہادر ایک دوسرے کو مضبوط پکڑے ہوئے کمین گاہ سے آنے والوں کی راہ تک رہے تھے جو وردان کی آواز سنتے ہی تلواریں نیام سے باہر کر کے عقاب یا باز کی طرح جھپٹے ہوئے آرہے تھے سب سے پہلے اسلام کا جو بہادر جوان شیر ببر کی طرح دھڑکتا اور گونجتا ہوا شمشیر قضا کو بے نیام کئے ہوئے آگے آیا وہ حضرت ضرارؓ بن ازور کا مبارک پیکر شجاعت تھا اور دوسرے بہادر آپ کے پیچھے پیچھے۔

چونکہ یہ سب رومی مقتولین کا لباس زیب تن کئے ہوئے تھے (جس کو عزت یا جاہ کے لئے نہیں بلکہ صرف وردان کو دھوکہ دینے اور اس کی تمام حسرتوں پر پانی پھیرنے کے لئے پہنا گیا تھا تو وردان اول نظر میں یہ سمجھا کہ یہ سب میرے آدمی اور رومی جوان ہیں جو میری مدد کو آرہے ہیں مگر اس کو یہ خبر نہ تھی کہ جب خدا تعالیٰ کسی قوم کے اقبال کو مٹی میں ملانا چاہتا ہے اس کی تمام تدبیروں کو الٹا اور مضبوط جانوں کو اسی کے پھنسنے کا جال بنا دیتا ہے وہ اس حقیقت سے آشنا نہ تھا بادشاہوں کا اپنی طاقت وقوت پر ناز کرنا اپنی فوج وسپاہ پر بھروسہ کرنا سیاست وتدبیر پر مغرور ہونا ایک خیالی ڈھکوسلے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا یہ سب باتیں اسی وقت تک کارآمد ہیں جب تک غیبی طاقت کسی کے ساتھ کے

ساتھ ہے ورنہ یہ سب بے کار بلکہ سبب ادبار بن جاتی ہیں ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعده[آل عمران : ۱۶۰](۱)

اس میں شک نہیں کہ وردان نے بڑی زبردست چال چلی تھی مگر اسے کیا خبر تھی کہ میرا ہی ایلچی جاسوس کا کام دیگا اور میرا ہی آدمی سارا کچھ بنا بنایا کھیل بگاڑ دیگا اس کی حسرت اور حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ میں نے فرط مسرت میں چلا کر اپنے جان نثاروں کے بجائے جانستانوں کو بلایا اور اپنے حمایتیوں کی جگہ ایک ملک الموت کے ساتھ دس کو اور جمع کر لیا ہے اور جب اس کے سامنے ضرار بن ازور تلوار کو نچاتے ہوئے برچھا سیدھا کئے ہوئے آئے تو چہرہ پر مردنی چھا گئی اور گڑگڑا کر حضرت خالد سے کہنے لگا کہ آپ کو اپنے معبود برحق کا واسطہ مجھے تم خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دو اس ڈراؤنی صورت والے کے حوالہ نہ کرنا اس کا دیکھنا ہی میرے لئے موت سے کم نہیں آپ کی یہ بڑی مہربانی ہوگی میرے واسطے متعدد موتیں جمع نہ کریں۔

حضرت ضرارؓ نے یہ گفتگو سن کر فرمایا کہ نہیں نہیں تیرا قاتل میرے سوا کوئی نہیں کیونکہ تیرے بیٹے کا قاتل بھی میں ہی ہوں پس تجھے اس کے پاس پہنچانے والا بھی میرے سوا کوئی نہ ہوگا اب ایک وردان کی جان تھی اور گیارہ تلواریں بے نیام ہو کر اس کے خون کی پیاسی۔ مگر حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی وار نہ کرنے پائے میں وردان سے ایک دو بات کرنا چاہتا ہوں پھر وردان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن! اپنی جان کے دشمن تو نے جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لئے مکر وفریب گانٹھا تھا وہ کیا ہوا؟ تو نے دیکھ لیا کہ خدا مسلمانوں کی اس طرح مدد فرماتا ہے کہ سیاست دانوں کی عقل چکر میں آجاتی ہے اب بتلا تیرے دل نے کیا فیصلہ کیا؟

---

(۱) اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا اور اگر وہ تمہاری مدد نہ کرے تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے۔

وردان اپنی حسرتوں پر پانی پھیرتا ہوا دیکھا تو ایسا بدحواس ہوا کہ بدن پر لرزہ پڑ گیا اور چکر کھا کر زمین پر گر پڑا اور گرتے گرتے انگلی کے اشارے سے الامان الامان پکارنے لگا مگر ایمان لانے کو اب بھی تیار نہ ہوا۔

حضرت خالد نے فرمایا کہ امان اس شخص کو دیا جاتا ہے جو امان کے لائق ہو اور تو نے تو مفاہمت کے پردہ میں ہم کو دھوکہ دینا اور مصالحت کے آڑ میں مکر و فریب کرنا چاہا تجھ کو امان نہیں دیا جا سکتا و مکرو او مکر اللہ و اللہ خیر الماکرین ۔[آل عمران:۵۴] دشمن نے بھی تدبیر کی اور خدا نے بھی مگر اللہ ہی کی تدبیر سب سے بہتر ہوتی ہے ادھر حضرت خالدؓ کی زبان سے و اللہ خیر الماکرین نکلا اور ادھر حضرت ضرار کی تلوار وردان کے سر پر چمکی اور تڑپ کر گردن کاٹتی ہوئی سینے سے نکل گئی پھر جلدی سے آپ نے وردان کے سر سے تاج اتار لیا اور کہا جس شخص کے ہاتھ وردان کی کوئی چیز دوسرے سے پہلے آ جائے وہی اس کا مالک ہے یہ سنتے ہی مجاہدین کی تلواریں ایک دم اس پر گریں اور اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جس کے ہاتھ جو چیز لگی اس پر قابض ہو گیا۔

اس کام سے فراغت پا کر حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ اے دوستو! اب دیر نہ کرو رومی لشکر اپنے سردار کی واپسی کا منتظر ہے اگر ہم نے دیر کی تو وہ پریشان ہو کر اس کی تلاش کے لئے پیش قدمی کریں گے اور اندیشہ ہے کہ سارا لشکر تمہارے اوپر ٹوٹ پڑیگا بہتر یہ ہے کہ تم وردان کا سر جلد کاٹو اور رومیوں کا لباس پہن کر خود ان کی طرف پیش قدمی کرو وہ تم کو دیکھ کر خوشیاں منائیں گے اور جب قریب پہنچ کر تم نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے وردان کا سر ان کے سامنے پھینک دو گے تو دفعۃً ان کے دل پر ایسا دھکا لگے گا کہ حواس باختہ ہو کر بھاگنے کا راستہ لے لیں گے اور تمہاری تکبیر کا نعرہ سن کر لشکر اسلامی بھی پوری قوت کے ساتھ حملہ کرے گا تو رومیوں کے قدم میدان میں ہرگز نہ جم سکیں گے۔

تمام مسلمانوں نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے رومی لباس کو اپنے بدن پر اچھی طرح سجایا اور حضرت خالدؓ نے وردان کا سر اپنے نیزہ کے نوک پر رکھ کر رومی لشکر کا رخ کیا جس وقت یہ گیارہ جوان ٹیلے کے آڑ سے نکل کر دونوں لشکروں کے

سامنے ہوئے اور رومی لشکر کی طرف چلنے لگے تو رومیوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور وردان کے سر کو حضرت خالدؓ کا سر اور ان کے ساتھیوں کو رومی دستہ سمجھ کر خوشی کے نعرے بلند کر کے تالیاں بجانے صلیبیں سر سے اوپر اٹھانے لگے اور فخر و ناز کے ساتھ ایسا شور برپا کیا آسمان سر پر اٹھالیا۔

یہ وحشت ناک منظر دیکھ کر اسلامی لشکر میں ہلچل مچ گئی حضرت خالد کے قتل کے تصور سے زمین ان کے پیروں تلے نہ رہی ہر شخص پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ تکنے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ دعا کرنے لگا کہ اے خدا ! حضرت خالد کی موت کا صدمہ ہمیں نہ دکھا جو شخص اسلام اور مسلمانوں کے لئے ہر وقت سر بکف رہتا تھا اس کا اس طرح مارا جانا کہ مسلمانوں کا لشکر کا لشکر کھڑا کا کھڑا رہ جائے اور اس شیدائی اسلام کی مدد کر کے دل کی حسرت بھی نکالنے نہ پائے کسی مسلمان سے نہ دیکھا جائیگا موت برحق ہے اور ہر مسلمان اس کے لئے ہر وقت آمادہ اور مشتاق ہے مگر اے خدا خالد کی موت ایسے وقت میں آئے جب لشکر اسلام کا ہر متنفس اس کے پسینہ گرنے کی جگہ اپنا خون بہا کر اس جان نثاری اور جانبازی کا حق ادا کردے جو خالد نے ہر موقع پر اسلام اور مسلمانوں کی خاطر کی ہے۔

غرض رومیوں کی خوشی اور مسلمانوں کا غم انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں حضرت خالد رومی لشکر کے صف اول کے سامنے آگئے میں اور وردان کا سر نیزہ کی نوک پر بلند کر کے دکھلایا اور پر جوش آواز سے فرمایا کہ اے خدا کے دشمنو! روم کے کتو! خوشی کس بات پر مناتے ہو دیکھو یہ تمہارے سردار وردان کا سر ہے اور میں اس کا قاتل خالد بن ولید رسول عربی ﷺ کا صحابی اور غلام ہوں۔

اب تم خوشی کو غم سے بدل دو اور نعرۂ مسرت کی جگہ ماتم کا شیون بلند کرو! یہ کہہ کر آپ نے وردان کا سر ان کی طرف پھینکا اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے پورے لشکر پر حملہ کر دیا دس بہادروں نے بھی آپ کے ساتھ نعرۂ تکبیر کر کے رومیوں کو تہہ تیغ کرنا شروع کیا مسلمانوں نے حضرت خالد کا پر جوش نعرہ اور ان کے ساتھیوں کا جواب سنا تو خوشی کی

لہریں بجلی کی طرح ان کے تن بدن پر دوڑنے لگی اور اسی وقت حضرت ابو عبیدہؓ نے فرط مسرت میں اسلامی بہادروں کو للکارا کہ دین الٰہی کے علمبر دار و! خوش ہو جاؤ تمہارا سردار مقتول نہیں ہوا بلکہ اس نے وردان کا خاتمہ کر کے تنہا لشکر روم پر حلہ بول دیا ہے اب دیر کا موقع نہیں جلدی بڑھو اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے اپنے بھائیوں کا ساتھ دیتے ہوئے رومیوں کی صفوں میں کود پڑو! افسر کے حکم کی دیر تھی کہ تمام لشکر اسلام اپنے خارا شگاف نعروں سے کفار کے دلوں کو ہلاتا ہوا ان کے اوپر جا پڑا رومیوں نے جو خوشی کو غم سے بدلا ہوا اور اسلامی لشکر کا سیلاب امنڈتا ہوا دیکھا تو فوراً ہی دم دبا کر بھاگنے لگے مگر مسلمانوں کی تلواروں نے چار طرف سے گھیر رکھا تھا اس لئے بھاگنے کے تمام راستے ان پر بند تھے ظہر کے اول وقت سے عصر تک تلوار برابر کام کرتی رہی اور رومی کشتوں کے پشتے لگ گئے ایک طرف اسلامی جمعیت کچھ کم تھی رومی ایک دم سے ادھر کو بھاگے اور مسلمانوں نے بھی تعاقب کے لئے اپنے گھوڑے ان کے پیچھے ڈال دیئے۔

تھوڑی دور تک ہی تعاقب کرنے پائے تھے کہ سامنے سے غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ رومی یہ سمجھے کہ بادشاہ ہرقل نے ہمارے واسطے کمک بھیجی ہے اس لئے وہ تو اس غبار کی طرف بہت تیزی کے ساتھ دوڑے مگر مسلمانوں کی رفتار تعاقب سست پڑ گئی کیونکہ ان کو یہ خیال ہوا کہ اگر یہ رومی کمک ہے تو لشکر اسلام کو ایک جگہ مجتمع ہو کر اس کے مقابلہ کے لئے جم جانا چاہئے تعاقب میں ادھر ادھر منتشر نہ ہونا چاہئے مسلمانوں کی یہ فکر زیادہ دیر تک قائم نہ رہی کیونکہ ہوا نے جو غبار کا دامن چاک کیا تو اسلامی پرچم لہراتا ہوا نظر آیا جس کو دیکھتے ہی دونوں طرف سے نعرۂ تکبیر بلند ہوا جس سے تمام جنگل اور پہاڑ گونج اٹھے اور معلوم ہوا کہ یہ لشکر حضرت صدیق اکبرؓ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے روانہ کیا چونکہ رومی شیرازہ کے منتشر اجزاء اسی لشکر کی طرف دوڑ کر گئے تھے اس لئے جو رومی اس کو ملا اسے گرفتار کر لیا اور جس نے پھر بھی بھاگنے کی کوشش کی اسے تہ تیغ کر ڈالا یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ معرکہ اجنادین میں رومیوں کی شمار نوے ہزار تھی جس میں سے پچاس ہزار سے زیادہ قتل ہو گئی اس سے کم کسی صورت میں نہ تھی باقی ماندہ کچھ فرار ہو کر

قساریہ اور دمشق کی طرف چلے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ اس جنگ میں اس قدر مال غنیمت آیا کہ اس سے پہلے کسی معرکہ میں نہ آیا تھا یہ ایسی عظیم الشان فتح تھی جس میں رومیوں کے چھکے چڑھا دئے ان کے حوصلے پست ہمتیں کمزور، ارادے مضمحل ہو گئے حضرت خالد نے اس شاندار فتح پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مسلمانوں سے فرمایا کہ اس جنگ کا مال غنیمت ابھی تقسیم نہیں کیا جائیگا بلکہ فتح دمشق کے بعد آپ کو دیا جائیگا یہ کہہ کر آپ نے وردان کا بیش قیمت تاج بھی اسباب غنیمت میں داخل کر دیا جو اس کے قتل پر آپ نے اور آپ کے دس بہادروں نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔

اجنادین کی فتح اور حضرت صدیقؓ کا اشتیاق

اس کام سے فارغ ہو کر دربار خلافت میں اس شاندار فتح کی خوش خبری زور دار الفاظ میں لکھ کر سر بمہر خط ایک تیز رو سانڈنی سوار کے حوالہ کیا کہ جلد از جلد مدینہ منورہ پہونچا دے ادھر خلیفہ اسلام حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ حالت تھی کہ لشکر اسلام کی خبر معلوم کرنے کے لئے بے چین تھے اور بے قراری میں روزانہ نماز فجر کے بعد مدینہ منورہ سے باہر تشریف لیجاتے کہ شاید کوئی شام سے آنے والا نظر آئے اور لشکر اسلام کی کچھ خبر سنائے حسب معمول آپ اس روز بھی مدینہ منورہ سے باہر تشریف فرما تھے جس دن حضرت خالد کا قاصد اس مقدس زمین میں داخل ہوا حضرت صدیق نے اشتیاق بھری نظر سے اس کو دور ہی سے دیکھنا شروع کیا ہمراہی صحابہ نے جو اپنے خلیفہ کی مشتاقانہ نگاہوں کو سوار کا منتظر دیکھا تو چند حضرات آگے لپکے اور نام لے کر پوچھا عبدالرحمٰن بن حمید! تم کہاں سے آرہے ہو جلد بتاؤ کیونکہ خلیفہ اسلام تم کو دور سے تاک رہے ہیں۔ کہا میں ملک شام سے آرہا ہوں لشکر اسلام کے قائد اعظم حضرت خالد بن ولید نے مجھے خوشخبری دے کر بھیجا ہے کہ بخدا اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے اجنادین کے معرکہ میں اسلام کو فتح عظیم عطا فرمائی ہے حضرت صدیق اکبرؓ جو سوار کی باتوں کو ہمہ تن گوش بنے ہوئے سن رہے تھے فتح عظیم کا لفظ اس کے منہ سے نکلتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور

بارگاہ الٰہی میں اس نعمت کا شکر ادا کرنے لگے دیر کے بعد سجدہ کے بعد سر اٹھایا تو قاصد آگے بڑھا اور جلالت مآب حضرت خلیفہ اسلام کے خدمت اقدس میں سلام عرض کر کے بولا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو اس شاندار فتح سے ٹھنڈا کر دیا ہے۔

چنانچہ یہ آپ کے قائد اعظم کا سر بمہر خط ہے جس کے بارگاہ خلافت تک پہنچانے کی سعادت میں اس وقت حاصل کر رہا ہوں اعلیٰ حضرت خلیفہ اسلام نے قاصد کے ہاتھ سے خط لے کر اول آہستہ آہستہ خود پڑھا پھر فرط مسرت میں سب کو بلند آواز سے پڑھ کر سنایا تو یہ خبر انا فانا بجلی کی طرح مدینہ طیبہ میں دوڑ گئی اور لوگ جوق در جوق اس کے سننے کو دوڑے ہوئے آنے لگے اس لیے حضرت خلیفہ اسلام کے حکم سے یہ خط بار بار پڑھ کر سنایا گیا اب جدھر دیکھو یہی ذکر اور اسی کا تذکرہ ہر شخص کے زبان پر تھا بازار اور گلی کوچوں میں بھی بچہ بچہ اس خبر سے خوشیاں منا رہا تھا باہر سے آنے والے مسافر اور قافلہ والے تاجر بھی مسلمانوں کی اس خوشی میں شریک ہوئے اور اس خبر کو لے کر اطراف عرب میں روانہ ہو گئے چنانچہ مکہ اور طائف اور یمن کے مسلمانوں کو بھی بہت جلد اس خوشخبری نے بیدار اور جہاد روم کے لئے تیار کر دیا۔

فتوحات کا راز

فائدہ: اس مقام پر میں چند باتوں کی طرف ناظرین کی توجہ کو منعطف کرنا چاہتا ہوں تا کہ ان کو اسلامی فتوحات اور دیگر اقوام کی فتوحات میں فرق معلوم ہو جائے اور یہ بھی کہ حضرات صحابہ کی اس شاندار فتوحات کا راز کیا تھا؟ اس کے لئے ناظرین کو اسی واقعے میں چند امور پر غور کرنا چاہئے کہ۔

الف: وردان کو اپنے سپہ سالا ور اور بہادروں کو جمع کر کے مسلمانوں کے اسباب غلبہ میں اس سبب پر خاص طور سے ان کو توجہ دلائی ہے کہ مسلمان تم سے زیادہ اپنے پروردگار کے فرمانبردار اور دل سے اس کے احکام کو سچا سمجھنے والے ہیں اور تم ظلم

وتعدی اور فریب بازی اور زنا کاری کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو رہے ہو اور یہ واقعہ ہے کہ اعمال صالحہ اور اطاعت خداوندی کی خاصیت ہے کہ اس سے دل مضبوط اور ہمت بلند ہو جاتی ہے اور برے افعال وظلم وتعدی سے ہمتیں پست دل کمزور اور قوت ارادہ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرات صحابہ مبارک قدم جس زمین پر پہنچے وہاں کے عام رعایا اپنے حکام اور مسلمانوں کے فوجی افسروں کے اخلاق وعادات واعمال وافعال کا موازنہ کر کے بہت جلد یہ فیصلہ کر لیتے تھے کہ ہمارے حکام رعایا کو ذلیل وخوار سمجھ کر ان کی راحت رسانی کے مطلق پرواہ نہیں کرتے اور مسلمانوں کے فوجی افسر بھی نہایت رحم دل منصف مزاج اور رعایا پرور واقع ہوئے ہیں تو خود خلیفہ اور اس کے ماتحت حکام تو کیسے کچھ ہونگے اسی لئے بسا اوقات روم وشام کی رعایا اپنے حکام کی مرضی کے خلاف مسلمانوں سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے جیسے آئندہ واضح ہوگا اور اس واقعے میں بھی داؤد حمصی کا حضرت خالد سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے آمان حاصل کرنا اور وردان کے فریب کی قلعی کھول دینا اور اس کے سربستہ راز کو طشت از بام کر دینا اسی حقیقت پر مبنی تھا عدل انصاف ورحم دلی جو اعمال صالحہ واطاعت الٰہیہ کا لازمی نتیجہ ہے ایسی طاقت ہے جو بہت جلد دشمن کی جماعت کو اپنی طرف مائل کر دیتی اور فتوحات کے لیے راستہ صاف کر دیتی ہے۔

ب: ناظرین کو اس واقعہ میں اس پہلو پر بھی نظر کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کو اپنے افسروں کے ساتھ کس قدر محبت اور جان نثاری کا علاقہ تھا کہ حضرت خالد وردان سے تنہا گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور حضرت ابوعبیدہ تاکید کے ساتھ دس جوانوں کو ساتھ لے لینے کی ہدایت کرتے ہیں، پھر وہ بہادر بھی ایسے جان نثار واقع ہوئے ہیں کہ حضرت خالد کے حق میں ادنیٰ سے ادنیٰ خطرہ کا بھی تحمل نہیں کر سکتے اور اس کی نوبت نہیں آنے دیتے کہ وردان اپنے کمین گاہ ہی حمایتیوں کو بلائے تو ان کو حضرت خالد پر حملہ کرنے پر روکا جائے بلکہ صبح سے پہلے ہی کمین گاہ کو دشمن سے پاک کر کے خود اس کے مورچہ پر قابض ہو جاتے اور وردان کی تمام حسرتوں کو خاک میں ملا کر اسے خون کے گھونٹ

پلاتے ہیں اس کے بعد جب یہ بہادر وردان کا خاتمہ کر کے رومی لشکر کی طرف چلتے اور مسلمانوں کو حضرت خالد کی قتل کا دھوکہ ہو جاتا ہے تو دفعۃً لشکر اسلام میں ہلچل مچ جاتی تو مسلمانوں کا دل ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔

اور طبعی بات ہے کہ جس افسر کی فوج اس درجہ جان نثار اور عاشق ہو اس کا حوصلہ کبھی پست نہ ہوگا اس کی ہمت کبھی کمزور نہ ہوگی اس کا ارادہ ہمیشہ آگے کو بڑھے گا پیچھے ہٹنے کا نام بھی نہ لیگا۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو حضرت علی نے منبر کوفہ پر کھڑے ہو کر اہل کوفہ کے سامنے آشکارا کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''لوگ کہتے ہیں کہ ابن ابی طالب فنون حرب میں ماہر نہیں، معاویہ بن ابی سفیان ان سے زیادہ اس کام کو جانتے ہیں مگر تم ہی بتلاؤ کہ سیاست اور شجاعت کیا تیر مار سکتی ہے جب حالت یہ ہے کہ میں تم کو ابھارنا چاہتا ہوں تو تم زمین سے چمٹے جاتے ہو، میں تم کو بلانا چاہتا ہوں تو تم منہ پھیر لیتے ہو میں حملہ کا ارادہ ظاہر کرتا ہوں تو تم گرمی سردی کا بہانہ کرتے ہو اور اہل شام کی حالت یہ ہے کہ معاویہ کے اشارے پر چلتے اور ان کے ہر حکم کو خوشی کے ساتھ قبول کرتے اور کسی قسم کا بہانہ نہیں کرتے ہیں۔ یاد رکھو سردار کی سیاست وشجاعت اس کی فوج کی اطاعت وجان نثاری کے ساتھ اکثر کی تدبیر وبسالت قوم کی فرمانبرداری کے بعد اپنا جوہر دکھلاتی ہے کاش مجھ کو اہل شام جیسی مطیع فوج اور جانِ نثار قوم مل جاتی اور معاویہ کو تم جیسے آدمیوں سے پالا پڑتا دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ سیاست دان اور مدبر وشجاع کون ہے؟

ج: مسلمان اپنی تدبیروں پر کبھی بھروسہ نہ کرتے تھے بلکہ ہر قسم کی تدبیر مکمل کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا اور طلب نصرت بھی کرتے تھے اور یہ وہ زبردست ہتھیار ہے جس کی طاقت کو مادہ پرست نہیں سمجھ سکتے اور افسوس یہ ہے کہ ہم مسلمان بھی اس غیبی ہتھیار کی قوت سے بہت کچھ بے خبر اور غافل ہو گئے ہیں مسلمانو! یاد رکھو کہ تم کو جب کامیابی ہوگی خدا تعالیٰ سے علاقہ جوڑنے کے بعد ہوگی اور جب تک تم اپنی کامیابیوں کو مادی اسباب اور ظاہر طاقت کے حوالہ کرتے رہو گے تو کبھی کامیاب نہ

ہو گے کیونکہ اس قوت میں دیگر اقوام تم سے ہمیشہ آگے رہیگی تم ان کے برابر کبھی نہیں ہو سکتے تمہارے پاس رضائے الٰہی اور اتفاق اور جمعیت کے ساتھ دعا کا ہتھیار بھی ہو تو کوئی قوم تم پر غالب نہیں ہو سکتی۔

د: ناظرین نے اس واقعہ میں حضرت جلالتمآب خلیفہ اسلام سیدنا ابو بکر صدیق کی بے قراری کا حال پڑھا ہے کہ وہ لشکر اسلام کی خبر معلوم کرنے کے لئے کس قدر بے چین رہتے تھے اس سے ان کو اندازہ کرنا چاہئے کہ پہلے مسلمانوں میں جس طرح رعایا اپنے خلیفہ اور افسر کے عاشق اور جان نثار ہوتی تھی افسر اور حکام وخلفاء بھی ان کے لیے مضطرب اور بے قرار رہتے تھے یہی وہ چیز ہے جس پر اتحاد، اتفاق اور الفت کی بنیاد قائم ہوتی ہے پس مسلمان اگر کامیابی کے طالب ہے تو سب سے پہلے کسی ایسے شخص کو اپنا امیر اور امام بنائے جو ہر مسلمان کی تکلیف سے بے قرار و بے چین ہو جاتا اور سب کی راحت و آسائش کو دل سے چاہتا ہو اس کے بعد سب مسلمان متحد و متفق ہو کر اس کی اطاعت کرے اس کے اشارہ پر چلے اور اطاعت خداوندی کا پختہ عہد کرے تو کامیابی ان کے سامنے ہے و دونہ خرط القتاد۔

جہاد شام کے لئے مکہ والوں کی آمد

فتوح شام کی خبریں مکہ والوں تک پہنچیں تو ان کو بھی جہاد کی رغبت اور طلب ثواب نے جہاد شام کے لئے ابھارا اور ایک بڑا لشکر جس میں مکہ کے بڑے بڑے سردار اور جان باز شہسوار شامل تھے حضرت ابوسفیان بن حرب، حضرت غیداق بن وائلؓ کی ماتحتی میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق سے اجازت لے کر شام کا رخ کرے اور اپنے ان بھائیوں کی مدد کرے جو ملک شام کا بڑا حصہ فتح کر چکے ہیں جس وقت سرداران مکہ اپنی شان وشوکت کے ساتھ مدینہ منورہ (زادھا اللہ کرامۃ ونورا) میں داخل ہوئے اور ضروری آداب وضروریات سے فراغت پا کر سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں جہاد شام کے لیے اجازت حاصل کرنے حاضر

ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق کو مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو جہاد شام کے لیے بھیجنا مناسب نہیں۔

(جس کی وجہ خود آگے معلوم ہو جائے گی جبکہ حضرت عمر اور حضرت ابوسفیان کی گفتگو نقل کی جائے گی اس مقام پر میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں تاریخ واقدی میں حضرت ابوسفیان و سرداران مکہ کے متعلق حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کی گئی ہیں روایۃ ودرایۃ ان کا ثبوت نہیں ہوسکتا مثلاً یہ ہے کہ اس قوم کے دلوں میں مسلمانوں سے کینہ اور بغض ہے اور اب مسلمانوں کی فتوحات کو سن کر جہاد شام کے لیے اس واسطے تیار ہوئے ہیں تاکہ سابقین اولین اور مہاجرین وانصار کے برابر ہو جائے میرے نزدیک یہ روایت بالکل غلط ہے یا راوی نے حضرت عمر کے مفہوم کو سمجھا نہیں کچھ کا کچھ بدل کر بیان کر دیا اور سیر کی روایات میں ایسا ہو جانا بعید نہیں کیونکہ اہل سیر کو محدثین کے برابر الفاظ کی حفاظت کا اہتمام نہیں ہوتا)

حضرت ابوسفیان و سرداران مکہ کو حضرت عمرؓ کی اس خفیہ گفتگو کا علم ہوا تو وہ دوسرے موقعہ پر حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ مسجد نبوی کے اندر حضرت علی خلیفہ اسلام کے دائیں جانب اور حضرت عمرؓ بائیں جانب اور جماعت مہاجرین وانصاران کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ سردار مکہ حضرت ابوسفیانؓ نے خلیفہ اسلام سے اجازت لے کر گفتگو شروع کی اور حضرت عمر کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ اے عمر! بے شک ایک وقت ایسا بھی تھا کہ ہم تمہارے اور تم ہمارے دشمن تھے اور ہم جانتے ہیں کہ تم ہم سے افضل و برتر ہو کیونکہ تم نے ایمان و جہاد میں ہم سے سبقت کی ہے اس لئے ہم اچھی طرح واقف ہیں اور کبھی انکار نہیں کر سکتے پھر جب ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت کی تو ہم نے اپنے دلوں سے ان خیالات کو محو کر دیا جو تمہاری نسبت ہمارے دلوں میں اس سے پہلے تھے کیونکہ اسلام شرک و عداوت وفریب کو ملیا میٹ کر دیتا ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ تم اپنے دل کو ہماری طرف سے صاف نہیں کرتے اور اب تک ہماری طرف سے تردد و تامل رکھتے ہو؟

حضرت ابوسفیان نے یہ گفتگو کچھ ایسے درد واخلاص بھرے لہجے کی کہ سامعین بے اختیار چشم پرنم اور حضرت عمرؓ شرم وحیا کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہوگئے کچھ دیر سکوت کرکے آپ نے حضرت ابوسفیان سے فرمایا کہ خدا کی قسم میرا مطلب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کو شر وفساد اور خونریزی سے بچاؤں کیونکہ میں تمہارے اندر جاہلیت کی غیرت اور افتخار نسب کا اثر کسی قدر دیکھ رہا ہوں (جس سے اندیشہ ہے کہ تم کسی بات پر میدان جنگ میں کسی ادنیٰ درجے کے مسلمان کی تحقیر وتذلیل کر بیٹھو یا فوجی افسر کو اپنے سے کم رتبہ سمجھ کر خاطر میں نہ لاؤ اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرکے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کردو کیونکہ یہ بڑائی اور تکبر ہی وہ بلا ہے جو قومی شیرازہ کو ایک آن میں بکھیر کر رکھ دیتا ہے اتحاد واتفاق اسی قوم میں پیدا ہوتا اور باقی رہتا ہے جس کا ہر فرد اپنے کو دوسرے سے کم تر سمجھتا ہو اور ہر شخص کو اپنے سے زیادہ لائق احترام جانتا ہو۔۱۲)

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ معقول جواب سن کر) بولے اے عمر! میں تم کو اور خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کردیا ہے (اب میں جو کچھ کرونگا اللہ کے لئے کرونگا اپنی ذات کے لئے نہ کرونگا ۱۲) بقیہ سرداران مکہ نے بھی بیک آواز یہی عہد کیا اور مسلمانوں کو یقین دلا دیا کہ وہ اپنی سرداری اور بڑائی اور نسبی وخاندانی بزرگی کے خیالات کو دل سے نکال کر محض اللہ کے لئے خدمت اسلام کرنا چاہتے ہیں۔

یہ کلمات ان کی زبان سے اس طرح نکل رہے تھے کہ تمام سامعین پر خاص اثر تھا اور حضرت عمر جس بات کو تلاش کر رہے تھے اس کا ظہور ان کے ایک ایک جملے سے ایسا ہوگیا کہ مزید امتحان کی ضرورت باقی نہ رہی کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ یہ سرداران مکہ اپنی بات کے بڑے پکے ہیں جاہلیت کے زمانہ میں بھی جھوٹ بولنا ان کے نزدیک سخت عیب اور بدترین چیز تھی جس بات کا یہ اقرار کرلیتے ہیں اس سے ہرگز نہیں پھرتے جان جائے مگر بات نہ جائے بس خدا کے لیے جانیں وقف کردینے کے بعد نہ ان پر قومی عصبیت اور وطنی جوش کے لئے جانفروشی کا وسوسہ ہوسکتا ہے نہ انکی وجہ سے لشکر اسلام

کے شیرازہ بکھیر نے کا خطرہ ہے اب یہ جو کچھ کریں گے محض حب فی اللہ و بغض فی اللہ کے لیے کریں گے پس دفعۃً سب کے دلوں میں اطمینان اور خوشی کی لہر دوڑی اور حضرت صدیق نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ خداوندا! ان کی امیدیں برلا! اور امید سے بھی بہتر صلہ عطا فرما اور انکی اسلامی خدمات کو قبول فرما اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی نصرت وحمایت فرما اور کفار پر ان کو غلبہ اور زور عطا فرما۔

نفسانیت کے ساتھ میدان جنگ میں نہیں جانا چاہئے

ف: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ میدان جنگ میں انہی مسلمانوں کو بھیجنا چاہتے تھے جن میں نفسانیت کا شائبہ بھی نہ ہو بالخصوص قیادت وامارت عسکر تو انہی لوگوں کے سپرد کرتے تھے جو اسلام کا صحیح نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں اور اسکے لئے وہ ان لوگوں کا انتخاب فرماتے تھے جو سابقین اولین ومہاجرین وانصار کے معزز لقب سے قرآن کریم میں سرفراز کئے گئے ہیں، کیونکہ یہ حضرات اپنے اخلاص کی وجہ سے حب فی اللہ و بغض فی اللہ کی زندہ تصویر تھے جو کام کرتے محض رضائے حق کے لئے کرتے تھے اپنے کو سب سے کم تر سمجھتے اور کسی مسلمان کو اپنے سے کم نہ جانتے تھے۔

اور کسی کے متعلق ان کو یہ احتمال ہوتا کہ اس میں نفسانیت کا شائبہ ہے اور اس کا جہاد کے لئے جانا اپنی شجاعت وحمیت قومی اور خدمت وطنی دکھلانے کے لئے ہے تو ان کو جہاد میں بھیجنے سے احتیاط کرتے تھے کیونکہ جو لوگ (۱) حمیت قومی اور خدمت وطن کا جذبہ لے کر میدان جہاد میں جائیں گے انکے ساتھ نصرت وحمایت خداوندی نہ ہوگی اللہ تعالیٰ کی مدد اسی کے ساتھ جو صرف اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے میدان میں جائے ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم [محمد :۷] [۱] (۲) جس قوم میں نفسانیت اور حمیت قوم اور خدمت وطن کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اس میں تکبر کی وجہ

---

(۱) اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے پاؤں کو جمادے گا۔

سے اتفاق واتحاد باقی نہیں رہتا اور جس لشکر میں اتحاد واتفاق کی روح کمزور ہو وہ کچھ کام نہیں کرسکتا۔

یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر حضرت عمر کو سرداران مکہ کے بھیجنے میں تأمل تھا کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ ان میں ابھی تک اپنے خاندانی بزرگی اور نسبی شرافت کا خیال موجود ہے اور جہاد شام کا شوق بھی بظاہر اسی وجہ سے ہے کہ یہ لوگ اپنی قوم اور اپنے خاندان اور اپنے وطن کا نام اپنے کارناموں سے چمکانا اور زندہ کرنا چاہتے ہیں اور گوان خیالات کی قدر اقوام عالم کے نزدیک بہت کچھ ہے مگر اسلام اور فدایان اسلام کی نظر میں اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں اسلام اسی شجاعت و بسالت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس کا منشأ محض حب فی اللہ و بغض فی اللہ و اعلاء کلمۃ اللہ ہو جب حضرت عمر کو سرداران مکہ کی قسم وقول وقرار سے اطمینان ہوگیا کہ یہ لوگ اپنی جانوں کو اللہ کے لئے وقف کر کے گھر سے نکلے ہیں پھر ان کو کوئی تأمل وتردد نہ رہا۔

فتح ونصرت کا مدار

ف ۲: کسی شخص کی ظاہری شجاعت وسیاست سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے کیونکہ جس سیاست وشجاعت کا منشأ حمیت وقوم وحب وطن ہو وہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے طرۂ امتیاز نہیں بلکہ ایسی بہادری اور سیاست کفار میں بھی ہوسکتی ہے حضرات صحابہ کا مقابلہ جن قوموں سے ہوا ہے وہ حب وطن اور حمیت قوم کے لئے ہی اپنی جانیں دیتے اور بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے تھے اگر صحابہ کے کارنامے بھی اسی جذبہ کے ماتحت ہوتے تو ان کی کامیابی اور فریق مقابل کی ناکامی کی کوئی وجہ نہ تھی؟ کیونکہ جب محرک ایک ہی جذبہ تھا تو غلبہ اس فریق کو ہونا چاہئے تھا جو سامان حرب اور تعداد اور قوت عسکری میں زیادہ تھا حالانکہ معاملہ برعکس ہوا حضرات صحابہ باوجود قلت تعداد اور اپنی بے سروسامانی کے کامیاب ہوئے اور فریق مقابل باوجود کثرت افواج اور اعلیٰ درجہ کے ساز وسامان کے مغلوب وناکام ہوا یہ صورت حال خود اس حقیقت کو واضح کردیتی

ہے کہ دونوں میں جذبہ ایک نہ تھا ہر ایک کے لئے محرک جدا جدا تھا حضرات صحابہ محض اللہ کے لئے کام کرنے والے تھے اور فریق مقابل اپنی قوم اور وطن کے لئے جانفروشی کر رہا تھا اس لئے خدا مسلمانوں کے ساتھ تھا اس کی نصرت ان کے سروں پر سایہ فگن تھی اور فریق ثانی اس دولت سے محروم تھا۔

یہی وہ بات ہے جس کو ہرمزان فارسی نے حضرت عمر کے سامنے ان لفظوں سے ظاہر کیا تھا ''ان اللہ کان فی الجاھلیة قد خلی بیننا وبینکم فغلبنا کم واما الآن فکان معکم فغلبتمونا'' خدا تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں تو ہمیں اور تمہیں دونوں کو چھوڑ رکھا تھا تو ہم تم پر غالب تھے اور اب خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اس لیے تم ہم پر غالب آ گئے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک عرب اور عجم نے انسانی طاقت کے ساتھ مقابلہ کیا تو عرب پر عجم غالب تھا مگر جب اہل عرب نے خدائی طاقت کو اپنا ساتھ لے کر عجم کا مقابلہ کیا اس وقت عرب سب پر غالب آ گئے کیونکہ خدائی طاقت کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ ''ان ینصر اللہ ینصر کم فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ'' [آل عمران:۱۰۷]

فتح حاصل کرنے کا نسخہ

ف: مسلمان ہر زمانہ میں تعداد وشمار اور مادی طاقت میں کفار سے کم تھے مگر جس زمانہ میں ان کو دوسروں پر غلبہ تھا اس وقت خدائی طاقت ان کے ساتھ تھی جب خدائی طاقت ان کے ساتھ نہ رہی تو اب صرف تعداد وسامان کا مقابلہ رہ گیا تو جن اقوام کے پاس یہ قوت زیادہ تھی وہ مسلمانوں پر غالب آ گئیں پس اگر مسلمان اپنی قوت وغلبہ کے خواہاں ہیں تو ان کو پھر وہی طاقت حاصل کرنا چاہئے جو پہلے ان کو حاصل تھی جس کا طریقہ قرآن کریم نے اس طرح بتلایا ہے ''یاایھاالذین امنو اذا لقیتم فئة فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ٥ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصّٰبرین ٥ ولا تکونوا کالذین

خرجوا من دیارھم بطرأ ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ" ط[انفال:۴۵]

یعنی (۱) دلوں کو مضبوط رکھو (جس کا طریقہ یہ ہے کہ خدا کے سوا سب کا خوف دل سے نکال دو اور سمجھ لو کہ خدا کے حکم کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا پھر دشمن سے ڈرنا محض فضول ہے (۲) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہوگے (کیونکہ اللہ کی یاد میں خاصیت ہے کہ اس سے دل کو قوت حاصل ہوتی ہے اور غیر خدا کا خوف دل سے نکل جاتا ہے)۔ (۳) اللہ ورسول کے (احکام) کی اطاعت کرو (اس کی خاصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول سے خاص تعلق اور محبت کو ترقی ہوتی ہے اور یہی جوش محبت مسلمان کو جان فروشی پر آمادہ اور اللہ کی مدد کو اس پر متوجہ کر دیتا ہے (۴) آپس میں نزاع واختلاف نہ کرو کہ اس سے خود تمہارے دل بھی بودے ہو جائیں اور دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب جاتا رہے گا تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (۵) استقلال وصبر سے کام لو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو استقلال سے کام لیتے ہیں (۶) اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنی بہادری کے کارنامے) دکھلانے لئے نکلے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ یعنی تم کو کوئی کام تکبر اور نفسانیت اور ناموری کے واسطے نہ کرنا چاہئے بلکہ ہر کام رضائے الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ کا قصد کرنا چاہئے نفسانیت اور تکبر نصرت الٰہی کے نزول سے مانع ہے۔

یہ طریقہ ہے اسلامی عروج حاصل کرنے کا اب ذرا ہم لوگ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہم نے اس کی رعایت کہاں تک کی ہے افسوس کی ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس راستہ سے بہت دور جا پڑے ہیں ہمارے سامنے اسکے سوا کچھ نہیں رہا کہ دوسری قوموں کی تقلید کر کے ترقی کرنا چاہتے ہیں حالانکہ دوسری قوموں کی تقلید کے بعد بھی ہم تعداد اور مادی سامان میں ہم ان کے برابر نہیں ہوسکتے پھر ترقی کیونکر ہوسکتی ہے ہم کو وہ طاقت اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے جو کو صرف مسلمان ہی حاصل کر سکتے ہیں اور دوسری قومیں حاصل نہیں کرسکتی اور وہ صرف یہی طاقت ہے جو قرآن کریم نے ہم کو بتلائی اور

صحابہ نے اس کو حاصل کیا تھا اس قوت کے ساتھ بقدر ضرورت اور مادی طاقت بھی جب مل جائے گی تو غلبہ مسلمانوں ہی کو ہوگا۔

میدان جنگ میں بھیجنے کے قابل کون؟

ف: اقوام عالم کا دستور یہ ہے کہ جنگ کے لئے بہادروں کا انتخاب کرتے ہیں جو شخص بہادری کے جوہر میں ممتاز ہو اس کی جنگی قابلیت میں پھر کسی کو کلام نہیں ہوتا متمدن اور غیر متمدن تمام سلطنتوں کا یہی اصول ہے مگر حضرت عمرؓ کا یہ مشورہ اور ان کے عمر بھر کی سیاست ہم کو یہ سبق دیتی ہے کہ میدان جنگ میں بھیجنے کے قابل وہ ہے جس میں بہادری کے ساتھ تواضع اور اخلاص بھی اعلیٰ درجہ کا ہو۔ تواضع کی برکت سے فوج میں اتحاد و اتفاق قائم رہے گا اور اخلاص کی برکت سے دنیا میں امن و آمان قائم رہے گا ظلم وفساد کا بازار گرم نہ ہوگا کیونکہ جو شخص محض اللہ کے لئے اور اس کا بول بالا کرنے اور توحید کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے میدان میں نکلے گا وہ حکم خداوندی کے خلاف ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائیگا۔ اس کا جہاد ہوس ملک گیری کے ماتحت نہ ہوگا بلکہ صرف اعلاء کلمۃ اللہ واخفاض کلمۃ الشرک کے لئے ہوگا۔

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ صرف انہیں سے لڑیں گے جو ان سے لڑے اور مقابلہ کو آمادہ ہو بچوں عورتوں اور بوڑھوں سے ان کا کوئی سروکار نہ ہوگا معصوموں اور بے زبانوں، کمزوروں، آپاہجوں یا تارک الدنیا راہبوں، درویشوں پر کبھی ان کی تلوار بے نیام نہ ہوگی۔ عام رعایائے ممالک غیر کے ساتھ ان کا برتاؤ شریفانہ ومنصفانہ ہوگا لشکر اسلام ممالک غیر کے جس شہر یا گاؤں سے گزرے گا اگر وہاں کی آبادی صلح وآشتی سے پیش آئے اور مقابلہ نہ کرے تو لشکر اسلام کسی کے جان و مال سے تعارض نہ کرے گا نہ کسی کی آبرو وعصمت پر دست درازی کا کوئی احتمال ہوگا۔

تاریخ کے اوراق دنیا کے سامنے ہیں اور واقعات کی شہادت موجود ہے کہ حضرات صحابہ اور تابعینؒ نے دشمن کی فوجوں اور عام رعایا کے ساتھ تہذیب اور انصاف کا

معاملہ فرمایا ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا ہے کہ صحابہ یا تابعین نے عورتوں بچوں ،بوڑھوں،اپاہجوں ،یا تارک الدنیا راہبوں پر تلوار اٹھائی ہو کسی کی مجال نہیں کہ صحابہ وتابعین کا ادنیٰ ظلم بھی عام رعایا پر ثابت کر سکے جو لشکر اسلام کے مقابلے میں نہیں آئے۔

یہ اسی اصول کی برکت تھی کہ خلفائے اسلام فوج میں ہمیشہ مہذب، مخلص ومتواضع سپاہی کو بھیجتے تھے جو اپنی زندگی کو اللہ کے اور اس کی رضا جوئی کے لئے وقف کر چکا ہو مگر آج کل متمدن اقوام کی حالت دیکھو کہ ان کے یہاں فوجی بھرتی کے لئے قد کی پیائش اور صحت جسمانی کی تو قید ہے سپاہی کے اخلاق وعادات پر اصلا نظر نہیں کی جاتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کل لڑائیوں میں متمدن اقوام کی فوجوں کے ہاتھوں وہ انسانیت سوز وبربریت ووحشت افزا مناظر سامنے آتے ہیں کہ الامان والحفیظ کوئی ان متمدن اقوام سے پوچھے کہ کیا اسی برتے پر تہذیب وتمدن کا دعوی کیا جاتا ہے کہ آج بعض ممالک میں بعض اٹلی فوجوں نے بچوں ،عورتوں ،بوڑھوں کو بے دریغ توپوں اور بموں سے اڑادیا شریف خواتین کی عصمت دری کی ،قرآن کریم اور مساجد کی بے حرمتی کی اور پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخانہ گیت گائے گئے، علماء ومشائخ کو بے دریغ قتل کیا گیا۔خانقاہوں میں شراب نوشی کی گئی اور ہزاروں مسلمانوں کوان کے قدیمی وطن سے بے آب وگیاہ میدانوں کی طرف جلاوطن کر دیا یہ ان لوگوں کا طرز عمل ہے جو بہت بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اصول یہ ہے کہ ہر ملک اور سرزمین پر اسی قوم کو حکمرانی اور آبادی کا حق ہے جو وہاں کی اصلی باشندہ ہے پھر ہم نہیں سمجھ نہیں سکتے کہ مسلمان جن مقامات پر تیرہ سو برس سے آباد ہے ان پر کسی کو حکومت کا کیا حق ہے اور تیرہ سو برس کے باشندوں کو ان کے وطنوں سے جلاوطن کرنا کونسی تہذیب اور کیسا تمدن ہے؟ کیا اسی منہ سے دوسری اقوام اسلامی جہاد پر اعتراض کرنے کا حوصلہ کرتی ہے؟ کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اسلامی جہاد میں کبھی بھی اس قسم کے انسانیت سوز اور سفاکانہ مناظر دنیا نے دیکھے ہوں؟

؎ روز کہتے ہو کہ تلوار سے پھیلا ہے اسلام
یہ تو بتلائیں کہ اس توپ سے کیا پھیلا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کمک اور خط بنام خالدؓ

ان فوائد پر متنبہ کرنے کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں لشکر مکہ کو مدینہ میں آئے ہوئے کچھ ہی دن گزرے تھے کہ یمن کا لشکر بھی عمرو بن معدی کرب الزبیدی کی ماتحتی میں مدینہ منورہ پہنچا اس کے بعد مالک اشتر نخعی کی ماتحتی میں قبیلہ نخعی اور خاندان جرہم کے جانباز بہادر پہنچ گئے اور مدینہ منورہ میں سات ہزار مجاہد سوار اکٹھے ہو گئے حضرت صدیق نے خالد بن ولید کے نام اس مضمون کا ایک فرمان لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوبکر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خالد بن ولید مخزومی اور ان کے ہمراہی (۱) مسلمانوں کے نام۔ امابعد میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا اور تم کو ظاہر اور باطن میں تقوی (۲) اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں اور یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ نرمی کرو کمزور کو سہارا دو اور خطا کار سے درگزر کرو اور مسلمانوں (۳) سے مشورہ کرتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تم کو فتح عظیم اور غنیمت اور نصرت و مدد عطا فرمائی اور کفار کو شکست دی اس سے میں بہت خوش ہوا پس تم پیش قدمی کرتے ہوئے بڑھتے چلے جاؤ یہاں تک

---

(۱) خلفائے اسلام اپنے خط کا مخاطب صرف قائد عسکر ہی کو نہ بناتے تھے بلکہ تمام لشکر کو بناتے تھے اس میں جس قدر لشکر کی دلجوئی ہے ظاہر ہے۔۱۲

(۲) خدا سے ڈرنے اور اس کے احکام کو پیش نظر رکھنے کی تاکید خلفائے اسلام کا طرۂ امتیاز ہے وہ ہمیشہ اپنے امراء کو سخت تاکید کے ساتھ تقویٰ کا امر کرتے تھے اور یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔۱۲

(۳) یہ نصیحت آب زر سے لکھنے کی قابل ہے جس میں لشکر کی تالیف اور دلجوئی کی بہت تاکید ہے اسی لئے اسلامی لشکر ہمیشہ اپنے سرداروں کا مطیع و جان نثار ہوتا تھا کہ ان کے امراء و قائدین ان کے حقوق کی ادائیگی اور تالیف قلوب کا پورا اہتمام کرتے تھے۔۱۲

کہ ملک شام کو منتہی تک اپنا منقاد بنالو اور شام کی جنت (دمشق) پر مورچہ [۱] قائم کرو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے اس کو تمہارے ہاتھوں پر فتح کرادے پھر حمص اور معرات وانطاکیہ کی طرف رخ کرو میری طرف سے سلام ہے تم پر اور تمہارے ہمراہی سب مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت اور برکتوں سے نوازے۔ (آمین)

مکرر یہ ہے کہ میں تمہارے [۲] پاس یمن کے بہادروں اور قبیلہ نخعی کے شیروں اور مکہ معظمہ (زادھا اللہ مھابۃ و کرامۃ) کے شہزادوں کو بھیج رہا ہوں جن میں سے تم کو عمرو بن معدی کرب اور مالک اشتر نخعی یہ دو ہی بہادر بہت کافی ہیں اور جس وقت تم پائے تخت شام شہر انطاکیہ پر حملہ کرو جہاں بادشاہ رہتا ہے تو اگر وہ تم سے صلح [۳] کرنا چاہے تو صلح کر لینا اور مقابلہ پر آمادہ ہو تو جنگ سے جواب دینا اور درب

---

(۱) اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر جس سرزمین میں لشکر بھیجتے تھے وہاں کے جغرافیہ سے پوری طرح واقف تھے تمام بلاد کا نقشہ ان کے پیش نظر تھا کہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے قائد عسکر کو کس ترتیب سے پیشقدمی اور مورچہ بندی کا طریقہ بتلارہے ہیں، افسوس آج کل ہم لوگوں نے جغرافیہ کو ایک فضول چیز سمجھ لیا ہے حالانکہ جس نیت سے منطق فلسفہ آج کل پڑھایا جاتا ہے اس سے بھی بہتر نیت کے ساتھ جغرافیہ کی تعلیم ہوسکتی ہے اور اس سے بہتر کیا نیت ہوگی کہ جغرافیہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ مسلمان کہاں کہاں آباد ہیں اور کتنی تعدادیں آباد ہیں اور ہم سے کتنے قریب یا دور ہیں اور وہاں تک ذرائع آمدورفت کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔ خلفاء وسلاطین اسلام کو اس سے باخبر ہونا تو بہت ضروری ہے لیکن اگر عامۃ المسلمین بھی اس سے واقف ہوں اور نیت بخیر ہو تو اس کے مفید ہونے میں کلام نہیں۔

(۲) بہادران اسلام کی شاندار الفاظ میں تعریف کرنا جس قدر حوصلہ افزا ہے ظاہر ہے خلفائے اسلام کو اس کا بھی اہتمام تھا کہ کام کرنے والوں کی ہمت بڑھائی جائے۔

(۳) خلفائے اسلام اور امراء عساکر اسلامیہ کو سب سے پہلے مصالحت کا اہتمام تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ جس بادشاہ نے مسلمانوں سے مصالحت کی ہے اس کو حکومت وسلطنت پر ہمیشہ برقرار رکھا گیا جب تک اس سے غدر کا ظہور نہ ہوا ہو، کیا اب بھی کسی کا منہ ہے کہ جہاد اسلامی پر ہوس ملک گیری کا بدنما دھبہ لگائے حالانکہ اعتراض کرنے والے جس طرح ہوس ملک گیری کا اس وقت مظاہرہ کررہے ہیں تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ۱۲

شام (پہاڑی دروں) میں بدون میری اجازت کے داخل نہ ہونا مگر میرا خیال یہ ہے کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے'' **کل نفس ذائقة الموت و السلام**''.

پھر خط کو رسول اللہ ﷺ کی مہر مبارک سے مزین فرما کر عبدالرحمٰن حمید جمحی کو یہ کہہ کر حوالہ فرمایا کہ تم ہی شام سے قاصد بن کر آئے تھے تم ہی میری طرف سے قاصد بن کر یہ خط لے جاؤ انہوں نے خط کو سر پر رکھا اور مہر نبوت کو بوسہ دے کر بحفاظت تمام اپنے عمامہ سے باندھ کر سانڈنی پر سوار ہوئے اور خلیفہ اسلام کو رخصتی سلام عرض کر کے بہت تیزی کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ دمشق پہنچ کر حضرت خالد بن ولیدؓ کو پہنچا دیا کیونکہ حضرت خالدؓ بارگاہ خلافت میں خط روانہ کرنے کے بعد دمشق کی طرف چل پڑے تھے۔

اہل دمشق کو واقعہ اجنادین کی خبریں پہنچ چکیں تھیں اور معلوم ہو گیا تھا کہ شاہ ہرقل کے بڑے بڑے بہادر اس جنگ میں موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں اور لشکر نصاریٰ کو ایسی بڑی شکست ہوئی ہے جس کے بعد کسی کو اسلامی لشکر کے سامنے سر اٹھانے کی طاقت نہیں اس لئے جب یہ سنا کہ خالد بن ولید مع لشکر کے دمشق کی طرف آ رہے ہیں تو ان کے ہوش اڑ گئے آس پاس کے دیہاتی قصباتی بھی دمشق میں پناہ لینے کو جمع ہو گئے اور فوراً شہر پناہ کا دروازہ بند کر کے فصیلوں کو سنگ باری آتش باری، اور تیر باری کے آلات سے مستحکم کر دیا گیا اور صلیبی نشانات اور پرچم لہرا دئے گئے جس وقت لشکر اسلام دمشق کے قریب پہنچا تو تمام میدان اور زمین پر مسلمان پھیل گئے کیونکہ اس وقت حضرت خالد اور ان کے لشکر کے علاوہ حضرت عمرو بن العاص اور شرجیل بن حسنہ اور عمرو بن ربیعہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنھم بھی اپنے لشکر کے ساتھ دمشق ہی پر آ گئے تھے۔

دمشق میں مسلمانوں کی مورچہ بندی:

پھر مورچہ بندی اس ترتیب کے ساتھ کی گئی کہ حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کو حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر باب جابیہ پر قیام کرے اور یہ بھی

فرمادیا کہ آپ کو اہل دمشق کا وہ غدر وفریب معلوم ہے جو پہلے ہمارے ساتھ کر چکے ہیں اس لئے ان سے ہوشیار رہنا چاہئے اور وہ آپ سے آمان طلب کریں تو آمان دینے میں جلدی نہ کریں ایسا نہ ہو کہ آپ کو دھوکہ دیا جائے باب جابیہ پر جم کر قیام کیجئے اور جب تک دم میں دم ہے اس جگہ کو نہ چھوڑئے اور اپنے لشکر کو دروازہ سے کسی قدر فاصلہ پر رکھئے تا کہ فصیل کی سنگ باری، آتش باری وغیرہ سے مفت سے جانوں کا نقصان نہ ہو۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ان احکام کو سن کر سمعا وطاعۃ عرض کر کے باب جابیہ کی طرف روانہ ہو گئے اور دروازۂ شہر سے کسی قدر فاصلے پر ان کا خیمہ کھڑا کیا گیا جو کہ عربی خیمہ تھا اور اون یا چمڑے کا بنا ہوا تھا اور جو خیمے کئی ہزار کی تعداد میں رومیوں سے اب تک چھینے گئے تھے ان میں سے ایک کو بھی استعمال نہیں کیا گیا بلکہ وہ سب لپٹے لپٹائے ایک طرف رکھے رہے۔

ابو محمد عبد اللہ بن حجار نے اپنے دادا سے اس کی وجہ پوچھی جو اس معرکہ میں اور اس کے سوا دوسرے معرکہ میں بھی حضرت ابوعبیدۃ کے ساتھ رہے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوعبیدۃ رومی خیموں سے تواضعا پرہیز کرتے تھے کیونکہ ان کے استعمال سے ایک قسم کی شان امارت اور صورت فخر ظاہر ہوتی تھی وہ خیمے بہت بھڑکدار اور خوبصورت مزین تھے اور صحابہ کو زینت دنیا پسند نہ تھی بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ مسلمانوں کے پاس عربی خیمے کم ہوتے اور رومی خیموں کے استعمال کی ضرورت بھی ہوتی تھی مگر پھر بھی ان کو استعمال نہ کرتے۔ دھوپ میں جلنا اور بارش میں بھیگنا گوارا تھا مگر ان خیموں کے اندر بیٹھنا منظور نہ تھا تین وجوہ سے۔(۱) یہ کہ صحابہ کو زینت دنیا سے نفرت تھی اور وہ خیمے بڑے مزین اور بھڑکدار تھے (۲) یہ کہ ان خیموں میں توحید خدا کی آواز بلند نہیں ہوئی بلکہ شرک وکفر کی باتیں کی گئیں تھی (۳) یہ کہ رومی اس بات کا یقین کر لے کہ مسلمان ملک گیری کے ہوس سے جہاد نہیں کرتے بلکہ ان کا مقصود محض رضائے الٰہی اور طلب ثواب آخرت ہے۔

ف: ذرا وہ لوگ جہاد اسلامی پر اعتراض کرتے ہیں آنکھیں کھول کر ان

واقعات میں غور کریں کہ ہوس ملک گیری کی یہ صورت ہوا کرتی ہے؟ یہ وہ جس کا مظاہرہ آج کل آئے دن تہذیب وتمدن کا دعوے دار حکومتیں کرتی رہتی ہیں۔

پھر حضرت خالدؓ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم باب الصغیر پر مورچہ بندی کرو اور مضبوطی کے ساتھ اس جگہ جمے رہو اگر کسی وقت شہر پناہ سے تمھارے مقابلہ کو کوئی ایسا طاقتور لشکر آئے جس کی مدافعت سے عاجز ہو جاؤ تو فوراً میرے پاس اطلاع بھیج دینا میں امداد کو حاضر ہو جاؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر شرحبیل بن حسنہ کاتب وحیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم اپنے لشکر کو لیکر باب توما پر جاؤ اور بہت ہوشیاری سے مورچہ بندی کرو کیونکہ والیٔ دمشق جس کا نام توما ہے اسی دروازہ پر رہتا ہے اور وہ بہت چالاک ہے بلائے بے درمان ہے کہ وہ تمہارے مقابلہ میں باہر نکلے تو مجھے فوراً اطلاع دینا میں انشاء اللہ تمہاری مدد کو پہنچونگا میں نے سنا ہے کہ توما کی شجاعت وجوانمردی کی وجہ سے ہی ہرقل نے اپنی بیٹی اس سے بیاہ دی ہے اور اسی لئے وہ اپنی قوم میں بڑا سردار مانا جاتا ہے اس لئے آپ کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے حضرت شرحبیل بن حسنہؓ نے فرمایا کہ آپ بےفکر رہیں انشاء اللہ ہمارے مقابلہ میں توما کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوگا پھر حضرت عمرو بن العاصؓ کو بلا کر باب الفرادیس پر متعین کیا اور فرمایا کہ اس جگہ دمشق کے چنے ہوئے بہادر رہتے ہیں آپ اس کی مورچہ بندی بڑی مضبوطی اور استقلال کے ساتھ کریں پھر قیس بن ھبیرہ مرادیؓ کو بلا کر ایک چھوٹا سا لشکر ان کی ماتحتی میں دیا اور باب کسان پر مضبوطی کے ساتھ ٹھہرنے کا حکم دیا دمشق کے یہ پانچ دروازے ہوئے جن پر مورچہ بندی اس ترتیب کے ساتھ کی گئی اور چھٹا دروازہ باب مرقش ہمیشہ سے بند تھا اور بند ہی رہا کرتا تھا اس پر لڑائی نہ تھی اس لئے اس کی مورچہ بندی نہ کی گئی اس لئے اہل عرب اس کو باب السلامۃ (سلامتی کا دروازہ کہتے تھے)

ساتواں سب سے بڑا دروازہ باب شرقی تھا اس کی مورچہ بندی حضرت خالد بن ولیدؓ نے خود اپنے لشکر کے ساتھ کی اور حضرت ضرار بن ازور کو دو ہزار سوار دے کر طلیعۃ الجیش (لشکر کا پہرہ دار) بنا کر حکم دیا کہ آپ اس لشکر کو اپنے ساتھ لے کر تمام شہر

کے گرد چکر لگاتے رہیں اور جس جگہ امداد کی ضرورت دیکھو مجھے اطلاع دو میں جو مناسب سمجھونگا کرونگا حضرت ضرارؓ نے کہا کہ یہ تو میری خوشی کی بات نہیں کہ لڑائی کو چھوڑ کر گشت لگانے میں رہوں حضرت خالد نے تبسم فرماتے ہوئے کہا اچھا تم اپنی گشت میں جہاں امداد کی ضرورت دیکھو اپنی طاقت کے موافق لڑائی میں حصہ لو اگر معاملہ قابو سے باہر دیکھو تو مجھے اطلاع دو اس تجویز سے حضرت ضرار خوش ہو گئے اور فرمایا کہ میرے سپرد یہ کام ہے تو بہت بہتر ہے پھر رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے غضبناک شیر کی طرح دمشق کے گرد چکر لگانے میں مشغول ہو گئے۔

دمشق میں لڑائی

سب سے پہلے جس دروازہ پر لڑائی کی ابتدا ہوئی وہ باب شرقی تھا جس پر خود حضرت خالدؓ تشریف فرماتھے اہل دمشق نے مرنے مارنے پر کمر باندھ لی اور ارادہ کرلیا کہ جب تک ایک متنفس بھی زندہ ہے لڑائی سے منہ نہ پھیریں گے اور اپنی عورتوں بچوں اور ناموس وطن کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔

رومیوں نے جان توڑ حملہ کیا تیروں کی بارش اور پتھروں کی مسلسل یورش کرتے ہوئے آگے بڑھے ادھر جانبازان اسلام نے بھی جوابی حملہ میں عربی شجاعت واسلامی جوش سے رومیوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کیا میدان کارزار گرم تھا طرفین نے بہادر داد جونمرادی دے رہے تھے حضرت سیف اللہ خالد بن ولید بپھرے ہوئے شیر کی طرح مسلمانوں کو للکار رہے اور بڑھ بڑھ کر جان توڑ حملے کر رہے تھے کہ عین اسی حالت میں عبدالرحمٰن بن حمید جمحی نے حضرت خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ان کے ہاتھ میں لا کر دیا جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ عساکر اسلامیہ کی کمک کے لئے حضرت ابوسفیانؓ بن حرب بہادران مکہ کی زبردست فوج اور عمرو بن معدیکرب مشہور شہسوار عرب قبیلہ زُبید کا لشکر ساتھ لئے ہوئے مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں اس خط کو پڑھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ کی خوشی کی انتہا نہ رہی آپ نے بآواز بلند اسی وقت اپنے

لشکر کو یہ خط پڑھ کر سنایا اور فرمایا مسلمانو! خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد آرہی ہے اور خلیفۂ اسلام اور تمام مسلمانوں کی دعائیں تمہاری پشت پر ہیں حوصلے بلند کرو اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے جان لڑادو یہ آواز بجلی کی طرح لشکر میں دوڑ گئی اور دن بھر مسلمانوں نے بڑی بے جگری سے رومیوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ آفتاب بھی اس منظر کی تاب نہ لاکر پردۂ مغرب میں جا چھپا اور ظلمت شب نے فریقین کو جدا ہونے پر مجبور کیا مسلمانوں کا ہر علمبردار اپنے اپنے دروازے اور مورچہ پر جہاں متعین تھا اسی جگہ رہا۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے بارگاہ خلافت کا فرمان ہر دروازہ پر بھیجا تا کہ سب کو پڑھ کر سنا دیا جائے جس دروازے پر یہ خط پڑھ کر سنایا گیا مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر کے ساتھ اس کا جواب دیا جس سے اہل دمشق سمجھ گئے کہ مسلمانوں کا تازہ کمک آرہی ہے اسی خوشی میں نعرہائے تکبیر بلند ہو رہے ہیں۔

رومیوں کا آپس میں مشورہ

رات بھر دمشق کی فوج کلمات کفر بکتی چیختی چلاتی گاتی بجاتی رہی مگر عام شہریوں کے دلوں پر ہراس غالب اور چہروں پر مردنی چھارہی تھی کہ ان کو نظر آرہا تھا کہ جن مسلمانوں نے میدان اجنادین میں بطارقہ، اراحیہ، قیاصرہ، ہرقلیہ جیسے بہادر رومیوں کو غلہ کی طرح پیس کر رکھ دیا ہے ان کے سامنے اہل دمشق کی ہستی کیا ہے اگر ہم نے مصالحت نہ کی تو وہ دن دور نہیں کہ ہمارا حشر بھی اجنادین کے رومیوں جیسا ہوگا یہ سوچ کر باہم مشورے کے جلسے منعقد کئے گئے بعض نے مصالحت کے حق میں رائے دی بعض نے توما والی دمشق کی رائے پر فیصلہ کو چھوڑا، توما کے پاس یہ لوگ پہنچے تو اول تو اس نے مصالحت کا نام سنتے ہی اہل دمشق کی کمزوری، بزدلی، نامردی پر لعنت بھیجی، مگر جب لوگوں نے گزشتہ واقعات اور مسلمانوں کی سابقہ فتوحات کے قصے اس کے سامنے بیان کر کے یہ کہا کہ جیسی تم ڈینگیں مار رہے ہو والی فلسطین وحاکم بصری نیز کلوص وعزرائیل وغیرہ اس سے زیادہ مارتے تھے مگر مسلمانوں کے ہاتھوں ان لوگوں کا جو حشر ہوا ہمارے

سامنے ہے ان میں سے کوئی بھی اپنے شہر کو بچا نہ سکا اور جنگ اجنادین میں جیسے جیسے بہادر رومی تکبر و غرور کے ساتھ دعوی کر کے قسمیں کھا کھا کر آگے بڑھے تھے ان کا انجام بھی ہماری نظروں میں ہے۔

پس مسلمانوں کو اپنے گھر میں بیٹھ کر حقیر و ذلیل سمجھ لینا تو آسان ہے مگر میدان میں ان سے پیچھا چھڑانا آسان نہیں اگر تم اپنے اندر شہر کی حفاظت کے لئے پوری طاقت پاتے ہو تو دکھلاؤ ہم بھی اپنی جان و مال سے دریغ نہ کریں گے ورنہ ہم صاف کہتے ہیں کہ جس وقت بھی ہم کو تمہاری کمزوری کا احساس ہوگا اسی وقت بغیر اطلاع کئے ہم مسلمانوں سے مصالحت کرلیں گے اب توما کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھ گیا کہ مسلمانوں کی شجاعت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکا ہے اور ان کے عدل وانصاف وراحت رسانی ورعایا پروری کی حکایات نے رومی رعیا کو رومی حکام سے برگشتہ کر دیا ہے اس لئے سختی اور سخت کلامی سے کام نہ چلے گا انکے ساتھ نرمی کی ضرورت ہے یہ سوچ کر کہنے لگا کہ تم اپنے شہر میں اطمینان سے رہو کسی طرح کا خوف نہ کرو میں مسلمانوں کو لڑائی کا مرد اور تیروں کی بوچھاڑ میں ٹھہرنے والا نہیں سمجھتا اگر کبھی وہ میرے قریب آگئے تو اگلوں کو پچھلوں سے ملا دونگا مطمئن رہو کل تمہارے ساتھ خود لڑائی کے لئے نکلونگا ان کے سرداروں کو چن چن کر قتل کرونگا بشرطیکہ تم بھی میری قوت بازو بن کر ایسی جان توڑ کوشش کرو جس سے میرا دل خوش ہو جائے اہل دمشق نے کہا آپ کی زبان مبارک ہو کاش ایسا ہی ہو جائے مگر مسلمان آسانی سے ہٹنے والے نہیں معلوم ہوتے ان کا بچہ اور بوڑھا بھی دس دس بیس بیس کا مقابلہ کرتا ہے اور ان کا سردار تو بلاء بے درمان ہے وہ تو ہزاروں کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا لیکن اس پر بھی اگر آپ کی رائے میں مصالحت سے جنگ ہی بہتر ہے تو ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جب تک ہمارا ایک فرد بھی زندہ ہے اس وقت تک لڑائی سے منہ نہ موڑیں گے توما نے کہا اچھا اب لڑائی صبح پر رکھو اور دیکھو کل کا دن اہل عرب کے حق میں کتنا سخت ہولناک ہوگا۔

لڑائی کا دوسرا دن

ادھر تو یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر مسلمان اپنے اپنے خیموں میں اللہ سے لو لگائے تسبیح وتہلیل وتکبیر وصلوۃ وسلام وتلاوت قرآن میں مشغول تھے کوئی نماز پڑھ رہا تھا کوئی لشکر کا پہرہ دے رہا تھا حضرت خالد مقام دیر پر عورتوں بچوں اور مال غنیمت کی حفاظت فرما رہے تھے اسی شغل میں رات گذر گئی صبح کی نماز ہر سردار نے اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مورچہ پر ادا کی حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے بھی باب جابیہ پر اپنی فوج کو نماز پڑھائی اس کے بعد خطبۂ جہاد دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

بہادران اسلام! لڑائی کے لئے آمادہ ہو جاؤ حوصلے بلند کرو جو آج محنت کریگا کل آرام پائے گا تیر چلانے میں بڑی احتیاط رکھو کہ ایک تیر بھی نشانہ سے خطا نہ ہو گھوڑوں پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ دشمن میدان سے الگ فصیل شہر کے اوپر ہے ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو دشمن کے مقابلہ میں استقلال وجوانمردی کا جوہر دکھلاؤ۔

اپنے افسر کی نصیحت آمیز تقریر سن کر ہر مسلمان باب جابیہ کی طرف پا پیادہ ڈھال سے جسم کو محفوظ کرتا ہوا بڑھنے لگا صرف حضرت ضرار اور انکے دو ہزار ہمراہی گھوڑوں پر سوار تھے کیونکہ وہ پورے شہر پناہ کا چکر کاٹنے اور موقع ضرورت میں مسلمانوں کی مدد کرنے پر مامور تھے آفتاب نے کنارۂ مشرق سے منہ نکالا ہی تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کو جہاد کے لئے پکارنے لگے تیر اندازوں نے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا جس کے جواب میں قلعہ والوں نے پتھروں کا تانتا باندھ دیا آج باب توما پر توما خود موجود تھا چونکہ وہ بہادر عابد زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ ہرقل کا داماد بھی تھا اس لئے عیسائیوں کی صلیب اعظم اسی کے پاس تھی جس کو توما کے آگے آگے ایک بہادر سپاہی سنبھالے ہوئے کھڑا تھا توما آج ایسی شان وشوکت کے ساتھ میدان میں نکلا تھا کہ بالکل ہرقل معلوم ہوتا تھا فصیل کے برج پر اس کے لیے کرسی بچھائی گئی آگے میز پر انجیل

رکھی گئی جس پر ہاتھ رکھ کر اس نے دعا کرنا شروع کی اور صلیب اعظم جو اس کے سامنے تھی اس کا واسطہ دے کر آسمانی باپ اور بیٹے سے مدد مانگنے لگا۔

یہ منظر دیکھ کر شرحبیل بن حسنہ کو تاب نہ رہی آپ نے دور ہی سے للکار کر فرمایا او مردود! کیا کفر بکتا ہے کیسا باپ اور کیسا بیٹا؟ **ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون** ○[آل عمران: ۵۹] اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی حالت (پیدائش) آدم علیہ السلام کی حالت سے زیادہ نہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا پھر فرمایا (انسان) ہو جا تو وہ ہو گئے (اگر بے ماں کے پیدا ہونے سے عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے بن گئے تو آدم علیہ السلام تو اس کی نسبت سے خدا ہونے چاہئیں نعوذ باللہ من ذالک کیونکہ ان کی تو ماں ہے نہ باپ) یہ کہہ کر آپ نے سخت حملہ کیا اور مسلمان بھی اپنے افسر کو دیکھ کر ایسی بے جگری سے لڑے کہ اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔

حضرت ابان کی شہادت اور ان کی بیوی کی شجاعت

ملعون توما نے بھی اس حملے کا بہت سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اسکی فوج نے پتھروں اور تیروں کا لگا تار مینہ برسانا شروع کیا توما نے زہر آلود تیر مسلمانوں پر پھینکے پتھروں اور تیروں کا زخم تو مسلمانوں کو زیادہ اثر نہ کرتا تھا مگر زہر آلود تیروں کا زخم جس کے لگا وہ پھٹکا نہ کھاتا تھا زہر کا بجھا ہوا ایک تیر حضرت اَبان بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی لگا جس کو آپ نے فوراً نکالا اور زخم کی جگہ کو عمامہ سے مضبوطی کے ساتھ کس دیا (تاکہ زہر تمام بدن پر سرایت نہ کرے) مگر تھوڑی ہی دیر میں زہر نے اثر دکھلایا اور آپ لڑکھڑا کر گرنے لگے تو بھائیوں نے سنبھالا اور فوراً میدان سے خیمہ میں اٹھا لائے یہاں آکر زخم کھولا گیا تو زہر نے دفعتہً قلب اور دماغ پر اثر کیا اور نزع کی حالت شروع ہو گئی ابان بن سعیدؓ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر توحید کا اشارہ کیا اور زبان سے **اشھد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله هذا ما وعدا لرحمن وصدق المرسلون**۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا محمد ﷺ اللہ کے

رسول ہیں یہی وہ چیز ہے جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا تھا اور واقعی رسولوں نے سچ کہا تھا) یہ کہہ کر اپنی جان خالق ارض وسما کے حوالہ کی انا للہ و انا الیہ راجعون ٥

آپ کی شادی حضرت ام ابان بنت عتبہ بنت ربیعہ سے میدان اجنادین میں ابھی ہوئی تھی دلہن کے ہاتھوں اور سر پر سے شب زفاف کی مہندی اور عطر کی خوشبو بھی زائل نہ ہونے پائی تھی کہ نوجوان بہادر شوہر نے جام شہادت نوش کر کے نئی نویلی دلہن کو سوگوار بیوہ بنا دیا مگر شوہر کی طرح دلہن بھی نہایت بہادر دلیر جانباز خاتون تھی شوہر کی وفات کا حال سنا تو بے قرار ہو کر لباس عروسی پہنے ہوئے لٹکتے ہوئے دامنوں میں الجھتے ہوئے اس کی لاش پر آئی کھڑے کھڑے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور نہایت صبر واستقلال کے ساتھ لاش کو دیکھتے ہوئے کہا پیارے بہادر شوہر! آپ کو جام شہادت مبارک ہو آپ کو سایۂ رحمت اور بڑی آنکھوں والی حوروں کی صحبت ہزار بار مبارک ہو آپ اپنے پروردگار کے پاس پہنچ گئے جس نے ہم کو پیدا کیا پالا پرورش کیا ملایا اور جدا کر دیا افسوس نہ میں نے تم کو اچھی طرح دیکھا نہ تم نے مجھے پوری طرح دیکھا اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا چونکہ میں آپ کی حد سے زیادہ مشتاق ہوں اس لئے یقین جانو کہ بہت جلدی تم سے مل کر رہونگی کہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ تمہارے بعد کوئی مرد مجھے ہاتھ نہ لگا سکے گا بخدا میں نے اپنی جان کو اللہ کے راستہ میں وقف کر دیا ہے میں اس قدر جہاد کرونگی کہ تم سے مل جاؤں اور امید ہے کہ یہ کام بہت جلد ہو جائیگا۔

دوسرے لوگ تو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور ام ابان اپنے خیمہ میں جا کر لباس عروسی اتارا اور اپنے مرحوم شوہر کا لباس زیب تن کیا سر پر عمامہ باندھا چہرہ پر نقاب ڈالا ہتھیاروں سے جسم کو آراستہ کیا اور اپنے تیر و کمان ہاتھ میں لے کر پہلے ابان بن سعید کی قبر پر آئیں (جواب تک تیار ہو چکی تھیں) تھوڑی دیر فاتحہ خوانی کر کے سیدھی میدان جنگ میں پہنچیں اور لوگوں سے دریافت کیا کہ ابان بن سعید (میرے شوہر) کا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے اشارہ سے بتلایا کہ فصیل کی برج پر جو ایک شاندار حاکم بہت سے جوانوں کے حلقہ میں توما نامی بیٹھا ہے وہی ابان بن

سعید کا قاتل ہے ام ابان تیر اندازی میں نمبر اول تھیں ان کا تیر نشانہ سے خطا ہونا جانتا ہی نہ تھا آپ نے دیکھا کہ توما کے سامنے ایک شخص صلیب اعظم لئے کھڑا ہے اور توما صلیب کی آڑ میں چھپا ہوا مسلمانوں کے مقابلہ میں اس سے مدد مانگ رہا ہے اس لئے آپ نے توما سے پہلے صلیب بردار جوان کو تیر قضا کا نشانہ بنانا چاہا ادھر حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ بھی صلیب کو نیچے گرانے کی تدبیر سوچ رہے تھے کہ دفعۃً ام ابان کا تیر کمان سے نکلا اور سیدھا صلیب بردار کی پسلیوں میں پیوست ہو گیا۔

تیر کا لگنا تھا کہ صلیب اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فصیل کے نیچے آ گری اور وہ چاروں شانے چت پیچھے گرا یہ صلیب بڑے قیمتی جواہرات سے مرصع تھی جب وہ نیچے گری تو لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ بجلی گر رہی ہے مسلمانوں کی خوشی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا رومیوں کی معبود کی اس ذلت ورسوائی سے ہر مسلمان خوشی میں پھولا نہ سماتا تھا ہر شخص کی یہی کوشش تھی کہ صلیب پر سب سے پہلے میرا قبضہ ہو اس لئے ہزاروں مسلمان ڈھالوں سے بدن کو محفوظ کرتے ہوئے دیوار شہر پناہ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے ادھر توما نے صلیب اعظم کو زمین پر گرا ہوا دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور اپنی ذلت وخواری سامنے کھڑی دکھائی دینے لگی نیز یہ خیال بھی اس کے دل کو کھا رہا تھا کہ شاہ ہرقل تک اگر یہ خبر پہنچ گئی کہ صلیب اعظم میرے ہاتھ سے ذلت کے ساتھ چھن گئی ہے تو مجھ سے زیادہ ذلیل اس کی نظروں میں کوئی نہ ہوگا۔

ان خیالات سے پریشان ہو کر دیوانہ وار کھڑا ہوا کمر سے تلوار باندھی ڈھال ہاتھ میں لی اور اپنی فوج کو للکارا کہ جسے میرا ساتھ دینا ہو میرے پیچھے آئے جسے بیٹھنا ہو بیٹھا رہے مجھے اب صبر کی تاب نہیں میں نے باہر نکل کر مقابلہ کرنے اور صلیب اعظم کو مسلمانوں سے چھین لینے کی ٹھان لی ہے یہ کہہ کر بڑی پھرتی سے فصیل کے نیچے آیا دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور باہر آتے ہی سب سے پہلے میدان میں کود پڑا رومی اس کی شجاعت اور جوانمردی اور جنگی قابلیت سے واقف تھے اس کو میدان میں دیکھ کر ٹڈی دل لشکر پیچھے پیچھے میدان میں آ گیا مسلمانوں نے جو یہ منظر دیکھا فوراً صلیب کو حضرت

شرحبیل بن حسنہ کے حوالہ کیا اور خود رومیوں کے مقابلے میں ڈٹ کر داد جوانمردی دینے اور عربی شجاعت اسلامی حمیت کے جوہر دکھانے لگے حضرت شرحبیل بن حسنہ نے باآواز بلند پکار کر کہا مسلمانو! دروازہ اور فصیل سے پیچھے ہٹ کر مقابلہ کرو تاکہ فصیل کے اینٹوں پتھروں اور تیروں کی بارش سے بچے رہو۔

مسلمان کھلے میدان میں پیچھے ہٹ آئے تو فصیل کی بارش موقوف ہوگئی کیونکہ اب اس کا نشانہ خود رومی لشکر بنتا تھا مسلمان اسکی زد سے باہر تھے، میدان میں جم کر مقابلہ ہونے لگا، توما صلیب کی تلاش میں مست ہاتھی کی طرح دیوانہ وار ادھر اُدھر گھومتا تلوار کے ہاتھ چلاتا پھر رہا تھا، رومی بھی اُس کے ساتھ بہت مضبوطی کے ساتھ جم جم کر حملے کر رہے تھے، حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ نے یہ منظر دیکھ کر مسلمانوں کو للکارا کہ بہادران اسلام، جنت لینے کیلئے موت کو بھول جاؤ اُسکا خطرہ بھی دل سے نکالدو اپنے خالق کو راضی کرو، اور یاد رکھو کہ وہ بھاگنے اور پیٹھ دکھانے سے راضی نہیں ہوتا، ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص [الصف: ۴] اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اُسکے راستے میں لوہے اور کانسی کی دیوار بنکر لڑتے ہیں، بڑھو، حملہ کرو، دشمن کے لشکر میں گھس جاؤ، خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے، جنت کے دروازے تمہارے واسطے اور دوزخ کے پھاٹک کافروں کے واسطے کھلے ہوئے ہیں۔ یہ نصیحت سن کر مسلمانوں میں اسلامی شجاعت بجلی کی لہر بن کر دوڑنے لگی اور انہوں نے اس بے جگری سے حملہ کیا کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔

مگر توما کو میدان میں نکلا ہوا اور صلیب اعظم کو مسلمانوں کے ہاتھ میں چمکتا ہوا دیکھ کر اہل دمشق کا تانتا میدان کی طرف بندھا ہوا تھا، جوق در جوق لشکر چلا آ رہا تھا کسی طرح سلسلہ آمد بند نہ ہوتا تھا، توما برابر صلیب کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظر دوڑا رہا تھا کہ دفعتہً حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ پر اُسکی نگاہ پڑی، صلیب کو اُنکے ہاتھ میں دیکھ کر تیزی سے جھپٹا اور بہت جلد حضرت شرحبیلؓ کے پاس پہونچ کر چلایا کہ بس صلیب کو میرے حوالہ کر دو ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں، حضرت شرحبیلؓ نے صلیب کو تو زمین پر

ایک طرف پھینکا اور خود توما کے مقابلہ میں ڈٹ گئے، ام ابان اس وقت حضرت شرحبیلؓ کے قریب ہی دشمن پر اپنے تیروں کی مسلسل بارش برساتے ہوئے کاتب وحی اور اسلامی سردار کی حفاظت کر رہی تھیں کہ دفعتہً توما کو آپ کے مقابلے میں دیکھ کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ گستاخ ذلیل کون ہے جو ہمارے سردار کا مقابلہ کر رہا ہے، لوگوں نے کہا یہی تو آپ کے شوہر کا قاتل دمشق کا حاکم ہرقل کا داماد توما ہے، یہ سنتے ہی ام ابان کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور اپنے شوہر کو یاد کر کے بیساختہ یالثار ابان ارے ابان کا بدلہ لو، بسم اللہ وعلیٰ برکۃ رسول اللہ ﷺ کہہ کر تیر کو کمان سے جوڑ کر ایسا سچا نشانہ باندھا کہ توما کی آنکھ میں جا کر پیوست ہو گیا، اسکی آنکھ میں تیر کا لگنا تھا کہ میدان جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا، وہ توما جو ابھی حضرت شرحبیلؓ کے سر پر پہونچنا چاہ رہا تھا، بے دریغ مسلمانوں کو شہید کرنے پر تولہ ہوا تھا اُلٹے پاؤں بے تحاشا شہر پناہ کی طرف بھاگتا ہوا نظر آرہا ہے، اُس کا پیچھے لوٹنا تھا کہ رومی ٹڈی دل بھی میدان میں نہ جم سکا، ام ابان نے توما کے گردن پر بھی دوسرے تیر کا نشانہ باندھا مگر اب وہ رومیوں کے حلقہ میں گھر چکا تھا اسلئے بچ گیا یہ دوسرا تیر کسی رومی کے لگا جو چکر کھا کر گرا اور ختم ہو گیا۔

رومیوں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر ام بان نے تیروں کا تانتا باندھ دیا کوئی وار خالی نہ جاتا جس کے لگا وہ گر کر ختم ہو جاتا یا مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتا، یہ حالت دیکھ کر کچھ رومی پلٹ پڑے اور چاہا کہ جس طرح ہو سکے اس تیرانداز کو گرفتار کر لیا جائے تاکہ توما بھی اس سے بدلہ لیکر خوش ہو اور رومی بھی اس کے بے پناہ تیروں کی بارش سے بچے رہیں مگر مسلمان ام ابان سے غافل نہ تھے انہوں نے رومیوں کو پلٹتے دیکھ کر ام ابان کو حلقہ میں لے لیا، جب یہ دشمن کی زد سے محفوظ ہو گئیں تو حسب ذیل رجزیہ اشعار پڑھ کر پھر تیراندازی کرنے لگیں۔

ام ابان فاطلبی ثبارک   صولی علیهم صولة المتدارکِ

قدضج جمع الروم من نبالکِ   اقسمت لا حدثُ عن المبارک

ولستُ ماعشتُ لکم تبارک

اے ام ابان! ہاں اپنا بدلہ لے لیں اور ایسا حملہ کر جس سے تسلّی ہو جائے رومی جماعت تیرے تیروں سے چیخ اٹھی ہے، اور میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ میدان سے ہٹنے کا نام نہ لونگی اور جب تک زندہ رہوں اے رومیو! تم کو چھوڑنے والی نہیں ہوں۔

یہ اشعار پڑھتے ہوئے آپ نے ایک رومی کے سینہ پر تاک کر تیر مارا وہ چکرا کر زمین پر آرہا، دوسرے کے گلے پر تیر مارا وہ بھی جہنم رسید ہوا، توما ایک ہی تیر کی ضرب سے اونٹ کی طرح بڑبڑاتا چلاتا ہوا بھاگا جا رہا تھا، اسے کچھ خبر نہ تھی کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے اسی حالت میں وہ دروازۂ شہر پر پہونچا اور سب سے پہلے اندر گھس گیا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ مسلمانوں کو للکار رہے تھے کہ دیکھو رومی کتا بھاگا جا رہا ہے بچنے نہ پائے کسی طرح اسے گھیر لو، مسلمان اس آواز پر بڑھتے چلے جا رہے تھے، ہر شخص توما کے پاس پہونچنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر رومیوں کا جھرمٹ اس کو ایسا بیچ میں لئے ہوئے تھا کہ کامیابی نہ ہوسکی اور زندہ بچ کر نکل گیا، دروازہ میں گھستے ہی اس نے حکم دیا کہ بہت جلد اندر آ کر دروازہ بند کرلو، مسلمانوں کی یہ کوشش تھی کہ دروازہ بند نہ ہوسکے اور ہم اندر پہونچ کر آج ہی قلعہ پر قبضہ کرلیں، جب مسلمان بڑھتے ہوئے رومیوں کو مارتے مارتے دروازہ کے قریب پہونچ گئے تو فصیل سے پتھر اور تیر برسنے لگے جس کی وجہ سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئے مگر اسباب غنیمت، ہتھیار، کپڑے، صلیبیں بکثرت ان کے قبضہ میں آئیں اور تین سو رومی ان کے ہاتھوں تلوار کے گھاٹ اُتار دئے گئے تھے۔

ام ابان کا تیر توما کی آنکھوں میں پیوست ہوگیا تھا کہ کسی کے نکالے نہ نکل سکا مجبور ہو کر اطباءؔ نے یہ رائے دی کہ تیر کا گز جو لکڑی کا ہے کاٹ دیا جائے اور پیکاں اندر ہی رہنے دیا جائے، اگر اس کو کھینچا گیا تو آنکھ کے ساتھ پیشانی کی رگیں بھی کھچ آئیں گی جس سے دوسری آنکھ کی روشنی زائل ہو جانے کے ساتھ دماغ کا بھی خطرہ ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ پیکاں کو آنکھ کے اندر چھوڑا اوپر سے مرہم پٹی کردی گئی، توما درد سے ایسا بے قرار تھا کہ باوجود ارکان سلطنت کے اصرار کے وہ دروازہ ہی پر بیٹھا رہا اپنے محفل تک جانے کی ہمت نہ کرسکا، کچھ دیر کے بعد جب درد میں کسی قدر کمی ہوئی تو سرادارن

قوم نے پھر اصرار کیا کہ گھر چل کر آرام کیجئے، افسوس آج ہم پر دو مصیبتیں نازل ہوئیں ایک صلیبِ اعظم کا ہاتھ سے جاتا رہنا دوسری آپ کی آنکھ میں تیر لگنا۔

ہم نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا آسان نہیں اس قوم کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا، اسلئے جس طرح ہو ان سے صلح کر لینی چاہئے، توما صلح کا لفظ سن کر آگ بگولا ہو گیا کہنے لگا تمہارا ناس ہو، کیا صلیب کے چھن جانے، میری آنکھ پھوٹ جانے، اور میرے صدہا آدمیوں کے مارے جانے کے بعد بھی ان غلاموں سے صلح کی جاسکتی ہے؟ اگر بادشاہ کو اطلاع ہوگئی تو وہ اس کو میرے عجز اور بزدلی پر محمول نہ کریگا، اب تو قیامت تک صلح نہیں ہوسکتی، مجھے صلیب ان کے ہاتھ سے لینا اور اپنی ایک آنکھ کے عوض ایک ہزار مسلمانوں کی آنکھیں پھوڑنا ہے، تاکہ بادشاہ کو اور تمام دنیا کو معلوم ہو جائے کہ میں نے بدلہ لینے میں کسر نہیں اٹھا رکھی، میں ایک تدبیر سوچ رہا ہوں، اگر راست آگئی تو ان کے افسر (حضرت خالدؓ) کو قتل کر کے تمام لشکر کو مار کر بھگا دوں گا، اور جو کچھ مالِ غنیمت ان لوگوں نے ہم سے لوٹا ہے سب کو واپس لیکر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر کے ایک زبردست لشکر تیار کرونگا، پھر ملکِ حجاز میں پہنچ کر ان کے خلیفۂ اعظم حضرت ابوبکرؓ پر چڑھائی کرونگا، مکانات اور آثار کو مسمار شہروں کو تباہ اور مسجدوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دونگا، (مردود کو یہ خبر نہ تھی کہ ان بری نیتوں اور ظالمانہ ارادوں نے ہی اس کی قوم کو تباہ و برباد کیا تھا مسلمان اس لئے کامیاب تھے کہ وہ ظالمانہ ارادوں، فساد کی نیتوں سے پاک تھے)

حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور دیگر اسلامی افسروں کو جب ام ابان کے کارنامہ کی اطلاع پہونچی اور صلیب کا مسلمانوں کے ہاتھ آنا، صلیب بردار کا مارا جانا، توما کی آنکھ کا پھوٹ جانا ان کو معلوم ہوا تو سب کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے پاس حضرت خالد بن ولیدؓ نے پیغام بھیجا کہ میں آپ کے نزدیک ہی ہوں اور ضرار بن ازور دو ہزار سواروں کے ساتھ ہر طرف چکر لگا رہے ہیں اگر ضرورت ہوگی وہ آپ کی مدد کریں گے، آپ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ پر جمے رہے

اور توما کو اپنی مورچہ کی طرف سے کامیابی کا کوئی موقع نہ دیجئے، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ اس پیغام کو سن کر مضبوطی کے ساتھ فصیل شہر حملہ کرنے لگے یہاں تک کہ شام ہوگئی تو تمام بہادر مسلمان اپنے اپنے خیموں میں پہونچ گئے، اور وضو، نماز، زخمیوں کی مرہم پٹی گھوڑوں کی خدمت اور اسلحہ کی درستی وصفائی میں مشغول ہوگئے۔ عشاء کی نماز ہر سردار اپنی اپنی جماعت کو اپنے مورچہ پر پڑھائی اس سے فارغ ہو کر کچھ لوگ پہرہ پر متعین ہوئے باقی آرام کرنے لگے۔

توما کا چھاپہ اور نامرادی

جب تمام عالم تاریک ہوگیا، رات زیادہ ہوگئی تو ملعون توما نے دمشق کے بہادروں اور دلیروں، معزز لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ مجھے اس عار کا دور کرنا ضروری ہے جو صلیب کے چھن جانے اور میری آنکھ پھوٹ جانے سے آج پہونچی ہے، ورنہ مجھے بادشاہ ہرقل کے عتاب سے بےفکر نہ رہنا چاہئے سرداران قوم نے کہا یہ سب کچھ ہے مگر مسلمانوں کا لشکر ہمارے دروازہ پر پڑا ہوا ہے، اگر ہم نے رات کی تاریکی اور مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ایک دروازہ سے حملہ کیا بھی تو فائدہ کی کیا امید ہے؟ کیونکہ وہ افسرانِ فوج جو دوسرے دروازوں پر متعین ہیں اپنی تمام فوجوں کو سمیٹ کر اسی ایک دروازہ پر لا ڈالیں گے جہاں سے ہم نے حملہ کیا ہوگا،، پھر ان کا تھامنا مشکل پڑ جائے گا اور اگر ان کا بڑا سردار (حضرت خالدؓ) بھی بابِ شرقی سے ہمارے مقابلہ پر آگیا تو اس کے حملہ کو برداشت کرنا ہماری طاقت سے کہیں باہر ہوگا یہ ہماری رائے ہے اس کے بعد ہم ہر طرح حاضر ہیں، جس صورت سے تم حملہ کرنا چاہو کرو ہم آپ کی اطاعت کیلئے تیار ہیں،، توما، واقعی جو صورت تم نے بیان کی ہے اس صورت میں حملہ کرنے میں بجائے فائدہ نقصان کا اندیشہ ہے مگر میری سمجھ میں دوسری تدبیر آرہی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم ہر دروازے سے مسلمانوں پر حملہ کردیں، اچانک ان کی تمام فرودگاہوں پر جا پڑیں رات بہت اندھیری ہے، دشمن راستوں اور گھاٹیوں سے بےخبر ہیں، تم کو تمام راستے معلوم

ہیں اسلیئے شب خون (چھاپہ) مارنے کیلیئے آج بہت اچھا موقع ہے، تم سب مسلح ہو کر اپنے اپنے دروازے سے نکلو، اور میں اپنے دروازہ سے جہاں صلیب چھینی گئی اور میری آنکھ پھوڑی گئی ہے اپنی خاص فوج کے ساتھ نکلونگا، علامت کیلیئے ایک شخص کو بگل بجانے پر متعین کر دوں گا بگل کی آواز سنتے ہی ہر دروازہ سے نکل کر مسلمانوں پر چھاپہ مارا جائے،، اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور بہت جلد ہر شخص اپنے بدن پر ہتھیار لگا کر مسلح ہو گیا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ہر ہر دروازہ پر عظیم الشان اجتماع ہونے لگا،، توما سب دروازوں پر لشکر متعین کر چکا تو خود اپنے ساتھ بڑے بڑے بہادروں، دلیروں کو لیکر بابِ توما کی طرف بڑھا، دروازہ کے قریب پہونچ کر بگل بجانے والے کو تاکید کردی کہ جس وقت میں شہر سے باہر ہو جاؤں فوراً بگل بجا دینا۔

چنانچہ یہ اپنا لشکر لیکر شہر سے باہر نکلا ہی تھا کہ بگل کی آواز دمشق میں گونجنے لگی اور ہر دروازے سے رومی لشکر نکلنا شروع ہوا،، توما نے اپنے قوم کو ہدایت کردی تھی کہ دروازہ کھلتے ہی پھرتی کے ساتھ مسلمانوں پر جا پڑنا اور جس کو پاؤ بیدریغ قتل کر دینا، اگر کوئی امان طلب کرے[1] تو سردار کے سوا کسی کو امان نہ دینا، صلیبِ اعظم جس کے پاس دیکھو فوراً چھین لینا، اگر تم چھین نہ سکو تو مجھے آواز دے لینا، ان ہدایت کے موافق بگل بجتے ہی دروازے کھلے اور دروازے کھلتے ہی بہت تیزی کے ساتھ رومیوں نے مسلمانوں کے خیموں کا رخ کیا،، حضراتِ صحابہ اکرام رضی اللہ عنھم اس مکروفریب سے بے خبر تھے مگر ان کا اقبال بیدار اور بروقت مدد کرنے والا ان کا خدا ان کے ساتھ تھا کہ بعض پہرہ دار مسلمانوں نے بگل کی آواز سن کر باآوازِ بلند چلانا شروع کر دیا کہ مسلمانو! دشمن نے دھوکہ سے تم کو مارنے کا ارادہ کیا ہے جلدی اٹھو اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، یہ آواز تمام مسلمانوں کے کانوں میں پہونچی اور وہ بھرے ہوئے شیر کی طرح نیند سے بیدار ہوئے ایک نے دوسرے کو بیدار کیا، افسرانِ فوج سب سے پہلے تیار ہوئے اور بڑی پھرتی کے ساتھ للکار للکار کر اپنی فوجوں کو تیار کر لیا اب جس وقت

(۱) یہ ظالمانہ حوصلہ ملاحظہ ہو۔

دشمن ان کے سر پر پہونچا تو یہ سب کے سب مسلح تھے گو تاریکی شب کے وجہ سے بے ترتیب تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہ شور وغوغا سنا تو گھبرا کر اللہ تعالی سے دعا کرنے لگے کہ اے زندہ اور بیدار خدا اپنی آنکھ سے جو کسی وقت نہیں سوتی مسلمانوں کی طرف دیکھ اور ان کی مدد کر، ان کو دشمن کے پنجہ میں نہ دے، اس کے بعد چند بہادروں کو عورتوں، بچوں کی حفاظت پر متعین کر کے بقیہ فوج کو ہمراہ لیکر بعجلت تمام تلوار ہلاتے ہوئے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے شیر کی طرح بابِ شرقی پر پہونچے جہاں رافع بن عمیرہؓ طائی کی ماتحتی میں آپ کا لشکر رومیوں کے مقابلہ پر ڈٹا ہوا تھا تلواریں چمک رہی تھیں مسلمانوں کے نعرہائے تکبیر سے میدان گونج رہا تھا کہ اتنے میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایسا زبردست حملہ کیا جس سے رومی لشکر نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کی تازہ کمک آگئی ہے، حضرت خالد نے باواز بلند مسلمانوں کو تسلی دی کہ خوش ہو جاؤ گھبراؤ نہیں حوصلہ بلند کرو تمہاری مدد کو میں آگیا ہوں، میں ہوں خدا کی تلوار، خالدؓ بن ولید، اسکے بعد آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے ایسا زبردست حملہ کیا کہ رومی اُسکی تاب نہ لا سکے اور دروازہ کی طرف آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے یہاں تک کہ تیسرے حملہ میں تو میدان صاف تھا جتنے رومی بابِ شرقی سے نکلے تھے وہ اپنے سینکڑوں آدمیوں کو خاک وخون میں تڑپتا ہوا چھوڑ کر اندر گھس گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس دروازہ سے اطمینان ہو چکا تو دوسرے دروازوں کی فکر ہوئی کہ نا معلوم وہاں مسلمانوں پر کیا گزری آپ ارادہ ہی کر رہے تھے کہ کسی کو بابِ شرقی پر متعین کر کے خود تمام دروازوں کا حال معلوم کرنے کیلئے گشت کریں کہ اتنے میں حضرت ضرار بن ازورؓ خون میں لت پت سامنے سے آتے ہوئے دکھلائی دیئے آپ نے ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا ضرار، جلدی بتاؤ، مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ اور رات کس طرح گذری؟

حضرت ضرارؓ: امیر! میں آپ کو خوشخبری اور مبارکباد دیتا ہوں کہ الحمد للہ

مسلمان ہر طرف غالب ہے اور میں اس وقت تک آپ کے پاس نہیں آیا جب تک تنہا اپنے ہاتھ سے ڈیڑھ سو رومیوں کو تہہ تیغ نہیں کر دیا اور میرے ہمراہی سپاہیوں نے تو اس قدر رومیوں کو مارا ہے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا، جس وقت دروازہ دمشق پر بگل بجا ہے اس وقت میں اپنے لشکر سمیت بابِ صغیر کا چکر لگا رہا تھا جہاں یزید بن ابی سفیانؓ متعین ہیں میں نے اول ان کی امداد کی، اور رومیوں کو دروازہ کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کر دیا پھر وہاں سے گھوڑا دوڑاتا ہوا ہر دروازہ پر گیا اور تمام افسروں کی امداد کو پہونچتا رہا۔

حضرت خالدؓ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور بہت خوش ہوئے پھر سب مل کر حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے پاس تشریف لائے اور ان کی جوانمردی اور بہادری، اور خدمتِ اسلام کا شکریہ ادا کیا کیونکہ سب سے زیادہ دقت کا سامنا ان ہی کو ہوا تھا، ملعون توما اسی دروازہ سے نکلا تھا جس پر آپ مع اپنی فوج کے متعین تھے، اور سب سے پہلے پھرتی کے ساتھ دروازۂ دمشق سے نکلنے والا توما ہی تھا، حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کو جنگی تیاری کا اتنا موقع نہیں ملا جتنا دوسرے دروازوں کے مورچہ بندوں کو مل گیا تھا۔

حضرت شرحبیلؓ کی شجاعت اور ام ابان کی گرفتاری و رہائی

جس وقت توما اپنے لشکر کے ساتھ چھاپہ مارنے آیا ہے سب سے پہلے حضرت شرحبیلؓ ایک مختصر سا دستہ اپنے ساتھ لیکر اسکے مقابلہ میں ڈٹ گئے آپ کا بقیہ لشکر کچھ دیر میں تیار ہو کر میدان میں آیا اگر آپ اس قدر عجلت اور ہوشیاری سے کام نہ لیتے تو یقیناً اس مورچہ پر مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا، توما نے زبردست حملہ کیا آپ کی مختصر فوج نے بھی نہایت سختی اور اولوالعزمی سے اس کا جواب دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میرا منصوبہ کارگر نہیں ہوا مسلمان نیند میں بھی بیدار، غفلت میں بھی ہوشیار رہتے ہیں، اسکی مختصر جماعت بھی بڑے سے بڑے لشکر کی پیش قدمی کو روک سکتی ہے تو اب اس نے دائیں بائیں صفوں میں گھوم کر یہ کہنا شروع کیا کہ وہ سردار کہاں ہے جس نے میری آنکھ

پر تیر مارا وہ افسر کہاں ہے جس نے صلیب اعظم کو گرا کر ہم سے چھین لیا میں صرف اس سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں اور کسی سے لڑنا نہیں چاہتا۔

یہ الفاظ سنتے ہی حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ فوراً اس کے مقابلہ میں جا پہونچے اور فرمایا او ملعون! اُدھر آ میں ہوں صلیب کا لینے والا، میں ہوں اپنی قوم کا سردار میں ہوں کاتب وحی الٰہی میں ہوں شرحبیلؓ بن حسنہ، اے ملعون کیا اسی کا نام بہادری ہے کہ دن کو تو میدان سے بھاگتا ہوا دروازۂ شہر میں گھس جاتا ہے اور رات کو سونے والوں پر دھوکہ سے حملہ کرتا ہے، مگر یاد رکھ مسلمان غافل نہیں سوتے اور ان کے سردار تو رات بھر بیدار رہتے ہیں، یہ آواز سن کر توما شیر کی طرح جست کر کے آپ پر آیا اور کہنے لگا بس میں آپ ہی کو چاہتا ہوں اور کسی سے مطلب نہیں رکھتا، صلیب اعظم میرے حوالہ کر دو ورنہ تمہاری خیر نہیں، حضرت شرحبیلؓ نے فرمایا، بھیک مانگنا ہے تو مانگنے کے طریقے سے مانگو، قوت سے لینا چاہتے ہو تو مسلمان ایک طاقت کے سوا کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتے، تمام دنیا کی طاقت مل کر بھی مسلمانوں کو ضرر نہیں دے سکتی کیونکہ دنیا میں بڑا ضرر موت کو سمجھا جاتا ہے اور مسلمان موت کا مشتاق ہوتا ہے اس کے لئے موت میں خیر ہی خیر ہے، ہاں تو ہوشیار رہ کہ موت میں تیرے لئے خیر نہیں اِدھر جان نکلی اور اُدھر جہنم رسید ہوا، توما یہ سخت جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا اور نہایت سختی کے ساتھ حضرت شرحبیلؓ پر حملہ آوار ہوا، آپ بھی نہایت استقلال کے ساتھ اس کے حملوں کا جواب دیتے رہے، دیر تک دونوں طرف سے معرکہ آرائی ہوتی رہی اور ایسی سخت جنگ ہوئی کہ اس کی نظیر شاید کسی نے کم دیکھی ہوگی، آدھی رات تک دونوں حریف زور آزمائی کرتے رہے، چونکہ ہر مسلمان اپنے مدِ مقابل سے مشغول تھا اس لئے حضرت شرحبیلؓ کی طرف کوئی نہ آسکا حالانکہ رومی جتھے برابر توما کی امداد کو آگے بڑھ رہے تھے۔

یہ صورت دیکھ کر حضرت شرحبیلؓ اور ام ابان تنِ تنہا رومی جتھوں کو پیچھے ہٹانے کے لئے آگے بڑھیں اور اس قدر تیر برسائے کہ ایک رومی کو بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی، اندھیری رات میں بھی آپ کا تیر نشانہ سے نہ چوکتا تھا، آپ آواز پر نشانہ مارتی

اور تیر کسی کے منہ میں اور کسی کے گلے میں، کسی کے سینے میں پیوست ہو جا تا تھا، اس رات ام ابان نے مردوں سے زیادہ صبر و استقلال دکھلایا بے شمار رومی آپ کے تیروں سے موت کے گھاٹ اتر گئے، یہاں تک کہ آپ کا ترکش خالی ہو گیا اور ایک تیر کے سوا اس میں کچھ نہ رہا تو آپ نے تیراندازی میں ذرا توقف کیا دشمن نے توقف کا راز تاڑ لیا اور ایک زبردست رومی بہادر آپ کی طرف لپکا، آپ نے یہ ایک تیر جو باقی رہ گیا تھا اس کی طرف چلتا کیا جو اس کے سینے میں پیوست ہو گیا مگر اس نے گرتے گرتے اپنی جماعت کو للکارا کہ اس بہادر کا ترکش خالی ہو چکا ہے دیکھوں بچ کر نہ جانے پائے، جلدی اس کو گرفتار کرلو، اسی نے ہمارے سردار توما کی آنکھ پھوڑی اور سینکڑوں رومی بہادروں کو موت کی نیند سلا دیا اور اسی نے صلیب بردار کو تیر قضاء کا نشانہ بنا کر صلیب اعظم کو گرایا ہے۔

یہ سن کر چند رومی جوان حضرت ام ابان کی طرف دوڑے چونکہ آپ نہتی ہو چکی تھیں، اس لئے آسانی سے گرفتار کرلیا گیا، رومی اب تک آپ کو مردانہ لباس کی وجہ سے مرد سمجھتے تھے مگر گرفتار کرتے ہوئے ان کی حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی جب لب ولہجہ سے یہ معلوم ہوا کہ جس کو ہم نے مرد سمجھا تھا وہ تو ایک نوجوان پردہ نشیں عورت ہے۔ گرفتار کرنے والے تعجب سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور بیساختہ بول اٹھے کہ جس قوم کی عورتیں اس درجہ بہادر و دلیر ہیں اسکے مردوں کا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟ حضرت ام ابان کی گرفتاری کے بعد حضرت شرحبیلؓ کو زیادہ دقت کا سامنا تھا کیوں کہ اب رومیوں کو توما کی امداد کا کافی موقعہ مل گیا، حضرت شرحبیلؓ نے نہایت دلیری اور بہادری کے ساتھ تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ توما کی گردن پر مارا جس کو اس نے ڈھال پر لے لیا، ڈھال کٹ گئی مگر شدت ضرب کی وجہ سے آپ کی تلوار بھی ٹوٹ گئی، توما کے حوصلے بڑھ گئے اور قریب تھا کہ حضرت شرحبیلؓ گرفتار ہو جائیں کہ پیچھے سے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیقؓ و ابان بن فتحان آپ کی مدد کو پہونچ گئے ایک نے توما کو دور سے للکارا کہ خبردار ہوشیار ہو جا بہادران اسلام تیرے سر پر پہونچ گئے توما اس آواز کے

سنتے ہی شہر کی طرف کو بھاگا اور حضرت شرحبیلؓ بال بال بچ گئے دوسرے ان سواروں کی طرف لپکے جنھوں نے حضرت ام ابان کو گرفتار کر رکھا تھا ان میں سے دو چار کو قتل کر کے ام ابان کو چھڑالیا، توما کو بھاگتا ہوا دیکھ کر اس کا لشکر بھی بھاگ پڑا، حضرت شرحبیلؓ نے ان ملعونوں کے تعاقب کا حکم دیا مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے لشکر میں سے بہتوں کو تہہ تیغ کیا کچھ گرفتار کر لئے گئے دروازہ شہر پناہ پر سخت گھمسان کا رن پڑا اور بے شمار رومی کام آئے آخر بہزار دقت دروازہ میں گھس کر کواڑ بند کر لئے گئے، قفل ڈالدیا گیا تو مسلمان مظفر و منصور اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے۔

باب جابیہ کا حال

باب جابیہ پر جہاں حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح (امین الامت) مورچہ قائم کئے ہوئے تھے یہ صورت پیش آئی کہ جس وقت توما کے نکلتے ہی دمشق کے دروازہ پر بگل بجا اسوقت حضرت ابوعبیدہ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے، آپکا خیمہ اپنے لشکر کے خیموں سے ذرا فاصلے پر تھا، بگل بجتے ہی آپ کے کانوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں رومیوں کے نعروں کی آواز آئی تو جلدی نماز ختم کر کے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا با للّٰہ العلی العظیم اور نہایت عجلت کے ساتھ اپنے پاس والوں کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور اس مختصر جماعت ہی کو ساتھ لیکر میدان کی طرف بڑھے تو یہ دیکھ کر آپ کی خوشی کی کچھ انتہا نہ رہی کہ آپ کا تمام لشکر آپ سے پہلے ہی تیار ہو چکا اور رومیوں کو للکارتا ھل من مبارز کا نعرہ لگاتا ہوا آگے بڑھا جارہا ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح نے جوش مسرت میں نعرۂ تکبیر بلند کیا آپ کے ہمراہیوں نے بھی اللہ اکبر سے اس کا جواب دیا اور مسلمانوں کو دور ہی سے تسلی دی کہ حوصلے بڑھاؤ استقلال وصبر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو، خدا کو راضی کردو، تلوار کا بھرپور وار کرو، اوران ملعونوں کو میدان سے بھاگنے کا موقعہ نہ دو میں تمہاری مدد کو آگیا ہوں، اپنے افسر کی آواز سن کر مسلمانوں کے ہاتھ تیزی سے بڑھنے لگے، مشرکین نے یہ

سمجھا مسلمان اپنے بھائیوں کی کمک کے لئے بڑا بھاری لشکر لیکر پیچھے سے آرہے ہیں تو ان کے چھکے چھوٹ گئے حوصلے پست ہو گئے اور سر پر پیر رکھ کر دروازۂ شہر پناہ کی طرف بھاگنے لگے سب سے آگے آگے ان کا سردار جرجی بن قالان بھاگا جارہا تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے تعاقب کا حکم دیا، مسلمانوں نے تلوار کے وہ جوہر دکھلائے کہ تھوڑی ہی دیر میں رومی کشتوں کے پشتے لگ گئے، مسلمان اُنکو دھکیلتے ہوئے دروازہ تک پہونچے تو فصیل پر سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برسنے لگا، مگر ان دلیروں نے اسکی کوئی کچھ پرواہ نہ کی ڈھالوں سے اپنے بدن کو بچاتے ہوئے برابر شمشیر زنی کرتے رہے، جب رومی دروازہ کے قریب پہونچ گئے تو اوپر سے تیروں پتھروں کی بارش موقوف ہوگئی کیونکہ اب اس کا نشانہ خود رومی ہی بنتے تھے، حضرت ابوعبیدہؓ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر دروازہ شہر پر قبضہ کرلیا اور کسی رومی کو اندر گھسنے کا موقعہ نہ دیا۔

واقدی کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ کے مقابلے میں جس قدر رومی آئے تھے ان میں سے ایک متنفس بھی بچ کر نہیں نکلا، انکا سردار جرجی بن قالان بھی دروازہ کے قریب ہی مارا گیا وہ بھی دروازہ کے اندر نہیں پہونچ سکا، مسلمان اس مہم سے فارغ ہوکر یوں کہتے ہوئے لوٹے ''ومکروا ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین'' [آل عمران : ۵۴] کافروں نے خفیہ چال چلی تھی اُسکے جواب میں خداتعالیٰ نے بھی تدبیر کی اور وہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والے ہیں،، حقیقت میں اس معرکہ کی شدت اور کافروں کی مکارانہ چال پر نظر کرتے ہوئے مسلمانوں کی کامیابی کی کچھ امید نہ تھی، اس رات کا معرکہ اتنا سخت تھا کہ اس سے پہلے ایسا سخت معرکہ مسلمانوں کو کبھی پیش نہ آیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی حمایت نصرت وتائید غیبی سے مسلمانوں کو ایسی اعلیٰ درجہ کی کامیابی نصیب ہوئی جس کا وہم وگمان بھی نہ تھا، رومیوں کو اسی معرکہ میں اس قدر نقصان جان ہوا کہ تعداد وشمار سے باہر تھا یہ صورت دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کے حوصلے پست ہوگئے اور اہل دمشق نے یقین کرلیا کہ مسلمانوں سے عہدہ برآ ہونا نہایت دشوار ہے اسلئے دمشق کے بڑے بڑے سردار توما کے پاس پہونچے اور اس طرح گفتگو کرنے لگے۔

سرداران دمشق کی توما کو دھمکی اور توما کا ہرقل کے نام خط

سرداران دمشق! معزز سردار: ہم نے آپ سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ اہل عرب سخت جنگجو اور بڑے بہادر ہیں اور اُن کا سردار (خالد بن ولید) ہی اکیلا اتنا دلیر اور طاقتور واقع ہوا ہے کہ پورا لشکر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر آپ نے ہماری ایک نہ سنی دن میں بر سر میدان ان کے مقابلہ پر آپ پہونچے تو صلیب اعظم ہاتھ سے کھوئی، اپنی آنکھ کو صبر کیا اور ہزاروں رومی موت کے گھاٹ اُترے، پھر رات کو غفلت اور نیند میں چھاپہ مارنے کا ارادہ کیا تو تدبیر بھی الٹی پڑی، بعض دروازوں سے پانچ ہزار کے اوپر ہمارے جوان باہر نکلے مگر واپس ایک بھی نہ آ سکا، سب میدان ہی میں کھیت رہے، پس بہتر یہی ہے کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جائے اگر آپ کو اس میں اب بھی تأمل ہے تو آپ جانیں اور آپ کا کام ہم ان سے خود صلح کر لیں گے، توما: اے قوم! مجھے اتنی مہلت دیدو! کہ بادشاہ کی خدمت میں خط کے ذریعہ سے صورت حال پیش کر دوں اگر بادشاہ نے ہماری مدد کی فبہا ورنہ پھر میں خود مسلمانوں سے صلح کر لوں گا، سرداران قوم. بہت اچھا مگر اس میں عجلت کیجئے کیونکہ جتنا وقت گذرتا ہے معاملہ کی نزاکت بڑھتی جاتی ہے اہل شہر آپ کو زیادہ مہلت نہیں دے سکتے۔

توما: میں ابھی خط لکھتا ہوں اور صبح ہونے سے پہلے روانہ کئے دیتا ہوں یہ کہکر اس نے ہرقل کے نام حسب ذیل خط لکھا ''رحم دل بادشاہ کو اسکے داماد توما کی طرف سے'' جہاں پناہ! اہل عرب نے ہم کو اس طرح گھیر لیا ہے جیسا آنکھ کی سفیدی سیاہ پتلی کو گھیرتی ہے اجنا دین میں ہمارے عظیم الشان لشکر کو قتل کرنے اور شکست دینے کے بعد وہ ہمارے اوپر ٹوٹ پڑے، میں نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا پھر میدان میں نکل کر جنگ کی تو میری ایک آنکھ جاتی رہی، تیری قوم اور اہل شام نے مجھے چھوڑ دیا اور مسلمانوں کے حوالہ کیا چاہتے ہیں وہ لوگ اہل عرب سے مصالحت کرنے اور جزیہ دیکر ان کی رعایا بننے پر بالکل آمادہ ہیں پس یا تو آپ خود تشریف لا کر دمشق کو سنبھالیں یا ہماری مدد کے

لئے لشکر بھیجیں ورنہ ہم کو اہل عرب سے صلح کر لینے کی اجازت دیں کیونکہ معاملہ حد سے گذر گیا ہے۔ پھر لفافہ بند کر کے مہر لگا کر صبح سے پہلے روانہ کر دیا۔

حضرت خالدؓ کا حملہ اور اہل دمشق کی طرف سے صلح کی درخواست

اہل دمشق کو اس خط کے جانے سے کسی قدر تسلی ہوئی تھی، مگر اس کی مدت زیادہ نہ تھی کیونکہ صبح نمودار ہوتے ہی مسلمانوں نے فریضۂ نماز ادا کیا تھا کہ حضرت خالدؓ نے تمام افسروں کے نام احکام جاری کر دیئے کہ ہر سردار اپنی جگہ سے حرکت کر کے میدان میں پہونچ جائے اور دروازہ شہر پناہ کی طرف بڑھنا شروع کر دے چنانچہ آفتاب نے گوشۂ مشرق سے منہ نکالا ہی تھا کہ مسلمانوں کے تیر چمک چمک کر فصیل شہر پر جانے اور سپاہیوں کو نیچے گرانے لگے، دمشق کی فوج اور رعایا رات کی معرکہ آرائی سے بہت زیادہ تھک چکی تھی ہزاروں سپاہی زخمی ہو چکے تھے اس لئے فصیل کی حفاظت سے اپنے کو عاجز پا کر گھبرا اٹھے اور آپس میں کہنے لگے یہ کیسے سخت جان لوگ ہیں کہ رات کی لڑائی کا ان پر کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا ہمارے اندر تو تاب مقابلہ نہیں ہے کسی طرح ان کے سردار سے درخواست کرنا چاہئے کہ آج دن بھر لڑائی موقوف رکھیں اور ہم کو سوچنے اور تأمل کرنے کا موقعہ دیں مگر حضرت خالدؓ تاڑ گئے تھے کہ سوچنے کا تو محض بہانہ ہے تو ما نے ہرقل سے کمک مانگی ہے۔ اس لئے مہلت طلب کی جا رہی ہے۔

آپ نے صاف انکار کر دیا کہ ایک دن کی تو بڑی بات ہے تم کو ایک ساعت کی مہلت نہیں دی جا سکتی میں ایسی غدار اور مکار قوم پر ہرگز رحم نہیں کر سکتا جو اسی رات میں ہمارے سوتے ہوئے مردوں، عورتوں، بچوں کو تہہ تیغ کرنے کا تہیہ کر چکی تھی خدا کی مدد ہمارے ساتھ تھی کہ تم کو منہ کی کھانا پڑی ورنہ تم نے ہماری تباہی و بربادی میں کچھ کسر نہیں اٹھا رکھی تھی تم اپنی اس بے رحمی کو یاد کر کے شرماؤ جس نے رات کو تمہارے حوصلے بڑھا رکھے تھے اور اس کے بعد مجھ سے التوائے جنگ کی امید نہ رکھو۔

یہ معقول اور سچا بے لوث جواب سن کر اہل دمشق کی گردنیں مارے غیرت کے

جھک گئیں آپس میں کہنے لگے کہ مسلمانوں کا سردار سچ کہتا ہے بے رحمی کی ابتدا ہماری طرف سے ہوئی پھر وہ ہم پر کیوں رحم کرے؟ حضرت خالد نے مسلمانوں کو للکارا کہ ان بے حیا بزدلوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا لو فصیل شہر پر کسی سپاہی کا کھڑا یا بیٹھا نہ چھوڑو، لڑائی کا بازار گرم ہو گیا مسلمان ڈھالوں کے سایہ میں دیوار شہر کی طرف بڑھنے لگے تیر اندازوں نے فصیل والوں کا ناطقہ بند کر دیا آج وہ اپنی تیر باری، سنگ باری کو بھولے ہوئے تھے کیونکہ ان کے ہاتھ کام ہی نہ کرتے تھے اہل شہر یہ صورت دیکھ کر گھبرا گئے اور باہم جلسے مشورے ہونے لگے کہ اگر مسلمان بزور شمشیر دمشق میں داخل ہوئے (اور ایسا ہونا یقینی ہے) تو وہ رات کے شب خون کا پورا انتقام لیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے ہم لوگ صلح کی درخواست کرنے میں جلدی کریں اور ہرقل کے جواب کا انتظار نہ کریں بادشاہ کی طرف سے کمک آنا منہ کا نوالہ نہیں کہ آج خط گیا اور کل کمک آ جائے گی لشکر کی تیاری روانگی اور یہاں تک پہنچنے کے لئے کافی عرصہ کی ضرورت ہے اور ہماری حالت اس قدر نازک ہے کہ ہم کو ایک رات کا بھی بھروسہ نہیں اگر ہم نے صلح کی درخواست میں دیر کی تو شاید کل ہی کو مسلماں شہر کے اندر گھس آئے اور قتل عام کر کے رات کے شب خون کا انتقام لینا شروع کر دے۔

یہ باتیں سن کر ایک بڈھا پادری بولا کہ اے قوم اگر بادشاہ اپنا سارا لشکر بھی لیکر آ جائے جب بھی وہ اس شہر کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا ہے کیونکہ پہلی کتابوں میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ان کے پیغمبر محمد خاتم النبیین (ﷺ) کا دین تمام مذاہب پر غلبہ پا کر رہے گا اور شام و فارس کے خزانوں، شہروں، ملکوں پر ان کی امت کا قبضہ ہوگا۔

پادری کی یہ بات سن کر سب کی رائے اس پر جم گئی کہ درخواست مصالحت میں تاخیر نہ کرنا چاہئے مگر ان کو اس بات کی سوچ تھی کہ حضرت خالد ہمارے رات کے شب خون سے ایسے آگ بگولہ ہو رہے ہیں کہ درخواست صلح کو قبول کرنے کی ان سے کوئی امید نہیں کی جا سکتی آج ان کا غصہ حد سے بڑھا ہوا ہے اگر اس وقت ان سے

درخواست کی گئی تو یقیناً نامنظور ہوگی اسلامی فوج پر سوتے ہوئے شب خون مار کر دوستی و صلح کے تمام راستے خود بند کردیئے اب صلح کی درخواست کیونکر کرے اور کس سے کرے بڈھا پادری بولا کہ اگر تم نے صلح کا ارادہ کرلیا تو اس سردار کے پاس جاؤ جو باب جابیہ پر متعین ہے (یعنی حضرت امین الامۃ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے سنا ہے کہ وہ بہت بردبار، نرم طبیعت اور رحم دل سردار ہے اور مسلمانوں کا اصول ہے کہ ایک سردار بھی دشمن سے صلح کرلیتا ہے تو دوسرے سرداروں کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی اس رائے کو سب نے پسند کیا اور طے ہوگیا کہ رات کو اہل شہر کے امراء، اغنیاء علماء وفضلاء کی ایک جماعت باب جابیہ پر حضرت ابوعبیدہؓ سے گفتگوے مصالحت کر کے صلح نامہ کی تکمیل کردے گی۔

مسلمانوں کو تنبیہ اور دو سوالات کے جوابات

ف: فتح دمشق کے واقعے میں مجھے زیادہ تر اسی بات کا دکھلانا ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کو صلح سے فتح کرنا چاہا اور حضرت خالد کو بغیر اطلاع کئے اہل شہر سے صلح کرلی اور حضرت خالد نے بزور شمشیر فتح کرنا چاہا وہ حضرت ابوعبیدہؓ کو بغیر اطلاع کئے جارحانہ اقدام کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے دونوں افسروں کی کاروائی ایک دوسرے سے بالکل جدا تھی دونوں میں اختلاف رائے کے ساتھ گفتگو بھی تیز ہوئی مگر ان کے اختلاف کی صورت کس قدر پیاری تھی اور ان کا اختلاف کتنی جلدی محبت و اتفاق سے بدل جاتا تھا یہ بات آج کل کے مسلمانوں کے لئے موجب عبرت ہے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ابھی عنقریب آپ کے سامنے آجائیگا۔ مگر اس سے پہلے میں گذشتہ واقعات کے متعلق چند ضروری باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ اوپر معلوم ہوا ہے کہ حضرت ابان بن سعیدؓ وام ابانؓ کی شادی اجنادین کے میدان میں ہوئی تھی اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کے نزدیک میدان رزم کی کیا حقیقت تھی؟ ان کے لئے میدان رزم و بزم دونوں یکساں تھے یہی وجہ ہے کہ لڑائی

کے میدانوں میں بھی وہ شادیاں رچاتے تھے اس کا راز اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کو تقدیر پر پورا اعتقاد تھا کہ موت کا وقت معین ہے نہ رزم اس کو پہلے لاسکتا ہے نہ بزم اس کو آگے بڑھا سکتا ہے دوسرے ان کو زندگی کی زیادہ ہوس نہ تھی وہ حیات سے زیادہ موت کے مشتاق تھے جب تک مسلمانوں کی یہ حالت رہی کامیابی ہمیشہ ان کے پاؤں چومتی تھی۔

۲۔حضرت ام ابان کی تیر اندازی ،نشانہ بازی ،تیر بازی ،جانبازی کے واقعات بھی آپ کے سامنے ہے کیا آج کل کے مسلمان مردان واقعات کو پڑھ کر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر کچھ سوچیں گے؟ کہ ان کے اسلاف کس مقام پر تھے اور آج وہ کس درجہ پر ہے ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے فریضہ سے جو وہ ان کی عزت کا نشان اور اقبال کا تمغہ تھا غافل نہ ہو خصوصاً جبکہ دیگر اقوام ان کے سامنے مقابلہ کی پوری تیاری کر رہی ہے۔

۳۔ یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ مرد تو فنون حرب سیکھ سکتے ہیں مگر احکام پردہ کے ساتھ عورتیں فنون حرب کیونکر سیکھیں؟ جواب ظاہر ہے اسی طرح سیکھیں جس طرح حضرات صحابہ کی عورتوں نے سیکھا تھا کہ ان کے مرد تمام علوم وفنون میں پہلے خود ماہر بنے پھر مردوں نے اپنی عورتوں بچوں کو گھر ہی پر تمام علوم سکھائے یہ نہیں ہوسکتا کہ مرد تو کچھ نہ کرے اور عورتوں کو اسکولوں میں بھیج دیا جائے کیونکہ صحابہ نے نہ خود کسی اسکول میں تعلیم پائی تھی نہ ان کی عورتوں نے اور عورتوں کے لئے بھی بے پردہ اسکولوں کی تعلیم جس قدر مضر اور اخلاق سوز ہے اس کا انکار کوئی منصف نہیں کر سکتا؟ افسانے بنا دینا اور لوگوں کو ناولوں سے بہکا دینا آسان ہے مگر واقعات پر پردہ ڈالنا بہت دشوار ہے۔

۴۔ایک سوال یہاں یہ بھی وارد ہوسکتا ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ مل کر بلا ضرورت جہاد نہیں کر سکتیں ۔ان کو اسی وقت جہاد کی اجازت ہے جب نفیر عام کی صورت پیش آجائے جس میں عورتوں ،غلاموں ،مراہقوں پر بھی جہاد فرض ہو جاتا ہے اس واقعے میں ام ابان کا جہاد کرنا بظاہر بلا ضرورت تھا حضرات صحابہ کو نفیر عام کی صورت پیش نہیں آئی تھی۔

ان کا جواب یہ ہے کہ اس موقع پر یقیناً بہت عورتیں مسلمانوں کے ساتھ تھیں جن کی حفاظت حضرت خالدؓ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی تھی ان سب کا جہاد میں شریک نہ ہونا اور صرف ام ابانؓ کا جہاد میں شریک ہونا صاف بتلاتا ہے کہ مسلمانوں کو دوسری عورتوں کے جہاد کی ضرورت نہ تھی مگر ام ابان کے جہاد کی ضرورت تھی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس وقت مسلمانوں کو تیر اندازوں ،نشانہ بازوں کی سخت حاجت تھی۔ دشمن قلعہ بند ہو کر فصیل پر سے مقابلہ کر رہا تھا جہاں مسلمانوں کی تلوار اور نیزہ کام نہ کرتا تھا صرف تیر اندازی اور نشانہ بازی کام دے سکتی تھی اور ام ابان کو اس فن میں خاص مہارت حاصل تھی اس لئے اس پر لازم ہو گیا تھا کہ اپنے اس فن سے مسلمانوں کی امداد کریں چنانچہ جو کام انہوں نے انجام دیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ محاصرہ دمشق کی کامیابی کا سہرا ام ابان کے سر ہے پھر باوجودیکہ وہ ضرورت اور سخت حاجت کے موقع پر جہاد کے لئے نکلی تھی اور اس حالت میں بھی ان کو زنانہ لباس مین بھی نکلنا جائز تھا مگر انہوں نے اس قدر احتیاط سے کام لیا کہ میدان میں زنانہ لباس سے نہیں آئیں مردانہ لباس پہن کر آئیں چہرہ کو عمامہ اور لباس سے چھپا کر آئیں کہ سوائے چند واقف کاروں کے عام طور سے سب لوگ ان کو مرد ہی سمجھ رہے تھے اور چونکہ لڑائی میں بعض مرد بھی چہرہ پر نقاب ڈال لیتے تھے اس لئے نقاب سے کسی کا عورت ہونا بہت کم معلوم ہوتا تھا ضرورت کے وقت اس صورت سے مردوں کے دوش بدوش عورتوں کا جہاد کرنا کسی عالم کے نزدیک ممنوع نہیں نہ پردے کے احکام پر اس سے کوئی حرف آتا ہے کیونکہ پردے کے احکام ایسے نہیں ہے کہ جن میں مستثنیات نہ ہو بعض حالات وواقعات میں پردے کے اندر علماء اسلام تو ہمیشہ توسع کرتے تھے اور بوقت ضرورت اب بھی ہم کو اس توسع سے انکار نہیں بشرطیکہ ضرورت شرعی اور حدود شرعیہ کے تجاوز نہ ہو۔ واللہ اعلم ۱۲ ظ

اہل دمشق کی صلح کے لئے آمد

واقعات مذکورہ کے متعلق چند فوائد عرض کرنے کے بعد پھر اصل مضمون کی طرف عود کرتا ہوں کہ یہ دن تو اہل دمشق پر اسی پریشانی اور جلسہ مشورہ وغیرہ میں گزرا اور مسلمانوں نے فصیل شہر پر اس قدر تیر برسائے کہ فوج کا وہاں ٹھہرنا دشوار ہو گیا بعض دفعہ اسلامی فوج ایسا سخت حملہ کرتی تھی کہ اہل دمشق کو یہ خیال ہو جاتا کہ مسلمان اب شہر کے اندر گھس آئیں گے دن گزرنے لگا آفتاب کی شعائیں دھیمی پڑ گئیں۔سورج کنارۂ مغرب میں چھپنے لگا رات کی سیاہی بڑھتی ہوئی دنیا کو اپنے دامن میں چھپانے لگی تو مسلمان خوش خوش اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے ان کے دل یقین کئے ہوئے تھے کہ اب دمشق کے فتح ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے رعب کا سکہ کفار دمشق کے دلوں پر بیٹھ چکا ہے وہ مقابلہ سے ہمت ہار چکے ہیں مسلمان نماز عشاء سے فارغ ہو چکے تو ہر افسر نے اپنے مورچے کی حفاظت کے لیے دروازۂ شہر کے متصل ایک دستہ فوج دروازے کی نگرانی کے واسطے متعین کر دیا تا کہ دشمن کو پچھلی رات کی طرح شب خون کا موقعہ نہ ملے اسی وقت اہل دمشق نے اپنے رؤساء وامراء، علماء فضلاء میں سے سو آدمی منتخب کر کے باب الجابیہ کی طرف روانہ کئے تا کہ حضرت ابو عبیدہؓ سے گفتگوئے صلح کر کے صلح نامہ مرتب کر لیں۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ نے بھی ایک دستہ فوج دروازے کے قریب متعین اس لئے کر رکھا تھا کہ دشمن شب خون کے لئے دفعۃً دروازہ سے نکل کر مسلمانوں کو نہ دبالے یہ دستہ فوج اس وقت قبیلہ دوس میں سے تھا جس کے سردار عامر بن طفیل دوسی تھے ہم لوگ دروازے کے قریب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعۃً اہل دمشق کی آوازیں سنائی دیں ان کی آواز سن کر میں حضرت ابو عبیدہ کے پاس دوڑا ہوا گیا اور ان کو بشارت دی (کہ شہر والے اپنی کمزوری کو محسوس کر کے غالباً صلح کی گفتگو کے لئے آنا چاہتے ہیں) وہ بھی اس سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم جلدی جا کر

ان سے بات کرو اور اگر وہ ہم سے ملنا چاہتے ہیں تو امان دیدو تاکہ بے فکر ہو کر جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہہ لیں حضرت ابو ھریرۃؓ فوراً واپس ہوئے اور ان لوگوں کو امن و آمان کی بشارت سنا دی انہوں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ کیا تم دشمن کو امن و آمان دے سکتے ہو آپ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا صحابی ابو ہریرہ ہوں اور اگر ہمارا کوئی غلام بھی تم کو آمان دیدیتا تو جاہلیت کی حالت میں بھی ہم اس کے آمان کو نہ توڑتے اور اب تو ہم کو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی ہدایت اور توفیق دے دی ہے اب کسی مسلمان کی عہد امان کو دوسرا کوئی مسلمان دھوکہ سے نہیں توڑ سکتا، یہ سن کر ان لوگوں نے دروازہ کھولا اور شہر سے باہر نکل آئے جب وہ حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کے پاس پہنچے تو چند مسلمانوں نے دوڑ کر ان کے گلوں سے صلیبیں الگ کر دیں جب یہ لوگ حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ کے پاس آئے تو ان کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور اپنے خیمہ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کا اکرام کیا کرو (اس لئے ہم نے اپنے نبی کے حکم کی تعمیل میں تمہارا اکرام کیا ہے کوئی خوف یا طمع اس کا داعی نہیں ہے)۔

اس کے بعد اہل شہر کی طرف سے صلح کی درخواست پیش ہوئی جس میں انہوں نے سب سے پہلے اپنے گرجوں، کنیسوں کی حفاظت کا سوال کیا کہ موجودہ گرجاؤں میں سے ایک بھی کم نہ کیا جائے نہ ان میں سے کوئی گرایا جائے حضرت ابوعبیدہ نے یہ شرط منظور کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی کنیسہ اور گرجا کے گرانے کا حکم نہ دیا جائیگا غرض اسی طرح کی چند شرطوں کے ساتھ صلح طے ہوگئی اور حضرت ابوعبیدہ نے صلح نامہ مکمل کر کے ان کے حوالہ فرما دیا مگر اس پر نہ آپ کے دستخط تھے نہ کسی کی گواہی تھی کیونکہ اس وقت آپ تمام لشکر کے سردار نہ تھے صرف ایک دستہ کے افسر تھے جب اہل شہر کے ہاتھ میں صلح نامہ پہنچ گیا تو انہوں نے درخواست کی کہ اب آپ ہمارے ساتھ شہر میں تشریف لے چلیں اور دمشق پر قبضہ کر لیں۔

چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ کھڑے ہوئے اور ان کے ہمراہ اجلۂ صحابہ میں سے

تیس صحابہ اور مختلف لوگوں میں سے ۶۵ آدمی سوار ہو کر دمشق کو روانہ ہوئے جب دروازہ کے قریب پہنچے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ شہر میں گھسنے سے پہلے میں تمہارے کچھ آدمی بطور رہن کے اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہوں اہل شہر نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی تو آپ اس شان سے شہر میں داخل ہوئے کہ دمشق کے راہب اور پادری اونی کپڑے پہنے ہوئے آپ کے آگے آگے انجیل اٹھائے ہوئے اگر اور عطر کی دھونی دیتے ہوئے چل رہے تھے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اسی رات رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا آپ ان سے فرمارہے ہیں کہ انشاء اللہ یہ شہر اسی رات میں فتح ہو جائیگا ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو کسی کام لیے جلدی کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے؟ فرمایا ہاں مجھے اس بات کی جلدی ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کے جنازہ میں شریک ہو جاؤں یہ خواب دیکھ کر میں جاگا ہی تھا کہ اہل دمشق صلح کے لئے میرے پاس آگئے ادھر یہ سامان ہو رہا تھا ادھر حضرت خالدؓ اس قصے سے بالکل بے خبر تھے وہ ایک آخری سخت جنگ کا سامان کر رہے تھے تا کہ شہر جلد فتح ہو جائے۔

جس دروازہ پر حضرت خالدؓ کا پڑاؤ تھا اس کے متصل ایک پادری یونس بن مرقس نامی رہتا تھا اس کا گھر شہر پناہ سے بالکل ملا ہوا تھا یہ پادری ملاحم دانیال علیہ السلام میں پڑھ چکا تھا کہ بلاد شام حضرات صحابہ کے ہاتھوں فتح ہونگے اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا اسی رات اس نے اپنے گھر کی دیوار میں نقب لگایا اور گھر والوں کو غفلت کی نیند میں سوتا ہوا چھوڑ کر حضرت خالدؓ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ میں اپنے گھر میں نقب لگا کر آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ مجھے اور میرے اہل وعیال کو امن دیدیں اور مجھ سے کسی قسم کا تعارض نہ کریں حضرت خالدؓ نے اس کو امن دیدیا اور سو مسلمان اس کے ہمراہ کر دئے جو زیادہ تر قبیلہ حمیر کے تھے اور ان سے فرمادیا کہ جب تم شہر میں پہنچ جاؤ اور بلند آواز سے تکبیر کہو اور فوراً دروازہ کے قفل توڑ دو زنجیروں کو کاٹ دو تا کہ میں بھی لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو جاؤں۔

دمشق میں حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ کا الگ الگ حیثیت سے داخل ہونا

چنانچہ یہ لوگ یونس بن مرقس کے ساتھ نقب کے راستہ سے شہر میں پہنچ گئے اور بدن پر ہتھیار لگا کر پوری طرح بچاؤ کر کے دروازہ کی طرف چلے دروازہ کے قریب پہنچ کر سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے کافروں کے ہوش وحواس جاتے رہے اور ان کو یقین ہوگیا مسلمان شہر پر قبضہ کر چکے ہیں ان حضرات نے دروازہ کھول دیا تالے توڑ دئے اور زنجیریں کاٹ کر الگ کر دئے اسی وقت حضرت خالد لشکر سمیت شہر میں داخل ہوگئے اور رومیوں کو تلوار کی گھاٹ اتارنے لگے رومی آپ کے سامنے سے ادھر ادھر بھاگ رہا تھا یہاں تک کہ آپ جارحانہ اقدام کرتے ہوئے کنیسہ مریم تک پہنچے یہاں پہنچ کر حضرت خالدؓ اور ابوعبیدہؓ کے دونوں لشکر اس شان سے ملے کہ حضرت خالد کا لشکر شمشیر زنی کے جوہر دکھار ہا تھا اور حضرت ابوعبیدہ کا لشکر نیام میں تلوار کئے ہوئے خاموشی کے ساتھ چل رہا تھا حضرت خالدؓ یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ سے ہوگئے اور تعجب کی نگاہ سے ان سب کو گھورنے لگے حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کے تیور بدلتے ہوئے دیکھے تو آگے بڑھ کر فرمایا کہ اے امیر ابوسلیمان! اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں اس شہر کو صلح سے فتح کرادیا ہے ''وكفى الله المؤمنين القتال''

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے زحمت جنگ سے بچالیا اے امیر صلح تمام ہوچکی ہے حضرت خالد نے فرمایا کہ کیسی صلح خدا ان لوگوں کو تباہ کرے ان کے لئے صلح کہاں ہے میں نے تو اس شہر کو تلوار سے فتح کیا ہے مسلمان ان کے خون سے اپنی تلواروں کو رنگ چکے ہیں میں نے تو ان کی اولاد کو غلام بنالیا اور ان کے اموال کو مال غنیمت قرار دیدیا ہے حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ اے امیر! میں تو اس شہر میں صلح ہی سے داخل ہوا ہوں حضرت خالدؓ نے فرمایا آپ تو ہمیشہ دھوکے میں آجاتے ہیں میں تو اس شہر میں تلوار کے زور سے داخل ہوا ہوں اب ان کو میری تلوار سے کوئی نہیں بچا سکتا پھر آپ نے ان سے کیوں صلح کی؟ حضرت خالد نے فرمایا اے امیر! اللہ سے ڈریئے خدا کی قسم میں ان

لوگوں سے صلح کر چکا ہوں تیر چل چکا اور میں ان کو صلح نامہ بھی لکھ کر دے چکا ہوں جوان کے پاس موجود ہے یہ بات سن کر حضرت خالد کو صلح کا یقین ہوا تو فرمایا کہ آپ نے بغیر میری اجازت ان سے کیوں صلح کی؟ حالانکہ میں آپ کے اوپر حاکم تھا اور آپ میرے جھنڈے کے تلے تھے؟

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا بخدا مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ جس معاملے کو میں طے کر دوں آپ اس میں میری مخالفت کریں گے پس میرے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو خدا کی قسم میں تمام شہر والوں کے خون کا ذمہ لے چکا ہوں اور اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سب کو آمان دے چکا ہوں اور جتنے مسلمان میرے ساتھ ہیں وہ بھی سب کے سب اس پر راضی ہو چکے اور صلح کر کے غدر کرنا ہمارا طریقہ نہیں غرض دونوں افسروں میں تیز تیز گفتگو ہو رہی تھی اور لوگ حیرت کے ساتھ دونوں کا منہ تک رہے تھے مگر حضرت خالدؓ اپنی بات پر اڑے ہوئے تھے اور آپ کے لشکر میں جو دیہات کے بعضے فوجی تھے وہ برابر رومیوں کی قتل و غارت گری میں مشغول تھے یہ صورت دیکھ کر حضرت ابوعبیدہؓ نے چلا کر فرمایا ہائے افسوس! خدا کی قسم میں ذلیل ہو گیا میرا عہد توڑ دیا گیا پھر دائیں بائیں گھوڑا دوڑا کر اہل عرب کو اشارہ سے روکنے لگے اور فرمایا کہ اے جماعت اہل اسلام! تم کو رسول اللہ ﷺ کی قسم ہے کہ جس جانب سے میں شہر کے اندر داخل ہوا ہوں اس طرف اپنا ہاتھ نہ بڑھانا یہاں تک کہ مجھ میں اور حضرت خالدؓ میں فیصلہ ہو جائے اور ہم دونوں کسی بات پر متفق ہو جائیں۔

یہ بات سن کر حضرت خالدؓ کے ہمراہی بھی قتل و غارت گری سے باز آ گئے اور مسلمان افسر و امراء عسا کر حضرت معاذ بن جبل و یزید بن ابی سفیان و عمرو بن العاص و شرحبیل بن حسنہ و ربیعہ بن عامر و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور اسی درجہ کے دوسرے حضرات مشورہ کے لئے جمع ہوئے، ایک جماعت کی جس میں حضرت معاذ بن جبل و یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے یہ رائے ہوئی کہ حضرت ابوعبیدہؓ کی صلح کو برقرار رکھا جاوے اور ان لوگوں کے قتل سے ہاتھ روک لیا جائے کیونکہ جب تک ہرقل انطاقیہ

میں موجود ہے اس وقت تک بلاد شام کا فتح ہونا آسان نہیں جیسا کہ سب کو معلوم ہے اور اگر ان شہروں میں یہ خبر پہنچ گئی کہ تم صلح کر کے بھی غدر کر دیتے ہو تو اس کے بعد شام کا کوئی شہر بھی صلح سے فتح نہ ہو سکے گا اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور ان حضرات نے حضرت خالدؓ سے فرمایا کہ جتنا حصہ آپ نے تلوار سے فتح کیا ہے اس کو آپ اپنے قبضہ میں رکھئے دوسری جانب حضرت ابوعبیدہؓ کا قبضہ رہے گا اور دونوں اسی معاملہ کی اطلاع خلیفہ کے پاس بھیج کر ان کے فیصلوں کا انتظار کرو جو حکم وہاں سے آئیگا ہم سب کے سب اس کے موافق عمل کریں گے حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ یہ بات مجھے منظور ہے میں تمہارے اس مشورہ کو قبول کرتا ہوں اور تمام اہل دمشق کو میں بھی امن دیتا ہوں مگر ان دو ملعونوں توما اور ہربیس کو امن نہیں دے سکتا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ یہ دونوں تو سب سے پہلے میری صلح میں داخل ہے پس اللہ کے لئے میری پناہ کو باطل نہ کرو حضرت خالدؓ نے فرمایا بخدا اگر آپ کے عہد کا خیال نہ ہوتا تو میں ان دونوں کو ضرور مار ڈالتا مگر اب بھی شہر سے ان دونوں کو نکل جانا چاہئے ان پر خدا کی مار اور پھٹکار جہاں بھی یہ جائے حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ ہاں میں نے بھی اسی بات پر ان سے صلح کی ہے۔

جس وقت ان دونوں حضرات میں یہ گفتگو ہو رہی تھی ہربیس اور توما کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ عربی کلام تو سمجھتے نہ تھے قرائن سے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت خالدؓ صلح پر راضی نہیں ہے تو انہوں نے ترجمان کے ذریعے حضرت ابوعبیدہؓ سے عرض کیا کہ ہم کو حضرت خالدؓ کی طرف سے غدر کا اندیشہ ہے حالانکہ ہم کو اور تمام شہر والوں کو آپ نے امان دیدیا ہے اور عہد کے خلاف کرنا نہ آپ کے مذہب میں جائز اور نہ آپ کی شرافت کو زیبا ہے ہم آپ سے صرف اتنی درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو اور ہمارے ساتھیوں کو یہاں سے سلامتی کے ساتھ نکل جانے دیجئے کہ جہاں ہمارا جی چاہیں چلے جائیں حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ تم میری پناہ میں ہو جس راستہ سے جانا ہو اور جہاں جانا ہو چلے جاؤ جب تک ہماری مفتوحہ زمین میں سفر کرو گے کوئی تم سے تعارض

کرنے والا نہیں اور جب سلطنت ہرقل کی حدود میں داخل ہو جاؤ گے اس وقت ہماری پناہ سے باہر ہو جاؤ گے توما اور ہربیس نے کہا ہے کہ یہاں سے نکل جانے کے بعد ہم تین دن تک ہم آپ کے پناہ میں رہنا چاہتے ہیں تین دن گذر جائیں گے اس کے بعد ہم کو آپ کے پناہ اور ذمہ داری کی ضرورت نہیں چوتھے دن اگر کوئی ہم سے تعارض کرے اور ہم پر غالب ہو جائے تو ہم اس کے غلام ہونگے پھر خواہ وہ ہم کو قید کر لے یا مار ڈالے۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ یہ بات ہم کو منظور ہے مگر تم کو اپنے ساتھ بجائے کھانے پینے کے سامان کے اور کسی قسم کا سامان لے جانے کا حق نہ ہوگا ہربیس اور توما بولنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے پیش قدمی کر کے فرمایا کہ اے امیر! آپ کی یہ گفتگو تو عہد اور صلح کے بالکل خلاف ہے کیونکہ میں نے ان سے اس شرط پر صلح کی ہے کہ اپنے گھر کا جتنا سامان اور جتنا مال بھی لیجانا چاہیں ساتھ لیجائیں حضرت خالدؓ نے فرمایا بہت اچھا میں اس کو بھی مان سکتا ہوں مگر ہتھیاروں کی اجازت نہیں دے سکتا توما نے حضرت خالدؓ کی سنجیدگی اور متانت وحلم کا یہ منظر دیکھ کر جرأت کر کے عرض کیا کہ ہم کو راستہ میں اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے ہتھیار ساتھ رکھنا بہت ضروری ہے اگر آپ اس کی اجازت نہیں دیتے تو ہم آپ کے سامنے ہی پڑے ہیں جو آپ کی جی میں آئے ہمارے ساتھ کر گزریئے بدون ہتھیاروں کے ہم جنگل ومیدان کا سفر نہیں کر سکتے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ اے امیر! ان میں سے ہر شخص کو ایک ایک ہتھیار لینے کی اجازت دیجئے اگر کوئی تلوار ساتھ لے تو نیزہ نہ لے اگر نیزہ لے تو تلوار نہ لے توما نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں ہم بھی اتنا ہی چاہتے ہیں کہ ہر شخص کے پاس ایک ہتھیار ضرور رہے حضرت خالدؓ نے بھی اس بات کو منظور فرمالیا اور اسی پر گفتگو ختم ہوگئی تو حضرت ابوعبیدہ سے توما نے کہا کہ مجھے اس سردار سے یعنی حضرت خالدؓ بن ولید سے اب بھی اندیشہ ہے ان سے کہئے کہ اپنے قلم سے ان سب شرائط کو لکھ دے حضرت ابوعبیدہؓ کو یہ بات سن کر غصہ آیا اور فرمایا توما! تجھ پر تیری ماں روئے ہم قوم عرب نہ جھوٹ بولتے

ہیں نہ دھوکہ دیتے ہیں اور امیر ابو سلیمان ان کا تو قول قول ہی ہے اور عہد عہد ہی ہے وہ تو سچ کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں جب وہ زبان سے ایک بات کہہ چکے ہیں اس کے خلاف قیامت تک نہیں کر سکتے۔

یہ مجلس ختم ہوئی تو ہربیس اور توما نے اپنی قوم کو شہر سے باہر سامان نکالنے کا حکم دیا توما کا خیمہ باہر لگایا گیا اور سامان باہر جانے لگا دمشق میں ریشمی سامان کا شاہی خزانہ بھرا ہوا تھا جو تقریباً تین سو اونٹوں کا بوجھ تھا سونے کی کان سے جگمگاتے ہوئے کپڑے جب دمشق کے باہر جمع کئے گئے تو اتنا بڑا انبار ہو گیا جس کو دیکھ کر لوگوں کو حیرت ہوتی تھی حضرت خالد کی نظر اس سامان پر پڑی تو بے ساختہ زبان سے نکلا ان لوگوں کے پاس کس قدر سامان ہے پھر یہ آیت پڑھی "**ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفا من فضة ومعارج علیھا یظھرون**" [الزخرف :۲۳۱] اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی راستہ پر ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کے گھروں میں جو رحمٰن سے کفر کرتے ہیں چاندی کے چھتیں بنا دیتے اور چاندی کے زینے جن پر اترا چڑھا کرتے۔

رومیوں کے ساز و سامان پر مسلمانوں کا قبضہ

حضرت خالدؓ نے یہ بھی دیکھا کہ رومی سامان نکالنے کے لئے ایسے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں جیسے گدھے کسی چیز سے ڈر کر بھاگتے ہیں بھائی کو بھائی کی خبر نہیں باپ کو بیٹے کی خبر نہیں اس وقت حضرت خالدؓ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائی اور دعا کی اے اللہ! یہ سامان بھی ہم کو ہی دیدے اور ہم ہی کو اس کا مالک بنا دے تا کہ مسلمانوں کے کام آئے آپ ہی دعا کے سننے والے ہیں یہ دعا کر کے آپ نے ارادہ کر لیا کہ جب ان لوگوں کی روانگی پر تین دن پورے گذر جائیں گے اس وقت ان کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا جائیگا تا کہ صلح و عہد کی خلاف ورزی بھی نہ ہو اور یہ سامان بھی مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہربیس اور توما کی روانگی کے چوتھے دن آپ نے یونس

بن مرقس سے رہنمائی سے اس جماعت کا تعاقب کی اور دشوار گزار پہاڑی راستہ سے روانہ ہو کر چھٹے دن وادی مرج الدیباج میں ان کو جا پکڑا تو ماہو ہربیس دونوں نے اول یہ سمجھا کہ ہم سے غدر کیا گیا ہے مگر جب یونس بن مرقس کے واسطہ سے حضرت خالدؓ نے اس راستہ کا پتہ دیا جس سے آپ تشریف لائے تھے تو وہ مان گئے کہ اس راستہ کو ہماری روانگی سے چوتھے دن چل کر بھی وہ ہم کو بآسانی پکڑ سکتے ہیں کیونکہ یہ راستہ بہت ہی نزدیک کا تھا گو دشوار گزار بھی بہت تھا جس سے لشکر کے ساتھ سفر کرنا حضرت خالدؓ ہی کی ہمت تھی پھر وادی مرج الدیباج جہاں ان کو پکڑا گیا اسلامی سلطنت سے باہر اور سلطنت ہرقل میں داخل تھا اس لئے ہربیس اور توما کو غدر کا الزام لگانے کا کچھ بھی موقع نہ رہا۔

غرض جنگ شروع ہوگئی دمشق کی ٹڈی دل فوج نے جو ساٹھ ہزار سے اوپر تھی مسلمانوں کے پانچ ہزار سواروں پر حملہ کر دیا مگر تھوڑی ہی دیر میں کفار بھاگتے ہوئے نظر آئے اور ان کی عورتیں بچے اور کل سامان مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا حضرت خالدؓ نے تن تنہا توما کو قتل کر کے ہربیس کے تعاقب میں چلے جو پہاڑ کی چوٹی پر پانچ ہزار کی جمعیت میں پناہ گزیں ہو گیا تھا حضرت خالدؓ کو اس قدر جمعیت کا گمان نہ تھا جب وہ تن تنہا پہاڑ کی چوٹی میں، چڑھ گئے تو ہربیس، نے اپنی جماعت کا للکارا کہ تم پانچ ہزار ہو اور یہ تنہا ہے خبردار خالد بچ کر نہ جانے پائے یہ معرکہ حضرت خالدؓ کے لئے بہت سخت تھا کیونکہ آپ کے اس تعاقب کی مسلمانوں میں سے کسی کو اطلاع نہ تھی اس لئے دیر تک آپ تنہا ہی مقابلہ کرتے رہے ادھر مسلمانوں نے سامان غنیمت جمع کر کے جب حضرت خالد کو اپنے اندر نہ دیکھا تو سب کے سامنے پریشان ہو گئے اور فوراً ہی حضرت ضرارؓ بن ازور، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ چند بہادر آپ کی تلاش میں نکلے اور بہت پریشانی کے بعد پہاڑ کی چوٹی میں پہنچیں ان کی تکبیر کا نعرہ سن کر حضرت خالدؓ جوش میں بھر گئے اور فوراً ہربیس کو جا دبایا دوسرے مسلمانوں نے اس کے لشکر کو منتشر کیا اور حضرت خالدؓ نے ہربیس کو ختم کر دیا اور اس غیبی امداد پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔

حضرت خالدؓ کی فیاضی

پھر سامان غنیمت جمع کر کے دمشق کی طرف واپس ہو گئے قیدی عورتوں میں توما کی بیوی ہرقل کی بیٹی بھی شامل تھی آپ اس کو ساتھ لے کر تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ قسطنطین بن ہرقل چالیس ہزار کا لشکر لے کر آپ کے قریب پہنچ گیا۔

آپ نے لشکر کو صف بندی کا حکم دیکر حملے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ایک پادری نے میدان میں نکل کر بآواز بلند یہ کہا کہ ہم لوگ صرف بادشاہ کی بیٹی کو مانگتے ہیں خواہ بطور احسان کے بلاعوض دیدو یا جتنا چاہو معاوضہ لے لو اگر تم نے بادشاہ کی بیٹی کو ہمارے حوالہ کر دیا تو ہم شکریہ کے ساتھ تمہارے احسان کا بار اپنی گردن پر لے کر بدون جنگ کے واپس ہو جائیں گے ورنہ مجبوراً ہم کو تلوار ہاتھ میں لینا پڑیگی اور جب تک ایک متنفس بھی زندہ ہے بادشاہ کی بیٹی پر اپنا آخری قطرہ خون قربان کر دینے کو اپنی سعادت سمجھے گا۔

حضرت خالدؓ نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ ہر بادشاہ دوسرے بادشاہ کی عزت و ناموس کا لحاظ کیا کرتا ہے مجھے بھی ہرقل کی عزت و ناموس کا خیال ہے پس اس کی بیٹی کو قسطنطین کے حوالہ کر دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ یہ میری طرف سے ہرقل کے لئے ہدیہ ہے میں اس کا معاوضہ کچھ نہیں چاہتا بعض حضرات صحابہ نے عرض بھی کیا کہ اس کے معاوضہ میں آپ جتنی رقم بھی مانگ لیں گے ہرقل فوراً دیگا اس لئے بلا معاوضہ دینے میں بظاہر مسلمانوں کا نقصان ہے مگر حضرت خالد نے اس پر توجہ نہ فرمائی اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ معرکہائے جنگ میں ہر فریق کو ایسا موقعہ پیش آتا ہے کہ اس کے بڑے درجہ کے لوگ دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ میں نے ہرقل کی بیٹی کو بلا معاوضہ واپس کر کے ہرقل کی گردن پر احسان کا ایسا بوجھ رکھ دیا ہے جس سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا ہے مجھے امید ہے کہ اگر کسی وقت میری فوج کا کوئی افسر یا ذی رتبہ صحابی اس کے ہاتھوں گرفتار ہو جائیگا اور میں اس کی رہائی کے لئے ہرقل کو لکھونگا تو وہ میرا خط دیکھتے

ہی اس احسان کو یاد کر کے فوراً قیدی کو رہا کر دے گا اور ایک مسلمان کی جان بچا لینا میرے نزدیک تمام دنیا کی دولت سے زیادہ عزیز ہے خصوصاً کسی مشہور بہادر یا ذی رتبہ صحابی کی جان بچالینا تو دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ دمشق پہنچے تو یہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی اطلاع آ چکی تھی اور اس نزاع کا فیصلہ بھی آ چکا تھا جو حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد کے درمیان فتح دمشق کے متعلق ہوا تھا فیصلہ حضرت ابوعبیدہ کے موافق تھا کہ ان کی صلح کو نافذ کیا جائے اور تمام شہر کو مفتوحہ صلح تسلیم کیا جائے اسی خط میں یہ بھی تحریر تھا کہ آج سے حضرت ابوعبیدہؓ امین الامۃ تمام عساکر اسلامیہ کے سب سے بڑے افسر اور حضرت خالدؓ ان کے جھنڈے تلے قرار دئے جاتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ حضرت خالدؓ نے اس فیصلہ کو بڑی خندہ پیشانی سے سنا اور بے تکلف اپنا جھنڈا حضرت ابوعبیدہؓ کے حوالہ کر کے ان کی ماتحتی میں خدمات اسلام انجام دینے لگے نہ ان کو اس ماتحتی سے کچھ عار محسوس ہوئی اور نہ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کے احترام میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی کی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خاتمہ:

ف: حضرات ناظرین یہ تھا واقعہ فتح دمشق جس کے لئے میں نے تاریخ واقدی کا ایک معتد بہ حصہ آپ کے سامنے پیش کیا جس کو پڑھتے پڑھتے شاید بعض حضرات کو یہ خیال بھی پیدا ہوا ہوگا کہ یہ ولادت محمدیہ کا راز بیان ہو رہا ہے یا فتوح الشام کا ترجمہ ہو رہا ہے مگر جن حضرات کو ولادت محمدیہ کا راز شروع سے محفوظ ہے وہ یقیناً سمجھتے ہونگے کہ یہ تمام واقعات اصل مقصود سے اجنبی نہ تھے کیونکہ میں نے ولادت محمدیہ کا راز بتلاتے ہوئے حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلائل میں چند چیزوں کو پیش کیا تھا۔

(۱) وہ پیشین گوئیاں جو صحف سابقہ و کتب ماضیہ میں حضور ﷺ کے متعلق موجود تھیں جن کی وجہ سے ایک عالم آپ کی بعثت کا منتظر تھا۔

(۲) یہی پیشین گوئیاں فتوحات اسلامیہ کی سرعت کا زیادہ سبب ہوئی کیونکہ حضرات صحابہ کا طرزعمل بالکل اسی بیان کے موافق تھا جو کتب سابقہ میں موجود تھا۔

(۳) حضور ﷺ کی تعلیم اور قرآن کریم پر عمل کرنے کی برکت سے خطہ عرب جو کبھی جہالت و وحشت کا مرکز تھا بہت جلد ایسا مہذب اور تعلیم یافتہ بن گیا کہ ان کی دانائی فراست وحکمت کا لوہا مہذب سے مہذب متمدن سے متمدن بادشاہوں نے مان لیا۔

(۴) رسول اللہ ﷺ کی حقانیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے تئیس سال کی قلیل مدت میں ایک جاہل اور وحشی قوم کی کایا پلٹ دی کہ اب اس کے علم وعمل حق پرستی وانصاف کے سامنے ایک عالم نے گردن جھکادی اور لوگ حضرات صحابہ کو دیکھ دیکھ کر اسلام کے گرویدہ ہونے لگے۔

چنانچہ اس کی ایک ادنیٰ جھلک ان واقعات میں نمایاں طور سے نظر آرہی ہے جو آپ کے سامنے تاریخ سے پیش کئے گئے ہیں جا بجا میں ان پر صاف طور سے تنبیہ کردی ہے اور جہاں تنبیہ نہیں کی اہل فہم ان سے بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اشاعت اسلام اور سرعت فتوحات اسلامیہ کا یہ تھا اور صرف یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے اندر محبت آخرت ومعرفت الٰہیہ کا ایک ایسا جذبہ پیدا کردیا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ ہردم آخرت کے مشتاق اور دنیا کی محبت سے نفور اور عدل وانصاف پر مستقیم تھے یہ حضرات صرف زبان سے اسلام کا دعویٰ نہ کرتے تھے بالکل سچ مچ اپنی جان ومال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرکے ہروقت مجسمہ عمل بنے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی رضا ان کو مطلوب تھی اور دنیا سے آخرت کا کام لینا ان کا شیوہ تھا ان کی محبت محبت تھی ان کا اختلاف رحمت تھا اگر ہم چودھویں صدی کے مسلمانوں پر دنیا میں عزت وحیاۃ طیبہ کا لطف اور آخرت کی نجات وامان کے طالب ہیں تو ہم کو اسوۂ رسول اور اسوۂ صحابہ کو اپنا نصب العین بنانا اور مضبوطی کے ساتھ اس پر چلنا چاہئے۔

اب میں اس مضمون کو جو عرصۂ دراز سے رسالۂ النور کے حوالات میں مسلسل شائع ہورہا ہے ختم کرتا ہوں اگر زندگی باقی ہے تو اعجاز قرآن اور معجزات نبویہ پر کسی

دوسری فرصت [۱] میں کچھ لکھنے کی جرأت کرونگا ورنہ ناظرین اسی کو ولادت محمد یہ کی راز کا آخری حصہ تصور فرمائیں اور اس ناچیز اور مدیر رسالہ کو دعائے خیر میں یاد فرمائیں

"واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصل الله علىٰ سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين والحمد لله الذى بنعمته وجلالته تتم الصالحات"

(۱) افسوس کہ اعجاز قرآن اور معجزات نبویہ سے متعلق اس حصّہ کی تالیف کی نوبت نہ آئی۔ اور یہ کتاب یہیں آکر ختم ہوگئی۔ (ناشر)